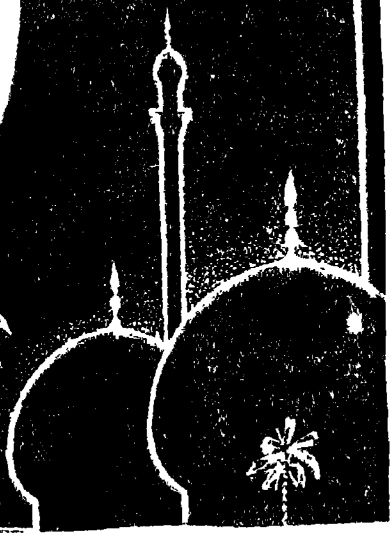
سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



القریش

امرتسر





ایڈیٹر محسن القوم محمد علی

کیلنڈر سال ۱۹۴۱ء

جنوری اکتوبر	بدھوار	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگلوار
مئی	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگلوار	بدھوار
اگست	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگلوار	بدھوار	جمعرات
فروری۔ مارچ ۔ نومبر	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگلوار	بدھوار	جمعرات	جمعہ
جون	اتوار	سوموار	منگلوار	بدھوار	جمعرات	جمعہ	ہفتہ
ستمبر دسمبر	سوموار	منگلوار	بدھوار	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار
اپریل جولائی	منگلوار	بدھوار	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار
مجوزہ و مرسلہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
عزیز فضل حق قریشی	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
متعلم انجینئرنگ کالج رسول	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
نوٹ	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸
کوئی صاحب بلا اجازت شائع کرنے اور فروخت کرنے کی کوشش نہ کریں	۲۹	۳۰	۳۱				

قیمت سالانہ
رؤسا سے　پانچ روپے
عوام حضرات سے　تین روپے

فہرست مضامین القریش امرتسر

غیر مستطیع طلباء سے　دو روپے
نمونہ کا پرچہ　۴؍
تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۱۷

جلد ۲۸　مطبوعہ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۵۹ھ　نمبر ۱

نوٹ کر لیجیے :- جن معاونین کرام کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ ان کے رسائل پر اسجگہ سرخ نشان (　　) کر دیا گیا ہے۔ احباب نوٹ کر لیں۔

اور وی پی کے زائد خرچ سے بچنے کے لئے زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے اپنے قومی فرض سے عہدہ برآ ہوں اور کاغذ کی گرانی کے پیش نظر ایک ایک خریدار کے اضافہ سے توسیع اشاعت میں اعانت فرمائیں۔

(مینجر)

رسولِ عربیؐ

میرے آقا مرے سرکار رسولِ عربیؐ ای مرے ہادی افکار رسولِ عربیؐ

فخرِ خلّاقِ جہاں عزّ رسل شانِ رسل پرتو جلوۂ انوار رسولِ عربیؐ

"ذاک عونی دہا اناؤ تلک الایام" ضامنِ رحمتِ غفّار رسولِ عربیؐ

شرح "خالق الاصباح" "منوّر عارض" حاملِ حسنِ جہاں دار رسولِ عربیؐ

"الامین" کہہ کے خود اعدا نے پکارا جنکو تم ہی تھے وہ درِ شہوار رسولِ عربیؐ

یہ مروت یہ کرم صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ عفو تھی آپکی تلوار رسولِ عربیؐ

جن کی توصیف میں آیا ہے "لقد کان لکم" تم ہی تھے وہ مرے سرکار رسولِ عربیؐ

ہوں گنہگار تو یہ فخر مجھے کیا کم ہے کہ نہ ملا ہوں گنہگار رسولِ عربیؐ

اتنا عاجز نہ کرو اٹھا دو للّٰہ عقل سے پردۂ پندار رسولِ عربیؐ

طالبِ عفو و کرم ہوں مرے عصیاں کو نہ دیکھ

مسکرا دے سرِ دربار، رسولِ عربیؐ

(طالب باغپتی)

آپ کی حمیّتِ قومی سے

اپیل

ہفتہ عشرہ میں کاغذ کے نرخ میں ۱۰ را اضافہ ہوگیا ہے۔ بارہ آنہ فی رم کے حساب سے قیمت بڑھ گئی ہے۔ مخصوص مقاصد معدود الاشاعت جرائد کیلئے یہ گرانی سخت ناقابل برداشت ہے۔ القریش کی صوری و معنوی صورت اس کے بہترین مضامین اور قومی خدمات آپ کے سامنے ہیں۔ قومی مفاد کے لئے اس کا جاری رہنا جسقدر ضروری ہے۔ وہ بہی خواہان قوم سے مخفی نہیں۔ لہٰذا قارئین کرام سے مخلصانہ

اپیل

ہے۔ کہ وہ اس موقعہ پر حمیّتِ قومی سے کام لیں۔ اور اپنے حلقہ اثر و احباب سے ایک ایک خریدار سے القریش کی اعانت کرکے عند القوم مشکور ہوں۔ وباللہ التوفیق!

(مینیجر)

مختصرات

—— وزیر اعظم بنگال کی تجویز ہے کہ بنگال میں علیحدہ خواتین یونیورسٹی بنائی جائے۔ تاکہ عورتیں صرف عورتوں سے تعلیم حاصل کریں۔

—— ایک اخباری اطلاع مظہر ہے۔ کہ سکندر آباد چھاؤنی کا علاقہ ۳۱ر مارچ سنہ ۴۱ء کو مملکت نظام میں شامل ہوجائے گا۔ آمین۔

—— حکومت سعودیہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ حج کی تقریب نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام ہوئی۔ حاجیوں کی صحت اچھی رہی۔

—— اچھوتوں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ وہ آئندہ مردم شماری میں اپنا مذہب ہندو یا سکھ نہیں لکھائیں گے۔

—— مسٹر گاندھی نے کانگرسی مسلمانوں کو مشورہ دیا۔ کہ وہ اس عید الضحیٰ پر قربانی نہ دیں۔ اگرچہ اس پر عمل نہیں ہوا۔ لیکن گاندھی کو مسلمانوں کے مذہبی امور میں مداخلت قابل توجہ ہے۔

—— تاجدار بہاولپور کو خطابات سال نو میں کے۔ بی۔ ایس آئی کا خطاب ملا ہے۔ مبارک۔

—— مجلس احرار کا شیرازہ منتشر و پراگندہ ہو رہا ہے۔ مولانا داؤد غزنوی پراونشل کانگرس کے اگزیکٹو ممبر بن گئے ہیں۔

—— حکومت پنجاب کے جدید قوانین جائداد ٹیکس اور بکری ٹیکس کے خلاف اور دربار کشمیر کے دو زبانوں ہندی اور اردو کی مخلوط تعلیم کے حکم کے خلاف جلسے ہو رہے ہیں۔ اور صدائے احتجاج بلند کی جا رہی ہے۔

—— سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب سفر مصر سے بخیریت واپس آگئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مغربی صحرا کی لڑائیوں میں ہندوستانی سپاہ فوق العادت بہادری سے نبرد آزما ہے۔

—— آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے علیگڈھ یونیورسٹی سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ لکھنؤ یونیورسٹی کی طرح السنہ شرقیہ کے لئے ایک ڈپلوما جاری کرے۔

—— آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس لیگ کی کانفرنس نے آل انڈیا مسلم لیگ کو الٹی میٹم دیا ہے۔ وہ ۲۸ر فروری کو پاکستان کے حصول کی تحریک شروع کرے۔ ورنہ سٹوڈنٹس لیگ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیگی۔

—— زرعی قوانین پر عمل تاحال معرض التوا میں ہے عدالت عالیہ کے فیصلہ کا انتظار ہے۔

—— مسٹر گاندھی نے "یوم آزادی" منانے کیلئے اعلان کیا ہے۔ تعمیری پروگرام کا لازمی جزو چرخہ اور کھادی قرار دے کر اپنی عادت کے مطابق کچھ ایسی ہی باتیں کی ہیں۔

—— علامہ مشرقی کو بہیم مطالبات کے باوصف ابھی تک آزاد نہیں کیا گیا۔

—— عید الضحیٰ کی تقریب پر کئی جگہ ہندو مسلم فساد ہوگیا۔

—— پنجاب اسمبلی کا اجلاس ۲۰ر جنوری سے شروع ہوگا۔ بہت سے بل پیش ہوں گے۔ جن میں خواجہ غلام محمد کی طرف سے قرآن مجید کی فروخت اور اشاعت کی پابندی سے متعلق بل پیش ہوگا۔

—— گورنر پنجاب نے شہری جائدادوں سے متعلقہ ٹیکس کی منظوری دے دی۔ اس ایکٹ کی رو سے جائدادوں کی آمدن پر ۲۰ فیصدی تک ٹیکس لگایا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

فی پرچہ ۲

جلد ۲۸ —————— نمبر ۱

ماہ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء
ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۹ھ

اٹھائیسویں (۲۸) جلد کا آغاز

سپاس وتشکر

خدائے تبارک وتعالیٰ عزاسمہٗ وسبحانہٗ کے فضل وکرم سے اس اشاعت کے ساتھ "القریش" کی اٹھائیسویں جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ بارگاہ صمدی میں بخشوع دعا ہے۔ کہ یہ تقریب قارئین کرام، معاونین عظام اور "القریش" کے مربی ومحسن حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ تاجدار دکن دیار کیلئے خیر وبرکت کا موجب ہو، آمین ثم آمین!

"القریش" نے سال گذشتہ (۱۹۴۰ء) میں اہم قومی خدمات کے علاوہ بہترین مضامین کی اشاعت سے جو ملی فرائض انجام دیئے ہیں۔ ان کی اجمالی کیفیت گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکی۔ خدائے برتر واکبر کا شکر ہے۔ کہ اس قادر وتوانا نے ہمیں اپنے مجوزہ پروگرام کی تکمیل کی توفیق عطا کی۔ ناظرین کرام بخلوص دعا کریں۔ کہ اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ ہمیں آئندہ بیش از پیش توفیق ارزانی فرمائے۔ اور ہم حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے جبال وتراکم مذلقہ کے عبور میں بطریق احسن عہدہ برا ہونے کی توفیق پائیں۔

معاونین کی سرد مہری

کاغذ اور سامان طباعت کی صعب ترین گرانی کے باوصف القریش کی ظاہری وباطنی، صوری ومعنوی خوبیوں میں ہم نے بہاہ اضافہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر معاونین کرام ذرا فراخ دلی کے ساتھ دست تعاون بڑھاتے اور ایک ایک خریدار کی بہم رسانی سے معاونت کرتے تو القریش کو اور بھی دیدہ زیب، دلآویز اور نتیجہ خیز بنانے کی سعی کی جاتی۔ لیکن ہماری پیہم اپیلوں کے باوجود اس قومی ضرورت پر بہت کم توجہ دی گئی۔ گنتی کے چند احباب نے توسیع اشاعت میں مدد کی۔ اور صرف دو ہی خواہانِ قوم نے کاغذ کی پریشان کن گرانی کے پیش نظر زرِ نقد کی ترسیل سے ہماری ہمت افزائی فرمائی، کون نہیں جانتا، کہ گرانی کا سیلاب پوری طغیانی پر ہے، درجنوں اصلاحی، ادبی قومی رسائل اور موقت الشیوع جرائد اس کی نذر ہو چکے ہیں۔

یہ سال جو اس اشاعت کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ حالات کی نزاکت کے لحاظ سے اور بھی خطرناک اور تشویش انگیز ہے۔ اگر احباب کی بے التفاتی کا یہی عالم رہا۔ مشکلات کا مقابلہ کرنے میں قارئین کرام نے ہمارا ساتھ نہ دیا۔ تو عجب نہیں کہ ساداتِ قریش کا یہ نام لیوا بھی سیل رواں کی لپیٹ میں آجائے۔ اور پھر سنبھلنے کی تاب نہ رہے

ہماری خدمات

قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے اپنی پس افتادگی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے والے حضرات سے مخفی نہیں کہ تحفظ نسب

کے معاملہ میں "القریش" نے کسقدر اہم خدمات انجام دیں۔ مراسیت و قصابیت کی یلغار و یورش کا کس بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور نوم راحت میں مزے لینے والی قوم میں جذبۂ عمل و بیداری پیدا کرنے میں القریش کی مساعی کسقدر مشکور ہوئیں۔ آج نواح ملک میں قریش کی ۳۰ اصلاحی جماعتیں قومی وقار کے بقا و احیاء کیلئے شاہراہ عمل پر جادہ پیما ہیں جس کی وجہ سے قوم کا مستقبل نہایت درخشاں و تاباں نظر آرہا ہے۔

"القریش" کے مساعی جمیلہ سے فرنٹیئر، بہار، پنجاب، سندھ و بلوچستان یوپی، بنگال، پونچھ و کشمیر وغیرہم دور و دراز مقامات کی قریشی برادری مودت و محبت کی ایک سلک میں منسلک ہوگئی ہے۔ ان میں غائبانہ تعلقات قائم ہوجانے سے اخوت و مروت کا جذبہ کار فرما ہے۔ اگر یہ سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری رہا۔ تو قومی جلسوں کے قیام و انعقاد سے یہ بعید ی تعلقات اور بھی قریب تر ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تنظیم و شیرازہ بندی کا یہی مقصد وحید ہے۔ جو بفضل اللہ تعالیٰ حاصل ہو رہا ہے۔

پنجاب کے اکثر اضلاع خصوصاً امرتسر، گورداسپور، فیروزپور، لدھیانہ رہتک اور حصار کے قریشی، عدم حصول حقوق زراعت کی وجہ سے "قریش" کے نام سے نفور تھے۔ اور راجپوت، ارائیں اور گوندل اقوام میں مدغم ہو جانے کا چارہ کر رہے تھے۔ لیکن "القریش" کی مساعی سے قوم کی نمائندہ جماعت "ندوۃ القریش" معرض وجود میں آئی۔ اور اس کی انتھک کوششوں سے یہ مرحلہ بھی بوجہ احسن طے ہو گیا۔ اور وہ بھائی جو اپنی اصل و نسل کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ اصلیت کی جانب لوٹنے پر مجبور ہوئے۔ یعنی قوم کا شیرازہ انتشار و پراگندگی سے بچ گیا۔

آپ کا فرض

یہ عین حقیقت ہے، کہ عزت و عظمت اور وقار کے ساتھ وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ جس کا آرگن ہو۔ اور وہ بحسن و خوبی قومی خدمات انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ہم نہیں کہتے۔ نہ ہمیں یہ کہنا زیبا ہے۔ کہ "القریش" نے اپنی احسن ترین خدمات سے قوم کو قعر گمنامی سے ابھار کر گرچہ ترقی پر پہنچا دیا ہے مقتدرین قوم اور حساس بزرگان برادری بارہا اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ اور بلا مبالغہ صحیح ہے۔ تو کیا بہی خواہان قوم کا فرض نہیں ہے۔ کہ وہ "القریش" ایسے مفید جریدہ کو جاری رکھنے کیلئے، اس کی خدمات کا تواتر قائم رکھنے کے لئے امکانی مساعی عمل میں لائیں۔ اور اپنے حلقہ اثر و احباب سے ایک ایک دو دو خریداروں کی بہم رسانی سے اس کی اشاعت دوچند کر دیں تاکہ تسلی و اطمینان کے ساتھ وہ زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دینے کے قابل ہو سکے۔

زر سے، زبان سے، گام سے، جیسے بھی ہو سکے
کیجئے تمام قوم کو سرشارِ "القریش" شاکر
(وَبِاللّٰہِ التَّوفیق)

———(٭)———

قومی غداری کی ایک مثال

مراسیوں کی "جمعیت القریش" کو ظلمتکدۂ گمنامی میں دفن ہوئے عرصہ ہو چکا۔ لیکن قصابوں کی "جمعیت القریش" میں ہنوز دم خم باقی ہے۔ وہ کبھی کبھی "جمعیت القریش" کے نام سے اپنی سبھا رچا کر دل خوش کر لیتے ہیں،

۲۹، ۳۰ اور ۳۱ دسمبر کو اس جمعیتہ کی مجلس شوریٰ کا ایک اجلاس خانصاحب خواجہ غلام محمد ایم۔ ایل۔ اے کی صدارت میں انبالہ کے مقام پر منعقد ہوا۔ جو اہم تجویزیں باتفاق رائے منظور کی گئیں۔ ان میں سے ایک میں حکومت پنجاب سے استدعا کی گئی۔ کہ:۔

"وہ جملہ مسلم پیشہ وران کو پنجاب کی دیگر

زراعت پیشہ اقوام میں شامل کرکے زراعت پیشہ
اور غیر زراعت پیشہ کے امتیاز کو فوراً مٹا دے"

گویا "جملہ مسلم پیشہ وران" ایک قوم ہے۔ اور حکومت کو چاہیئے۔ کہ اس قوم کو زراعت پیشہ اقوام میں شامل کرکے اس امتیاز کو مٹا دے۔ جو زراعت پیشہ اور ان میں حدِ فاصل بنا ہوا ہے۔ مطالبہ کی معقولیت قابلِ داد ہے۔ اسی طرح ایک قرارداد میں والیئے ریاست لوہارو سے استدعا کی گئی ہے۔ کہ

"وہ بیوپاری قوم کی بھیڑ بکری اور دیگر مواشی
پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے۔ اس کو فوراً منسوخ کردے"

یہاں وہی "جملہ مسلم پیشہ وران" کی قوم "بیوپاری قوم" بن گئی ہے۔ اور امتیازِ خصوصی کے مٹا دینے میں اس حکمت و قابلیت سے کام لیا گیا ہے۔ کہ اِلّا ماشاء اللہ،

بہرحال قصاب برادری اپنے آپ کو قریشی کہلانے اور لکھانے میں دُنیوی و اُخروی نجات کا راز مضمر پاتی ہے "آل انڈیا جمعیتہ القریش" کے نام پر جلسے کرتی ہے۔ اور قراردادیں باتفاقِ رائے منظور کرکے بھیڑ بکری اور دیگر مواشی کو ٹیکس کے وبال سے نجات دلانے کی تدبیریں سوچتی ہے۔ اور جملہ مسلم پیشہ وران کی قوم کو زرعی حقوق سے متمتع کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں اور زبان و دماغ سے کام لیتی ہے۔ لیکن "سادات قریش" جس پر اصلاحِ اُمت اور تبلیغ و اشاعت کا فرض عائد ہوتا ہے۔ حفاظتِ خود اختیاری کی بھی توفیق نہیں پاتی۔ اگر قضا کار کہیں کوئی صورت بن آتی ہے تو ٹانگیں پھیلا کر مزے کی نیند سونے والے قوم کی راہ میں کانٹے بکھیرنے کیلئے بیک جست اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اپنی گندی ذہنیت سے فضا مکدر کرنے کے لئے زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ اور ابلہ فریبیوں سے جادہ پیمایانِ ترقی کی راہیں مسدود کرکے پھر اسی خوابِ نوشیں میں خراٹے لینے لگ جاتے ہیں۔

۲۹ء میں "ندوۃ القریش" کے قیام کے وقت برسوں کی گہری نیند سے یہ لوگ چونکے اور سدِ راہ بننے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کردیئے۔ لیکن دال نہ گلی۔

۳۳ء کے وسط میں قوم کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے ان کی باسی کڑاہی میں پھر اُبال آیا۔ جو ایک ہی چھینٹے سے بیٹھ گیا۔ یہ ناکام رہے۔ تو قوم کامیابیوں سے ہمکنار ہوگئی دس برس کے عرصہ میں "ندوۃ القریش" نے قوم کو مغاکِ ضلالت سے ابھارا اور گریوۂ ترقی پر ڈال کر زندہ اور بیدار اقوام کے دوش بدوش منازلِ ترقی طے کرنے کے قابل بنا دیا۔

اواخر ۳۸ء میں فاضلکا کے مقام پر ایک شاندار قومی اجتماع ہوا۔ قوم کا خوشگوار اور پُراُمید مستقبل نمایاں ہوا تو انہوں نے پھر کروٹ لی۔ اور فضا مسموم کرنے کیلئے ابرِ غلیظ کی طرح قوم کی تمناؤں کے آسمان پر محیط ہوگئے۔ یادش بخیر "بی ٹوڈ فرینڈ" پر ڈورے ڈالے۔ اور قوم کی ترقی کے قدم روکنے میں کامیاب ہوگئے۔ مہینہ دو مہینہ نمائشی چیخ و پکار اور ہاؤ ہو کا بازار گرم رکھا۔ اور سو گئے۔ اب دو سال سے بسترِ راحت پر آرام فرما ہیں۔ اور

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

کا ورد ہو رہا ہے۔ اور داؤ لگائے گھات میں پڑے ہیں قوم میدانِ عمل کی جانب قدم بڑھانے کیلئے حرکت کرے گی تو ان کا نشہ بھی ٹوٹیگا۔ اور لیڈری کا لبادہ اوڑھ کر ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں کا نعرہ لگاتے ہوئے سنگِ راہ بننے کے لئے آ کھڑے ہوں گے۔

قصاب برادری کا قریشیت سے دُور کا تعلق بھی نہیں

لیکن اس نے اپنی اقتصادی مذہبی اور سماجی اصلاح کے لیے "جمعیتہ القریش" کے نام سے ایک جماعت بنا رکھی ہے۔ اور اس فرضی نام سے اپنی ضرورت کے مطابق کام کر رہی ہے۔ مگر یہ جنہیں قریشیت کا دعویٰ ہے۔ اور "سادات قریش" ایسی مفتخر قوم کی قیادت کا شوق دامنگیر ہے۔ قوم کے اصلاحی و ارتقائی اور تنظیمی امور میں روڑا اٹکانے میں باک نہیں کرتے اور اپنی تخریبی سرگرمیوں کی وجہ سے ننگ قوم بنے رہتے ہیں۔

کیا وہ حضرات خصوصاً ہمارے "بی لوڈ فرنڈ" جنہیں ان تمام حالات کا جو فاضلکا کے قومی اجلاس کے بعد وقوع میں آئے کما حقہٗ علم ہے۔ ہمیں بتانے کی زحمت گوارا کریں گے۔ کہ ایک فعال جماعت کو ان بے عمل لوگوں سے ملکر کام کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا؟ اور اسی برتے پر ایک معروف اور کارکن جماعت کو نئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اور کیا قوموں کے بننے کے یہی طور ہوا کرتے ہیں۔ جن پر ۵ر فروری سنہ ۳۹ء کو عمل کیا گیا تھا؟ کاش کچھ دقیقہ رسی سے کام لیا جاتا اور قوم کی راہ میں کانٹے بکھیرنے والوں کی اعانت نہ کی جاتی کاش کچھ ژرف نگہی سے عواقب و نتائج پر غور کر لیا ہوتا۔ اور قضا و قدر سے یوں کھیلنے کی سعی نہ کی جاتی۔

قادر مطلق جل جلالہٗ کو جو کام جس سے لینا ہوتا ہے اپنی قدرت کاملہ سے اسے اس کی انجام دہی کی توفیق دے دیتا ہے۔ گذشتہ دو سال میں قوم کے کاموں میں سر مو فرق نہیں آیا۔ اس قلیل مدت میں بارہ فعال جماعتیں مرکزی جماعت کی معیت میں کام کرنے کیلئے معرض وجود میں آئیں۔ جس سے دائرہ عمل اور بھی وسیع ہو گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ قیمتی متوقع جس سے منصۂ شہود اور بھی قریب تر ہونے کی توقع کی گئی تھی غلط روی سے ضائع کر دیا گیا۔

نیند کے ماتوں کو کوئی کب تک جگاتا رہے گا۔ آپ انہیں بیدار کرنے کی تدبیریں کیجیے۔ شور محشر برپا کرتے اور فلک شگاف نعرے لگاتے رہنے سے تو کام نہ چلے گا۔ اور یاد رکھئے۔ کہ

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

بہی خواہانِ قوم ایسے حوادث سے متاثر نہیں ہوا کرتے۔ نام کے بھوکے کام کے "کچے" ہوتے ہیں۔ اور ایسے "کچے" لوگوں کی کچی باتوں میں الجھنا خود بدنام ہونے اور قوم کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ (تدبر)

مسجد تو بنا لی دم بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

حقائق

جناب احمد الدین صاحب انجم

پست فطرت صاحبِ ایثار ہو سکتے نہیں
گل بدامن ریت کے انبار ہو سکتے نہیں
شب کے پردے میں قیامت جلوہ فرما ہے تو کیا
نیند کے ماتے کبھی بیدار ہو سکتے نہیں
موت کا پہرہ ہے جن کی زندگی پر رات دن
ٹھوکروں سے وہ کبھی ہشیار ہو سکتے نہیں
جن کے سینوں میں نہیں نورِ صداقت جلوہ گر
وہ صداقت کے علمبردار ہو سکتے نہیں

شذرات

کرسمس کے جلسے

کرسمس کے ایام جلسوں کیلئے وقف ہیں۔ تعطیلات کی وجہ سے کاروبار میں گونہ تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ وقت جلسوں کی گہما گہمی میں گذارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب کے کرسمس میں آل انڈیا ہندو مہاسبھا۔ اور آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے علاوہ ہندو کانفرنس، آل انڈیا کرسچین کانفرنس، پنجاب شیعہ کانفرنس، آل انڈیا جمعیۃ المنصور، سنٹرل اعوان کانفرنس سٹوڈنٹس یونین بمبئی۔ آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن، ہندی ساہتیہ سمیلن اور کئی چھوٹی چھوٹی سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں اور انجمنوں کے جلسے منعقد ہوئے۔ پُر جوش تقاریر کا مظاہرہ ہوا بوقلموں قرار دادیں اور تجویزیں منظور ہوئیں۔ ملکی مفاد اور سیاسی اقتدار کے قیام و بقا پر غور ہوا۔ وطنی آزادی اور زبان کی اصلاح پر توجہ دی گئی۔ اور بڑی بات یہ ہوئی۔ کہ کانگرس کے بادا آدم مسٹر گاندھی نے انگریزوں کے بڑے دن کے احترام میں ان ایام میں ستیہ گرہ بند رکھا۔

مسٹر ساورکر نے آل انڈیا ہندو مہا سبھا کے صدر کی حیثیت سے گاندھی کی عدم تشدد کی تھیوری کو مجنونانہ فلسفہ اور پاگل پن کا ثبوت قرار دیا۔ ڈاکٹر مونجے نے کانگرس کی متحدہ قومیت پر نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم کو تشدد کا سبق دیا۔ مسٹر ایم۔ این رائے نے ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی کا افتتاح کرتے ہوئے گاندھی ازم کو رجعت پسندانہ قرار دیا۔ جس پر "گاندھی مردہ باد" کے نعرے لگائے گئے۔ راجپوتانہ میں اینٹی پردہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں شریمتی ستیا وتی نے پردہ کے خلاف پُر زور تقریر کی۔ جس پر پانچ ہزار ہندو عورتیں بے پردہ ہو گئیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے کانگرس کے اندر مسلمانوں کی نئی پارٹی "جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی" قائم کرنے کا اعلان کیا۔ یہ پارٹی سرمایہ داری کی دشمن اور مخلوط انتخاب کی حامی ہو گی اور مسٹر گاندھی کے اشارۂ ابرو پر رقص کرے گی۔ جمعیۃ العلماءٔ کی مجلس مشاورت نے جنگی امور میں گاندھی کی اطاعت کو ذریعہ نجات قرار دیتے ہوئے جنگ کے خلاف نعرے لگائے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے پاکستان کی مخالفت میں پر زور تقریریں کیں۔ لیکن مسلمانان یو پی نے فیصلہ کر دیا۔ کہ پاکستان کی اسکیم ہی ملکی مفاد کے لئے بہترین تجویز ہے۔ کانگڑہ میں ہندو کانفرنس نے اچھوتوں پر ڈورے ڈالے اور مشورہ دیا۔ کہ وہ آئندہ مردم شماری میں اپنے آپ کو ہندو لکھائیں۔ لیکن ایک دن کنوئیں سے پانی لینے کی اجازت دے کر دوسرے دن بجبر رد کر دیا آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں اسلامی تہذیب، کلچر اور مسلمانوں کی تعلیم کے تحفظ کے لئے چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں بنائی گئیں اور ملی مفاد کے پیش نظر کئی تجویزیں منظور کی گئیں۔

کرسمس کے ان تمام جلسوں اور ان کی کارروائیوں کا لب لباب اور ما حصل یہ ہے۔ کہ کانگرسی علماء اور قوم پرست مسلمانوں کے ماسوا تمام جماعتوں اور ملتوں نے گاندھی ازم کی مخالفت کی اور کانگرس سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ خدا جانے ان حاملان شریعت اور فرزندانِ توحید کو کیا ہو گیا ہے

کہ وہ صراط مستقیم سے گمراہ ہو کر گاندھی پر ایمان رکھنے میں فلاح دارین کا راز مرکوز پاتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں سیدھی راہ دیکھنے کے لئے دیدۂ بینا عطا کرے۔ آمین!

اردو دشمنی

مسٹر گاندھی نے اردو ہندی کے مسئلہ کو خالص سیاسی مسئلہ بنا کر فرقہ وارانہ تصادم کی خلیج اور وسیع کر دی۔ ہندو پورا زور اور امکانی قوت اردو کو مٹانے پر صرف کر رہے ہیں۔ کانگرسی و غیر کانگرسی ہندو کی زبان ا قلم اردو کی تخریب کے درپے ہے۔ پروفیسر موہن سنگھ دیوانہ "زمانہ" میں لکھتے ہیں کہ

"اردو ہندوؤں کی غلامی کی نشانی ہے، ہندو جو اردو کے شائق ہیں۔ وہ اردو کیلئے غیر ہیں اردو محض کاغذی زبان ہے۔ جو چند شہروں کے سوا کہیں نہیں بولی جاتی"

پروفیسر مرلی دھر "ماڈرن ریویو" میں فرماتے ہیں،

"کاش اردو کے ملبے کو زمین کے ساتویں پرت کے نیچے ایسا دفن کر دیا جائے۔ کہ آثار قدیمہ کے ماہر آج سے پانچہزار سال کے بعد جب زمین کھودیں تو تعجب کریں۔ کہ یہ کوڑا کرکٹ کہاں سے آیا"

ڈاکٹر بھارگو نے لاہور میں یوم ہندی کے سلسلہ میں ایک قرارداد بدیں مفہوم منظور کرائی۔

"پنجاب میں اردو، ہندی اور پنجابی تینوں زبانیں ذریعہ تعلیم قرار دی جائیں"

۱۰ر اکتوبر کے "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں پروفیسر گلشن رائے نے حالی، شرر اور اقبال ایسے شاعروں کی تصنیفات کو یاس انگیز بتایا۔ "ٹریبیون" میں ہندی کے ایک پریمی نے ہندی اور ہندو دھرم کے تمام عاشقوں سے احتجاج بلند کرنے کا مطالبہ کیا۔ "آریہ بھاشا سمیلن کانفرنس" لاہور کے اجلاس میں اتحادی حکومت کی اردو دوستی کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ سندھ میں حکومت نے یہ سرکلر جاری کیا۔ کہ صوبے کے تمام مدرسوں میں بشمول اردو مدرسوں کے سندھی زبان کی تعلیم رائج کی جائے۔ حکومت کشمیر نے اکتوبر ۱۹۴۰ء میں اعلان کر دیا۔ کہ کشمیر میں تعلیمی زبان تو آسان اردو ہوگی لیکن طلبہ کو اختیار ہوگا۔ کہ اپنی تعلیم اردو یا ناگری خط میں حاصل کریں۔ غرض ہندو دنیا اردو ایسی سلجھی ہوئی مشترکہ زبان کو محض اس خیال سے مٹا دینے پر تلی ہوئی ہے۔ کہ وہ بقول مسٹر گاندھی قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ ان کی ان تھک کوششوں کا تواتر نہایت تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ صرف ۱۹۴۰ء ہی میں اس مشترکہ وطنی زبان کو مٹانے کیلئے جو کچھ کیا گیا۔ اس کی اجمالی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ اور اندازہ فرمائیے۔ کہ جس قوم کے یہ ارادے ہوں۔ اور جس کے تعصب کی یہ انتہا ہو۔ اس سے مسلمانوں کو کیا توقعات ہو سکتی ہیں۔

مخالفانہ پروپیگنڈا

ہندوؤں کے گھروں میں رات دن ہندی کا پرچار کرنے کی سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ ۷ر فروری کو دہلی میں ہندی ہفتہ منایا گیا۔ ۱۲ر کو ہندی پرچارنی سبھاؤں کے ذریعہ سے کشمیر میں اردو ہندی کے متعلق بارہ ہزار ہندوؤں کی دستخطی یادداشت حکومت کے روبرو پیش کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکتوبر میں

حکومت نے تعلیم کیلئے اردو ہندی دونوں خطوں کے رائج ہونے کا حکم دے دیا۔ ۱۲ مارچ کو تروپتی میں مالوی جی کی صدارت میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس ہوئی جو فی الحقیقت ہندی سنسکرت کانفرنس تھی۔ ۷ جون کو جمعیتہ العلماء کا جو اجلاس جونپور میں ہوا اُس کا اشتہار ہندی والوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ناگری رسم خط میں جلی عنوان سے شائع ہوا۔ ہندوستان کے مسلمان نیتاؤں کا جونپور میں جمگھٹ ہوا۔ لیکن آزاد مسلم کانفرنس نے اپنے جولائی کے اجلاس (لکھنؤ) میں اُردو دشمنی کی وارداتیں دیکھ کر اور اسے ہندو مسلم اتحاد کے لئے ایک بڑا خطرہ سمجھ کر زبان کے مسئلے کی طرف خاص توجہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس کے باوجود مولانا ابو الکلام کو ۹ ستمبر کو جو ایڈریس الہ آباد یونیورسٹی کے طلبکی طرف سے پیش کیا گیا۔ وہ راشٹر پتی سواگت ودیارتھی مان پتر سوبھاگیہ بچار وشواس وغیرہ سے مرصع تھا۔ مدراس میں کانگرس کی حکومت اُٹھ جانے کی وجہ سے حکومت نے ہندی کو بجائے لازمی مضمون کے اختیاری کردیا۔ (۲۱ فروری) لیکن اس کے باوجود ۲۹ ستمبر کو مدراس میں ہندی ہفتہ منایا گیا۔ جس کے دوران میں مسٹر ستیہ مورتی نے تقریر کی۔ کہ ہر ہندو کو انگریزی سنسکرت ہندوستانی اور اپنی مادری زبان سیکھنی چاہیئے۔ اور مسٹر پانڈے نے ہندوستانی کی اہمیت جتاتے ہوئے کہ بیرون ہند سے جو براڈکاسٹ ہوتے ہیں۔ وہ اسی قومی زبان میں ہوتے ہیں۔ یہی بات مسٹر ماتھر ڈپٹی میئر کارپوریشن نے راشٹر بھاشا پرچار سمتی بمبئی کے جلسے میں ۲ نومبر کو کہی۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے ہندی کا لفظ استعمال کیا۔

اُردو کی مقبولیت

اردو ہر حصہ ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اردو سلیس، سادہ اور شستہ زبان ہے۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے۔ کہ اردو کے دشمن اداروں کے اخبار و جرائد خود اردو میں شائع ہوتے ہیں۔ ان کے پڑھنے والے مطالب و معانی اور مفہوم سمجھتے اور مافی الضمیر کے اظہار پر قادر ہیں۔ اردو مختلف زبانوں سے مرکب ہے۔ اس کے ثبوت میں پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی نے دہلی میں ہندی ہفتہ کے ایک جلسہ میں بتایا۔ کہ

"اردو کے ۵۴۰۹۰ الفاظ میں سے ۲۱۶۰۰ ہندی الفاظ ہیں۔ عربی فارسی کے ۱۲۰۲۵ اور خاص اردو کے ۱۷۵۰۰ یعنی اردو کے ہر پانچ میں سے دو خالص ہندی کے لفظ ہوتے ہیں"

ان حقائق کے باوصف ہندو اردو کو خالص مسلمانوں کی زبان سمجھتے ہوئے اسے مٹا دینے کیلئے ہر حربہ آزمانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اردو ہندی کی یہ جنگ ملک کی سیاسی سرگرمیاں خاک میں ملائے جاتی ہے۔ اور طالبان آزادی بادیہ سیاست میں خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

جناتی زبان

بخلاف اس کے جس جناتی زبان کی ترویج و اشاعت کیلئے تفریق و تشتت اور فرقہ وارانہ فتن و فساد کی آگ کو ہوا دی جارہی ہے۔ وہ بالکل غیر مانوس، غیر ہر دلعزیز اور ناقابل فہم ہے جس زبان میں تقریر کو بھاشن، دنتی، آب و ہوا کو جل وایو عقل کو بدھی، مطلب کو پریوجن آسانی کو سرلتا، اخبار کو سماچار پتر، داخلے کے فارم کو گمسبڑ پتر، سمندر کو سمدر، مٹی کو ماٹی، دیس کو دیش دکھن کو دکھش، برا کو دشٹ کہنے پر اصرار ہو،

اس کا آسان نزاد رشستہ ہونا معلوم، انصاف سے کہیئے کہ یہ بھی کوئی زبان ہے اور فی ہزار کتنے ہندوستانی ہیں۔ جو اسے لکھنے بولنے اور سمجھنے پر قادر ہیں۔ اور کتنے ہیں جو ان زبان میں اپنے

مطلب کا بآسانی اظہار کر سکتے ہیں۔ انہی حالات سے متاثر ہو کر اگلے برس
گذشتہ میں لاہور کے ہندی جلسہ میں سر سپرو نے صاف الفاظ
میں کہہ دیا کہ

"ہندوستانی کوئی زبان نہیں۔ اس کا کچھ مطلب
نہیں۔ میں اس زبان سے اردو کو پسند کرتا ہوں
ہندوستانی کی اصطلاح دھوکے کی ٹٹی ہے۔
اور زبان ہمارے آباؤ اجداد کا ایک ناقابل تقسیم
مشترکہ اور مقدس ترکہ ہے"

حق پسند اور علم دوست ہندو اردو کو جسے کہ وطنی زبان سمجھتے ہیں۔
اور اس کے خلاف کوششوں پر نفرت کا اظہار کرنے میں باک نہیں کرتے
لیکن تعجب ہے کہ کانگریسی علماء اور آزاد مسلمان اس سلسلہ میں سکتے
کے عالم میں پڑے ہیں۔ اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

بہی خواہان اردو کا فرض

زبان و ادب کی اشاعت کا مسئلہ اس قدر اہم ہو گیا ہے۔ کہ
اردو کو زک دینے کیلئے راشٹر بھاشا کے دلدادگان پر فریب چالوں
سے اپنی تعداد اور اپنی زبان بولنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ
لکھوانے کے لئے آئندہ مردم شماری کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔
چونکہ اس وقت سوال عزت، حمیت قومی وقار اور ہماری زبان کا ہے
اس لئے حامیان اردو کا فرض ہے۔ کہ وہ بھی چوکنے رہیں۔ اور آئندہ
مردم شماری میں پوری احتیاط کے ساتھ اردو لکھانے کی کوشش کریں
تاکہ زبان و ادب حامیان ہندی کی عیاریوں سے مامون و محفوظ
رہ سکے۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی ایک تجویز

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ پٹنہ کے اجلاس
میں بعض اہم ملی ضروریات کے پیش نظر پروفیسر عبدالحلیم علی گڈھ
یونیورسٹی نے اسلامی تہذیب و تمدن کے تحفظ کے لئے ہندوستان
میں اشاعتی بورڈوں کے تقرر اور قدیم اسلامی علوم، آرٹ اور
صنعت کی تمام کتابوں کی فہرست مرتب کرنے کی تجویز پیش کی
اور مسٹر فضل حق وزیر اعظم بنگال نے فرمایا کہ:۔

"وقت آگیا ہے کہ مسلمان اپنی تعلیمی ضرورت کو سمجھیں
اور انہیں خود پورا کریں۔ آپ نے کہا کہ بنگال اور
پنجاب میں مسلم یونیورسٹیاں ہونی چاہئیں مسلمانوں
کو چاہیئے کہ وہ اوقاف کی جائدادوں پر قبضہ کر لیں
متولیوں پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ تاکہ مسلمانوں کی تعلیمی
ضروریات پوری ہو سکیں"

"آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" کی تجویز قابل صد
تحسین ہے۔ عامۃ المسلمین کا فرض ہے کہ وہ اسلامی تہذیب
و تمدن کے تحفظ کیلئے اس تجویز کا خیر مقدم کریں۔ متولی حضرات
کا فرض ہے۔ کہ وہ ملی مفاد کے پیش نظر اوقاف کی وسیع آمدن
میں ایک معقول رقم اسلامی یونیورسٹیاں چلانے کیلئے از خود پیش
کر دیں۔ تاکہ مسلمانوں کی تعلیمی کمی کا بوجہ احسن سدباب ہو سکے۔

مجنونانہ فلسفہ

مسٹر گاندھی جن حربوں سے آزادی حاصل کر کے حکومت
پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اقلیتوں کے حقوق غصب کر کے انہیں
اپنی غلامی کی زنجیر میں جکڑنے کے متمنی ہیں۔ ان میں ایک
"عدم تشدد" کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کا عدم تشدد ان
ٹینکوں، پیراشوٹوں اور آتشگیر بموں سے بھی زیادہ خوفناک
ہے۔ جو جنگ یورپ میں استعمال ہو رہے ہیں۔ عدم تشدد آپ کا

ایمان ہے۔ اور اسی ایمان ویقین کے ساتھ گذشتہ سال آپ نے حکومت برطانیہ کو مخلصانہ مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ عدم تشدد سے دشمن کا مقابلہ کرے۔ اور یہی عدم تشدد ہے جس کے صدقہ میں جنگی مصلحتوں کے خلاف آوازے کسے جاتے ہیں۔ اور اپنے چیلوں کو قید و بند کی سختیاں جھیلنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ عدم تشدد ہی سے آپ کی تمام تمنائیں وابستہ ہیں۔

عدم تشدد پر لیکچر دیتے ہوئے پچھلے دنوں آپ نے فرمایا کہ:۔

"عدم تشدد کا مسئلہ پالیسی کا مسئلہ نہیں۔ ایمان جب تک کسی شخص کا اس پر ایمان نہ ہو۔ وہ سچا اور پکا کانگرسی نہیں ہو سکتا"

لیکن "سکھ" آپ کے عدم تشدد سے بدک گئے۔ انہوں نے عدم تشدد کو بطور ایمان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ گذشتہ دنوں لاہور کے مقام پر کانگرس کے صدر مولانا آزاد نے بھی اس اصول سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اور کہا کہ:۔

"میں اس فلسفہ پر اس حد تک عمل کرنے کیلئے تیار نہیں۔ جس حد تک مسٹر گاندھی عمل پیرا ہیں۔ اگر اپنی حفاظت کے لئے جنگ لڑنا پڑی تو ہندوستان تلوار لے کر میدان میں کود پڑے گا"

معاصر "ہند" کلکتہ جو بہت بڑا قوم پرست مسلم لیگ کا دشمن اور کانگرس کا بہت بڑا حامی ہے۔ آپ کے اس اصول پر رقمطراز ہے کہ

"گاندھی جی اہنسا پر ایمان بتاتے ہیں۔ مگر اس پر پورا پورا عمل خود بھی نہیں کرتے ان کے اشارے سے ان کے چیلوں نے کئی کانگرسیوں کو سخت سزائیں دیں انہیں ذلیل کیا . . . .

آج کل ہندوستان کی سیاست ریاکاری پر قائم ہے۔ اور ہندوستان کے اکثر لیڈر اول درجے کے ریاکار ہیں۔ کیونکہ ایسی بات کہتے ہیں جس پر یقین نہیں رکھتے۔ اس ملک کا کیا حشر ہوگا۔ جس کے لیڈر ریاکار ہوں۔ اور جس کی سیاست توہمات اور ریاکاری پر قائم ہو۔ ہندوستان کی یہ بدنصیبی ہے۔ کہ اس کی باگ ایک "مہاتما" کے ہاتھ میں ہے۔ جو عمل کی دنیا سے دور ہے"

"آل انڈیا ہندو مہاسبھا" کے ۲۸ ویں جلسہ میں مسٹر وی ڈی ساورکر نے اپنی صدارتی تقریر میں جہاں مسلمانوں اور مسلم لیگ کو اپنی فطری عادت کے مطابق کوسا اور پاکستانی "سکیم" پر جی بھر زہر اگلا وہاں مسٹر گاندھی اور اس کے "عدم تشدد" پر بھی نفرت کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا کہ

"عدم تشدد کی تھیوری مجنونانہ فلسفہ ہے۔ یہ مہاتماپن کا نہیں بلکہ پاگل پن کا ثبوت ہے۔ یہ خیال احمقانہ ہے۔ کہ اگر ساری دنیا عدم تشدد کی پیرو ہو جائے تو دنیا کو جنگ سے نجات مل جائیگی یہ تو بالکل وہی بات ہوئی کہ یہ کہہ دیا جائے کہ اگر انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمیشہ کیونکر زندہ رہا جا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں کوئی نہ مرے گا ہم خالص عدم تشدد کی مخالفت اس لئے نہیں کرتے ہیں۔ کہ ہم کسی دوسرے سے کم مہاتما ہیں، بلکہ اس لئے کہ ہم خالص عدم تشدد کی تھیوری پر یقین رکھنے والوں سے زیادہ سمجھدار اور ہوشمند ہیں"

مسٹر ساورکر نے گاندھی اور اس کے عدم تشدد کی اس
سے بھی زیادہ مضحکہ خیز الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ

"صورت حالات پر گہرا غور و خوض کرنے کے بعد میں
اس نتیجہ پر پہنچا ہوں - کہ ہندوؤں کو فوجی تعلیم اور
صنعتی ترقی کے جو مواقع ہیں حاصل ہوئے ہیں
ان کو قربان کر کے ستیہ گرہ کرنے کا یہ کوئی
موزوں وقت نہیں - اگر ہندو من حیث القوم
جنگی مساعی بحری، بری اور فضائی فوج یا اسلحہ
سازی میں حصہ لینے میں انکار کر دیں گے - تو اس
کا واحد اور فوری نتیجہ یہ ہوگا - کہ ملکی تحفظات
کے ان اہم شعبوں پر مسلمانوں کا تسلط ہو جائیگا
یہاں ایک ایسے عنصر کو طاقت ور بننے کا موقعہ
ملیگا - جن کے دل میں ہندوؤں کو غلام رکھنے
کا جذبہ فرنگیوں سے کسی طرح کم نہیں"

یہ ہیں مسٹر گاندھی اور ان کا عدم تشدد، سیاست دان
لوگوں کے نزدیک گاندھی جی کی حرکات مجنونانہ اور پاگل پن کی
مظہر ہیں - در اصل گاندھی جی اب سٹھیا گئے ہیں - اور ان کا دماغ
صحیح راہِ عمل تلاش کرنے کے قابل نہیں رہا - لہٰذا وطن دوست
اور آزادی پسند کانگرسیوں کو چاہیئے - کہ وہ اپنی جماعت کو
گاندھی جی کے پنجہ سے نجات دلانے کی تدبیر کریں - اور کوئی ایسا
رہنما یا ڈکٹیٹر تجویز کریں - جو بہترین طور پر ملکی خدمات انجام
دینے کا اہل ہو - اور اگر یہی لیل و نہار رہے - تو یہ ادارہ بقول
مسٹر ایم این رائے رجعت پسندوں کی ایک بے عمل جماعت
بن کے رہ جائیگا۔

سندھی مدارس اور موسیقی

سر رشتہ تعلیم کی طرف سے نصاب تعلیم اس قسم کے تجویز
ہوا کرتے تھے جس سے طلباء کی علمی، ادبی اور تاریخی واقفیت کے
علاوہ ان کے ذہنی و عقلی قوائے کو چار چاند لگ جاتے تھے - اور فارغ التحصیل
طلباء بہترین عالم، ادیب اور مورخ ہونے کے علاوہ ان میں ملی و وطنی
رہنمائی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی - لیکن انقلاب زمانہ کی رو میں
وہ مقصد خس و خاشاک کی طرح بہ گیا - جدید طرز تعلیم ان خوبیوں سے
بالکل معرا نظر آتا ہے - اب ان باتوں کے فقدان سے تعلیم یافتہ نوجوان
صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ نہیں کہے جا سکتے - ان کی طبائع میں کچھ اس
قسم کا بھونڈا پن ہوتا ہے کہ وہ ملک و ملت کے کسی کام کے نہیں رہتے
زنانہ ابتدائی مدارس میں بھی رسہ ٹاپی وغیرہ قسم کی ایسی کھیلیں حلول
کر گئی ہیں - جو تہذیب و شائستگی کے سرتاسر منافی ہیں - خدا جانے
نصاب تجویز کرنے والے حضرات کن خیالات کے پیش نظر اس قسم کی
لایعنی تبدیلیاں ضروری سمجھتے ہیں - ایک اخباری اطلاع مظہر ہے -
کہ سندھ کے ابتدائی اور ثانوی مدارس میں موسیقی کی تعلیم لازمی قرار
دی گئی ہے - حکومت سندھ نے پچھلے سال ایک کمیٹی مرتب کی
تھی - کہ وہ ریڈیو اور موسیقی کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کرے -
چنانچہ اب وہ رپورٹ حکومت کے سامنے آ گئی ہے - کمیٹی نے
سفارش کی ہے - کہ

"پندرہ ہزار روپیہ سالانہ کے خرچ سے تمام
ابتدائی اور ثانوی مدارس میں موسیقی کی تعلیم دی
جائے، ہر ڈسٹرکٹ بورڈ اس سکیم کیلئے اپنے اپنے
حلقہ میں اکاڈمی قائم کرے - اور اس سکیم کو چلانے
کی خاطر ۲۸۳۹ اشخاص کو تربیت دی جائے"

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ ہو)

واقعات و حوادث

معرکہ سیاست ہند

جنگ شروع ہونے کے بعد ہندوستان کی سیاسی الجھنوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ہر روز قوم کے لیڈر بحث وتمحیص کرتے ہیں۔ اپنی اپنی سمجھ اور ضروریات کے مطابق ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ہندو کیا چاہتا ہے؟ مسلمان کیا چاہتا ہے؟ حکومت کے آئندہ دستور العمل کی شکل کیا ہوگی؟ اس پر جس قدر بھی قیاس آرائیاں ہوں کم ہیں۔ ان گتھیوں کو سلجھانے کیلئے جس قدر بھی اہل بصیرت دماغ لڑائیں تھوڑا ہے۔ کیونکہ آئینی، معاشرتی، سماجی اور اقتصادی حیثیت سے ہندوستان آج اس دور میں سے گذر رہا ہے۔ جس کے بعد ہندوستانی قوموں کا مستقبل تشکیل ہونے والا ہے۔ ہندو اور مسلمان ہندوستان میں اپنی صورت اس قسم کے بنانے والے ہیں۔ کہ اس کے بعد وہ دنیا بھر کے سامنے خم ٹھونک کر میدان میں آسکتے ہیں۔ اور اپنے دستور العمل پر نازکرتے ہوئے اقوام عالم کی برابری کرسکتے ہیں۔ کانگرس اور مسلم لیگ دو بڑی جماعتیں ہیں۔ جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے نام لے لیکر اُن کے دُکھ دُور کرنے میں شبانہ روز جدوجہد کررہی ہیں۔ کانگرس "قوم پرستی" کا لبادہ پہنے ہوئے ہے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ جماعت ہونے کی مدعی ہے۔ اور ہندوستان میں جمہوریت کا دستور العمل رائج کرنا چاہتی ہے۔ مسلم لیگ ہندوؤں کی دشمن نہیں۔ لیکن مسلمانوں کی دوست ہے۔ پچھلے دو برس میں جو کچھ ہُوا۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا ہے۔ کہ مسلم لیگ واقعی مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اور کانگرس کا یہ دعویٰ کہ وہ مسلمانوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ بالکل غلط ہوکر رہ جاتا ہے۔ مسلم لیگ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے حقوق اس طرح سے مخصوص کرنا چاہتی ہے۔ کہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہے۔ اور سیاسیات ہند کی وہ گتھی جو آج تک کانگرس سے سلجھائی نہ جاسکی۔ مسلم لیگ نے اس کے لئے ایک ایسی تجویز پیش کی ہے۔ جس سے تمام جھگڑے طے ہوسکتے ہیں۔ وہ پاکستان ہے۔ جس کے لئے ہر حصہ ملک سے مسلمانوں کی طرف سے صدائے تائید بلند ہورہی ہے۔

مسٹر جناح کہتے ہیں کہ "ہمارا مقصد ہندوستان پر غلبہ کرنا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہندوؤں پر غلبہ حاصل کرنے کی کوئی تجویز ہمارے ذہن میں ہے۔ مسلم لیگ صرف یہ چاہتی ہے۔ کہ ان خطوں میں جنہیں مسلمان اپنی مادر وطن سے تعبیر کرتے ہیں۔ انہیں اپنی حکومت بنانے کا موقع حاصل ہو۔ اور وہاں وہ اپنے کلچر کو ترقی دے سکیں۔ اور ہندوستان کے دوسرے خطوں میں ہندو اپنی حکومتیں قائم کرسکتے ہیں۔"

ہندو کے ذہن میں اکثریت کا راج اسقدر چھا چکا ہے کہ وہ کسی طرح بھی کوئی معقول بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اور زبان سے تو مسٹر گاندھی یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ موجودہ دور کے ڈکٹیٹروں کے مخالف ہیں۔ جمہوریت کے علمبردار ہیں۔ لیکن عمل یہ ہے۔ کہ وہ ہر قدم پر فاشیت کی تائید کرتے چلے جارہے ہیں۔ اور ہندوستان میں ایک ایسی ناگوار صورت پیدا کررہے ہیں۔ جو آج تک کسی قوم پرست جماعت کی طرف سے سرزد نہیں ہوئی۔ دُنیا

کی تاریخ ایسی گھناؤنی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔
ہندو مہاسبھا اپنا الگ راگ الاپ رہی ہے۔ اور اسے ہندو راج، ہندو سلطنت اور ہندو قومیت کے بے تعبیر کے خواب ستا رہے ہیں۔ اچھوت اقوام بیدار ہو رہی ہیں۔ وہ ہندوؤں کی پرفریب چالوں اور ان کی غلامی کی آہنی زنجیریں توڑنے کے در پئے ہیں۔

ان حالات میں ملک اور ملکی جماعتیں اصل مقصد سے بہت دور ہٹ گئی ہیں۔ نہ یہ جھگڑے اور قضیے ختم ہوں گے۔ اور نہ ہندوستان شاہد مقصود سے ہمکنار ہوگا۔ بس

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق

جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی

یہ نئی جماعت حال ہی میں کانگرس کے اندر کتم عدم سے عالم وجود میں آئی ہے۔ اس کے روح رواں وہ مولانا عبیداللہ سندھی ہیں۔ جو علامہ و فہامہ ہونے کی وجہ سے خاص شخصیت کے حامل ہیں۔ اور جن کی تشریف آوری پر ان کے تبحر علمی کے لحاظ سے مسلمانان ہند نے بڑے خلوص کے ساتھ خیر مقدم کیا تھا۔ لیکن آپ سب کو چھوڑ چھاڑ گاندھی جی سے چسپاں ہو گئے تھے۔ اور اب وہیں چولی دامن کا ساتھ بنائے بیٹھے ہیں۔ آپ نے پارٹی کے مقاصد کی تصریح کرتے ہوئے بڑے دلچسپ اور دردناک الفاظ میں مسلمانوں کی اندرونی طاقت کو مضبوط و مستحکم بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ

" انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی اندرونی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک کا مرکز علی گڑھ بنا اور دوسری کا دیوبند۔ علی گڑھ نے مسلم لیگ پیدا کی۔ اور دیوبند نے جمعیتہ العلماء، لیکن یہ دونو تحریکیں رک گئی ہیں۔ اور مسلمانوں کی کشتی ساحل مراد تک نہیں پہنچا سکیں۔ (لہٰذا) ہم سیاسیات ہند میں اپنا حصہ اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں"

بظاہر الفاظ تو بڑے امید افزا ہیں۔ لیکن گاندھی کی صحبت انہیں اس اہم پروگرام کی تکمیل کی کیسے اجازت دیگی۔ مبادا اس کی تہ میں کوئی ایسی بات نہ ہو۔ جو ملت اسلامیہ کے قافلہ کو کسی دوسری راہ پر ڈال دے۔ پارٹی کا نام اور گاندھی کی صحبت کچھ کھٹکتی ہے

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۔

مولانا آزاد قید ہو گئے

ماشاءاللہ امام الکانگرس مولانا ابوالکلام آزاد اپنے " منزہ عن الخطا" رہنما مسٹر گاندھی کے سیاسی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرتے کرتے الہ آباد میں گرفتار ہو گئے۔ آپ ڈیڑھ سال جیلخانہ میں سعادت دارین حاصل کریں گے۔

آپ کی گرفتاری پر اکثر ہندوؤں نے اس لئے احتجاج نہیں کیا کہ وہ مسلمان ہیں، مسلمانوں کے سواد اعظم سے یوں کٹے اور ہندوؤں کی نظر میں آپ کی یہ قدر ہے، اسلامی جماعتوں، اداروں اور اخباروں نے قرآن اور اسلام کے نام پر کانگرس ایسی مسلم کش جماعت سے علیحدہ ہو جانے کیلئے دردمندانہ اپیلیں کیں غیرت اسلامی کا واسطہ دیا۔ لیکن مہاتما کی اطاعت سے آپ باز نہ آئے اور جیل چلے گئے۔ اگر یہی خدمات اسلام اور اسلامیان کی فلاح و بہبود کیلئے کی ہوتیں۔ تو اسلامی دنیا آپ کو سر آنکھوں پر جگہ دیتی۔ اور خدا و رسول کی خوشنودی سے اعلیٰ علیین تک رسائی ہو جاتی۔ مگر

ایں سعادت بزور بازو نیست

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

معارف القرآن

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

اسلام اور قربانی

دنیا کا نظام جن الٰہی قوانین پر قائم ہے۔ ان میں سے ایک قانون یہ بھی ہے۔ کہ اشیاء کو ان کے کمالات کی طرف ترقی دینے میں جس طرح مبداء فیاض کی طرف سے علیٰ قدر مراتب جود و بخشش کا فیضان ہوتا ہے۔ اسی طرح خود اشیاء کو بھی کمال کے ہر نئے مرتبے میں اپنے پچھلے مرتبے کے لوازم اور مالوفات و مرغوبات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ اور اس قربانی کے بغیر تحصیل کمالات کے سفر میں وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں۔ بخار کو پانی بننے کیلئے اپنی آزادی اور ہوائیت کو قربان کرنا پڑتا ہے اور وہ تقییدات قبول کرنے ہوتے ہیں۔ جو مائیت کے ساتھ مخصوص ہیں پانی کو برف بننے کیلئے پھر رہی سہی آزادی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ اپنے بہت سے آبی خواص کی قربانی دینی ہوتی ہے۔ تب جا کر اسے پتھر کی سی سختی اور شیشے کی سی صفائی اور چمک میسر ہوتی ہے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ بخار کیلئے حالت بخاریہ میں رہتے ہوئے اور ہوا کی سی صفائی و آزادی رکھتے ہوئے وہ کمالات بھی جمع ہوجائیں۔ جو صورت مائیہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور وہ کمالات بھی جو برف کیلئے مقدر کئے گئے ہیں۔

یہ سنت اللہ ہے جس میں کوئی استثناء اور تغیّر و تبدّل نہیں۔ ولن تجد لسنة الله تبديلا تمام مخلوقات عالم پر یہی قانون جاری ہے۔ اور سب کی طرح انسان بھی اسی کے زیر اثر ہے نطفہ اپنی صورت نطفیہ کو قربان کرکے صورت انسانیہ حاصل کرتا ہے بچہ اپنے بچپن کو قربان کرکے جوانی حاصل کرتا ہے۔ اور جوان اپنی جوانی کھو کر بڑھاپے کی بزرگی حاصل کرتا ہے۔ پھر زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں ترقی کرنے اور اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کے لئے انسان کو کچھ نہ کچھ قربانیاں نہ دینی پڑتی ہوں۔ بڑائی اور بزرگی کا دامن ہر میدان میں قربانی اور ایثار کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایک بڑے فائدہ کیلئے بہت سے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ایک بڑی لذت کیلئے بہت سی تلخیاں گوارا کرنی ہوتی ہیں۔ ایک اعلیٰ مرتبے کیلئے بہت سے ان مزوں کو ہاتھ سے دینا پڑتا ہے۔ جو ادنیٰ مراتب میں حاصل تھے۔ جس علامہ کی جلالت علمی پر آپ رشک کرتے ہیں۔ اس سے پوچھئے کہ اس نے کتنی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں۔ اور کتنا خون جگر تحقیق و اکتشاف کی راہ میں کھپایا ہے۔ جس ملک التجار کی دولت دیکھ کر آپ کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اس سے پوچھئے کہ روپیہ کمانے کی جد و جہد میں کس طرح اس نے دن کے آرام اور رات کے چین کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے جس مدبر سلطنت اور شان و شوکت کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں۔ اس سے پوچھئے کہ اسے کتنی کشمکش، کتنی پریشانیوں، کتنی ٹھوکروں اور کتنی روحانی و جسمانی اذیتوں کے بعد اس مقام تک پہنچنا نصیب ہوا ہے۔ غرض زندگی کا کوئی میدان لے لیجئے۔ ہر جگہ آپ یہی دیکھیں گے۔ کہ کمال اور ترقی کا ہیولیٰ لذتوں کے خون سے تیار ہوتا ہے اور کمال کے مراتب جتنے بلند ہوتے ہیں۔ ان کیلئے قربانیاں بھی اتنی ہی زیادہ درکار ہوتی ہیں۔

دنیوی کمالات سب کے سب جزئی کمالات ہیں۔ اس لئے وہ قربانیاں بھی صرف جزئی چاہتے ہیں۔ دنیوی کمالات جتنے ہیں۔ سب مادی ہیں۔ یا ان میں مادے کی آمیزش ہے۔ اس لئے وہ قربانیاں بھی ایسی ہی چاہتے ہیں۔ جو مادی قسم کی ہوں۔ یا مادے سے لگاؤ رکھتی ہوں۔ دنیوی کمالات کا مقصود نفس یا متعلقات نفس کیلئے فوائد کا حصول ہوتا ہے۔ لہذا ان کیلئے صرف وہ چیزیں قربان کی جاتی ہیں۔ جو نفس اور اس کے محبوبات و مطلوبات سے ماسوی ہیں۔ مگر کمال حقیقی کا معاملہ ان سب سے جدا ہے۔ یہ کلی کمال ہے۔ قربانی بھی کلی چاہتا ہے۔ مادے سے مجرد و منزہ ہے۔ اس لئے جسم کی نہیں۔ نفس و روح کی قربانی چاہتا ہے۔ گو ظاہری شکل کے اعتبار سے اس کے لئے بھی بہت سی ایسی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ جو مادی قسم کی ہیں۔ یا مادے سے لگاؤ رکھتی ہیں۔ لیکن در اصل وہ مادے کی قربانیاں نہیں ہیں۔ بلکہ ان معنوں ان دلچسپیوں ان لذتوں اور ان علائق کی قربانیاں ہیں۔ جو انسانی روح اس دنیا کی مادی اشیاء کے ساتھ رکھتی ہے۔ اس کمال کا مقصود نفس یا متعلقات نفس نہیں۔ بلکہ حق ہے۔ اس لئے وہ خود نفس کی قربانی چاہتا ہے۔ اور بشرط ضرورت نفس کے ساتھ وہ ہر شئے اس کیلئے قربان کرنی پڑتی ہے۔ جو نفس کو مرغوب ہو۔

یہی نکتہ ہے جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی تم نیکی کے مقام رفیع تک پہنچ نہیں سکتے۔ جب تک کہ وہ چیزیں خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز و محبوب رکھتے ہو۔ مما تحبون کا لفظ اتنی وسعت رکھتا ہے کہ جان، مال، اولاد، رشتہ دار، دوست، وطن، قوم، عزت شہرت، ہردلعزیزی، لذت و مسرت، عیش و آرام عقائد و افکار حریت، خیال و آزادی عمل غرض ہر محبوب شئے اس میں داخل ہے اور ان سب چیزوں کو مما تحبون کے دائرے میں لیکر حکم لگایا گیا ہے۔ کہ اگر تم نیکی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچنا چاہتے ہو تو تمہیں حق کی خاطر ان میں سے ہر چیز قربان کرنی پڑے گی حق سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے۔ کہ تم اس سے محبت رکھو۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جو چیز تمہارے دل میں اتنا گھر کرے گی۔ کہ اس کی محبت حق کی محبت سے بڑھ جائے۔ اور حق کے مقابلے میں تم اس کو عزیز رکھنے لگو۔ وہی بت ہے، صنم ہے بنائے شرک و کفر ہے۔ نیکی کے مقام تک پہنچنے میں وہی سنگ راہ ہے۔ اس کمال کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلی ضرب اس بت پر لگاؤ۔ اور اسے پاش پاش کر کے حق کی محبت کو سب محبتوں پر غالب کر دو۔

غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا۔ کہ اسلام میں اول سے لیکر آخر تک جو کچھ ہے۔ قربانی ہی قربانی ہے اسلام میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے انسان کو آزادی فکر اور آزادی عمل کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اسلام لانے کے معنی ہی یہ ہیں۔ کہ اب آپ اس کے لئے آزاد نہیں ہیں۔ کہ جو عقیدہ چاہیں اختیار کر لیں۔ اور جو راہ عمل پسند کریں۔ اس پر چلنے لگیں۔ بلکہ آپ کا کام وہ اعتقاد رکھنا ہے۔ جو خدا اور رسول نے پیش کیا ہے۔ اور ان احکام و قوانین کے مطابق چلنا ہے۔ جو خدا اور اس کے رسول نے مقرر کر دیئے ہیں۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء

جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب اتارا گیا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ اور اسے چھوڑ کر ان کی پیروی نہ کرو جن کو تم نے دوست بنا لیا ہے۔

یہ اسلام یا نیکی کے راستے میں پہلا قدم ہے۔ اور اسی پر اتنی بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ کہ اچھے اچھے اسی مقام پر ڈگمگا جاتے ہیں۔ یہاں زندگی کے ہر شعبے میں حلال و حرام کے حدود ہیں۔ خبیث اور طیب کے امتیازات ہیں۔ فرائض و طاعات ہیں۔ حقوق و واجبات ہیں۔ جن کو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کیا ہے۔ داعیات نفس قدم قدم پر انسان کو اثم و عدوان کی طرف کھینچتے ہیں۔ مگر اسلام مطالبہ کرتا ہے۔ کہ حدود اللہ پر نفس کی ساری خواہشوں کو بھینٹ چڑھاؤ۔ لذتوں کا خون کرو۔ فائدوں کو قربان کرو۔ یہ تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر ایک قدم بھی انسان اپنے جذبات و داعیات اپنے لطف اور اپنے فوائد کی قربانی دیئے بغیر نہیں چل سکتا۔ فضل و احسان کا مقام تو بہت بلند ہے۔ فرائض و واجبات کے ٹھیک ٹھیک بجالانے حقوق کو پوری طرح ادا کرنے اور گناہ کے راستوں سے بچ نکلنے ہی میں نفس پر کچھ کم جبر نہیں کرنا پڑتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا۔ یہ تو صرف پہلا ہی قدم ہے۔ یہ پورا اسلام نہیں ہے۔ بلکہ اسے محض اسلام میں داخلہ کا امتحان سمجھئے اسلام صرف یہی نہیں ہے کہ آپ نماز پڑھیں، روزہ رکھیں۔ بشرط استطاعت حج اور زکوٰۃ ادا کریں۔ معاصی سے محترز ہیں۔ اور حقوق ادا کرتے رہیں۔ بلکہ اسلام کی اصلی روح یہ ہے۔ کہ آپ حق کو دنیا ہر شئے سے زیادہ عزیز رکھیں۔ اور جب موقع آئے تو کسی چیز کو بھی حق پر فدا کر دینے میں دریغ نہ کریں۔ اگر کوئی ایسا وقت آجائے کہ ایک طرف حق ہو اور اس کے ساتھ جان و مال کا زیان ہو۔ مصیبتیں اور تکلیفیں ہوں۔ رسوائیاں اور ٹھوکریں ہوں۔ اور دوسری طرف باطل ہو۔ اور اس کے ساتھ عیش و آرام ہو لطف و مسرت ہو۔ اور ہر طرح کے فائدے ہوں تو مسلمان وہی ہے

جو حق کے پہلو کو اختیار کرے۔ اور اس کی خاطر ان سب مصائب کو برداشت کرے۔

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہم ضرور تم کو کچھ خوف اور بھوک اور جان و مال اور ثمرات کے زیاں سے آزمائیں گے۔ اور اے نبی تو ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدے۔ جن پر اگر کوئی مصیبت آتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا ہی کے ہیں۔ اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

اگر کسی وقت خود اپنے باپ بھائی اہل خاندان اور دوست حق کے دشمن ہوجائیں تو مسلمان وہی ہے۔ جو حق کے لئے ان سب کو چھوڑ دے۔ اور کسی سے تعلق باقی نہ رکھے۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا اٰباءھم او اخوانھم او عشیرتھم

تو کوئی قوم ایسی نہ پائیگا۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھتی ہو اور پھر اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت بھی رکھے۔ چاہے وہ دشمنان خدا و رسول ان کے باپ یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اگر کسی وقت قوم اور وطن کی حق سے دشمنی ہوجائے تو مسلمان وہی ہے۔ جو حق کی خاطر قوم سے قطع تعلق کرے۔ اور وطن کو خیر باد کہدے۔ ورنہ اس کو منافق کہا جائے گا۔ خواہ وہ کیسا ہی نمازی پرہیزگار ہو۔

فلا تتخذوا منھم اولیاء حتی یھاجروا

فی سبیل اللہ۔

تم ان کو ہرگز دوست نہ بنانا۔ جب تک کہ وہ خدا کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔

اگر کسی وقت دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کی ضرورت پیش آجائے۔ تو مسلمان وہی ہے جو سر ہتھیلی پر لے کر مرنے اور مارنے کے لئے نکل آئے۔ اور حق کی خاطر جان قربان کردینے میں ذرا دریغ نہ کرے جس نے اس موقع پر کوتاہی کی۔ اس کا دعویٰ اسلام جھوٹا ہے۔ خواہ کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔

ما اصابکم یوم التقی الجمعٰن فباذن اللہ و لیعلم المؤمنین ولیعلم الذین نافقوا۔

جس روز دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اس دن تم پر جو مصیبت آئی وہ اللہ کے حکم سے تھی۔ اور اس لئے تھی کہ مومنوں اور منافقوں کا فرق معلوم ہوجائے۔"

غرض اسلام کچھ نہیں ہے مگر حق پر فدا ہوجانے اور عزیز سے عزیز شئے فدا کردینے کا ایک عاشقانہ جذبہ۔ جس شخص میں یہ جذبہ موجود نہ ہو۔ جو شخص حق کے مقابلے میں جان یا مال یا اولاد یا ملک و قوم یا کسی اور دنیوی چیز کو عزیز رکھتا ہو اس کا اسلام ادھورا بلکہ بے جان ہے۔

قرآن مجید میں طرح طرح سے اس ہی اسلامی روح کو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اسی غرض کے لئے پچھلی امتوں کے انبیاء اور صالحین کے فداکارانہ واقعات کو مؤثر پیرائے میں دہرایا گیا ہے۔

نوح علیہ السلام اپنی قوم کو حق کی طرف بلاتے ہیں سالہا سال بلکہ قرنہا قرن تک شدید مصائب برداشت کرتے ہیں۔ اور جب وہ نہیں مانتی تو خدا سے عرض کرتے ہیں۔ کہ خدایا ان کافروں میں سے ایک کو بھی بستا نہ چھوڑ۔ **رب لا تذر علی الارض من الکٰفرین دیارا۔** ان کی آنکھوں کے سامنے بیٹا غرق ہوتا ہے۔ بیوی تباہ ہوتی ہے۔ مگر ایمان میں ذرا فرق نہیں آتا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بدکار قوم کو چھوڑ کر ہجرت اختیار کرتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اور قید و ذلت کی دھمکی دی جاتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے گناہ کے مقابلہ میں قید زیادہ محبوب ہے۔ **رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ** فرعون کے ساحر حق کے ظاہر ہوجانے کے بعد بے تکلف اعلان کردیتے ہیں کہ **امنا برب العلمین رب موسیٰ و ھٰرون** ہم پروردگار عالم پر ایمان لے آئے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا خدا ہے فرعون ان کو سخت عذاب دے کر ہلاک کردینے کی دھمکی دیتا ہے۔ تو وہ صاف کہدیتے ہیں کہ **فاقض ما انت قاض انما تقضی ھٰذہ الحیوۃ الدنیا** تجھے جو کچھ کرنا ہے کرگذر تیرا حکم تو بس اسی دنیا کی زندگی پر چل سکتا ہے۔ اصحاب کہف اپنی قوم کے مذہب سے علانیہ بیزاری کرتے ہیں۔ کہ ہم خداوند ارض و سما کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ **ربنا رب السمٰوٰت والارض لن ندعوا من دونہ الٰھا** اور جب قوم کے راستے سے ان کا راستہ الگ ہوجاتا ہے۔ تو گھربار عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر ایک غار میں جا بیٹھتے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر حضرت ابراہیم کی فداکاریاں تھیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے اسوہ حسنہ فرمایا ہے۔ انہوں نے حق کی خاطر وہ سب کچھ قربان کیا۔ جو دنیا میں ایک انسان کو عزیز ہوسکتا ہے۔ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑا اور صاف اعلان کیا۔ کہ تمہارے معبودوں سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔ **انی بریٔ مما تعبدون** قوم اور سلطنت اور خود اپنے باپ سے دشمنی مول لی۔

ان کے بتوں کو توڑا۔ قوم نے ان کو آگ کا عذاب دینا چاہا۔ تو انہوں نے آگ کے گڑھے میں گرنا قبول کیا۔ مگر حق کو چھوڑنا گوارا نہ کیا پھر اپنے باپ اپنے خاندان اور اپنی قوم سب کو چھوڑ کر وطن سے تن تقدیر نکل کھڑے ہوئے اور سب سے کہدیا کہ ہمارا اب تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی ہوگئی۔ تاوقتیکہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضآء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ ۔ یہ سب محبتیں قربان کر دینے کے بعد ایک محبت باقی رہ گئی تھی۔ جو حق کی محبت کے پہلو بہ پہلو دل میں جاگزیں تھی۔ حکم ہوا کہ اس بت کو بھی توڑ دو۔ خواب میں دکھایا گیا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز بیٹے کو جو بڑھاپے کی لکڑی تھا ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت حق آزمانا چاہتے تھے۔ کہ یہ دوستی کا مدعی اولاد کی محبت کو بھی ہماری محبت پر قربان کرتا ہے یا نہیں۔ مگر وہ سچا مسلمان اس آزمائش میں بھی پورا اترا۔ اس کا دعویٰ عشق سچا تھا۔ جو کچھ خواب میں دیکھا تھا۔ بیداری میں بھی کر دکھانے پر آمادہ ہوگیا۔ اس طرح جب حق کی محبت پر ساری محبتیں قربان ہوگئیں۔ تب بارگاہ خداوندی سے اپنے اس بندہ کو ایمان کی سند دی گئی۔ انہ من عبادنا المومنین اسے نوع بشری کا امام بنایا گیا۔ انی جاعلک للناس اماما اور تمام عالم کے مسلمانوں سے کہا گیا۔ کہ تمہارے لئے اس کی اور اسکے ساتھیوں کی زندگی ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ۔

عیدالاضحیٰ کا تہوار اسی روح کو سال بسال تازہ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ قربانی کی ظاہری شکل جانور پر چھری چلانا۔ اس کا خون بہانا۔ فی نفسہ مقصود نہیں ہے۔ بلکہ ان ظاہری اعمال سے وہ اصل اس سب سے بڑی قربانی کی یاد تازہ کرنا مقصود ہے جو حضرت ابراہیم نے محبوب حقیقی کے لئے دی تھی۔ کہنے والے کہتے ہیں۔ کہ یہ فعل عبث ہے۔ ایک جانور کو ذبح کر دینے سے کیا فائدہ ؟ مگر کوئی ان سے پوچھے۔ کہ مہذب قومیں جو بڑے بڑے آدمیوں کے مجسمے نصب کرتی ہیں۔ اور ان کی برسیاں مناتی ہیں۔ ان سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ یہی ناکہ ان ظاہری علامات سے ان کے کارناموں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور ان کی تقلید کا جذبہ دلوں میں زندہ ہوتا ہے۔ بس یہی فائدہ اس قربانی کا بھی ہے خدا کو جانور کا گوشت و پوست اور اس کا خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ وہ ایثار وفدویت کی روح اس کو عزیز ہے۔ جو اس کے پاک بندے ابراہیم کے رگ و پے میں ساری تھی۔ اور وہ چاہتا تھا کہ ہر مسلمان میں یہی روح پیدا ہو۔ ہر مسلمان اسی طرح اپنی تمام محبتوں کو حق کی محبت پر قربان کرنے کے لئے آمادہ رہے۔

لن ینال اللہ لحومھا ودماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ اللہ کو ان کے گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے۔ بلکہ اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

ضروری اطلاع

جن احباب کا سال خریداری دسمبر کی اشاعت کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔ بذریعہ سرخ نشان انہیں اطلاعیں دی جا چکی ہیں۔ اب ان حضرات کی خدمت میں وی پی آ رہے ہیں۔ ہم ان بہی خواہانِ قوم کی حمیّتِ قومی سے متوقع ہیں کہ وہ وی پی وصول کر کے عند القوم مشکور ہوں گے۔

"منیجر"

تذکرۃ العارفین

مولانا جلال الدین رومیؒ

"جواہر مضیہ" علمائے حنفیہ کے حالات میں بڑی مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ اس میں مولانا جلال الدین رومی رح کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دن مولانا گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ تلامذہ اردگرد بیٹھے تھے۔ چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اتفاقاً شمس تبریز رح آنکلے۔ اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ مولانا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ یہ (کتابوں کی طرف اشارہ کر کے) کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ یہ کہنا تھا کہ دفعتہً تمام کتابوں میں آگ لگ گئی۔ مولانا نے کہا۔ یہ کیا ہے؟ شمسؒ نے کہا۔ یہ وہ چیز ہے۔ جس کو تم نہیں جانتے۔ شمسؒ تو اتنا کہہ کر چل دیئے۔ لیکن مولاناؒ کا یہ حال ہوا کہ گھر بار، مال و اولاد سب چھوڑ چھاڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ اور ملک بملک خاک چھانتے پھرے۔ لیکن شمسؒ کا کہیں پتہ نہ چلا۔

زین العابدین شروانی نے "مثنوی" کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ کہ شمس تبریز رح کو ان کے پیر بابا کمال الدین جندی رح نے حکم دیا۔ کہ روم جاؤ۔ وہاں ایک دل سوختہ ہے۔ اس کو گرم کر آؤ، شمسؒ پھرتے پھراتے قونیہ پہنچے۔ شکر فروشوں کی کارواں سرائے میں اترے ایک دن مولانا روم رح کی سواری بڑے تزک و احتشام سے نکلی۔ شمسؒ نے سر راہ ٹوک کر پوچھا کہ مجاہدہ و ریاضت سے کیا مقصد ہے؟ مولانا رح نے کہا۔ اتباع شریعت! شمسؒ نے کہا۔ یہ تو سب جانتے ہیں۔ مولانا نے کہا اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ شمسؒ نے فرمایا۔ علم کے یہ معنی ہیں۔ کہ تم کو منزل تک پہنچا دے۔ پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا۔

علم کز تو ترا نہ بستاند   جہل زاں علم بہ بود بسیار

مولانا پر ان جملوں کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت شمس رح کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ایک اور روائت ہے۔ کہ مولانا حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ شمسؒ نے پوچھا۔ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے کہا۔ یہ قیل و قال ہے۔ تم کو اس سے کیا غرض شمس نے کتابیں اٹھا کر حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو نہائیت رنج ہوا۔ اور کہا کہ میاں درویش! تم نے ایسی چیزیں ضائع کر دیں جو اب کسی طرح نہیں مل سکتیں۔ ان کتابوں میں ایسے نادر نکتے تھے کہ ان کا نعم البدل نہیں مل سکتا۔ شمسؒ نے حوض میں ہاتھ ڈالا۔ اور تمام کتابیں نکال کر کنارہ پر رکھ دیں۔ کتابیں ویسی کی ویسی خشک تھیں۔ نمی کا نام نہ تھا۔ مولانا پر سخت حیرت طاری ہوئی۔ شمس نے کہا یہ عالم حال کی باتیں ہیں۔ تم ان کو کیا جانو! اس کے بعد مولانا ان کے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔

ابن بطوطہ سے ایک روائت ہے۔ کہ مولانا اپنے مدرسے میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص حلوا بیچتا ہوا مدرسے میں آیا مولانا نے حلوے کی ایک قاش ایک پیسے میں لی۔ اور تناول فرمائی۔ حلوا دے کر وہ تو کسی طرف نکل گیا۔ ادھر مولانا کی یہ حالت ہوئی۔ کہ بے اختیار اُٹھ کھڑے ہوئے اور خدا جانے کدھر چل دیئے۔ برسوں کچھ پتہ نہ چلا۔ کئی برس کے بعد آئے تو یہ حالت تھی۔ کہ بولتے چالتے نہ تھے۔ جب کبھی زبان کھلتی تھی شعر کہتے تھے۔ جسے شاگرد ان رشید نوٹ کر لیتے تھے۔ چنانچہ یہی اشعار ہیں جو جمع ہو کر مثنوی بن گئی

"مناقب العارفین" میں لکھا ہے۔ کہ ہلاکو خاں کے سپہ سالار بیجو خاں نے قونیہ پر حملہ کیا۔ اور اپنی فوجیں شہر کے چاروں طرف پھیلا دیں۔ اہل شہر محاصرے سے تنگ آکر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک ٹیلے پر جو بیجو خاں کے خیمے کے سامنے تھا جاکر مصلےٰ بچھا دیا۔ اور نماز پڑھنی شروع کی۔ بیجو خاں کے سپاہیوں نے مولانا کو تاک کر تیر باران کرنا چاہا۔ لیکن کمانیں کھینچ نہ سکیں۔ آخر گھوڑے بڑھائے کہ تلوار سے قتل کر دیں۔ لیکن گھوڑے جگہ سے نہ ہل سکے۔ تمام شہر میں شور ہو گیا۔ لوگوں نے بیجو خاں سے واقعہ بیان کیا۔ اس نے خود خیمہ سے نکل کر کئی تیر چلائے۔ لیکن سب پھٹ کر اِدھر اُدھر نکل گئے۔ جھلا کر گھوڑے سے اُترا۔ اور مولانا کی طرف چلا۔ لیکن پاؤں اُٹھ نہ سکے۔ آخر محاصرہ چھوڑ کر چلا گیا۔

روائت ہے کہ مولانا شمس کی جدائی میں بے تاب گھر سے نکلے شیخ صلاح الدین زرکوب اپنی دوکان پر چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر ہتھوڑے کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کیا۔ وہیں کھڑے ہو گئے۔ اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ شیخ مولانا کی حالت دیکھ کر اسی طرح ورق کوٹتے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سی چاندی ضائع ہو گئی۔ لیکن انہوں نے ہاتھ نہ روکا۔ آخر شیخ باہر نکل آئے۔ مولانا نے ان کو آغوش میں لے لیا۔ اسی جوش و مستی میں دوپہر سے عصر تک یہ شعر گاتے رہے۔

یکے گنجے پدید آمد ازیں دُکانِ زرکوبی
زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

شیخ صلاح الدین نے وہیں کھڑے کھڑے دکان لٹوا دی اور دامن جھاڑ کر مولانا رح کے ساتھ ہو گئے۔

سنہ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بڑے زور کا زلزلہ آیا۔ اور متواتر ۴۰ دن تک قائم رہا۔ تمام لوگ سراسیمہ و حیران پھرتے تھے۔ آخر مولانا کے پاس آئے۔ کہ یہ کیا بلائے آسمانی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ کہ زمین بھوکی ہے۔ لقمۂ تر چاہتی ہے۔ اور انشاءاللہ کامیاب ہو گی۔ مولانا نے اس پر ایک غزل لکھی۔

بااین ہمہ مہر و مہربانی دل میدہدت کہ خشم رانی
ویں جملہ شیشہ خانہا را درہم شکنی بہ لن ترانی
در زلزلہ دست دارد دنیا کز خانہ تو رخت میکشانی
نالاں ز تو صد ہزار رنجور بے تو بہ نیا رمیں تو دانی

چند روز بعد مزاج ناساز ہوا۔ اکمل الدین اور غضنفر کہ اپنے زمانہ کے جالینوس تھے۔ علاج میں مشغول ہوئے۔ لیکن نبض کے مدّوجزر کی وجہ سے تشخیص سے عاجز آئے۔ مولانا سے عرض کی کہ آپ خود مزاج کی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔ لیکن مولانا مطلقاً متوجہ نہ ہوتے تھے۔

بیماری کی خبر عام ہوئی۔ تمام شہر عیادت کے لئے ٹوٹا۔ شیخ صدرالدین جو شیخ محی الدین اکبر کے تربیت یافتہ اور روم و شام میں مرجع عام تھے۔ تمام مریدوں کو ساتھ لیکر آئے۔ مولانا کی حالت دیکھ کر بیقرار ہوئے۔ اور دعا کی کہ خدا آپ کو جلد شفا دے مولانا نے فرمایا کہ شفا آپ کو مبارک ہو۔ عاشق اور معشوق میں بس ایک پیرہن کا پردہ رہ گیا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ بھی اُٹھ جائے۔ اور نور نور میں مل جائے۔ شیخ روتے ہوئے اُٹھے۔ مولانا رح نے یہ شعر پڑھا ؎

چہ دانی تو کہ در باطن چہ شاہے ہمنشیں دارم
رُخِ زرّیں من منگر کہ پائے آہنیں دارم

۵ جمادی الثانی سنہ ۶۷۲ھ یکشنبہ کے دن غروب آفتاب کے وقت مولانا واصل بحق ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کی سوانح حیات جس میں مثنوی شریف اور دیگر تصانیف پر شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے تبصرہ لکھا ہے۔ بڑی دلچسپ اور پر از معلومات کتاب ہے۔ حجم ۲۰۰ صفحات ہے۔ کتابت طباعت نہایت عمدہ قیمت دو روپیہ۔ عملہ دوست حضرات کو یہیں مل سکتی ہے۔ دفتر القریش میں چند جلدیں موجود ہیں۔ جو صاحب اس کتاب کو حاصل کرنا چاہیں۔ عہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے منگائیں۔ محصول ڈاک نہیں لیا جائے گا۔

صفحہ ۱۸ سے آگے

خاکسار اور مذاکرات صلح

دہلی میں یکم جنوری کو خاکساروں کا جو دیوان عام منعقد ہوا اس میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ حکومت ہند سے مذاکرات صلح کے لئے ایک وفد ترتیب دیا جائے۔ اس سے پہلے صرف میاں احمد شاہ گفتگو کرتے رہے ہیں۔ اب ان کی رہنمائی میں وفد بھی مذاکرات صلح میں حصہ لے گا۔ اس وفد میں مدار المہام صاحب نے سردست نواب بہادر یار جنگ سر ضیاء الدین اور صاحب السیادۃ مولوی سبحان اللہ خاں کا نام تجویز کیا۔ وفد مناسب سمجھے گا۔ تو کسی اور ذمہ وار خاکسار کو بھی اپنے ساتھ شامل کر سکے گا۔

آزادی پونچھ کا مطالبہ

چند سال ہوئے بعض غیر خوشگوار حالات کی وجہ سے ریاست پونچھ مہاراجہ کشمیر کے ماتحت ایک جاگیر بن کر رہ گئی۔ اس تغیر و تبدل کو پونچھ کے باشندوں نے بیحد محسوس کیا۔ اور باقاعدہ تحریک آزادی پونچھ شروع ہو گئی۔ پونچھ کے باشندوں کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ پونچھ کو ریاست کشمیر کی غلامی سے نجات ملے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں راولپنڈی میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ کہ اگر حکومت ہند نے پونچھ کے باشندوں کے مطالبات منظور نہ کئے۔ تو باقاعدہ سول نافرمانی کی جائے گی۔

انٹی پردہ کانفرنس

ڈھولا پور یکم جنوری۔ شریمتی ستیاوتی نے انٹی پردہ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ پردہ عورتوں کو گھر میں غلام رکھنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ اس سرزمین کی عورتیں جہاں کہ پدمنی پیدا ہوئی ہیں۔ اس لعنت کے خلاف بغاوت کرینگی۔ آپ زندگی میں پہلی دفعہ اسی کانفرنس میں بے پردہ نظر آئیں۔

آپ نے مزید کہا۔ کہ سوسائٹی جو کہ عورت اور مرد کے لئے علیحدہ علیحدہ اصول مقرر کرتی ہے۔ قابل احترام نہیں۔ پردہ کے خلاف اور لڑکیوں کو لازمی تعلیم دینے کے متعلق متعدد ریزولیشن پاس ہوئے پریزیڈنٹ کی تقریر نے عورتوں پر بڑا اثر کیا۔ نتیجہ کے طور پر ۵۰۰ عورتوں نے کانفرنس ختم ہو جانے کے بعد پردہ ترک کر دیا۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

عشق و محبت کے کرشمے

بمبئی میں واسدیو نامی ایک نوجوان نے ایک لڑکی کے عشق میں جان پر کھیل جانے کی کوشش کی۔ نامراد عاشق نے خود کشی کی نیت سے آیوڈین کی دو بوتلیں پی لیں۔ مگر طبی امداد اسے بچانے میں کامیاب ہو گئی۔ اب اس پر مقدمہ دائر ہے۔

سیالکوٹ میں ایک عورت نے ایک آشنا کی محبت میں اپنی دو ماہ کی بچی کے بدن پر دہی ملکر اسے قبرستان میں پھینک دیا۔ بدنصیب گرفتار ہو گئی اور چار سال کیلئے قید و بند میں ڈال دی گئی۔ بدچلنی و بے حیائی کی انتہا ہے۔ ایسے بدقماش لوگوں کو قرار واقعی سزائیں دی جانی چاہئیں

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

مکرمی سید صادق حسین شاہ صاحب مدرس کا ۴/۱/۴۱ کا گرامی نامہ موصولہ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۰ء اتفاقاً مراسلات کی فائل میں مخلوط ہو گیا آج کاغذات کا جائزہ لینے پر نظر سے گذرا۔ افسوس ہے کہ تین ماہ کی طویل مدت محترم بھائی کو نہ جواب دیا جا سکا۔ اور نہ ان کے ایثار و حمیت پر "تذکرہ برادری" میں اظہار تشکر ہو سکا۔ آج ہم آپ کا مکتوب معذرت کے ساتھ درج ذیل کرتے ہیں۔

تحریر فرماتے ہیں۔ کہ :—

"القریش" ایسے بہترین قومی جریدہ کی اعانت میرا قومی فرض ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ یہاں کثرت جنگلی لوگوں کی ہے۔ لوگ جاہل ہیں۔ خریدار پیدا کرنا دشوار ہے۔ چونکہ "القریش" کی امداد مقدم اور ضروری ہے۔ اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں۔ اور یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہر تنخواہ پر ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرتا رہونگا۔ دعا کریں کہ خداوند کریم مجھے ایفائے عہد کی توفیق دے۔ اس ماہ کا ایک روپیہ بصیغہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔ آئندہ ارسال ہوتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲- ندوۃ القریش میں شمولیت کی شرائط معہ چندہ وغیرہ مفصل حالات سے مطلع فرمادیں۔ (کسی دوسری جگہ ملاحظہ کریں۔ ایڈیٹر)

۳- (قوم بلوچ سے متعلق استفسار کسی دوسری جگہ درج ہے ایڈیٹر)

(سچ ہے، ایثار کیلئے دولت و ثروت کی ضرورت نہیں جنہیں حمیت و ہمدردی کا جذبہ ودیعت ہوا ہے۔ وہ ہر حالت میں اس میں عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایڈیٹر)

محترم صادق حسین شاہ صاحب کا جذبۂ ایثار قابل صد تبریک اور لائق فخر ہے۔ خداوند کریم قوم کے متمول اور صاحب ثروت حضرات کو قومی امور میں حصہ لینے کی توفیق ارزانی فرمائے اور تقلید کی ہمت دے۔

شاہ صاحب کا مرسلہ منی آرڈر موصول ہو چکا ہے خدائے قادر و توانا ایفائے عہد کی توفیق دے، آمین !

مکرمی سید امام شاہ صاحب کا نام نامی کسی تعریف و تعارف کا محتاج نہیں۔ "القریش" کی امداد آپ اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں گذشتہ دو سال میں کم و بیش دو درجن علم دوست حضرات آپ کی سعی و کوشش سے القریش کے معاونین کی سلک میں منسلک ہو چکے ہیں۔ آپ کی کامیاب کوششوں کا تواتر بفضل اللہ تعالیٰ جاری ہے۔ جس کیلئے ہم آپ کے بدل مشکور ہیں۔ اگر دیگر معاونین کرام بھی اس توجہ سے کام لیں تو "القریش" کاغذ کی پریشان کن گرانی کی زد سے محفوظ رہتا ہوا بیش از بیش قومی خدمات انجام دینے کے قابل ہو سکتا ہے۔

محترم موصوف اپنے تازہ گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "انشاء اللہ تعالیٰ توسیع اشاعت میں کما ینبغی کوشش کی جا رہی ہے۔ بفضل اللہ تعالیٰ کامیابی ہو گی۔ میرے ایک دوست میاں غلام قادر خانصاحب نمبردار نے "القریش" کی سرپرستی قبول فرمائی ہے ان کے نام وی پی جاری کردیں۔ عنقریب اور حضرات کے نام بھی ارسال کرونگا"

قریشی عبدالخالق صاحب علوی انبالوی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ دسمبر کے "القریش" کا افتتاحیہ سال تمام کی کارگذاری کا مظہر ہے۔ یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ کہ قوم شاہراہ عمل پر جادہ پیما ہے۔ نئی جماعتیں معرض وجود میں آرہی ہیں۔ قوم کے اصلاحی و ارتقائی امور میں بہی خواہان آپ کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ یہ سب آپ کی مخلصانہ مساعی کا نتیجہ ہے۔

صدیوں کی سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر کے میدان عمل میں قدم بڑھانے کے قابل بنانا اور میرے جیسے نکموں سے کام لینا کچھ آسان کام نہ تھا۔ خدا نے آپ کو توفیق دی اور آپ ناممکن کو ممکن بنانے پر قادر ہو گئے۔ لیکن وہ بیلوڈ فرینڈ کا معمہ؟ بخدا یہ بات ابھی تک میری کبیدہ خاطری کا سبب بنی ہوئی ہے۔ دسمبر کے "تذکرہ برادری" کے تحت "ملاقاتیں" کے ضمن میں پھر وہ چیز سامنے آگئی اور میں چوکنا سا ہو گیا۔ آخر اس راز سربستہ کے انکشاف میں کیا بات مانع ہے؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

تذکرہ برادری مطبوعہ دسمبر ۱۹۴۰ء میں محترم حافظ نور احمد صاحب خیرپوری کی طرف سے دورہ کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اور مولوی لئیق احمد صاحب علوی نے ندوۃ القریش سے ملحقہ جماعتوں کے نمائندگان کے اجتماع اور تبادلہ خیالات کی تجویز پیش کی ہے۔ سیکرٹری انجمن قریشیان صوبہ بہار اور سید غلام الثقلین صاحب کی طرف سے تائیدی خطوط بھی موصول ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ اس ضمن میں دیگر حساس حضرات بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں حافظ صاحب کی تجویز اگرچہ تکلیف دہ ہے۔ لیکن معقول ہے دورہ میں ذاتی تعارفات کا سلسلہ قائم ہو جانے سے بہترین نتائج مترتب ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔ مزید مجالس کے قیام اور اُن کی تنظیمی اصلاح کی یہ بہترین صورت ہے۔ لیکن جب حالت عمومی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تو واقعات حسب حال اور موافق نہیں پائے جاتے۔ منٹگمری کے ضلع میں قریشی بکثرت آباد ہیں۔ اور مرفع الحال ہیں۔ لیکن مکرمی صادق حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ :-

"کثرت آبادی جنگلی لوگوں پر مشتمل ہے۔ لوگ جاہل ہیں۔ خریدار پیدا کرنا دشوار ہے"

اسی ضلع سے قریشی فضل احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"یہاں کے قریشیوں کو اصلاحی اور قومی امور سے کوئی دلچسپی نہیں"

اسی ضلع میں مولانا حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب ایم اے ایسے مقتدر اور با اثر بزرگ موجود ہیں۔ جن کا حلقہ عقیدت اسقدر وسیع ہے کہ معمولی سی توجہ سے "القریش" کی اشاعت دو چند ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ ان باتوں سے مستغنی ہیں۔ اور پرواہ نہیں کرتے۔

محترم قاضی امان الحق صاحب صدیقی بی۔ اے، بی ٹی، قوم کے ہمدرد، بہی خواہ اور القریش کے خیر اندیش ہیں۔ قوم کے اصلاحی امور میں دلی شغف رکھتے ہیں۔ آپ نے قریشی برادری میوات کے متعلق گذشتہ سال ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا تھا۔ کہ

"نہ معلوم آپ کی تحریر میں کیا اثر ہوتا ہے۔ کہ اس سے میری روح کو ایک خاص لطف حاصل ہو کر طبیعت کو فرحت اور قلب کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ کاش کہ میں بمقام فاضلکا دیدار فرحت آثار سے مشرف ہو سکتا۔ بدقسمتی، اب تو وہی حالت ہے۔

فرض کردم کہ بیاد تو دلم خورسند است لیکن ایں دیدہ دیدار طلب را چہ کنم

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اپنے پاس بلانے سے قبل آپ سے ملاقات کرادے۔ دل تو بہت چاہتا ہے۔ کہ کم از کم رسالہ ہی کی خدمت کروں۔ لیکن کیا کروں۔ ایک ایسے علاقہ کا باشندہ ہوں۔ جہاں غالباً شاہانِ سلف نے ہمارے آباؤ اجداد کو بطور سزا قاضی بنا کر بھیج دیا تھا۔ اور ہم اس قضات کے مزے میں (جو اس وقت سراب کی مانند ایک معزز عہدہ معلوم ہوتا تھا) اپنی تمدن و معاشرت کو بھول کر صحرائی بود و باش کے طریقہ اختیار کر گئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ علم و عمل سے بھی نسلاً بعد نسلٍ غیر مطلوبہ صحبت میں پڑ کر ہاتھ دھو بیٹھے۔ آپ کو اگر کبھی ادھر کے علاقہ دیکھنے کا اتفاق ہوا (خدا کرے ہو) تو قلعی کھل جائے گی۔"

دیکھئے کسقدر محبت و الفت اور خلوص و اخوت سے شرابور خط ہے۔ لیکن جب عام حالت ہی ایسی ہے تو کیا ہو۔

البتہ، نومبر کے رسالہ میں "ایک دردمند آواز" کے تحت ایک پونچھی بھائی کا مراسلہ شائع ہوا ہے۔ جس میں میرا دورہ نہ کرنے پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور قومی مفاد کے پیش نظر دورہ کی دعوت دی گئی ہے۔

حافظ نور احمد صاحب اپنے ہاں کی برادری کے قومی احساسات سے مطمئن نہیں۔ لیکن وہ ہمیں مدعو کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہمارا سفر سندھ کی قریشی برادری کی بہتری کا موجب ہوگا۔ قومی ضرورت کیلئے ہم آپ کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ و تیار ہو سکتے ہیں بشرطیکہ حافظ صاحب اپنے ہاں کے حالات کا ایک دفعہ اور جائزہ لینے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

سردار فضل داد خاں صاحب عباسی جگیردار مرحوم نے بارہا پونچھ و کشمیر میں دورہ کی دعوت دی۔ مگر انہی عوارض کے پیش نظر ہم مجتنب رہے۔ اور ان کی زندگی میں آپ کے اس ارشاد کی تعمیل سے قاصر رہے۔ اب دردمند آواز بلند کرنے والے بھائی دورہ کی ضرورت محسوس فرما رہے ہیں۔ اس علاقہ میں بعض ہستیاں بفضل خدا ایسی موجود ہیں۔ جو قوم کا سچا درد رکھتی ہیں۔ ان سے تبادلہ خیال بھی ضروری ہے۔ بنابریں کوشش کی جائے گی۔ کہ آئندہ موسم گرما میں قومی دورہ کی ابتدا اسی علاقہ سے کی جائے۔ اگر نتائج حوصلہ افزا ہوئے۔ تو کیا ہی صاحب انجمن قریشیان صوبہ بہار اور مولانا سید غلام الثقلین کے مشورہ پر عمل کی کوشش بھی کی جائیگی۔

مولوی لئیق احمد صاحب علوی موصوف کی تجویز معقول و مناسب ہے۔ لیکن قبل از وقت ہے۔ اگر ایک کامیاب دورہ ہو گیا۔ تو آپ کی تجویز سے بہترین نتائج مترتب ہونے کی توقع ہو سکتی ہے

رعائتی اعلان

قوم میں ایسے علم دوست حضرات بالاکثر موجود ہیں۔ جو اپنی قلت آمدن کی وجہ سے القریش کی خریداری سے معذور ہیں۔ لہذا ایسے احباب کو قوم کے تعمیری کاموں میں شریک کرنے کیلئے تجویز کیا گیا ہے۔ کہ ایک سال کیلئے غیر مستطیع بھائیوں کے نام نصف قیمت پر رسالہ جاری کر دیا جائے۔ محترم معاون خصوصی نمبر ۲۷۸ نے بہ جمیت قومی دسمبر میں اڑتالیس روپے کی رقم القریش کے امدادی فنڈ میں ارسال فرمائی تھی۔ ہم آپ کے اس عطیہ سے متوسط الحال برادران اور طلباء کو متمتع کا موقع دینا مناسب سمجھتے ہوئے اعلان کرتے ہیں۔ کہ آخر جنوری تک جو احباب ایک روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دینگے۔ ان کے نام سال بھر کیلئے القریش جاری کر دیا جائیگا۔ القریش کے پہلے معاونین کو اس رعائت سے استفادہ کا کوئی حق نہ ہوگا۔ وہ اپنے مستحق احباب کیلئے سفارش کر سکتے ہیں۔ اس طرح القریش اور غیر مستطیع علم دوست حضرات دونوں کو فائدہ رہے گا۔

حضرت شاکر کی معذرت

مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی ابتدائے القریش سے سال کی پہلی اشاعت کیلئے "ارمغان شاکر" "ہدیۂ نوروز" وغیرہ عنوانات سے افکار عالیہ ارسال فرمایا کرتے تھے۔ اب کے آپ نے انتہائی دردانگیز الفاظ میں معذرت نامہ ارسال فرمایا ہے لکھتے ہیں

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

میری جو حالت ہے میں اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھتا۔ میری وحدت پرستی اس اقدام کو کفر خیال کرتی ہے۔

آپ نے "شذرات" میں میرے متعلق دسمبر کے پرچے میں جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ میری شاعری جوانامرگ عزیز عبدالکریم کے ساتھ دفن ہو گئی

خواب وخیال ہو گئیں اگلی حکائیتیں
وہ دن گذر گئے وہ زمانہ بدل گیا

مجھ شکستہ دل کی آواز اب اہل محفل کے قابل نہیں رہی

اے لیسا آرزو کہ خاک شدہ

مجھے افسوس ہے۔ کہ القریش کے لئے سال نو کے موقعہ پر دو شعر بھی ارسال خدمت نہیں کر سکا۔ اس سے آپ اندازہ کریں۔ کہ میری طبیعت کس قدر بیٹھ گئی ہے۔

میں کوشش کرونگا۔ کہ یہ کمی فروری نمبر میں پوری ہو جائے۔ خدا توفیق دے۔ آمین۔ (ایڈیٹر) میرا دماغ تفکرات نے پامال کر رکھا ہے۔ ستمبر گذشتہ سے عوارض نے اسیر دام کیا ہوا ہے۔ شکر ہے خداوند کریم کا جس حال میں رکھے شکر ہے۔ (جواں سال قابل فرزند کی دائمی مفارقت لاریب بڑا صدمہ ہے۔ لیکن بجز صبر چارہ نہیں۔ اب تفکرات میں غرق رہکر اپنی حالت غیر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر و شکیبائی اور اطمینان نصیب کرے۔ فروری میں یہ کمی پوری کرنے کی ضرور کوشش کیجئے۔ ایڈیٹر)

(صلا ۱۶ سے آگے)

کمیٹی کی کاوش و کوشش قابل داد ہے۔ نصاب تعلیم میں موسیقی کی کمی بہت بڑی کمی تھی۔ جو ارباب دانش نے انتہائی فکر و تدبر سے پوری کر دی ہے۔ فارغ التحصیل طلبا کو حصول معاش میں وہ پہلی سی پریشانیاں نہ رہیں گی۔ وہ گا بجا کر [illegible] آسانی سے مہیا کرنے میں عہدہ برآ ہو سکیں گے۔ اگر تھوڑی سی اور توجہ دی جاتی یعنی ناچنا اور تھرکنا سیکھنے کی بھی کوئی تدبیر ہو جاتی۔ تو ملک و ملت کے ہر فن مولا نونہالوں کے وجود سے قوم و وطن کا مستقبل درخشاں و تاباں ہونے کی توقع ہو جاتی۔ امید ہے۔ کہ آئندہ پہلی فرصت میں یہ کمی بھی پوری کر دی جائے گی۔ کمیٹی نے ازرہ کرم مذہبی عقائد کی بنا پر ملا سکولوں کو اس سکیم سے مستثنیٰ رکھنے کی سفارش کی ہے۔ ایں ہم غنیمت است۔

کتب خانہ

بہتر سے بہترین علمی، ادبی، تاریخی، مجلسی اور فنی کتابوں کا ذخیرہ ناظرین القریش کی وسعت معلومات کے لئے بہم پہنچایا جا رہا ہے۔ آئندہ اشاعت کے ساتھ فہرست شائع کی جائے گی۔ انتظار کیجئے۔

(مینجر)

بصائر و عبر

چاہ کن را چاہ در پیش

ایک تاریخی واقعہ

جنگ اجنادین کی شکست کے بعد رومی سپہ سالار نے اپنے سرداروں کو سخت لعنت ملامت کی۔ لیکن انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم نے عربوں کا مقابلہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن وہ قوم بڑی جنگجو اور بہادر ہے۔ وہ موت سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ان کا حملہ ایسا شدید ہوتا ہے۔ کہ ہمیں مجبوراً پسپا ہونا پڑتا ہے۔ اگرچہ ہمارے تیراندازوں نے ان پر تیروں کی سخت بارش کی۔ لیکن انہوں نے ہمارے تیروں کی پرکاہ کے برابر بھی پرواہ نہ کی۔ اور وہ تلواریں سونت کر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ اور ہمارے درمیان تلوار کی دست بدست لڑائی شروع ہوگئی جس میں وہ ہم پر غالب آگئے۔ اور ہمیں شکست ہوئی۔ خیر گذشتہ را صلوٰۃ۔ کل ہم میدان جنگ میں مر جائیں گے لیکن قدم پیچھے نہیں اٹھائیں گے۔ وردان نے انہیں واپس بھیجکر چند تجربہ کار فوجی سواروں کو مشورہ کے لئے بلایا۔ اور ان سے دریافت کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ آیا ہم کل عربوں پر فتحیاب ہوں گے۔ ایک تجربہ کار اور پختہ مغز شخص نے کہا کہ مجھے تو اپنے آدمیوں پر اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ عربوں کے سامنے ان کے حواس باختہ ہوجاتے ہیں۔ ایک عرب سوار نکلتا ہے۔ اور ہماری صفوں کی صفیں الٹ دیتا ہے۔ عرب سپہ سالار تو غضب کا بہادر اور شہسوار ثانی ہے۔ میں نے ایسا بہادر جرنیل کبھی نہیں دیکھا میری رائے میں اگر کسی طرح اسے قتل کر دیا جائے۔ تو پھر ہم آسانی سے فتح حاصل کرلیں گے۔ وردان نے جواب دیا۔ کہ میں نے دیکھ لیا ہے۔ وہ مجھ سے قتل نہیں ہوسکتا۔ ہمارے لشکر میں میرے جیسا جنگجو اور بہادر کوئی نہیں۔ لیکن وہ مجھ سے بہت زیادہ بہادر ہے۔ سوار نے کہا۔ کہ اسے گفتگوئے صلح کے بہانہ سے بلایا جائے۔ اور فریب سے قتل کر دیا جائے۔

چاہ کن را چاہ در پیش

رومی سپہ سالار کا قتل

تجویز یہ ٹھہری۔ کہ عرب سپہ سالار کو گفتگوئے مصالحت کے لئے بلایا جائے۔ اور ملاقات اس ٹیلہ پر ہو۔ جو میدان جنگ کے درمیان ہے۔ دس چیدہ رومی سپاہی رات کو اس ٹیلے کے نیچے پہنچ جائیں۔ اور وہیں رات بسر کریں۔ رومی سپہ سالار صبح کو اکیلا ٹیلے کے اوپر جاکر کھڑا ہو جائے۔ اور عربی سردار کا انتظار کرے جب عرب سپہ سالار آجائے۔ تو پہلے اس کے ساتھ ملاطفت کی باتیں کرے۔ پھر زور سے اس کے بازو پکڑ لے۔ اور اپنے سپاہیوں کو آواز دے۔ جو کمین گاہ سے نکلکر اس کا کام تمام کر دیں۔ وردان نے یہ تجویز پسند کی۔ اور حمص کے ایک شخص داؤد کو پیغام صلح دے کر بھیجا۔ کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں۔ بندگان خدا کا ناحق خون گرانا نہیں چاہتے۔ بہتر ہے ہم دونو سپہ سالار تنہائی میں مل کر بیٹھیں۔ اور صلح کی شرائط طے کرلیں۔ لیکن داؤد نے کہا۔ کہ بادشاہ نے تو تمہیں لڑائی کے لئے بھیجا ہے۔ نہ کہ صلح کے لئے مسلمان ہم سے صلح کس طرح کر سکتے ہیں۔ جب تک ہم ان کا دین یا جزیہ دینا قبول نہ کریں۔ وردان نے کہا۔ کہ میں تجھے جو حکم دیتا ہوں۔ تو

اس کی تعمیل کر۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مجھے تعمیل حکم سے انکار نہیں۔ لیکن اگر صلح کا قاصد بن کر گیا۔ تو بادشاہ مجھے قتل کریگا اور میری جائداد ضبط ہو جائے گی۔ اس پر وردان نے جواب دیا کہ میری غرض صلح نہیں۔ بلکہ میں عرب سپہ سالار کو فریب سے بلا کر قتل کرنا چاہتا ہوں۔ داؤد کو یہ تجویز پسند نہ آئی۔ مگر جب وردان نے کہا۔ کہ اگر تو نہ گیا۔ تو میں تجھے بےعزت کر کے قید میں ڈالدونگا اس پر وہ اسلامی کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر وردان کی طرف سے اس کا دل غصے سے بھرا ہوا تھا۔ اسلامی کیمپ کے قریب پہنچکر اس نے سپہ سالار اسلام سے ملنے کی یہ خواست کی۔ حضرت خالد بن ولید نے فوراً اسے باریابی کی اجازت دی۔ اس نے حاضر خدمت ہو کر کہا۔ کہ مجھے رومی سپہ سالار نے آپکے پاس پیغام صلح دے کر بھیجا ہے۔ آپ لڑائی کو بند کر دیں۔ اور کل صبح اس سے ملکر شرائط صلح طے کرلیں۔ تاکہ خلق اللہ کا خون نہ ہو۔ آج کی خونریزی کا وردان پر گہرا اثر ہوا ہے۔ وہ آپ سے صلح کرنا چاہتا ہے۔ کل صبح آپ دونو تنہا اس ٹیلے پر ملیں۔ جو میدان جنگ کے درمیان واقع ہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا۔ کہ ہماری شرائط صلح نہایت مختصر ہیں یعنی اسلام یا جزیہ۔

یہ سنکر داؤد نے کہا ممکن ہے کہ وردان جزیہ دینا قبول کرلے پھر ملاقات کرنے میں کیا ہرج ہے۔ لاکھوں بندگان خدا کی جانیں بچ جائیں گی۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا۔ کہ وردان کو فریب کی سوجھی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر میں کسی کو امان نہیں دونگا۔ یہ سنکر داؤد کانپ اٹھا۔ اور اس نے اپنے لئے امان مانگنے اور وردان کے فریب سے سپہ سالار اسلام کو آگاہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور عرض کی کہ مجھے اور میرے بال بچوں کو امان دی جائے۔

میں آپ کو وردان کی چال بتلائے دیتا ہوں۔ حضرت خالد نے اسے امان دی۔ چنانچہ داؤد نے عرض کی۔ کہ وردان دہوکا سے آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ ۱۰ جوان ٹیلے کے نیچے چھپا رکھے۔ اور ان کے ہاتھ سے آپ کو قتل کرا دے۔ جب میں واپس جاکر اسے اطلاع دونگا۔ کہ آپ نے صبح ٹیلے پر تنہا آنا منظور کر لیا ہے۔ تو وہ ۱۰ سپاہیوں کو وہاں بھیجدیگا جو رات بھر وہیں رہیں گے۔ داؤد نے واپس جاکر وردان کو اطلاع دی۔ کہ سپہ سالار اسلام کل صبح تن تنہا ٹیلے پر تم سے ملاقات کریں گے۔ وہ اس خبر سے بے حد مسرور ہوا۔ اور اسی وقت دس چیدہ جوانوں کو بھیجدیا۔ کہ رات ٹیلے کے نیچے گزاریں۔ اور صبح کو کمین گاہ سے نکل کر سپہ سالار اسلام کو قتل کر دیں۔

ادھر حضرت خالدؓ خوش و خرم حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی شادان اور فرحاں رکھے۔ بعد ازاں حضرت خالدؓ نے تمام ماجرا بیان کیا۔ تن تنہا مسلح ہو کر جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا۔ کہ تم بھی دس جوان بھیجدو۔ جو ٹیلے کے اس طرف نشیب میں چھپ کر بیٹھ رہیں۔ چنانچہ یہ تجویز منظور ہو گئی۔ لیکن حضرت ضرار نے کہا۔ کہ ہم دس آدمی آدھی رات کو جائیں گے۔ رومیوں کو قتل کر کے خود ان کی جگہ مورچہ زن ہو جائیں گے۔ چنانچہ رات کو ضرار اپنے سپاہیوں سمیت ٹیلے کے عقب میں پہنچا۔ تو رومی سپاہی بیہوش سوئے ہوئے تھے۔ ضرار نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ ایک ایک کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور ایک ہی وار سے کام تمام کر دو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کے ہتھیار وغیرہ اتار کر ریت میں دبا دیئے اور ان کی وردیاں پہن کر وہیں سو رہے۔ صبح کو

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کے مشورہ سے لشکر کو جنگ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ وردان نے میدان میں آکر حضرت خالدؓ بن ولید کو ملاقات کیلئے بلایا۔ وہ سر سے پاؤں تک آہنی لباس (زرہ بکتر اور خود) میں غرق تھا۔ حضرت خالدؓ مسیلمہ کذاب کی زرہ پہنکر گئے۔ جو انہیں جنگ یمامہ میں ملی تھی۔ دونو سردار ایک دوسرے کے بالمقابل بیٹھ گئے۔ وردان نے کہا کہ ہم سے ایک ہی دفعہ جتنا روپیہ چاہتے ہو لے لو اور شام سے چلے جاؤ حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ کہ زیادہ باتیں فضول ہیں یا اسلام قبول کر و یا جزیہ دو۔ خلیفہ اسلام کا یہی حکم ہے۔ اس کے سوا صلح نہیں ہوسکتی۔ یہ سنکر وردان اُچھلا اور حضرت خالدؓ کے دونو بازو پکڑ لئے۔ اس کے جواب میں حضرت خالدؓ نے اس کے بازو پکڑ لئے۔ وردان چلایا۔ اور رومی سپاہیوں کو پکار کر کہنے لگا۔ جلد آؤ میں نے عرب سردار کو قابو کر لیا ہے۔ اب ضرار اپنے ساتھیوں سمیت رومی لباس میں بجلی کی تیزی کے ساتھ اس کے سر پر پہنچ گیا۔ وہ حیران اور ششدر رہ گیا۔ اور پوچھنے لگا کہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ یہ تمہارے فریب اور بد عہدی کی سزا ہے۔ تمہارے سپاہی رات سے مرچکے ہیں۔ وردان نے کہا جتنا روپیہ چاہو لے لو۔ لیکن مجھے جان سے نہ مارو۔ آپ نے کہا کہ فریبی کو امان نہیں دی جاتی۔ تونے میرے قتل کے لئے جال بچھایا تھا۔ اب تو خود اس میں پھنس گیا۔ ضرارؓ اس کے قتل کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن وردان نے کہا۔ کہ خدا کے لئے مجھے اس کے ہاتھ سے نہ قتل کراؤ۔ یہ میرے بیٹے کا قاتل ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ یہی تجھے قتل کرے گا۔ چنانچہ ضرارؓ نے فوراً آگے بڑھ کر وردان کا سر قلم کر دیا۔

فرخندہ بنیاد حیدرآباد

سناتن دھرمی اور حضور نظام

سکندرآبادی سناتن دھرمی ہندوؤں نے ۲۹ر دسمبر کو ایک عظیم الشان جلسہ میں اعلٰحضرت حضور نظام تاجدار دکن و برار خلداللہ ملکہٗ کے "تلطفاف خسروانہ" کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جہاں پناہ کی رواداری و نصفت شعاری کا اعتراف کیا اور کہا۔ کہ

> "اعلٰحضرت نے صغر سنی کی شادی کے مسودہ قانون کے بارے میں ہندو مذہب کے لئے کمال احترام کا اظہار فرمایا ہے"

تدبر و تفکر اور ژرف نگہی سے کام لیا جائے تو حقائق و شواہد سے عیاں ہو جائے گا۔ کہ دولت آصفیہ عالیہ اور اس کے عدل گستر تاجدار نے انصاف اور رواداری کو کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ ہندو ادارے جہاں پناہ کے فیض و کرم سے اسی طرح متمتع ہو رہے ہیں جس طرح عیسائی، پارسی اور اسلامی ادارے مستفیض ہو رہے ہیں۔ ہندوؤں کے مذہبی حقوق کی اسی طرح نگہداشت اور رعائت ملحوظ رہتی ہے جس طرح دیگر مذاہب کی، رعایا سے بلا تمیز مذہب و ملت یکساں سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ گذشتہ دنوں آریوں نے اپنی متعصبانہ ذہنیت کی وجہ سے حکومت آصفیہ کے خلاف بالکل بے سروپا اور خود تراشیدہ الزامات کی بناد پر

انسانیت سوز حرکات کا مظاہرہ کیا تھا۔ چونکہ اس کی تہ میں اصلیت و حقیقت کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس لئے انہیں مُنہ کی کھانی پڑی۔ اور وہ اپنے شر انگیز منصوبوں کو پروان چڑھانے میں ناکام و نامراد رہے۔ اسی طرح کانگرس کے باوا آدم مسٹر گاندھی کے اشارہ پر جب شر و فتن کی آگ سلگانے کی سعی ہوئی تو ذلت و رسوائی اور ندامت و شرمساری کے سوا انہیں کچھ نہ ملا۔ یہ حقیقت اور عین حقیقت ہے۔ کہ حضور نظام کی حکومت عدل و انصاف کی اساس و بنیاد پر قائم ہے۔ اور صحابہ کرام رض کے زریں اصولوں پر عمل پیرا ہے۔ اس لئے یہاں حق ناشناسی کی کبھی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔ ہم سکندر آبادی سناتن دھرسبھا کے اظہار حق پر انہیں قابل مبارکباد سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ متعصب آریہ لوگ بھی ان کے نقش قدم چلنے کی کوشش کریں گے تاکہ بیرونی شرارتوں کو ریاست کے امن و امان میں مداخلت کی جرأت نہ ہو۔

صنعتی نمائش کا افتتاح

سر اکبر حیدری بالقابہٗ نے حیدر آباد میں صنعتی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ

"جنگ کی وجہ سے صنعتوں میں جو ترقی ہوگی۔ اس سے نہ صرف بیکاری کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا۔ بلکہ صلح ہو جانے پر تعمیری کام میں اس سے کافی مدد ملے گی۔

امسال ہر طرف ترقی کے جو آثار نظر آ رہے ہیں۔ وہ اعلیٰحضرت حضور نظام کی دلچسپی کی وجہ سے ہیں۔ جو وہ صنعتوں کی ترویج میں لیتے ہیں"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جہاں پناہ کو ملک کے نظم و نسق کے ساتھ ساتھ رعایا کی خوش حالی و فارغ البالی کا کسقدر خیال ہے اور حضور بہ نفس نفیس صنعتی امور میں کسقدر دلچسپی لے رہے ہیں۔ اللّٰہم زد فزد۔

اعلیٰحضرت کی جنگی اعانت

یہ امر کسی صراحت و وضاحت کا محتاج نہیں کہ امداد جنگ میں "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کی زریں خدمات ہر روز ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہیں۔ بیشقدر مالی و جانی ایثار و اعانت کے علاوہ ان تمام ذرائع و وسائل کو کام میں لانے کی سعی کی جاتی ہے۔ جو جنگی مصالح اور ضروریات کے لئے مفید اور لابد ہوں۔ حیدر آباد نے برطانیہ کی فضائی قوت بڑھانے کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ وہ اخبار بین حضرات سے مخفی نہیں۔ حال ہی میں اعلیٰحضرت کی حکومت نے فضائی تربیت کیلئے ۹۲ طلبا کو انبالہ کی تربیت گاہ میں داخلہ کی اجازت دیدی ہے۔ چنانچہ انہیں رخصتی عصرانہ دیا گیا۔ اور سر اکبر حیدری نے اظہار اطمینان فرمایا۔ حکومت کی طرف سے کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ حیدر آباد کے نوجوانوں کو اس قابل بنایا جائے۔ کہ وہ جنگ میں اپنا حصہ ادا کر سکیں۔

گذشتہ جنگ عظیم میں بھی اعلیٰحضرت حضور نظام اور آپ کی حکومت نے برطانیہ کی جنگ جیتنے میں قابل صد فخر اور لائق صد ستائش دستگیری کی تھی۔ لیکن اب کے اس سے بھی زیادہ دست اعانت کشادہ ہے۔ خدا آپ کی مساعی بار آور کرے۔ اور حامی و ناصر ہو، آمین!

جواب طلب امور کیلئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا ضروری ہے۔ (مینجر)

وزیر ہند پریس واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد علی زودنی پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی زودنی)

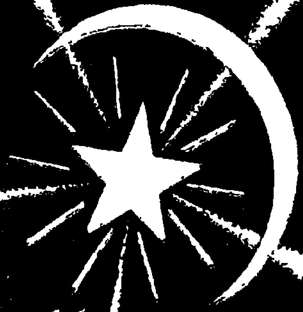
Regd- No. L. 1474

"Al Quraish"



Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ

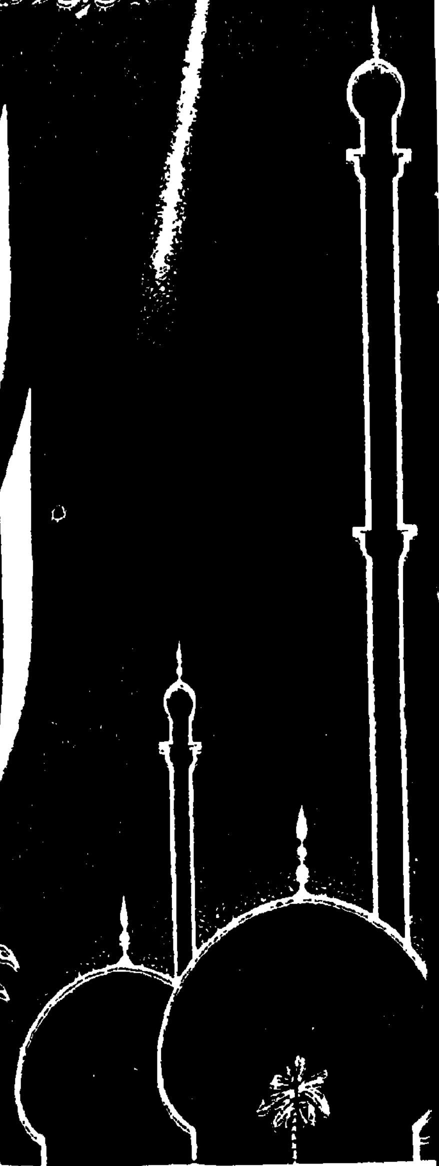




الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر



ایڈیٹر: محسن القوم محمد علی



علمی، ادبی، مجلسی اور تاریخی کتابیں

ذیل کی پرتاثیر اور مفید ترین کتابیں مشرق و مغرب کے بہترین دماغوں کا نچوڑ ہے۔ اور صوری و معنوی خوبیوں میں عدیم النظیر تسلیم کی گئی ہیں۔ اب نایاب ہو رہی ہیں۔ ہمارے کتب خانہ میں چند نسخے باقی ہیں۔ ارباب ذوق منگا کر ان کی قومی مذہبی، تاریخی اور علمی زرخیزیوں سے مستفید ہوں۔

نام کتاب	مصنف	رعایتی قیمت
اسلامی حکومت	مصنفہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی رح	۳ر
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	" " " "	۱۲ر
اساس الاخلاق	خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں۔ حجم ۴۴۷ صفحات تقطیع کلاں	عہ۸ر
بیوہ کی مناجات	شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی رح	۳ر
تاریخ عرب قدیم	مولوی عبد اللہ العمادی	۱۲ر
سوانح مولانا روم رح	شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی رح	عہ۸ر
دمشق	خواجہ محمد عباد اللہ اختر بی۔ اے، حجم ۳۱۴ صفحات	عہ۸ر
رسائل شبلی رح	مولانا شبلی رح، حجم ۲۱۶ صفحات	عہر
العرب والسیرۃ المحمدیہ	آنریبل سر سید احمد خاں بہادر، حجم ۷۵۲ صفحات	عہ۸ر
یورپ اور قرآن	نواب اعظم یار جنگ بہادر	۳ر
روح کی بیداری	مولوی فدا علی خاں، ایم۔ اے	۴ر
شکوۂ ہند	حضرت مولانا حالی رح	۲ر
غم حسینؓ (محرم کی بدعتیں)	مولوی عبد اللہ العمادی۔	۴ر
حضرت حاجرہ رضؓ	مولانا عنایت رسول	۲ر
سلیمان علیہ السلام	نواب اعظم یار جنگ	۲ر
حقیقۃ السیادۃ الہاشمیہ	مولانا حکیم سید فرید احمد عباسی	۳ر
حسن خیال	سید ظفر ہاشمی	۱۲ر
خطاب بہ اقبال	سید شوکت حسین	۲ر
دعوتِ عمل	مولانا ابو الکلام آزاد	۶ر

مینیجر جریدۂ "القریش" شریف گنج، امرتسر

تحفۂ نوروز

برائے ناظرین القریش

مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر اپنی بوقلموں پریشانیوں کی وجہ سے جن کا اجمالی ذکر جنوری کے "تذکرہ برادری" میں آ چکا ہے۔ "تحفہ نوروز" گزشتہ اشاعت کیلئے نہ بھیج سکے حسب وعدہ اب آپ نے ارسال فرمایا ہے جو بشکریہ درج ذیل ہے :-

بعد از ثنا و نعت اے انصارِ القریش / کرتا ہوں عرض آپ سے اسرارِ القریش
ہے القریش آپ کا آپ القریش کے / آئینۂ قریش ہیں اطوارِ القریش
شاہد خدا ہے خلوت و جلوت میں ہر گھڑی / ہے ذکرِ خیر آپ کا گفتارِ القریش
ہے آپ کا مفاد ہی اُس کی نگاہ میں / یعنی فلاح ہے آپ کی کردارِ القریش
خدمات کے لحاظ سے للہ بتائیے / کیا بے رُخی ہی ہے سزاوارِ القریش
ہے گامزن اگرچہ شب و روز وہ مگر / کچھ اور تیز چاہیئے رفتارِ القریش
حیراں ہوں میں کہ فیض میں اُسکی ہو زندگی / موجود جب ہوں آپ سے غمخوارِ القریش
مشتاق اس کا قوم کو دل سے بنائیے / بہرِ خدا نہ ہو جیئے بیزارِ القریش

بامِ فلک سے دُنیا میں آیا نیا ہے سال / دامن میں لے کے مژدۂ انوارِ القریش
اُس کی ہر ایک آن مبارک ہو آپ کو / گوہر فشاں ہو دامنِ دُربارِ القریش
تھا غرقِ فکر "تحفۂ نوروز" کے لئے / جس وقت میں اے محفلِ اخبارِ القریش

بولا سروش دے کے سرو پائے زندگی
۱۹۲۴ + ۱۷ = ۱۹۴۱
کیا خوب ہے یہ رونقِ گلزارِ القریش

(شاکر صدیقی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

ماہنامہ

فروری سنہ ۱۹۴۱ء

جلد ۲۸ —— نمبر ۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۰ھ

شذرات

حضور نظام کی جنگی حمایت

"یار وفادار سلطنت برطانیہ" ہز اگزالٹیڈ ہائنس اعلیٰحضرت حضور نظام والئے دکن و برار نے موجودہ جنگ میں برطانوی ظفر مندی کے لئے جس فراخ دلی کے ساتھ دست اعانت بڑھایا ہے وہ کسی صراحت کا محتاج نہیں۔

دولت آصفیہ کی طرف سے طیاروں کا ایک خاص دستہ پیش کیا گیا۔ اس غرض کیلئے جہاں پناہ نے ڈیڑھ لاکھ پونڈ کا عطیہ منظور فرمایا۔ یہ دستہ میدان جنگ میں نہایت شاندار خدمات انجام دے رہا ہے۔

اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہٗ نے اپنے صرف خاص سے ہندوستانی ہوائی افواج کے لئے آٹھ لاکھ روپے کی گرانقدر رقم ارسال فرمائی۔ وائسرائے کے سرمایہ جنگ میں پانچ لاکھ روپے عطا کرنے کے علاوہ خزانہ عامرہ سے ڈیڑھ لاکھ روپے ماہانہ مستقل طور پر ادا کئے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں پچاس لاکھ روپے کے تمسکات بلاسود خریدے گئے ہیں۔ ایک لاکھ ستاون ہزار روپے انجمن صلیب احمر کو عطا فرمائے گئے۔ حیدرآباد کے امراء و رؤساء نے بائیس لاکھ روپے سے زائد کی امداد دی ہے۔

دولت آصفیہ نے گذشتہ جنگ میں بھی حکومت برطانیہ کی شایان شان طریق پر امداد فرمائی تھی۔ اور یہ عین حقیقت ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام ہٹلر کی فتنہ سامانیوں کا قلع قمع کرنے کیلئے حکومت برطانیہ کے دست راست ثابت ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ حکومت برطانیہ کے ارباب بست و کشاد دولت آصفیہ کے ان تمام مطالبات کو جو حکومت برطانیہ سے متعلق ہیں۔ قبول و منظور کر کے اپنی حق پژوہی کا ثبوت دے۔

حیدرآباد میں اسلحہ سازی کے کارخانوں کے اجراء و توسیع کی اجازت دیدی جائے۔ اور اسے حسب خواہش صنعت و تجارت کو فروغ دینے کیلئے ایک بندرگاہ دیدی جائے۔ تو یہ خود برطانیہ کیلئے بیحد منافع و مفاد کا موجب ہوگا۔ سر اکبر حیدری بالقابہ نے گذشتہ دنوں ایک تقریر کے دوران میں وثوق کے ساتھ فرمایا ہے کہ معاملہ حکومت کے زیر غور ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ حکومت برطانیہ اپنے عہود و مواثیق اور اعلیٰحضرت حضور نظام کی بے لوث جنگی حمایت و اعانت کے پیش نظر حیدرآباد کو مچھلی پٹم کی بندرگاہ اور قلمرو کی حدود سے سمندر تک ایک

"کارپڑد" (گذرگاہ) دے دی جائیگی۔ ہم برطانیہ کی حق شناسی اور دقیقہ رسی سے متوقع ہیں۔ کہ وہ "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کے ان مطالبات کو پورا کرنے میں کسی قسم کا احتراز نہ کرے گی۔ نیز ہماری خواہش ہے۔ کہ حکومت ہند ان شر انگیزیوں کو جو بلا وجہ تعصب مذہبی کی بنا پر آریہ سماجیوں کی طرف سے دولت آصفیہ کے خلاف کی جارہی ہیں۔ کما حقہٗ روکنے کی کوشش کرے۔ تاکہ بدامنی و بدنظمی پھیلنے کا امکان باقی نہ رہے۔

سکندرآباد کی واپسی

انشاء اللہ تعالیٰ ۱۴۔ مارچ ۱۹۳۱ء کے بعد سکندرآباد چھاؤنی ممالک محروسہ سلطنت آصفیہ میں شامل ہوجائیگی۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے تمام ملازمین کے نام یہ حکم جاری کردیا ہے کہ تاریخ مذکور کے بعد موجودہ شرائط ملازمت پر وہ اعلیحضرت نظام دکن کے ملازمین میں شمار رہیں گے۔ اور انہیں وہ تمام مراعات حاصل ہونگی۔ جن سے وہ آجکل بہرہ اندوز ہورہے ہیں۔ سکندرآباد ۱۷۹۸ء میں سب سڈی ایری سسٹم کے ماتحت قلمرو انگریزی میں شامل کیا گیا تھا۔ قریباً ۱۵۰ سال کے بعد اب وہ اپنے اصلی مالک کے حوالے کیا جارہا ہے۔ مسلمانان ہندوستان سکندرآباد کی واپسی کو برطانی حکومت کے ارباب حل وعقد کی انصاف پسندی اور عدل پروری کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اعلیحضرت نظام دکن نے موجودہ اور گذشتہ جنگ عظیم میں برطانیہ کو جو گرانقدر مالی اور فوجی امداد دی ہے۔ وہ سارے جہان میں آفتاب کی طرح روشن ہے۔ مقام مسرت ہے۔ کہ برطانی مدبروں پر اعلیحضرت خسرو دکن کی وفاشعاری اور گرانبہا امداد کا گہرا اثر ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلا منصفانہ قدم یہ اٹھایا ہے۔ کہ سکندرآباد کی چھاؤنی اعلیحضرت کو واپس کردی ہے۔ اب عدل وانصاف اور حق رسی کا جائز مطالبہ اور پرزور تقاضا ہے کہ صوبہ برار بھی اعلیحضرت نظام دکن کو واپس کردیا جائے۔ جس پر برطانیہ شہریار دکن کے مالکانہ حقوق کو تسلیم کرچکا ہے۔ اور جو سکندرآباد کی طرح سب سڈی ایری سسٹم کے ماتحت حکومت برطانیہ کے حوالے کیا گیا تھا۔

ایک اضطراب انگیز عدالتی فیصلہ

پچھلے دنوں کلکتہ میں ایک غیر مسلم عورت مفتی شہر کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئی۔ جس کا اسلامی نام نورجہان رکھا گیا۔ نومسلمہ نے تبدیل مذہب کے بعد اپنے غیر مسلم خاوند کو دعوت اسلام دی تاکہ تعلقات زن وشو بدستور قائم رہ سکیں۔ لیکن خاوند نے مسلمان ہونے سے انکار کردیا۔ اور نومسلمہ کو لکھا۔ کہ تم بدستور میری زوجہ اور میں تمہارا خاوند ہوں۔ اس پر عورت کیلئے ضروری ہوا کہ وہ قانونی چارہ جوئی کرے۔ چنانچہ اس نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جس کا فیصلہ ۳۔ جنوری کو کلکتہ ہائی کورٹ کے جج مسٹر ایڈگلے نے سنایا۔ کہ مدعیہ کا ازدواجی تعلق اس کے سابق شوہر سے بدستور قائم ہے۔ اور لکھا کہ۔

> ہندوستان میں اسلامی قانون رائج نہیں ہے۔ شادی بیاہ کے معاملات کا تصفیہ بھی انگریزی قانون کے ماتحت ہونا چاہیئے مسلم قانون کے جس ضابطے پر مدعیہ نے تکیہ کیا ہے وہ

ترک اور پبلک پالیسی کے منافی ہے۔

مسٹر ایڈگلے کا یہ فیصلہ ایک مسلمہ کو غیر مسلم کی زوجیت میں رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ جو اخلاقی اور مذہبی طور پر جائز نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان پر انگریزی حکومت ہے۔ انگریزی قانون رائج ہے۔ لیکن وہ مسلم پرسنل لا جس کے تحت پیشتر ازیں اس قسم کے مقدمات طے ہوا کرتے تھے اور جسے برطانی حکومتیں ہمیشہ تسلیم کرتی رہی ہیں۔ اب کوئی حقیقت نہیں رکھتا؟ قبل ازیں اسلامی مسائل ہمیشہ شریعت اسلام کے مطابق ہوتا چلا آیا ہے۔ ان میں غیر اسلامی قوانین کی آڑ لیکر برطانی حکام نے نہ کبھی مداخلت کی اور نہ ایسا کرنا انہوں نے مناسب سمجھا۔

فاضل جج کا فیصلہ مسلمانوں کے لئے انتہائی اضطراب کا موجب ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک نومسلم عورت جو غیر مسلم خاوند کے گھر آباد نہیں رہنا چاہتی۔ اسے کس طرح مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد جو اسے شخصی حقوق حاصل ہوئے ہیں۔ ان سے استفادہ نہ کرے بہرحال اس فیصلہ نے ایک بار پھر مسلمانوں کو یہ سوچنے کی دعوت دی ہے۔ وہ اس حکومت میں اپنے پرسنل لاء کو محفوظ سمجھے یا غیر محفوظ؟ چونکہ جج موصوف کے فیصلہ سے ایک نئی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ جو خطرہ سے خالی نہیں۔ اس لئے مجالس آئین ساز کے مسلمان ارکان اور علمائے عظام کا فرض ہے کہ تحفظ شریعت اور حفاظت اسلام کیلئے اپنا فرض ادا کریں آج تک ملکی قانون کو مداخلت فی الدین کیلئے آلہ کار نہیں بنایا گیا تھا۔ لیکن اب اس نئے شاخسانہ سے ہیجان و اضطراب پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔ لہذا حکومت کے ارباب بست و کشاد کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ جلد از جلد ایسی تدابیر بروئے کار لانے کی جانب متوجہ ہوں۔ جو فضا کو مسموم و مکدر ہونے سے بچائے۔

ایک نیا بل

پنجاب کی یونینسٹ وزارت اس لحاظ سے قابل مبارکباد ہے کہ اس نے صدیوں کے تباہ حال کسانوں کاشتکاروں اور مزارعوں کو ساہوکاروں کے خونیں پنجوں سے نجات دلائی پنجاب کی یونینسٹ وزارت کسانوں کیلئے جو کچھ کر چکی ہے۔ اور جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ بہت تھوڑا ہے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے سنا جاتا ہے کہ سر چھوٹو رام پنجاب اسمبلی میں ایک نیا بل پیش کر رہے ہیں، جس کی رو سے قرض کی ڈگری قرضخواہ کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔ اور یہ کہ اس کا اثر اسکی جائداد پر نہ پڑے۔ جو مقروض کو ورثہ میں ملے۔

پنجاب کا ہر انصاف پسند سر چھوٹو رام کے اس بل کی حمائت کرے گا۔ پنجاب اسمبلی کے ایوان میں اس بل کے خلاف صرف ساہوکاروں کے ایجنٹ اپنی آواز بلند کرینگے لیکن حق و صداقت کے سامنے یہ آواز ماند پڑ جائیگی۔

حکومت کا نشہ

مسٹر گاندھی نے وردھا سے ایک اور حکم نافذ کیا ہے۔ کہ لوکل باڈیز یعنی میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں سے کانگرسی اصحاب مستعفی نہ ہوں۔ انہیں ستیہ گرہ نہ کرنے کی اجازت ہے۔ اس وقت ہندوستان کی اکثر میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں پر کانگرس کی حکومت ہے۔ چونکہ یہ شیشے پہلے ہی

نیم سرکاری ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں مسلمانوں کے حقوق پامال کرنے اور کانگرسی ذہنیت کے مظاہرے کیلئے برادران وطن کو پورا موقع مل سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وزارتوں کے بعد بھی کانگرس کے دماغ سے حکومت کا نشہ نہیں اتر سکتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ حکم کیوں نافذ کیا

حکم یہ ہے کہ اگر وہ ان دونوں شعبوں میں اکثریت میں ہوں تو مستعفی نہ ہوں۔ اور اگر اقلیت میں ہوں۔ تو مستعفی ہوجائیں۔ مسلم حقوق کو پامال کرنے اور حکومت کرنے کے جو جذبات اس حکم میں پنہاں ہیں وہ صاف ظاہر ہیں۔

حیدر آباد میں ۳۵ جدید سکولوں کا اجراء

اعلٰحضرت نظام دکن کی حکومت نے ضلع کریم نگر میں ۳۵ نئے پرائمری سکول جاری کرنے کیلئے ۲ لاکھ روپیہ کی منظوری دی ہے۔ ضلع مذکور میں جذامیوں کیلئے بھی ایک بستی قائم کی جائے گی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں محکمہ صفائی اور میڈیکل ڈیپارٹمنٹ نے شہر سے چند میل کے فاصلہ پر موزوں جگہ پر کوارٹر حاصل کرلئے ہیں۔ جن کے ساتھ زرعی زمین بھی شامل ہے۔ اعلیٰحضرت شہریار دکن کی حکومت کا یہ اقدام بنی نوع انسان کی ہمدردی پر مبنی ہے۔ جذامیوں کی بستی میں ان کا علاج معالجہ ہوگا۔ نیز انہیں خوراک اور پوشش مہیا کی جائیگی انہیں ادھر ادھر پھر کر کوڑھ جیسی متعدی اور خطرناک بیماری کے پھیلانے کا موقعہ نہیں ملیگا۔ ۳۵ مدارس کے اجراء سے تعلیم کی اشاعت میں پہلے سے زیادہ مدد ملیگی۔ حکومت نظام اچھوتوں اور دیہاتیوں کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیئے زیادہ سے زیادہ کوشش کررہی ہے۔ جو ہر طرح سے قابلقدر ہے

ہندو مسلم اتحاد اور حیدر آباد کا مستحسن اقدام

ریاست حیدر آباد دکن ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے۔ علاوہ بریں اعلٰحضرت نظام دکن بڑے فیاض رعایا پرور اور بے تعصب حکمران ہیں۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں۔ جس کا تازہ ثبوت یہ ہے۔ کہ حکومت عالیہ نظام نے ہندو مسلم اتحاد کیلئے ایک ایسی کمیٹی قائم کرنے کی تجویز کی ہے۔ جو ہندو مسلم اور دیگر مذاہب کے افراد کی شکایات معلوم کرکے ان کو دور کرنے کی کوشش کریگی۔ نظام گورنمنٹ کا جذبہ رواداری قابل تعریف ہے۔ کہ اس کمیٹی کے ۸ ارکان میں سے ۴ مسلمان اور ۴ ہندو ہوں گے۔ کمیٹی کا صدر حکومت کا کوئی اعلیٰ عہدہ دار ہوگا۔ عام افواہ ہے۔ کہ صدارت کا قرعہ فال سر محمد یعقوب کے نام پڑیگا۔ جو حال ہی میں فارمزائیڈوائزر (مشیر اصلاحات) مقرر ہوئے ہیں۔

ریاست حیدر آباد دکن نے ایک نیک اور مفید طلب تجویز کی بنیاد رکھدی ہے۔ مناسب ہے کہ دیگر ریاستیں اور برطانی ہند کے ہندو مسلم لیڈر بھی اپنے ہاں جلد سے جلد ایسی ہی اتحاد کمیٹیاں قائم کرکے اپنی وطن دوستی کا ثبوت دیں۔ کیونکہ برطانی حکومت بکرات ومرات اعلان کرچکی ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا سوال ہندو مسلم اتحاد میں مضمر ہے۔ جب تک ہندو مسلمان لیڈر آپس میں سمجھوتہ نہیں کرینگے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ پس ہندو مسلمان لیڈروں کو پہلے ملک کے اندر اتفاق اور صلح کی خوشگوار فضا پیدا کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد متحدہ مطالبہ پیش کرکے اپنے وطن مالوف کی آزادی کیلئے آئینی جدوجہد شروع کردیں ذمہ وار برطانی مدبر بار بار اعلان کرچکے ہیں۔ کہ جنگ کے

خاتمہ پر ہندوستان کو درجہ نوآبادیات دیدیا جائے گا۔ ہندوستان پر کوئی آئین جبراً نہیں ٹھونسا جائے گا۔ بلکہ ہندوستان کا آئین تو مرتب کرنے کیلئے خود ہندوستانیوں کو دعوت دی جائے گی۔ الغرض ہندو مسلم اتحاد کمیٹی قائم کرکے اعلیٰحضرت نظام دکن نے ایک نیک اور قابل تقلید مثال قائم کردی ہے۔ جس پر برطانی ہند کے ہندو مسلم لیڈروں اور ریاستوں کو عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہندوستان کی نجات اور خیر اسی میں ہے۔

ریاست حیدرآباد کا فیضان عام

ریاست حیدرآباد دکن اپنی فیض رسانی اور معارف پروری کے لئے مشہور آفاق ہے۔ یونیورسٹیوں اور علمی درسگاہوں، مسجدوں، مندروں اور گرجاؤں کو اعلیٰحضرت نظام دکن کے خزانہ سے گرانقدر امداد مل رہی ہے۔ علاوہ بریں حیدرآباد میں ۱۰ سرکاری اور ۲۰ امدادی یونانی طبی شفاخانے خلق اللہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔ جن میں مریضوں کی روزانہ حاضری کی اوسط ۳۲۴۹ ہے سال ۱۹۳۸-۳۹ء میں ۱۴ لاکھ ۷۹ ہزار مریضوں کا ان شفاخانوں میں علاج کیا گیا۔ ریاست حیدرآباد دکن کا یہ بہت بڑا فیض عام ہے۔ کیونکہ بیمار غربا کا علاج کرنا عبادت عظیم کا حکم رکھتا ہے۔ بھوکوں کو کھلانا ننگوں کو پہنانا اور مریضوں کو لائق طبیبوں کے زیر نگرانی ادویہ مہیا کرنا ایسے نیک اعمال ہیں۔ جو انسان کو دین و دنیا میں سربلند کرتے ہیں۔

لاہور کارپوریشن

پنجاب اسمبلی میں لاہور کارپوریشن بل پیش ہو چکا ہے۔ اور "پرتاپ" جو اپنی "قوم پرستی" میں مشہور ہے۔ لکھتا ہے۔

"اس لئے اب تو یہ کوشش ہونی چاہیئے۔ کہ گورنمنٹ کسی طرح بل کو ناقابل اعتراض بنادے۔ کارپوریشن کے نفاذ پر لاہور سے ۹ میل کا رقبہ اس میں شامل ہو جائیگا اور اس طرح اس میں مسلمانوں کی تعداد ۶۵ فیصدی کے قریب ہو جائے گی۔ عملی طور پر یہ میونسپل نہیں بلکہ مسلم کارپوریشن ہوگا۔ اور مسلم اکثریت کے جو کارنامے ہم دوسری جگہوں میں دیکھ رہے ہیں۔ یہاں بھی دیکھنے میں آئیں گے"

یہ ہے ذہنیت ہندو اخبارات کی پنجاب کے پایۂ تخت کا کارپوریشن اس لئے نہیں بننا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح مسلمانوں کی اکثریت ہو جائے گی۔ قریب قریب تمام صوبوں کے پایۂ تخت کارپوریشن میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ جب کلکتہ۔ بمبئی۔ مدراس اور کراچی وغیرہ میں کارپوریشن بنے تو اس وقت یہ اخبار خاموش رہے۔ شائد اس لئے کہ وہاں ہندوؤں کے مفاد کے مطابق کام ہو رہا تھا۔ یہاں کارپوریشن بنے تو محض اس لئے قابل اعتراض کہ مسلم اکثریت والے صوبے کے دارالخلافے میں مسلم اکثریت نہ ہو جائے۔ معاصر "پرتاپ" کو پہلے ان کانگرسی صوبوں پر ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ کہ وہاں کانگرس نے مسلم مفاد کو کچلنے کیلئے کیا کچھ کیا۔ پھر اسے مسلم صوبوں کو طعنہ دینا چاہیئے۔ اور وہ مسلمان بھی "پرتاپ" کے ان الفاظ پر غور کریں۔ جو اسمبلی میں کارپوریشن بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔

خوشامد کی دُنیا

(قاضی عبدالرحمٰن از منٹگمری)

جہاں انصاف کی دن رات مٹی خوار ہوتی ہے
جہاں انسانیت رسوا سر بازار ہوتی ہے

جہاں نامستحق حکام سے انعام پاتے ہیں
جہاں حقدار غم شام و سحر روزی کو کھلتے ہیں

جہاں ترجیح دیتے ہیں سفیدی پر سیاہی کو
جہاں صرصر سمجھتے ہیں نسیم صبح گاہی کو

جہاں مسند پہ عزت کی اراذل کو بٹھاتے ہیں
جہاں خود دار انسانوں کو درجے سے گراتے ہیں

جہاں کہ بیکسوں کو رات دن ٹھکرایا جاتا ہے
جہاں کہ کاسہ لیسی کو ہُنر بتلایا جاتا ہے

خوشامد کی وُہ دنیا ہے خباثت کی وُہ دنیا ہے
جہالت کی وُہ دُنیا ہے حماقت کی وُہ دُنیا ہے

یہی دُنیا ہے اس میں جب کوئی خود دار آتا ہے
مصائب کا ہمالہ سامنے آنکھوں کے پاتا ہے

اِسی دُنیا میں حاجتمند روٹی کو ترستا ہے
اِسی دُنیا میں حُسن مکار لوگوں پر برستا ہے

ہیں نالاں سربلند انسانیت کے دیکھنے والے
یہاں انعام پاتے ہیں ضمیریں بیچنے والے

میں اس دُنیا سے یارب دولتِ ایمان لے جاؤں
غرض کیا مال و زر سے دل کا اطمینان لے جاؤں

مجھے خود دار رہنے دے مجھے دُکھ درد سہنے دے
مجھے جھوٹی خوشامد سے بچا عزت سے رہنے دے

—•—

معارف القرآن

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ

(پ۱ البقرہ ع ۱۶)

صِبْغَةَ اللّٰہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ عیسائی اپنی اولاد کو یا جس کسی کو اپنی جماعت نصاریٰ میں شامل کرتے (یعنی عیسائی بناتے) ہیں اسکو زرد رنگت والے پانی میں غوطہ دیتے۔ اور خیال کرتے کہ اس سے آدمی پاک ہوتا ہے۔ اور اس کام پر فخر اور بڑائی کرتے کہ ہمارے مذہب میں رنگت ہے۔ اوروں کو یہ رنگت نصیب نہیں ہے۔ اس پر خدائے پاک نے قرآن حکیم میں فرماتا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ (پ۱ البقرہ ع ۱۶)

جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ "خدائے پاک فرماتا ہے کہ مسلمانو ان لوگوں سے کہہ کہ ہم تو الٰہی رنگ میں رنگے گئے۔ اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہوگا؟ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اصطباغ کی رسم عیسائیوں میں بہت پرانی ہے۔ عیسائیوں ہی پر کیا منحصر ہے۔ ہندؤوں کے اکثر فرقوں میں جو ویدانت کے مدعی ہیں یہی رواج ہے کہ وہ بھی عیسائیوں کی طرح اپنے مریدوں یعنی چیلوں اور داسوں کو اپنی مریدی یا غلامی میں لیتے وقت ان پر رنگ چھڑکتے اور کپڑے رنگین کرکے پہناتے ہیں۔ جس سے وہ بھی یہی سمجھتے ہیں۔ کہ اب یہ درویشی اور خدا رسیدگی میں رنگا گیا ہے۔ یہ ایک پرانا فضول خیال تھا۔ جس کی تردید قرآن حکیم نے ان مذکورہ بالا مبارک الفاظ میں کی۔

صِبْغَةَ اللّٰہ کے یہاں یہ معنی ہیں۔ کہ اے مسلمانوں ایسے خیال والے لوگوں سے یہ کہدو۔ کہ ہم تو اللہ کے رنگ میں رنگین ہوچکے اب وہ رنگ ہم سے اتر نہیں سکتا۔ اور نہ ہم اس رنگ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ہم کسی ظاہری رنگ یا رنگین کپڑے کے محتاج نہیں۔ کیونکہ یہ سب رنگ بہت جلد خراب ہوجانے والے ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰہ سے مراد خدائے پاک کا دین اسلام ہے جو فطرت اللہ اور خلق اللہ اور نعمت اللہ و امانت اللہ کیلئے نہائت ہی موثر اور اعلیٰ درجہ کا تزئین و صبغ اور احسن اور اعلیٰ بنانیوالا ہے۔ اس پاک دین کا ہر ایک مسئلہ فطرۃ اللہ و خلق اللہ کی تربیت اسطرح پر کرتا ہے۔ کہ اس جیسی تربیت کرنے کیلئے اور کسی دین کا خیال کرنا بھی غلطی ہے۔

رنگ کا خاصہ ہوتا ہے۔ کہ جو چیز اس رنگ کو قبول کرنیکا مادہ رکھتی ہے۔ اس پر اگر وہ رنگ چڑھایا جائے۔ تو وہ چیز اپنا رنگ چھوڑ دیتی ہے۔ اور بالکل وہی رنگ بن جاتی ہے جو اصلی رنگ کا ہوتا ہے۔ اسی طرح فطرۃ اللہ و خلق اللہ کا جامہ جو الانسان کو عطا کیا گیا ہے۔ یعنی جامہ قویٰ ثلاثہ۔ ملکیہ۔ سبعیہ اور بہیمیہ اس پر چڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت تامہ اور رحمانیت عامہ سے محض اپنے فضل و کرم سے ایک نہائت ہی عجیب و غریب رنگ عطا فرمایا ہے اور جملہ کتب سماویہ میں اپنے انبیاء و رسل کی معرفت اس کو عام طور پر مشتہر کرا دیا ہے۔ اس رنگ سے بڑھکر تو درکنار اس کے برابر بھی

کوئی رنگ نہیں۔ اس رنگ سے اگرجامہ فطرۃ اللہ وخلق اللہ کو رنگا جائے۔ تو یہ جامہ ایسا رنگین ہوگا۔ کہ کل دُنیا کے جاموں میں ممتاز اور احسن اور اشرف اور اعلیٰ ہوگا۔ ورنہ خراب ہو جائے گا۔

پس یہ رنگ الہٰی فقط دین اسلام حنیفی ہے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام سے فخر الانبیاء سید الرسل جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک برابر ہر زمانہ میں کم وبیش چڑھتا رہا ہے جس کی تفصیل و تفسیر بلا تغیر و تحریف اب فقط قرآن کریم میں ہی موجود ہے اور بس کلمہ لا الٰہ الا اللہ جس کو مومن اور مسلم ہر وقت ورد زبان رکھتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ - ولاہ سے مشتق ہے۔ اور اس کے معنی ہیں ایسا معشوق جس کی پرستش کی جائے یہ کلمہ نہ توریت نے سکھایا اور نہ انجیل نے۔ صرف قرآن کریم کو ہی یہ فخر حاصل ہے۔ کہ جس نے ایسا وحدہٗ لاشریک خدا سکھلایا اور ساتھ ہی اپنی محبت کی رو سے بھی اس کو وحدہٗ لاشریک ٹھہرایا۔ اور مومن کی علامت ہی یہ فرمائی۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ "ایماندار وہی ہیں جو سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں" پھر ایک جگہ فرمایا۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ

"خدا کو ایسا یاد کرو کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو" پھر ایک جگہ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (جو تیری پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو) کہدے "کہ میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا زندہ رہنا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے"

پس نتیجہ یہ نکلا کہ رنگ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے۔ اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے اور حقیقی نیکی کے بجا لانے میں سرگرم رہے۔ سو اس کو خدا کی بارگاہ میں قرب اور منزلت حاصل ہو گی۔ اور وہی فائز المرام ہوگا۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب آفتاب کی طرف کھڑکی کھولی جائے۔ تو آفتاب کی شعاعیں ضرور کھڑکی کے اندر آجاتی ہیں۔ ایسا ہی جب انسان خدائے پاک کی طرف بالکل سیدھا ہو جائے اور اس میں اور خدائے پاک میں کچھ حجاب نہ رہے۔ تو فی الفور ایک نورانی شعلہ اس پر نازل ہوتا ہے۔ اور اس کو منور کر دیتا ہے اور اس کی تمام اندرونی غلاظت کو دھو دیتا ہے۔ تب وہ ایک نیا انسان ہو جاتا ہے۔ اور ایک بڑی تبدیلی اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اس وقت کہا جاتا ہے کہ یہ الٰہی رنگ میں رنگا گیا۔

جب تک یہ الٰہی رنگ مسلمانوں پر چڑھا رہا۔ وہ تمام دنیا کی نظروں میں ذی عزت و با اقبال تھے۔ اسی رنگ الٰہی کا مقناطیسی اثر تھا۔ جو لوگوں کے دل بے اختیار اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اور عام لوگ ان الٰہی رنگ کے رنگیلے بندوں کا طرز عمل دیکھ دیکھ کر بڑے ذوق و شوق کے ساتھ جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ جو مسلمان ہوتا تھا۔ وہ اسلام کا سچا عاشق ہوتا تھا۔ اور اس کے عشق میں جو جو تکلیفیں کھانے پینے اور جیسی اذیتیں کی ان پر ہوتی تھیں۔ اُن کو وہ اسی طرح راحت سمجھتا تھا جس طرح کسی دلستان کے عشق میں اس کا جاندار وہ عاشق سب طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے۔ مگر منہ نہیں موڑتا۔ جس کی تصدیق کے لئے حضرت بلال رضؓ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ یہی لوگ شریعت کے احکام کا دل و جان سے اتباع کرتے تھے۔ امین وہ تھے سچے وہ تھے۔ رحم دل وہ تھے۔ محسن وہ تھے۔ اعزا اقارب کے حقوق

وہ پہچانتے تھے۔ کسی بندۂ خدا کے ٹھیس لگتی تھی۔ تو ان کے دل پر چوٹ لگتی تھی۔ تو ان کے دل میں درد ہوتا تھا۔ کسی کے درد ہوتا تھا تو اُن کے آنسو نکل آتے تھے۔ اور اگر کسی کی آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے۔ تو وہ بے اختیار چیخ اُٹھتے تھے۔ اصل تو یہ ہے۔ کہ وہی سچے مسلمان الہٰی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ صبغۃ اللہ کا دعویٰ انہیں کا سچا تھا۔ اور انہی کا ایمان اور اسلام حقیقی ایمان و اسلام تھا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے جسقدر بُعد ہوتا گیا۔ ویسا ہی اسلام کے ہرے بھرے باغ میں اوس ہی اوس پڑنے لگیں۔ رفتہ رفتہ بہار یہاں سے رخصت ہو گئی اور خزاں کا گذر ہو گیا۔ اور اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہم میں صبغۃ اللہ کی کوئی خوبو کہیں نام کو بھی نہیں چھو گئی ہے۔ حسد، بغض، عداوت فریب، بے رحمی، جھوٹ، ریا، دغا بازی، حلف وعدہ اور بے غرضی اور بے غیرتی۔ الغرض دنیا میں جسقدر بُری باتیں ہیں وہ سب ہم میں اُسی طرح بھری ہوئی ہیں۔ جس طرح ہمارے اسلاف میں کبھی خوبیاں تھیں۔ البتہ اب ہم عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح اپنے کپڑوں کو زرد اور گیروے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ یہی صبغۃ اللہ اور الہٰی رنگ ہے۔ یہ ہماری غلط فہمی اور جہالت ہے۔ الہٰی رنگ ان ظاہری رنگوں کا محتاج نہیں۔ اور جو الہٰی رنگ میں رنگا جائے۔ اُسے اپنے کپڑوں کو رنگنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے اور بھی بُری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرے۔ آمین!

محمد عظیم (واعظ الاسلام)

بصائر و عبر

کھول آنکھیں اے اسیرِ کاکلِ زشت و نکو
آہ کن موہوم موجوں پر بہا جاتا ہے تو

ختم ہے آنسو بہانے پر ہی تیری آرزو
اور شہیدِ کربلا نے تو بہایا تھا لہو

ہاتھ ہے ماتم میں تیرا سینۂ افگار پر
اور حسینؑ ابن علیؓ کا ہاتھ تھا تلوار پر

تھیں بہتّر خونچکاں تیغیں حسینی فوج پر
اور صرف اک سیدِ سجّاد کی زنجیر تھی

اتنی تیغوں کی رہی دل میں نہ تیرے یاد بھی
حافظے میں صرف اک زنجیر باقی رہ گئی

روح کو بے چارگی سے انس پیدا ہو گیا
اے شجیع عالم کے پیرو یہ تجھے کیا ہو گیا

جوش ملیح آبادی

تاریخ اسلام کا ایک ورق

حادثہ کرب و بلا

سال کا پہلا مہینہ

مصائب و آلام

"نوروز" اور "نیوایرس ڈے" آتش پرستوں اور مسیحی قوم کی دلولہ انگیزی اور مسرت و شادمانی کا دن ہے۔ جس دن وہ بادۂ شادمانی پی پی کر مست مے سرور و انبساط ہوتے ہیں۔ اور ہر چھوٹے سے بڑا۔ عورت سے مرد تک اپنی خوشی و خرمی کا کوئی حصہ اٹھا نہیں رکھتا۔ اگر کوئی غمزدہ ہے تو اپنا غم بھول جاتا ہے۔ آفت رسیدہ ہے تو آفت کے تصور سے خالی الذہن ہو جاتا ہے۔ اور سب مل جل کر جشنِ شادمانی مناتے ہیں۔

اور یہ کیوں نہ ہو۔ یہ اُس آنے والے سال کا پہلا دن ہے۔ جس میں ان کی لاکھوں اُمیدیں برآنیوالی ہیں۔ ہزاروں کامیابیاں ہونے والی ہیں۔ سینکڑوں بڑی بڑی حاجتیں پوری ہونیوالی ہیں اور قوم کی قوم کا آفتاب ترقی معراج کمال پر پہنچنے والا ہے۔

محرم الحرام مسلمانوں کے نئے سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اور یکم محرم الحرام مسلمانوں کا نوروز اور "نیوایرس ڈے" ہے۔ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اس دن ہم بھی جشن شادمانی مناتے اور لباس فاخرہ بدل بدل کر اپنی ہمسایہ قوموں کی طرح حیات اور زندگی کا ثبوت دیتے۔ لیکن آہ ہلال محرم بجائے اس کے کہ ہمارے دلوں میں مسرت و شادمانی کا تلاطم پیدا کرے خنجر غم بنکر ہمارے دل اور جگر کے ٹکڑے اُڑاتا ہے۔

وہ رات جس کی صبح کو ہمارا نوروز اور "نیوایرس ڈے" ہونے والا ہے۔ وہ رات جس کو شب عید اور شب برات سے اور شب برات سے زیادہ ہمارے لئے خوش آئند ہونا چاہیئے۔ ایک پُرحسرت، خوفناک اور ظلمت بھری رات ہوتی ہے۔ جس کی شام کی پھولی ہوئی شفق ہمارے غنچۂ دل کو شگفتہ نہیں کرتی بلکہ خون کا آنسو رلاتی ہے۔

یہ کیوں؟ اس لئے کہ ہماری بدبختی سے ہمارے اس نئے سال کے شروع مہینے میں وہ دردناک حادثہ پیش آیا۔ جس کی یاد تیرہ سو برس گذرنے کے باوجود آج ہمارے دلوں میں بدستور تازہ ہے۔

ہمارے نئے سال کا دسواں دن "یوم عاشورہ" ہماری زندگی کا وہ روح فرسا اور المناک دن ہے۔ جو ہمارے بھلا دینے کی کوششوں کے باوجود بھی اپنی زندگی کے اہم سے اہم واقعات سے زیادہ یاد ہے۔ تنہا دہی وہ دن ہے جس نے سارے مہینے کو بجائے مسرت و شادمانی کے غم و الم کا مہینہ بنا دیا ہے۔ جس سے ہمارا نیا سال اس طرح شروع ہوتا ہے کہ ہمیں سیاہ پوش بنا کر اسیر رنج و محن کرتا ہوا ایک غم زدہ پیکر کی طرح صرف سینہ کوبی

کے لیئے چھوڑ جاتا ہے۔

پس جس قوم کا نیا سال اس طرح شروع ہوتا ہو۔ اس کے اختتام سال کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم کرنا زیادہ دشوار نہیں ہے۔

حادثہ عاشورہ کے اثرات

حادثہ عاشورہ کا مذہبی اثر مذہب اسلام کسی کی حیات سے وابستہ نہیں ہے۔ خود پیغمبر اسلام کی جب وفات ہوتی ہے اور مسلمانوں کے قلوب اسلام کے متعلق متزلزل ہوتے ہیں۔ تو صدیق اکبر کس جرأت اور استقلال کے ساتھ اعلان کرتے ہیں۔ کہ محمد (صلعم) مرگئے۔ لیکن خدا حی اور قیوم ہے۔ یعنی اسلام کچھ محمد صلعم کی ذات کے ساتھ وابستہ نہ تھا۔ کہ وہ گئے تو اسلام بھی جاتا رہے۔ بلکہ وہ خدا کا مذہب ہے جس کا تعلق خدا سے ہے۔ اور چونکہ وہ زندہ اور باقی ہے۔ اس لئے اسلام بھی زندہ اور باقی رہے گا۔ پھر جب "یوم بارہ وفات" اسلام پر کوئی اثر ڈال سکا۔ تو ظاہر ہے کہ یوم عاشورہ کیا موثر ہوگا۔

حادثہ عاشورہ کا اخلاقی اثر حادثہ عاشورہ کے متعلق چند باتیں جدا جدا قابل لحاظ ہیں۔

(۱) جرائم و تقصیرات (۲) مصائب و آلام (۳) شہیدانِ کربلا کا پیغمبر اسلام سے خونی تعلق۔ جرائم و تقصیرات یعنی شہیدان کربلا سے کیا ایسے قصور سرزد ہوئے جس کی پاداش میں ان سے ایسا سلوک کیا گیا۔

قاتلانِ حسین رض کو تنہا امام حسین سے غرض تھی۔ حضرت کے اعزا و انصار محض اس لئے شہید ہوئے۔ کہ ان کو خود حضرت پر فدا ہونے کا ذوق تھا۔ ورنہ کفار کو ان لوگوں سے کوئی پرخاش نہ تھی۔ اگر سب سے پہلے حضرت امام شہید ہوتے تو بات یہیں پر ختم ہو جاتی۔ اس لئے تنہا آپ ہی کے جرائم کا پتہ لگانا چاہیئے۔

یزید ابن معاویہ رض خلاف اصول اسلام تخت نشین حکومت ہوا۔ وہ فرمانروائی کے ساتھ گو کلمہ گو مسلمان تھا۔ لیکن فاسق اور فاجر تھا۔ تخت حکومت ہنوز تخت خلافت تھا۔ امیرالمومنین ہنوز نائب رسول اللہ سمجھا جاتا تھا۔ یزید کے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی مسلمانوں سے بیعت لی جانے لگی۔ حاکم مدینہ کو بھی پروانہ پہنچا۔ کہ حضرت امام حسین سے بیعت لو۔ آپ جانتے تھے۔ کہ یزید لائق بیعت نہیں ہے آپ نے گریز کیا۔ مدینہ چھوڑ مکہ آئے۔ مکہ سے کوفہ۔ کوفہ سے کربلا لائے گئے۔ یہاں تک بھی یہی اصرار تھا۔ کہ آپ بیعت کریں۔ لیکن آپ اپنے ارادہ پر مستقل رہے۔ اور بیعت نہ کرنے کا عزم راسخ کر لیا تھا۔ جس پر تادم شہادت قائم رہے بس آپ کا جو کچھ قصور تھا یہی تھا۔ کہ آپ نے ایک فاسق اور فاجر کی بیعت سے انکار کیا۔ اسی کی پاداش میں آپ کو وہ سزا دی گئی۔ جو حادثہ یوم عاشورہ کے نام سے موسوم ہے تو گویا قصور یہ تھا۔ کہ کچھ قصور نہیں۔ اور آپ بے قصور شہید کئے گئے۔

مصائب و آلام تمام ذی حس مخلوقات کے وہ احساسات جو جسم و روح کو اذیت دینے والے ہوں۔ مصائب و آلام ہیں حضرت امام کے لئے یوم عاشورہ میں تمام مصائب و آلام کا اجتماع تھا۔ بھوک، پیاس، جراحت، قتل، اعزا، بے حرمتی اسیری، بے چارگی، مظلومی، مقہوری، تپش، سوزش، بے تابی، اضطرابی، قلق، درد، اندوہ ملال، افسردگی، آزردہ حالی، غرض ہر وہ احساس جو موذی اور مکلف ہو ایک

ایک کر کے موجود مجتمع تھا۔ اور وہ تنہا ایک جان کے لئے جو ایک ساٹھ سالہ غریب الوطن مسافر کے ضعیف و ناتواں جسد میں چند گھنٹوں کی مہمان تھی۔ جس کو لوگ حسین حسین کہتے تھے۔

شہیدان کربلا کا پیغمبر اسلام سے خونی تعلق

حسین ابن فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ایک قطرہ پسینہ کے لئے مسلمانوں کو اپنی جان و مال کی قربانی ایک محترم اور معزز ترین قربانی ہے جس قربانی کے لئے مسلمانوں کا ایک ایک فرد متمنی رہتا ہے۔ وہ میدان کربلا میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں اس مظلومیت کے ساتھ تہہ تیغ کیا جائے۔ یہ دنیائے اسلام کے لئے ایک انتہائی درد و قلق انگیز حادثہ ہے۔ جس کے تصور سے مسلمانوں کے خون کا قطرہ قطرہ جوش کھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا بارہا قتل عام ہوا ہے۔ اور ایک نہیں لاکھوں مسلمان تہہ تیغ کئے گئے ہیں۔ بغداد اور قرطبہ کی تباہی کچھ کم مسلمانوں کے لئے قلق انگیز نہیں ہوئی ہے۔ لیکن اس میں اس خون کا ایک قطرہ بھی شریک نہیں تھا جس کے احترام کیلئے موجودہ تیس کروڑ مسلمانوں کی جان کی قربانی بھی سستی تھی۔ یہی باعث ہے کہ آج اس حادثہ کی یاد صرف تاریخ کے اوراق میں ہے۔ اور حسین ابن فاطمہ رض کی شہادت کی یاد ہمارے دلوں میں ہے۔ جس کو مرور زمانہ گھٹانے اور محو کرنے کی کوشش کے باوجود بھی گھٹا اور محو نہ کر سکا۔

اب ان تمام واقعات کو ایک جا جمع کرو۔ حضرت امام حسین کی بے قصوری آپ کے مقابلہ میں لشکر مفسدین کا ازدحام آپ کے ساتھ انتہائی خونخواری اور درندگی کا برتاؤ آپ کی مظلومی، بے بسی، بے چارگی، اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ ابن فاطمہ رض جگر گوشہ رسول اللہ ہیں سب مل جل کر انسانی قلوب پر اسقدر گہرا اثر ڈالتے ہیں کہ حضرت امام انام کی ہمدردی اور غمخواری کا دل میں ایک تلاطم بپا ہو جاتا ہے۔ یہ تو ان کے قلوب کا حال ہے جو محض انسان ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ محض انسانی حمیت اور اپنے بنی نوع کی ہمدردی کا تقاضہ ہے۔ لیکن جو مسلمان ہیں فی الواقع ان کے قلوب اس یاد سے پھٹ جاتے ہیں۔ اور پتھر پر سر مار کر مرجانے کو جی چاہتا ہے۔

یہ تو دلی جذبات و اثرات ہیں جو بے اختیار پیدا ہوتے اور پڑتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر مسلمانوں کو کرنا کیا چاہیئے؟ یہی اصلی بحث ہے۔ کیا یہی کہ محرم کا چاند نظر آیا۔ ماتمی لباس پہنا۔ مجلس عزا منعقد کی۔ مرثئے اور نوحے پڑھے۔ آنسو بہائے۔ سر پیٹا۔ سینہ کوٹا۔ کاغذ اور تیلیوں کا ڈھانچہ بنا بنا کر یوم عاشورہ کی یاد قائم کی؟

اگر شہادت امام انام اور حادثہ یوم عاشورہ کی محض یہی یادگار ہے۔ اور اس سے ہم نے صرف یہی اخلاقی سبق حاصل کیا ہے تو دنیائے اسلام کے لئے یہ دوسری مصیبت ہے۔ جو حادثہ یوم عاشورہ کی مصیبت سے کم نہیں۔ اور اس واقعہ کی ذلت اور اہانت ہے جس کی یادگار ہم نے اس شکل سے قائم کی ہے۔

حادثہ عاشورہ سے اخلاقی سبق

مصائب و آلام سر پیٹنے اور آنسو بہانے کیلئے نہیں آتے۔ ان کی ایک اہم غرض ہوتی ہے جو ان میں پوشیدہ رہتی ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کا فلسفہ یہی ہے۔

قوموں کو عیش و تنعم میں بسر کرتے جب زمانہ ہو جاتا ہے تو ان کی اخلاقی حالت گر جاتی ہے۔ قوائے عملیہ کمزور ہو جاتے ہیں تکبر۔ نخوت۔ عجب۔ خود پرستی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور

قریب قریب اُن کی حالت بہائم کے پہونچ جاتی ہے۔ خدا کو انکی اصلاح منظور ہوتی ہے۔ اُن پر مصائب اور آلام نازل کرتا ہے۔ ایک زندہ اور باقی رہنے والی قوم اس سے متنبہ اور بیدار ہو جاتی ہے۔ اور ایک مٹنے والی قوم بدستور غافل رہ کر مٹ جاتی ہے۔

حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ نے) صرف اس بات پر کہ یزید کی بیعت ان کے نزدیک مستحسن نہ تھی۔ اور ان کا ضمیر اس کے لئے آمادہ نہ تھا۔ اپنی اور اپنے اعزاء اور انصار کی ستر اور دو بہتر جانیں قربان کر دیں۔ اس سے جو کچھ سبق ہم کو لینا چاہیئے۔ وہ حسب ذیل ہے

(۱) انسان کو ہمیشہ راستی پر قائم رہنا اور اپنے ضمیر اور زبان کو ہر حالت میں ایک رکھنا چاہیئے۔ اور راستی پر قائم رہنے کے لئے اپنے آخری قطرۂ خون سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔

(۲) اپنے حق کے حصول کیلئے دنیا کی تمام مزاحمتوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ اگر جان بھی کام آئے۔ تو اس سے بھی مضائقہ نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت معاویہ کے بعد حضرت امام حسینؓ خلافت کو اپنا ہی حق سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب یزید کی خلافت مشہور ہوئی اور آپ سے یزید کی بیعت کے لئے کہا گیا تو آپ نے قطعاً انکار کر دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ جہاں تک حالت اور موقع نے اجازت دی آپ اپنے اُس حق کے حاصل کرنے کیلئے آخر تک سرگرم سعی رہے مدینہ چھوڑ کر مکہ آنا پڑا۔ یہاں آپ مع اہل و عیال تشریف لائے یہاں پہنچ کر کوفیوں کے خطوط آنے شروع ہوئے جس میں تمام کوفہ نے بیعت کا وعدہ کیا۔ اور آپ کو ترغیب دی کہ آپ کوفہ چلے آئیں۔ حصول حق کا یہ ایک اہم ذریعہ تھا۔ باوجود اپنے اعزا اور احباب کے سخت باز رکھنے اور منع کرنے کے آپ حضرت مسلم کو پہلے بھیجکر بعد میں خود بھی روانہ ہو گئے۔ کوفہ آئے۔ کوفہ سے کربلا آئے۔ کربلا پہنچکر حصول حق کے لئے یوم عاشورہ کو ہمیں ایسا دردناک سبق دے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(۳) انسان کو رضا و تسلیم کی خو ڈالنی چاہیئے۔ ہمت اور استقلال سے کام لینا چاہیئے۔ عزت اور آبرو پر جان قربان کر دینی چاہیئے

بس یہی وہ امور ہیں جن کا یہ حادثہ ہم کو سبق دیتا ہے۔ اشک ریزی اختیاری نہیں۔ جائز اور مفید امام حسین کے لئے آپ آنسو کا دریا بہایئے۔ مضائقہ نہیں۔ لیکن اس دریا کو کام میں لایئے۔ دل رقیق کیجئے۔ اس کی کدورت دھویئے اور اپنے اس سیلاب سے اپنے اعمال کے خس و خاشاک کو بہایئے حضور سرور کائنات کے روز وفات کی طرح حضرت امام انام اور شہیدان کربلا کو بھی فاتحہ دیجئے۔ ایصال ثواب کیجئے۔ فقراء اور مساکین کو ان کے نام سے کھانا کھلایئے پانی پلایئے۔ نہ کہ سر پیٹیئے، تعزیہ بنایئے، آتشبازی جلایئے، ڈھول ڈھما کا بجایئے اور دنیا بھر کی بیہودگی اور لغویت کر کے اس یادگار کی بھی ذلت اور اہانت کیجئے۔



نقد و نظر

کیمیائی سلائی

"نوید فارمیسی" دھرم کوٹ رندھاوا (گورداسپور) کی طرف سے ہمیں ایک عجیب الخواص سلائی موصول ہوئی ہے۔ جو کیمیائی طریق سے تیار کی گئی ہے۔ اور بغیر سرمہ وغیرہ کے استعمال کرنے کے چند روز میں ضعف بصارت، دھند، غبار اور خارش وغیرہ امراض چشم کے لئے مفید ہے۔ ہم نے اسے موجد کی ہدایات کے مطابق استعمال کیا۔ اور مفید پایا۔ یہ حقیقت ہے کہ دو چار روز میں ہی آنکھوں کی خشکی، تکان اور تپش وغیرہ دور ہوجاتی ہے۔ اور غیر معمولی ٹھنڈک محسوس ہونے لگتی ہے آنکھیں پوری کھلنے لگتی ہیں۔ کم و بیش تین ہفتہ استعمال کرنے سے آنکھیں صاف و شفاف ہوجاتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ امراض کہنہ دور ہوجاتی ہیں۔ موجد کا دعویٰ ہے کہ کچھ عرصہ استعمال کرنے سے عینک چھوٹ جاتی ہے۔ خوبی یہ ہے۔ کہ سلائی کے ٹوٹنے کا اندیشہ نہیں۔ اور ایک ہی سلائی گھر کے تمام افراد کے کام آسکتی ہے۔ آنکھوں کے مریض منگائیں اور فائدہ اٹھائیں۔ کارآمد اور کثیر المنفعت ایجاد ہے۔ ہم موجد کی محنت کی داد دیتے ہیں۔ قیمت با ہمہ اوصاف صرف دو روپے علاوہ محصولڈاک۔

منیجر "نوید فارمیسی" مقام دھرم کوٹ رندھاوا
ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور سے
طلب کریں

— ۹ —

استفسارات

کیا "جویہ" قریشی ہیں؟

۱۔ قوم "جویہ" اپنے آپ کو "قریشی" بیان کرتی ہے۔ ناظرین القریش میں سے کوئی صاحب کتب تاریخ و نسب کے مستند حوالوں سے اس امر پر روشنی ڈالیں۔ کہ آیا "جویہ" قوم کے مورث اعلیٰ کون بزرگ ہیں۔ اور کیا وہ خاندان قریش سے تعلق رکھتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کا سلسلہ کہاں اور کس طرح ملتا ہے۔ (محمد بخش)

بلوچ نسباً کون ہیں؟

۲۔ "بلوچ" قوم اپنے آپ کو احمد خاں بلوچ کی نسل سے بتاتی ہے۔ اور احمد خاں بلوچ کو حضرت امیر حمزہ کی اولاد سے بیان کیا جاتا ہے۔ کیا حضرت امیر حمزہ کی اولاد نرینہ تھی؟ اگر تھی تو کیا ان کی نسل قائم ہے۔ اور کیا یہی قوم بلوچ ہے یا کوئی اور ہے؟ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

صادق حسین شاہ مدرس چک ۴/ ۳۱

قصاب کون ہیں؟

"قصابوں" کے دعویٰ قرشیت کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ برادری ایک ہی نسب و نسل سے ہیں۔ اور ایک ہی مورث کی اولاد ہیں؟ برادری پیشہ کے لحاظ سے ہے یا نسب و نسل کے لحاظ سے، ان کا مورث کون تھا۔ اور کہاں آباد ہوا وغیرہ امور پر مفصل حالات پر کوئی صاحب روشنی ڈالکر مشکور کریں۔ (مستفسر از بہادر گڑھ)

تذکرہ برادری

شکریہ و شکایت

لاریب اثرات جنگ پریشان کن ہیں۔ اقتصادی بدحالی کی عام شکایت ہے۔ لیکن مخیر اور ایثار نفس حضرات قوم وملت کے اصلاحی وارتقائی امور میں ان باتوں سے متاثر نہیں ہوا کرتے، اصلاحی وتعلیمی ادارے بالعموم اسی ایثار کے رہین منت ہیں۔ اشتراک عمل بڑی قوت ہے۔ چند نفوس کے اشتراک سے ایک جماعت بنتی ہے اور چند افراد کی مالی اعانت سے ایک معتد بہ رقم بن جاتی ہے جس میں قوموں کے بننے، ابھرنے اور عروج وارتقا کی منازل طے کرکے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے کا راز مضمر ہوتا ہے۔

قوم کے حساس و ہوشمند حضرات کو القریش کی خدمات کا اعتراف ہے وہ بارہا تسلیم کر چکے ہیں کہ القریش نے بہت کچھ کیا ہے۔ اور قوم کو ظلمتکدہ گمنامی سے ابھار کر گریوۂ ترقی پر لانے کیلئے اس کی مساعی مشکور ہوئی ہیں۔ ان خدمات جلیلہ کے پیش نظر وہ ازرہ قدر دانی بیشقدر قوم سے مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ لیکن عام حالت ہنوز سخت ناتسلی بخش ہے۔ "القریش" کے حلقہ احباب میں اگر کچھ فیاض طبع علمدوست حضرات نہ ہوتے اور اسے سلطان العلوم، ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کے تلطفات شاہانہ شامل حال نہ ہوتے تو اس کا جاری رہنا محالات بلکہ ناممکنات سے تھا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ بہی خواہان قوم اور خیر اندیشان القریش میں کچھ ایسے حضرات موجود ہیں۔ جن کی حمایت و اعانت آڑے آتی ہے۔ اور القریش قومی خدمات میں عہدہ برآ ہو رہا ہے۔

کاغذ کی صعب ترین گرانی نے موقت الشیوع جرائد و رسائل کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ بہت سے اصلاحی رسائل گرانیٔ کاغذ کی نذر ہو چکے ہیں۔ اور جو باقی ہیں وہ دم توڑ رہے ہیں۔ قارئین کرام کے سامنے اس مصیبت کے مقابلہ کیلئے بارہا دست سوال دراز کیا گیا۔ توسیع اشاعت میں امداد چاہی گئی۔ لیکن گنتی کے چند احباب کے سوا کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اگر قومی مفاد کیلئے ذرا تکلیف برداشت کرکے ایک ایک خریدار بہم پونچانے کی سعی کی جاتی۔ تو حلقہ احباب وسیع تر ہو جانے کے علاوہ پریشان کن گرانی کے اثرات سے اس قومی رسالہ کو محفوظ رہنے کی امید ہو سکتی تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ہوا یہ کہ جن احباب کو خاتمہ سال خریداری کی وجہ سے وی پی ارسال کئے گئے تھے۔ ان میں سے پچاس فیصدی حضرات نے صرف تین روپے کی خاطر وصولی سے انکار کر دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ۴ر فی وی پی کے حساب سے ایک کثیر رقم جو خرچ کی گئی تھی۔ ضائع ہوگئی۔ اور یہ ایسی کمی ہے۔ جو کسی طرح پوری نہیں ہو سکتی۔

ممکن ہے بعض حضرات ایسے بھی ہوں جن کے حالات تین روپے ادا کرنے کی اجازت نہ دیتے ہوں۔ لیکن ان کے لئے موزوں طریق یہ تھا۔ کہ وہ دفتر کو اپنے ارادہ سے مطلع کر دیتے۔ تاکہ وی پی کی واپسی سے قومی فنڈ کو اتنے بڑے نقصان کا متحمل ہونے کیلئے مجبور نہ ہونا پڑتا۔ اور ان کا یہ طرز عمل کارپردازان القریش کی دل شکنی کا موجب نہ ہوتا

بھی خواہانِ قوم سے مؤدبانہ درخواست ہے۔ کہ وہ اس کمی کو
پورا کرنے کی سعی سے عند اللہ ماجور و عند القوم مشکور ہوں۔

مخیر حضرات

مندرجہ بالا سطور میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ قارئین کرام
میں کچھ ایسے حضرات بھی ہیں۔ جن کے دل قومی درد سے شرابور
ہیں۔ اور قوم کو ترقی کے انتہائی مدارج پر دیکھنے کے لئے قومی
جریدہ کی فراخ دلی و کشادہ پیشانی سے ہر ممکن امداد کرنا اپنا اہین
فرض سمجھتے ہیں۔ ان دردمند حضرات میں محترم معاون خصوصی نمبر
۴۴۶ (اظہار نام کی اجازت نہیں) سب سے پیش پیش ہیں
آپ کم و بیش ایک سو روپیہ سالانہ کی امداد فرماتے ہیں گذشتہ
سال آپ نے ۸۰ روپے کی گرانقدر رقم دو قسطوں میں ارسال کر کے
ہمت افزائی فرمائی۔ محترم کشفی شاہ صاحب نظامی بھی ہر سال ایک
معقول رقم ارسال فرماتے ہیں۔ اسی طرح خالف صاحب پیر علی اصغر
صاحب ہاشمی ڈپٹی کلکٹر مالی اعانت کے علاوہ توسیع اشاعت میں
امداد فرمایا کرتے ہیں۔

گذشتہ اشاعت کے تذکرہ برادری میں مکرمی سید
صادق حسین شاہ صاحب مدرس کے جذبۂ ایثار کا ذکر کرتے ہوئے
بتایا گیا تھا۔ کہ آپ نے توسیع اشاعت کی اپیلوں سے متاثر ہو کر
ایک روپیہ ماہوار ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب
حسب وعدہ ایک روپیہ ماہوار بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما رہے ہیں

محترم سید امام شاہ صاحب جس ذوق و شوق کے ساتھ
توسیع اشاعت میں امداد فرما رہے ہیں۔ وہ قابل صد ستائش
و لائق صد تعریف ہے۔ معاونین کرام میں سے بیس فیصدی احباب
بھی شاہ صاحب کی طرح توسیع اشاعت میں حصہ لینے کا
تہیہ کرلیں۔ تو قلت اشاعت اور گرانی کاغذ کا رونا مہینہ
دو مہینہ میں بآسانی ختم ہو سکتا ہے۔ جنوری میں آپ کی توجہ
سے معاونین القریش میں ایک کا اضافہ ہوا۔ اب آپ نے چار
احباب کے نام رسالہ جاری کرنے کا ایما فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"القریش کی توسیع اشاعت میں قومی ترقی کا راز مضمر ہے
برادران قریش کا فرض ہے۔ کہ قومی ضرورت کے لئے
کدوکاوش سے کام لے کر عند اللہ ماجور و عند القوم
مشکور ہوں۔"

اگر "القریش" لاپرواہی اور بے التفاتی کی نذر ہو گیا۔
تو قومی مفاد کو ناقابل تلافی ٹھیس لگیگی۔ اصلاحی و تنظیمی امور
دھرے رہ جائیں گے۔ جس سے قریش کی اولوالعزمی ایک بدنما
داغ سے داغدار ہو جائے گی۔ توسیع اشاعت کوئی جان جوکھوں
کا کام نہیں۔ معمولی سی کوشش سے عقدہ کشائی ہو جاتی ہے
اس سے جی چرانا حمیت قومی کے منافی ہے لہذا احباب اپنا
اپنا فرض ادا کرنے کی جانب توجہ دیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ
آئندہ دو ماہ میں اپنے قومی جریدہ کی اشاعت دو چند ہو جائے۔

حسب ذیل چار حضرات کے نام رسالہ جاری کر کے زر
چندہ بذریعہ وی پی وصول فرمالیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوسری
فہرست عنقریب ارسال کرونگا۔"

(خدائے تبارک و تعالیٰ آپ کے عزائم میں برکت اور نیک
ساعی کی جزا دے۔ آمین۔ ایڈیٹر)

مکرمی قریشی محمد ایزد بخش صاحب ہاشمی انسپکٹر کا ان
صفحات میں بارہا ذکر آ چکا ہے۔ آپ قوم کے اصلاحی امور
میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ خاتمہ سال خریداری کی وجہ سے
جنوری کا القریش آپ کی خدمت میں بصیغہ وی پی ارسال کیا گیا

تھا۔ جو آپ کے دورہ پر ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا۔ اس پر آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:-

" نیاز مند دورہ پر تھا۔ آج واپس آنے پر یہ معلوم کر کے کہ وی پی واپس ہو گیا ہے سخت افسوس ہوا۔ خطاوار تو نہیں۔ تاہم خطا تسلیم کرتا ہوں۔ اور ایک عادل قاضی کی طرح اپنے آپ کو ایک روپیہ جرمانہ کرتا ہوں۔ تین روپے زرچندہ اور ایک روپیہ جرمانہ کل چار روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ آپ کو قومی خدمات کیلئے تادیر سلامت رکھے۔" آمین

یہ ہے حمیت قومی، آپ مختلف طریقوں سے القریش کی امداد فرماتے رہتے ہیں۔ جس کیلئے ہم آپ کے بدل شکور ہیں۔

محترم قریشی محمد عبدالحق صاحب ہیڈ کلرک (ڈھامونٹین) یوم اجرا ہی سے القریش کے معاون ہیں۔ آپ قوم کے اصلاحی امور میں خاص شغف رکھتے ہیں۔ آپ نے ۱۹۴۱ء کا زرچندہ ارسال فرماتے ہوئے دو روپیہ کی رقم کا غذ فنڈ میں ارسال فرمائی ہے۔ جس کیلئے ہم آپ کے بدل شکور ہیں۔ خدائے قادر و توانا دیگر معاونین کرام کو بھی قومی خدمات میں اعانت کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

یاد دہانی

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ سال آئندہ کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور کریں جن حضرات نے بعینہٖ منی آرڈر رقوم ارسال کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ جلد متوجہ ہوں۔ کاغذ دن بدن گراں ہو رہا ہے۔ اور آپ کی مالی حمایت کی شدید ضرورت ہے۔

ندوۃ القریش کا اہم اجلاس

۲؍ فروری کو "ندوۃ القریش" کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۷ بجے بعد نماز مغرب دفتر "القریش" شریف گنج میں منعقد ہوا۔ سابقہ کارروائی تصدیق ہونے کے بعد گوشوارہ آمد و خرچ بابت سال ۱۹۴۰ء تصدیق ہوا۔ اور سال ۱۹۴۱ء کے لئے بجٹ پیش ہوا۔ چند غیر ضروری مدوں پر بحث ہوئی۔ اور تجویز ہوا کہ اکاؤنٹنٹ اور اسسٹنٹ سیکرٹری ان اخراجات پر مزید غور کر کے رپورٹ کریں۔ اور بجٹ برائے منظوری آئندہ اجلاس میں پیش ہو۔

جوائنٹ سیکرٹری نے سال گذشتہ کی کارروائی کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اور بتایا کہ ۱۹۳۹ء میں کافی سعی و جہد کے بعد مختلف مقامات پر سات اصلاحی جماعتیں معرض وجود میں آئی تھیں۔ جن کا الحاق مرکزی جماعت نے منظور کیا تھا۔ لیکن ۱۹۴۰ء میں چھ جماعتیں معمولی سی ترغیب و کوشش سے قائم ہو گئی ہیں۔ جو اس بات کی بیّن دلیل ہے۔ کہ ارکین ندوۃ القریش کی مساعی مشکور ہو رہی ہیں۔ اور قوم میں بیداری کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

مولوی لطیف احمد صاحب علوی کی تجویز دربارہ اس کے کہ "ندوۃ القریش" سے ملحقہ تمام جماعتوں کے نمائندگان کا ایک اجلاس منعقد کیا جائے۔ اور تنظیمی پروگرام کی تکمیل کا کام بیک وقت متفقہ طور پر تمام جماعتوں کی طرف سے شروع کر دیا جائے پیش ہوئی۔ بحث و تمحیص کے بعد قرار پایا۔ کہ ملحقہ جماعتوں سے استصواب رائے کیا جائے۔ اور جواب موصول ہونے پر آئندہ اجلاس میں

مناسب فیصلہ کیا جائے۔

حافظ نور احمد صاحب خیر پوری، میاں عبدالمجید صاحب (نواب شاہ) اور سید غلام الثقلین صاحب کے مراسلات پیش ہونے پر تجویز ہوا کہ حالات حاضرہ کے پیش نظر سفیر کا تقرر سردست موزون نہیں، ان حضرات سے ان علاقوں کی تفصیلی رپورٹیں طلب کیجئیں کیونکہ بلا سوچے سمجھے اس اقدام سے زیر باری کا امکان ہے۔ نیز حافظ صاحب کو لکھا جائے۔ کہ اگر وہ اخراجات سفر کے متحمل ہو سکتے ہوں۔ تو جماعت کی طرف سے ان کی خواہش کے مطابق ایک نمائندہ بھیجا جا سکتا ہے۔

دفتر سے متعلقہ چند انتظامی رپورٹیں پیش ہوکر منظور ہونے کے بعد حسب ذیل قرار دادیں باتفاق رائے منظور ہوئیں۔

قرار دادیں

۱۔ سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس اعلحضرت فرمانروائے بہاولپور ادام اللہ اقبالہٗ و جلالہ کی بارگاہ عالیہ میں جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کے امتیازی خطاب پر جو حکومت برطانیہ نے ازرہِ قدر دانی بندگانعالی کو عطا کیا ہے قلبی مسرتوں کا اظہار کرتا ہوا اعلحضرت کو بخلوص دل ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر سرکار عالی کو اپنے حفظ امن میں رکھے، آمین!

۲۔ یہ اجلاس دولت عباسیہ بہاولپور کی حق پژوہی، مردم شناسی اور قدردانی سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ازرہِ کرم النفسی "ندوۃ القریش" کے رکن رکین اور انجمن فلاح القریش" بہاولپور کے معتمد اعلیٰ پیرزادہ محمد سلیم اسلم ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل کو انکی علمی و قانونی قابلیتوں اور خاندانی شرافتوں کے پیش نظر ریاست میں سب ججی کے عہدہ پر متعین فرما کر تشکر و امتنان کا موقعہ دے یہ جلسہ جناب خان بہادر نبی بخش محمد حسین صاحب بالقابہٗ وزیر اعظم بہاولپور گورنمنٹ کی دقیقہ رسی سے درخواست کرتا ہے کہ وہ سادات قریش کی مرکزی جماعت کی اس مناسب خواہش کی تکمیل میں شایان شان اعانت فرما کر احسان و مروّت فرمائیں۔

۳۔ یہ اجلاس حکومت برطانیہ کی ان فتح مندیوں پر جو اسے بار دیہ، طبروق اور بن غازی کے معرکوں میں حاصل ہوئی ہیں۔ مسرّت کا اظہار کرتا ہوا ارباب حکومت کو بخلوص دل مبارکباد دیتا ہے اور بارگاہِ صمدی میں برطانوی فوج ظفر موج کی پیہم کامرانیوں کیلئے دست بدعا ہے۔

۴۔ یہ اجلاس سر سکندر حیات خانصاحب وزیر اعظم پنجاب کی خدمت میں ان کے مصر کے کامیاب سفر سے بخیریت مراجعت فرما ہونے پر لبصدق دل مبارکباد دیتا ہے۔

۵۔ یہ اجلاس قصاب برادری کی ان کارروائیوں کی جو وہ "جمعیتہ القریش" کے نام سے کرتے ہوئے بیکٹ انتقال اراضی کے خلاف کر رہے ہیں پُرزور تردید کرتا ہے۔ اور غیر مبہم الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہے۔ کہ "جمعیتہ القریش" کے نام سے سادات قریش کی کوئی جماعت نہیں۔ قصاب برادری ذاتی اغراض کے پیش نظر "جمعیتہ القریش" کے فرضی نام سے کام کر کے حکومت کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔ لہذا یہ اجلاس حکومت پنجاب کو توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ قصاب برادری کی ایسی کارروائیوں کو سادات قریش کی کارروائیوں پر محمول نہ کرے۔ اور کاغذات مردم شماری میں انہیں قصاب وغیرہ لکھنے کی ہدایت جاری کر کے سادات قریش کے حقوق کے تحفظ میں اعانت کرے۔

۶۔ یہ اجلاس عامتہ المسلمین سے عموماً اور قریشی حضرات سے خصوصاً درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ سیاسی ماحول کے پیش نظر

آئندہ مردم شماری میں آل انڈیا مسلم لیگ کی تجویز کے مطابق اپنی زبان "اردو" لکھانے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیں۔

۷۔ یہ اجلاس ندوۃ القریش سے ملحقہ جماعتوں سے مخلصانہ درخواست کرتا ہے کہ وہ قومی مفاد کے پیش نظر تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں بیش از بیش سرگرمی سے کام لیں۔ اور اپنی قومی آواز کو بلند اور موثر بنانے کیلئے قومی آرگن القریش کی توسیع اشاعت میں امکانی مساعی عمل میں لاکر عند القوم مشکور ہوں۔

قومی جلسے

عدم دستیابی کاغذ کی وجہ سے اس اشاعت کا حجم کسی قدر کم رہ گیا ہے۔ اس لئے "ندوۃ القریش" سے ملحقہ جماعتوں کے جلسوں کی موصولہ کارروائیاں شائع نہیں ہوسکیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں شائع کر دی جائینگی۔ قارئین کرام معذرۃً خیال فرماویں۔

شکریہ

قوم کے اصلاحی امور سے شغف و دلچسپی رکھنے والے حضرات "القریش" کی ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہوئے توسیع اشاعت میں حصہ لیکر کارپردازان القریش کی ہمت افزائی کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں جن حضرات کی مساعی مشکور ہوئیں۔ ان کا ذکر بتشکر منظور مندرجہ بالا میں آچکا ہے۔ آج مکرمی قریشی محمد حمید اللہ صاحب صدیقی بی۔ اے کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے۔ آپ نے ایک بھائی کا معاونین القریش میں اضافہ فرما کر زر قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائی ہے۔ جس کے لئے ہم آپ کے بدل مشکور ہیں۔ دیگر احباب ایک ایک معاون مہیا کرنے کی کوشش سے عند القوم مشکور ہوں و باللہ التوفیق۔

ہدیہ تبریک

"القریش" کے معاون و مربی سید احمد علی شاہ صاحب پہلے بلو کی ہیڈ ورکس پر اوورسیئر کے عہدہ پر متعین تھے۔ اب آپ اپنی حسن کارکردگی اور دیانت و صیانت کی وجہ سے ایس۔ ڈی۔ او کے معزز عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔ ہم آپ کو اس ترقی پر صدق دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے داعی ہیں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے۔ اور مزید ترقیاں عطا کرے۔ آمین!

ندوۃ القریش کی ممبری

قارئین کرام سے بعض بہی خواہان قوم دریافت فرماتے ہیں کہ "ندوۃ القریش" میں شامل ہونے کیلئے کیا قواعد ہیں۔ جواباً التماس ہے۔ کہ مجوزہ فارم ممبری پر کرکے اس کے ساتھ نقل نسب نامہ شامل کی جاتی ہے۔ اور ایک روپیہ درخواست کے ہمراہ ارسال کیا جاتا ہے درخواست آنے پر تشخیص انساب کمیٹی اپنی مناسب رپورٹ مجلس منتظمہ میں پیش کرتی ہے۔ جہاں سے منظوری و عدم منظوری کا فیصلہ ہوتا ہے منظور ہونے کی صورت میں ممبر کو عہر سالانہ پیشگی ادا کرنے ہوتے ہیں اور اسے حقوق ممبری حاصل ہوجاتے ہیں۔ یہ پابندیاں محض اس لئے روا رکھی گئی ہیں۔ کہ نام و نسب کے بھوکے مراسی اور قصاب اندھا دھند سادات قریش کی اس نمائندہ مرکزی جماعت پر یلغار نہ کردیں ہر ممبر بوقت ضرورت مجلس منتظمہ میں آنے کیلئے درخواست کرسکتا ہے جو احباب شامل ہونا چاہیں ان اصولوں کے ماتحت بخوشی شامل ہوسکتے ہیں

واقعاتِ حوادث

سیاسی جدتیں

گذشتہ شب برات کے موقعہ پر لاہور میں کچھ غبارے چھوڑے گئے تھے جن پر یہ فقرات لکھے ہوئے تھے۔

۱۔ "ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدائے ماست"

۲۔ "ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند"

۳۔ آج بھی ہندوستان کا ہر ذرہ محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی اور سلطان ٹیپو کی یاد میں بے قرار ہے"

گذشتہ دنوں بسنت کے موقعہ پر لاہور میں جو پتنگ اڑائے گئے۔ ان پر حسب ذیل فقرات لکھے ہوئے دیکھے گئے

۱۔ "ہندوستان ہندوؤں کی پوتر بھومی ہے"

۲۔ "ہندوستان پر صرف ہندوؤں کا راج ہوگا۔

۳۔ "سیواجی اور پرتاب صرف ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں سب سے بڑے سور بیر ہیں"

۴۔ "ہندوستان صرف ہندوؤں کا ملک ہے"

سیاسی ماحول اور فرقہ وارانہ ذہنیتوں کا مدّوجزر قابل غور ہے۔ اس پر ہندوستان کی آزادی کے خواب دیکھے جا رہے ہیں

حنفی مرزائی مباہلہ

ایک اخبار کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ سلیم پور میں چودھری شاہنا مرزائی اور مولوی ہاشم حنفی کے مابین مباہلہ ٹھہرا۔ قرار پایا کہ اگر مرزائی کا مذہب سچا اور حق پر ہوا تو حنفی ۶ فروری تک مرجائیگا۔ اور اگر حنفی کا مذہب سچا ہوا تو مرزائی ۶ فروری تک مرجائیگا۔ یہ عہد و اقرار ۳۰ر جنوری ۱۹۴۱ء کو ہوا۔ دستاویز لکھی گئی۔ فریقین نے دستخط کر دیئے۔ چنانچہ ۵ر فروری ۱۹۴۱ء کو چودھری شاہنا مرزائی مرگیا۔ مولوی ہاشم حنفی بقید حیات موجود ہے۔ قدرت کے اس اٹل فیصلہ کا عام میں چرچا ہو رہا ہے

پاکستان اور اچھوت

آل انڈیا آدھرم منڈل لائلپور کے صدر شری جان طوطا سنگھ نے پنجاب کے اچھوتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ تمام فرقوں اور قوموں کے سیاسی مسائل سلجھانے کیلئے پاکستان سے بڑھکر کوئی بہتر سکیم نہیں ہوسکتی۔ آپ نے ہندوؤں کے رویئے پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا۔ کہ اچھوت صرف پاکستان سے ہی مطمئن ہو سکتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ پنجاب کے اچھوتوں کو متحدہ طور پر ہندوؤں سے بیزاری اور پاکستان کی حمایت کا اعلان مسلم لیگ تک پہنچا دینا چاہیئے۔

روسی تہذیب کا کرشمہ

رائٹر کے نامہ نگار خصوصی نے ماسکو سے ایک عجیب واقعہ کی اطلاع اخبارات کو دی ہے۔ لکھتا ہے کہ ایک گاڑی بان سڑک پر بیل گاڑی لے جا رہا تھا۔ کسی ضرورت کی وجہ سے اس نے ایک جگہ گاڑی ٹھہرائی اور خود ادھر ادھر ہو گیا۔ واپسی پر دیکھا۔ کہ بیلوں نے مستی سے گاڑی کے ایک حصہ کو توڑ دیا ہے۔ اس پر اس نے جی بھر کر بیلوں کو گالیاں دیں۔ ایک روسی

افسر کو گاڑیبان کا یہ طرز عمل اچھا معلوم نہ ہوا۔ اس نے بیلوں کی طرف سے گاڑیبان کو بُرا بھلا کہا۔ اور اس کے خلاف عدالت میں دعوےٰ دائر کر دیا۔ عدالت نے سماعت مقدمہ کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ ملزم کو کوئی حق نہ تھا۔ کہ وہ بیلوں کو اتنی گالیاں دیتا لہذا اسے ایک سال قید سخت کی سزا دی جاتی ہے۔ اس حکم کے خلاف گاڑیبان نے ہائیکورٹ میں اپیل کر دی۔ جہاں سے ملزم بری ہو گیا۔ لیکن اس کی گالیوں کو مذموم قرار دے کر اسے شدید تنبیہ کر دی گئی۔ روسی تہذیب کا کرشمہ قابل داد ہے۔ جس کی وجہ سے غریب گاڑیبان خواہ مخواہ مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔

ریاست جیند کے مسلمان

ریاست جیند کی ایک مسجد پر کچھ پابندیاں عائد کئے جانے کی وجہ سے مسلمانان ریاست مضطرب ہیں۔ وہ سول نافرمانی کر رہے ہیں۔ مسجد کے ارد گرد فوجی پہرہ ہے۔ اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو چکا ہے۔ ریاست جیند میں اس قسم کے قضیئے ایک عرصہ سے جاری ہیں۔ معلوم نہیں حکام ریاست اصلاح کی جانب کیوں متوجہ نہیں ہوتے۔

جنگ

معرکہ جنگ بدستور جاری ہے۔ لیکن حالات کا رخ اسقدر تبدیل ہو گیا ہے۔ کہ ہٹلر اور اس کے حواریوں کو شکست پر شکست ہو رہی ہے۔ بارڈیہ، درونہ اور طبراق کے بعد بن غازی ایسا اہم فوجی مقام بھی اُن کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس وقت وہاں برطانوی افواج کا قبضہ ہے یہ افواج فاتحانہ آگے بڑھ رہی ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو مستقبل قریب میں دشمن کا صفایا ہو جائے گا۔

بینامی ایکٹ کا مقدمہ

ہائی کورٹ پنجاب میں بینامی ایکٹ کے ماتحت مقدمات کی سماعت شروع ہو گئی ہے۔ مسٹر سلیم ایڈووکیٹ قانون کے حق میں اور رائے بہادر بدری داس ایڈووکیٹ قانون کی مخالفت میں پیش ہوئے ہیں۔ کارروائی تقریباً ختم ہے۔ عدالت نے فیصلہ محفوظ رکھا ہے۔

کانگرس

مسٹر گاندھی اپنی دھن میں مصروف ہیں۔ لیکن ان کی ستیہ گرہ کی رفتار نہایت کمزور پڑ گئی ہے۔ اکابرین ملک کانگرس، مسلم لیگ اور حکومت کے مابین مفاہمت کی تدابیر بروئے کار لانے کی تجویزیں کر رہے ہیں۔ ہندو مہاسبھا اور ان کے ڈاکٹر مونجے اپنی عادت کے موافق فتنہ پروری کی اسی راہ پر گامزن ہیں۔

مردم شماری

آئندہ مردم شماری کے سلسلہ میں زبان اور مذہب کے مسئلہ کو بہت زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ ہندو اور ان کی جماعتیں اپنی زبان ہندی اور قومیت ہندو یا ہندوستانی لکھانے کیلئے پراپیگنڈا کر رہے ہیں۔ لیکن حامیان اردو ہندو مسلم زبان اردو تحریر کرانے کی مساعی کر رہے ہیں۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے۔ کہ مسلمانان ہند زبان اردو اور مذہب اسلام تحریر کرائیں۔

عیسائی مبلغ کا قبول اسلام

ایک مشہور و معروف پادری ریوانڈ ایم۔ اے پال جو ایک مشہور و معروف عیسائی مبلغ ہیں۔ چند روز ہوئے مسلم کلب نزد باغ لکھنؤ کے دفتر میں اسلام قبول کیا۔ اور بھرے جلسے میں ایک تقریر کے دوران میں بتایا۔ کہ میں ایک معمر اور پرانا عیسائی مبلغ ہوں اور اپنی زندگی میں بہت سے مسلمانوں کو عیسائی بنا چکا ہوں۔ میں قرآن کریم کو نکتہ چینی کے خیال سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ تاکہ اس کے نقائص مسلمانوں پر واضح کروں۔ لیکن قرآن حکیم کے گہرے مطالعہ سے میرے اندر اس کتاب مقدس کیلئے خاص دلچسپی پیدا ہو گئی۔ آخر کار اس کی حیرت انگیز اور صداقت آمیز روحانی تعلیمات نے میرے دل کو روشن کر دیا۔ اور میرا روحانی تخیل بہت بلند ہو گیا۔ میں اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا رہنے لگا۔ کہ اپنے اسلام لانے کا کس طرح اعلان کروں۔

آج رات خدا کے مقدس کلام نے میرے اندر جرأت پیدا کر دی۔ چنانچہ آپ حضرات کے سامنے انتہائی مسرت اور انبساط کے ساتھ اپنے قبول اسلام کا اعلان کرتا ہوں آپ میرے عیسائیت سے تائب ہونے کے گواہ رہیں۔ میں اپنی گذشتہ زندگی پر انتہائی ندامت کا اظہار کرتا ہوں۔ اور ایمان رکھتا ہوں کہ میری سابقہ زندگی کے لمحات ضائع گئے۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

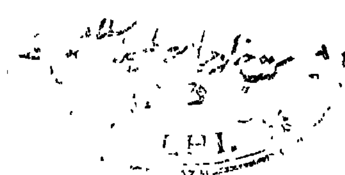
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے۔ سچ ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو ذوالفضل العظیم۔

مدینہ پریس ؟ ہال بازار امرتسر میں محمد علی نوری پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی نوری)



Regd. L. No. 1474

"Al Quraish





Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیف



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر

ایڈیٹر محسن القوم محمد علی



علمی، ادبی، مجلسی اور تاریخی کتابیں

ذیل کی پرتاثیر اور مفید ترین کتابیں مشرق و مغرب کے بہترین دماغوں کا نچوڑ ہے اور صوری و معنوی خوبیوں میں عدیم النظیر تسلیم کی گئی ہیں اب نایاب ہو رہی ہیں

ہمارے کتب خانہ میں چند نسخے باقی ہیں۔ ارباب ذوق سنگاران کی قومی، مذہبی، تاریخی اور علمی زرخیزیوں سے مستفید ہوں۔

نام کتاب	مصنف	رعایتی قیمت	نام کتاب	مصنف	رعایتی قیمت
اسلامی حکومت	مصنفہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی رح	۴ر	روح کی بیداری	مولوی فدا علی خاں ایم۔ اے	۴ر
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	" " "	۱۲ر	شکوہ ہند	حضرت مولانا حالی رح	۲ر
اساس الاخلاق	خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب، صفحات	عہ	غم حسین (محرم کی مجلسیں)	مولوی عبد الله العمادی	۴ر
بیوہ کی مناجات	شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی رح	۳ر	حضرت ہاجرہ رض	مولانا عنایت رسول	۲ر
تاریخ عرب قدیم	مولوی عبد الله العمادی	۱۲ر	سلیمان علیہ السلام	نواب اعظم یار جنگ	۲ر
سوانح مولانا روم رح	شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی رح	عہ	حقیقت السیادت الہاشمیہ	مولانا حکیم سید فرید احمد عباسی	۳ر
دمشق	خواجہ محمد عباد الله اختر بی۔ اے ۱۳۲ صفحات	عہ	حسن خیال	سید ظفر ہاشمی	۱۲ر
رسائل شبلی	مولانا شبلی رح حجم ۱۶۴ صفحات	عہ	خطاب بہ اقبال	سید شوکت حسین	۲ر
العرب والسیرۃ المحمدیہ	آنریبل سر سید احمد خاں بہادر ۵۲ "	عہ	دعوت عمل	مولانا ابو الکلام آزاد	۶ر
یورپ اور قرآن	نواب اعظم یار جنگ بہادر	۳ر			

منیجر جریدہ "القریش" شریف گنج امرتسر

سریع التاثیر ادویہ

حسب ذیل ادویہ تجربہ پر سو فیصدی ثابت ہوئی ہیں۔ حاجتمند حضرات منگائیں اور فائدہ اٹھائیں

حب بواسیر:۔ بواسیر خونی ہو یا بادی۔ پرانی ہو یا نئی صرف سات گولیوں کے استعمال سے مکمل آرام ہوتا ہے۔ بغیر اور بلا تکلیف کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت نہیں قیمت فی پیکٹ ۸ علاوہ محصول ڈاک

حب ٹھرا: عجب چیز ہے۔ تعویذ گنڈوں سے تنگ آئے ہوئے مایوس مریضوں کیلئے نادر الوصف تحفہ ہے متواتر ایک سال استعمال کرنی ہونگی۔ ٹھرا کافور ہو جائیگا کسی قسم کے پرہیز کی پابندی نہیں۔ دس روپے میں سینکڑوں کا فائدہ۔ آزما کر دیکھیے۔

دھدر: دھدر بڑی تکلیف دہ مرض ہے۔ صحیح علاج نہ ہو تو بڑھتا جاتا ہے۔ لیکن ہماری دوائی ایک ہی بار کے استعمال سے جلن کو ٹھنڈا کر دیتی ہے چھبتی اور لگتی نہیں تین دفعہ کے استعمال سے قطعاً آرام۔ عجب چیز ہے قیمت عہ علاوہ محصول ڈاک

پتہ:۔ "نوید فارمیسی" دھرم کوٹ رندھاوا۔ ڈاکخانہ خاص۔ ضلع گورداسپور

نوٹ:۔ دیگر امراض کے مریض خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

ماہ اپریل ۱۹۴۱ء

ربیع الاول ۱۳۶۰ھ

جلد ۲۸ ——— نمبر ۴

اخلاق محمدیؐ

کیا نہیں ہم کو سکھایا صاحب لولاکؐ نے
درس اخلاقی دیا کیا کیا رسول پاکؐ نے

کیا ہے دنیا کی حقیقت، کیا حقیقت دین کی
سرورِ کونینؐ نے کس حسن سے تلقین کی

دل جو کارِ دنیوی سے اک طرف مسرور تھا
دوسری جانب خدا کی یاد سے معمور تھا

کیا بتائیں سیدِ والا کی شانِ بندگی
اُسوہ حسنہ سے ظاہر تھا نشانِ بندگی

تھا یتیموں اور بیواؤں سے شفقت کا سلوک
اپنے بیگانے سے یکساں تھا محبت کا سلوک

اُنس کرنا نامسلمانوں سے بھی منظور تھا
رحمتہ اللعالمینؐ کا خوب یہ دستور تھا

دوست دشمن سے نہیں کی بے نیازی آپؐ نے
کی غریبوں کی بہت مہماں نوازی آپؐ نے

کس طرح آتا غلاموں کو غلامی کا خیال
آپؐ فرماتے تھے ان کے حال پر شفقت کمال

سرورِ کونین کے ہم بزم ہوتے تھے غلام
ایک دسترخوان پر وہ ساتھ کھاتے تھے طعام

سرکش و خودبیں بھی باسطؔ دم زدن میں رام تھے
آپؐ کے اخلاق کے سب بندۂ بے دام تھے

باسط بسوانی

معارف القرآن

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ (پ ۱۲ س، ہود۔ ع ۸)

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم بھائی شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے ان سے کہا بھائیو! خدا ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں تم کو خوشحال دیکھتا ہوں تو تم کو ناپ تول میں کمی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اس پر بھی اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو مجھ کو تمہاری نسبت عذاب عام کے دن کا اندیشہ ہے۔ جو تم سب کو آگھیرے گا۔ اور بھائیو! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور ملک میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ کا دیا جو کچھ تجارت میں بچ رہے وہی تمہارے لئے اچھا ہے اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

مدینہ منورہ کے شمال مغرب کی طرف تبوک کے قریب بحیرہ قلزم کے کنارہ پر ایک شہر آباد تھا جس کو مدین کہتے تھے۔ وہاں کے لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے آپ نے اپنی قوم کو جو وعظ و نصیحت فرمائی۔ وہ آیات مذکورہ بالا میں مذکور ہے۔ اور اس آیت کا ملخص حسب ذیل ہے:۔

(۱) خدا ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۲) ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔

(۳) لین دین میں عدل و انصاف ملحوظ رکھو۔

(۴) تجارت میں دیانت و امانت سے نظام تمدن خوشگوار رہتا ہے۔ اور اس کے فواید و عواید بے شمار ہیں۔

(۵) لین دین میں خیانت و ظلم موجب اختلال و باعث فسا

ہے۔ اور اس کے عواقب و نتائج بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔

غور کرو۔ جناب شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سب سے پہلے کیا ہدایت فرمائی۔ اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہٗ خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کی دلیل یہ بتائی کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود حقیقی نہیں۔ اس سورہ مجیدہ میں اور قرآن مجید کے دیگر مقامات پر بھی بعض انبیاء علیہم السلام کے مواعظ و نصائح مذکور ہیں۔ سب میں اسی اصول کی پابندی کی گئی ہے۔ کہ اولین دعوت اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ کافہ انام میں یہ مرض عام ہوتا ہے کہ خدا کی عبادت و طاعت سے نفرت کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ہر نبی کی اول دعوت یہی ہوتی ہے۔ کہ اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ اس سے

یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ واعظ و خطبا کو اسی اصول پر عمل پیرا ہونا چاہیئے کیا وہ فصحا و بلغا جن کے جبین نیاز ہر کس و ناکس کے آگے تو جھکتی ہے لیکن آستانہ الوہیت پر پانچ وقت جھکنے سے انہیں شرم آتی ہے۔ وعظ و نصیحت اور خطابت و ہدایت کے اہل ہیں؟

جناب شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو خدا کی عبادت و طاعت کے ساتھ حسن معاشرت کا بھی وعظ فرمایا۔ آپ نے دیکھا کہ اہل مدین مرض تطفیف میں مبتلا ہیں۔ لوگوں سے تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں۔ تو پورا پورا نہیں دیتے۔ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ لین دین میں عدل و انصاف ملحوظ نہیں رکھتے۔ بدمعاملگی ان کا مایہ ناز ہے۔ چونکہ یہ امور باعث اختلال و افساد تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی اصلاح معاشرت کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمانا ایسا ہی اہم اقدم امر سمجھا جیسا کہ عبادت الٰہی کی دعوت ضروری خیال کی۔ آپ نے اپنے وعظ میں عبادت الٰہی اور حسن معاشرت اور خوش معاملگی کو اکٹھا بیان کیا۔ اور جب قوم نے ان کو چڑایا۔ اور تمسخر کے طور پر کہا۔ کہ شعیب کیا تمہاری نماز تم سے متقاضی ہے کہ جن بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ ہم ان کو چھوڑ بیٹھیں۔ یا اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں نہ کریں۔ ہاں جی ہاں تم ہی تو معاملہ کے بڑے نرم اور راستباز رہ گئے ہو۔ تو شعیب علیہ السلام ان کے چڑانے اور ہنسی اڑانے سے برا نہ منایا۔ بلکہ اپنا عملی نمونہ پیش کیا۔ اور کہا کہ تم جو یہ عذر کرتے ہو کہ اگر ہم ناپ اور تول میں خیانت نہ کریں۔ تو کام نہیں چلتا۔ دیکھو میں اپنے رب کا کہا مانتا ہوں۔ مجھے تم سے عمدہ روزی ملتی ہے۔ قال یقوم ارئیتم ان کنت علی بینۃ من ربی و رزقنی منہ رزقاً حسناً وما ارید ان اخالفکم الی ما انھٰکم عنہ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ شعیب علیہ السلام نے کہا۔ بھائیو! بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستہ پر ہوں اور وہ مجھ کو اپنے فضل سے عمدہ یعنی حق حلال روزی دیتا ہے۔ تو کیا اس طریقہ کو چھوڑ کر تمہاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگیں۔ اور میں ہرگز نہیں چاہتا۔ کہ جس کام کے کرنے سے تم کو منع کرتا ہوں تمہارے برعکس آپ اس کو کرنے لگوں۔ میں تو اپنے حتی المقدور لوگوں میں معاملہ کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور بس اور اپنے اس ارادہ میں میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی کی تائید سے ہو سکتا ہے۔ میں تو اسی پر بھروسہ رکھتا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ جھوٹ اور فریب کے بغیر کاروبار نہیں چلتا۔ غور کریں حضرات وعاظ بھی غور کریں۔ کہ ان کے اپنے اعمال و افعال موافق مواعظ و نصائح ہیں۔

قرآن حکیم نے جو فرائض واعظین کے مقرر فرمائے ہیں۔ ان پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت کم ایسے واعظ ہیں جو اپنے فرائض کو مطابق احکام قرآن کے خشیۃ اللہ سے بجا لاتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے وعظ و نصیحت پر کبھی کسی قسم کا معاوضہ نہیں مانگا۔ بلکہ یوں فرمایا کہ :- وَمَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعٰلَمِينَ اور میں اس وعظ کرنے پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو بس پروردگار عالم پر ہے۔ مگر آہ! اکثر واعظین کا ذریعہ معاش ہی وعظ ہے۔ اسی بناء پر وہ مستمعین کو خوش کرنا اپنا فرض اہم و اقدم سمجھتے ہیں۔ تاکہ ان کے مداخل میں توسیع ہو۔ ان کے وعظ و تذکیر کا مایۂ ناز پیشینیوں کے افسانے اور مشرکوں کے توہمات و اباطیل ہوتے ہیں بعض واعظین زمانہ قدیم کے حکما کے قصص اور مسائل حکمت و فلسفہ

میں تضیع اوقات کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو غیر ضروری مسائل
اور غیر مسلم امور بیان کرتے ہیں تا کہ حضار مجلس سے خراج
تحسین و آفرین وصول کریں۔ خوب یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ ایسے
وعاظ وعظ کی ضرورت و علت غائی سے ناواقف محض ہیں۔ ہر واعظ
کا اہم اقدم فرض یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرے کہ سامعین میں
کس بات کی کمی ہے۔ کون سے امراض روحانی انہیں لاحق ہیں۔
اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے متعلق کن امور میں تغافل کرتے
ہیں۔ پھر ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کے لوگوں کو ان کی غلطیوں
پر اور نیز ان کے عواقب و نتائج پر بلا خوف لومۃ لائم مطلع و متنبہ
کرے۔ بلا شبہ جو واعظ موقع و محل کے اقتضا سے وعظ نہیں
کرتا۔ وہ عند اللہ قابل مواخذہ ہے۔ جس طرح واعظین میں
غلطیاں ہیں۔ اسی طرح مستمعین میں بھی ہیں۔ بعض لوگ
حقیقی واعظوں پر اس لئے ناراض ہوتے ہیں۔ کہ وہ اپنے وعظ
و تذکیر میں ذکر حسنات ترک کر کے محض سئیات پر کیوں زور
دیتے ہیں۔ اور ایک ہی عیب کا کیوں بار بار اعادہ کرتے ہیں
اس میں شبہ نہیں کہ سامعین کے اس قسم کے خیالات ان کی
جہالت پر مبنی ہوتے ہیں۔ غور کرو اگر ایک شخص کا سارا جسم
تندرست ہو مگر صرف ایک حصہ میں سقم ہو تو طبیب عضو سقیم
کا علاج کرے گا۔ اسی کی تشخیص کرے گا۔ اور اسی کی غور پرداخت
میں معروف ہوگا۔ یہی حال واعظ کا ہے۔ جو حقیقی معنوں میں
روحانی طبیب ہے۔ وہ سامعین کو جس روحانی مرض میں مبتلا
پائے اس کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح میں جد و جہد کا کوئی دقیقہ
اٹھا نہ رکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف لوگ آکر
ایک ہی سوال کرتے تھے۔ کہ یا حضرت سب سے بڑی نیکی کیا ہے
تو ہر ایک کو آپ الگ الگ جواب دیا کرتے تھے۔ کسی کو ہدایت
فرماتے تھے۔ کہ ماں باپ کی خدمت کرو۔ کسی کو انفاق فی
سبیل اللہ کا ارشاد فرماتے۔ ایک کو آپ نے اپنی زبان پکڑ کر
فرمایا کہ اس کو قابو رکھ۔ ایک کو مغلوب الغضب ہونے سے
ممانعت فرمائی۔ اس پر بعض صحابہ نے اعتراض کیا۔ کہ سوال
تو ایک تھا مختلف جواب کیوں دیئے گئے؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام امت
کے حکیم ہوتے ہیں۔ وہ جس شخص میں جس خلق کی کمزوری دیکھتے
ہیں اسی کی تکمیل و نگہداشت کی تاکید کرتے ہیں۔ یاد رہے
کہ لوگوں کی نیکی کرنے کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی تو
قوم اور برادری کے دباؤ سے نیک کام کرتا ہے۔ کوئی آبائی
تقلید اور رسم و رواج کی پابندی سے کوئی حکام کی خوشنودی
حاصل کرنے کے لئے دراصل ان سب ذرائع و اسباب میں
کوئی خوبی کی بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام
وہ بات بتلاتے ہیں۔ جس سے طبیعت تو مضائقہ کرے۔ اگر
شریعت اس کے کرنے کا حکم دے۔ پھر نفس پر زور دے
کہ وہ کام کرنا پڑے اور یہی عند اللہ موجب ثواب و برکت
ہوتا ہے۔ وعاظ اگر مطابق احکام قرآن حکیم و سنن انبیائے
کرام علیہم السلام وعظ تذکیر کریں تو ان کے مواعظ و نصائح
مثمر برکات ہو سکتے ہیں۔　　(نورالدین)

یاد دہانی۔ جن احباب کے ذمہ زر بدل واجب الادا ہے
وہ از رہ کرم بواپسی بھجوا کر مشکور کریں۔ تاخیر قومی جریدہ
کے ناقابل برداشت نقصان کا موجب ہو رہی ہے۔ علیحدہ
خطوط بھی لکھے گئے ہیں۔ توجہ فرمائیں۔

"منیجر"

السّیَرُ المحمّدیۃ والخصائص النبویۃ

افادۂ انام

اِذْ قَالَ مُوسٰی لِاَھْلِہٖ اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ مِنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِھَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ

(پ ۱۹ - النمل ع $\frac{1}{16}$)

اے پیغمبر! لوگوں کو وہ واقعہ یاد دلاؤ۔ جب موسیٰ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھ کو آگ سی دکھائی دی ہے۔ ذرا ٹھہرو تو میں وہاں سے تمہارے پاس رستہ کی کچھ خبر لاؤں یا ہو سکے تو ایک سُلگتا ہوا انگارا تمہارے پاس لے آؤں۔ تاکہ تم تاپو۔ سینکو۔ آرام پاؤ۔

غور کرو امراء وعظما خود کام کرنا کسرِ شان سمجھتے ہیں بلکہ عام دستور ہے۔ کہ اپنے رفقاء غربا ماتحتوں اور ادنیٰ درجہ و رتبہ کے لوگوں کو کام کے لئے بھیجتے ہیں۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام ہر مفید مشکل اور ضروری کام کا سرانجام اپنے ذمہ سمجھتے ہیں۔ ان کی زندگی کے مقاصد واغراض ہی یہ ہیں کہ ہر فرد بشر کو آرام پہنچائیں اسی بنا پر ان کو خود کام کرنے سے عار نہیں ہوتی جناب موسیٰ علیہ السلام سردی کے موسم میں رات کے وقت اثناء سفر میں رستہ سے ناآشنا ہیں۔ آگ سی نظر آتی ہے۔ ہمراہیوں کو نہیں کہا۔ کہ جاؤ وہاں سے آگ لاؤ کہ سینکیں۔ اور جو آدمی آگ جلا رہے ہیں ان سے رستہ بھی دریافت کر آؤ۔ یہ ایک ضروری ومفید کام تھا۔ پر مشکل بھی۔ خود کمر ہمت باندھی اور سرانجام دینے کیلئے روانہ ہوئے

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء سرورِ انبیاء ہیں۔ آپ کو ظاہری اور باطنی طور پر انتہائی درجہ کا ارتفاع حاصل ہے۔ آپ کا وجود باجود غیر مجسّم اور مقربین سے اعلیٰ واکمل ہے۔ آپ بادشاہ ہیں۔ پیغمبر ہیں سپہ سالار ہیں۔ آقا ہیں تاہم آپ کی مبارک زندگی میں اس قسم کے بیشمار واقعات وقوع پذیر ہوئے جن میں آپ نے خدام و رفقاء کو کام کے لئے ارشاد نہیں فرمایا۔ بلکہ خود اپنے ہاتھ سے کام انجام دیا۔ اور متعلقین کو آرام وراحت پہنچانے میں سابقت فرمائی۔ چند واقعات قارئین کرام کے رشد و ہدایت کے لئے ذیل میں درج ہیں۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت میں داخل تھا۔ کہ معمولی سے معمولی کاروبار میں بھی کسی کو تکلیف نہیں دیتے۔ بلکہ اپنے خادم کو اس کے کام میں مدد دیتے۔ گھر میں صفائی تک اپنے ہاتھ سے کر لیتے۔ بازار سے سودا سلف خود جاکر خرید لاتے۔ مویشی کو چارہ خود ڈالتے۔ اونٹ کو خود باندھتے اپنے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ اپنی جوتی خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑوں سے جوئیں خود دیکھتے۔ اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم چند صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ جنگل میں تھے۔ کھانا پکانے کے وقت تمام صحابہ پر کام تقسیم کر دیا۔ بالآخر فرمایا کہ اب اور سب کام تقسیم ہو گئے ہیں۔ صرف لکڑیاں کاٹ کر لانا باقی رہ گیا ہے۔ یہ کام میں خود کروں گا۔ میں لکڑیاں کاٹ کر لاؤں گا۔ اس سے سب لوگوں پر حالت حیرت واستعجاب طاری ہو گئی۔ کہ سب سے مشکل کام آپ نے اپنے لئے رکھا۔ کیسا پاک

نمونہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ کے پاس کوئی خادم نہ تھا۔ ابوطلحہ (حضرت انس کی ماں کے دوسرے خاوند تھے) نے میرا ہاتھ پکڑا اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انس فہیم و باتمیز لڑکا ہے آپ کی خدمت میں رہے گا۔ اور جو کچھ آپ ارشاد فرمائیں گے بجالائیگا۔ حضرت انس کہتے ہیں اس کے بعد میں سفر و حضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ نے دس برس کی مدت میں کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام ایسا کیوں کیا ہے؟ جب میں کوئی کام کر چکا اور جس کام کو میں نے نہیں کیا۔ اس کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ غور کرو۔ کیا کوئی فرد بشر اتنی نفس کشی پر قادر ہو سکتا ہے۔ آقا کو کسی نہ کسی وقت اپنے خدام پر غصہ آ ہی جاتا ہے۔ اور کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر بازپرس کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دس برس تک خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا۔ اس عرصہ میں کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُف تک نہ فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح حسن و جمال اور جود و سخا میں سب لوگوں سے ممتاز تھے۔ اسی طرح آپ اشجع الناس بھی تھے۔ چنانچہ اسی کتاب میں ہے کہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اہل مدینہ رات کے وقت ایک آواز سن کر ڈر گئے۔ کہ کہیں کوئی غنیم تو حملہ آور نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک سیٹھے گھوڑے پر سوار ہوئے اور یکہ و تنہا بنفس نفیس اس کو دوڑاتے ہوئے تفتیش و تحقیق کے لئے بستی سے باہر نکل گئے۔ لوگ بھی پیچھے پیچھے سوار ہو کر گھوڑے دوڑاتے چلے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر ننگی پیٹھ سوار ہیں اور تلوار لٹکائے ہوئے واپس تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں۔ غور کرو ایسے نازک وقت میں جبکہ رعایا و برایا کو دن رات دشمن کے حملے کا ڈر ہے۔ بادھڑک اپنی جان جوکھوں میں ڈالکر راعی کا دریافت حال کے لئے خود تشریف لے جانا اور رعایا کے کسی فرد کو تکلیف نہ دینا کمال شجاعت کی دلیل ہے۔ اور اس سے نتیجہ بھی نکلتا ہے۔ کہ اسلام کے اولین مقدس بادشاہ کو کافۂ انام کے آرام کا کس قدر خیال تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ہجرت کے چوتھے برس ابوسفیان مخالفین و معاندین اسلام کے بہت سے گروہوں کو بہکا کر مدینہ منورہ پر چڑھا لایا تھا۔ اسی بنا پر اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ کے مشورہ سے اس لڑائی میں مسلمانوں کی حفاظت کیلئے مدینہ کے گرداگرد خندق کھدوائی تھی۔ اسی وجہ سے اس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق کے کھودنے میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس بھی شریک رہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مذکور ہے۔ کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے اتنے میں ایک قطعہ زمین کا بہت سخت نکلا۔ جو کدال سے کھد نہ سکا لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ خندق میں ایک بڑا سخت قطعہ نکل آیا ہے۔ اب کیا کریں؟

فرمایا۔ ٹھہرو میں خود اترتا ہوں اور اس کو کھود دیتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے بھوک کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں پتھر بندھا تھا۔ اور ہم لوگوں نے بھی تین دن سے کھانے کی کوئی چیز چکھی تک نہ تھی۔ پھر آپ نے کدال ہاتھ میں لی۔ اور اس قطعہ پر ماری وہ بہتی پھسلتی ریت ہوگیا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ جنگ احزاب کے دن میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خندق کی مٹی ڈھو رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی پیٹھ کی کھال گرد میں چھپ گئی تھی۔ اور آپ کے سینۂ مبارک پر بال بہت تھے۔ آپ عبداللہ بن رواحہ کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہے تھے ؎

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا   وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا
اِنَّ الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا   وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

ایک دفعہ واشنگٹن گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کارزار میں افواج کی نگرانی کو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ چند مزدور ایک بڑا شہتیر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور جمعدار چپ چاپ پاس کھڑا ہے۔ واشنگٹن نے کہا تم کیوں نہیں مدد دیتے؟ اس نے جواب دیا۔ جناب میں جمعدار ہوں۔ واشنگٹن نے گھوڑے سے اتر کر خود مدد دی۔ اور جب شہتیر اٹھایا جا چکا تو جمعدار سے کہا۔ کہ جمعدار صاحب جب کبھی تمہیں کوئی ایسا مشکل کام درپیش آئے اور اس کے انجام دینے کے واسطے تمہارے پاس کافی مزدور نہ ہوں تو اپنے سپہ سالار واشنگٹن کو بلا بھیجنا۔ میں فوراً آپ کی امداد کے لئے حاضر ہوں گا۔ بلا شبہ واشنگٹن کا طریق عمل سزاوار تحسین وآفریں ہے۔ مگر اسلام کے اولین مقدس بادشاہ اور سپہ سالار وقتاً فوقتاً افواج کی نگرانی کے لئے اپنے دور و دراز فاصلہ پر نصب کئے ہوئے خیمہ سے میدان کارزار میں تشریف نہیں لاتے۔ اور نہ بیسیوں میلوں سے حرب و ضرب کے احکام و ہدایات نافذ فرماتے ہیں۔ بلکہ افواج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر فرائض سپہ سالاری بھی بجا لاتے ہیں۔ اور ہر وقت سپاہیوں میں بھی موجود رہتے ہیں۔ اور عامی سپاہیوں اور بیلداروں کی طرح خندق کا سخت ترین قطعہ خود کھودتے ہیں۔ خود مٹی ڈھوتے ہیں۔ اس حالت میں جبکہ فاقہ کشی سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ کیا اوراق تاریخ عالم میں اس کی مثال مل سکتی ہے؟ حاشا و کلا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

آیۂ مجیدہ مرقومہ بالا کا مفاد یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام مفید ضروری اور مشکل کام خود کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو آرام پہنچاتے ہیں۔ حضرت سرور انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا خدام کی موجودگی میں ان کی خدمات سے مستغنی تھے۔ گھر کے کام کاج خود انجام دیتے تھے۔ بحیثیت راعی کے شب و روز رعایا کا آرام پیش نظر رکھتے تھے۔ مواقع خوف و خطر پر بنفس نفیس موجود ہونے اور اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے سے دریغ نہ فرماتے تھے۔ افواج کی کمان ہاتھ میں لے کر ایک سپاہی اور بیلدار کے مشکل سے مشکل فرائض خود انجام دیتے تھے۔ احباب و اصحاب پر استقدر لطف و کرم مرعی فرماتے تھے کہ جنگل سے لکڑیاں تک خود کاٹ کر لانے کے لئے آمادہ و مستعد تھے۔ الغرض اپنی زندگی کے مختلف شعبوں میں مختلف فرائض منصبی ادا کرنے کے ساتھ ہر وقت یہی خیال مدنظر رکھتے تھے کہ دوسروں کو آرام پہنچائیں۔

پیروان اسلام کے لئے یہ امر قابل غور اور لائق تقلید ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

(نورالدین)

حکمت و موعظت

زیرک کون ہے اور احمق کون؟

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ زیرک وہ شخص ہے۔ جو اپنا حساب کیا کرے۔ اور موت کو دیکھتا رہے اور احمق وہ شخص ہے جو خواہش نفس کی پیروی کرے۔ اور مغرور رہے اور سمجھے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ مجھ سے درگذر کرے گا۔

وظیفہ کشائش رزق

ایک اہل اللہ اپنے معتقدین ومتبعین کو کشائش رزق کے لئے وظیفہ بتایا کرتے تھے۔ من یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب (پ ۲۸ س الطلاق ع ۱/۱۷) اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہے گا۔ خدا اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیگا۔ اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائیگا۔ جدھر سے اس کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ غور کرو یہ وظیفہ صرف رٹنے کیلئے نہیں۔ بلکہ عمل کرنے کیلئے ہے۔ بلاشبہ اس وظیفہ میں یہی نکتہ ہے کہ متقی بن جاؤ۔ ذات مطلق پر یقین ہو جانے سے تنگی دیکھ کر بجائے یاس واندوہ کا مقام نہیں رہے گا [illegible] کی پرواہ نہیں کیجاتی بلکہ ان سب چیزوں کا [illegible] ہے۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللّٰہ

تفویض امور الی اللّٰہ

ایک اہل اللہ بڑے مہمان نواز تھے۔ ایک دفعہ ان کے ہاں ایک مہمان آیا۔ آپ کے گھر میں اس وقت کوئی چیز کھانے پینے کی موجود نہ تھی۔ شام کی نماز کا وقت قریب تھا۔ پاس ایک حبہ نہ تھا۔ کہ بازار سے ہی کچھ خرید لائیں۔ اور سامان اکل وشرب مہیا کریں۔ مہمان سے کہا کہ آپ ذرا لیٹ جائیں۔ میں آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے دعا کی طرف توجہ کی۔ اور نہایت خشوع وخضوع سے کہا کہ افوض امری الی اللّٰہ ان اللّٰہ بصیر بالعباد (پ ۲۴ س المومن ع ۹/۵) میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللّٰہ اپنے بندوں کا نگران حال ہے۔ میرے مولیٰ! یہ تیرا ہی مہمان ہے معاً ایک آدمی نے آواز دی۔ اور ایک قاب پلاؤ کا حاضر کیا۔ اور کہا۔ کہ جلدی لیجئے میرے ہاتھ جل گئے۔ اللہ والے شکل پیش آنے پر اللّٰہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو کامل یقین ہوتا ہے کہ۔ ان ربی قریب مجیب (پ ۱۲ س ہود۔ ع ۶) بے شک میرا پروردگار ہر ایک کے پاس ہے۔ سب کی سنتا اور دعا قبول کرتا ہے۔

عقاب کبر ونخوت

حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کے جسم کی برابر آدمی کی صورت میں اٹھیں گے۔ اور تمام مخلوقات کی روندن میں آئیں گے۔ تاکہ سب مخلوقات میں انکی تذلیل وتحقیر ہو۔ یہ جزاءً وفاقاً ہے۔ کامل جزا وسزا کا وقت تو یوم القیامت ہے۔ مگر ظلی طور پر جزا وسزا کے اظلال وآثار اس دنیا میں بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ قانون ردعمل یا جزاءً وفاقاً دنیا میں جاری وساری ہے۔ یعنی جس قسم کے اعمال کسی شخص سے سرزد ہوتے ہیں۔ قدرت ان پر اسی قسم کے نتائج مترتب کرتی ہے جو شخص ناجائز لذت حاصل کرنا چاہتا ہے قدرت اس کو جائز لذت سے محروم کر دیتی ہے۔ چور حصول

زر کے لئے چوری کرتا ہے۔ قدرت اس کو ہمیشہ مفلس و قلاش رکھتی ہے متکبر آدمی شیوۂ کبر و نخوت اختیار کرتا ہے۔ کہ لوگ اس کا اعزاز و اکرام کریں۔ مگر قدرت اس کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار کر دیتی ہے۔ اور وہ اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی اس کی تذلیل و تحقیر ہو گی۔ جیسا کہ حدیث شریف مندرجہ بالا میں وارد ہے۔ اسی بارہ میں قرآن مجید فرماتا ہے

ویوم یعرض الذین کفروا علی النار اذھبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق بما کنتم تفسقون (پ ۲۶ - س الاحقاف - ع ۲) اور قیامت کے دن جب کافر دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے۔ تو ان سے کہا جائیگا کہ تم اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے حصے کے مزے اڑا چکے اور ان سے خاطر خواہ فائدہ بھی اٹھا چکے ہو۔ تو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم ناحق ناروا زمین میں اکڑا کرتے تھے۔ اور یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ میں چھپن کبیرہ گناہوں کو لکھا ہے۔ اور ایک جگہ یہ بتایا ہے۔ کہ قلب کے دل سے جو آخری گناہ نکلتا ہے سو وہ کبر ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

آداب احتساب

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو دُرّے مار رہے تھے۔ اس نا ہنجار بد کردار نے آپ کو سب و شتم کیا آپ نے معاً مارنا موقوف کیا۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ نے مارنا کیوں موقوف کیا۔ فرمایا کہ اب تک میں اس کو خدا کے واسطے مار رہا تھا۔ اب جو اس نے مجھے گالی دی۔ تو مجھے غصہ آیا۔ پس اس کے بعد میرا مارنا غصہ کی وجہ سے ہوتا۔ تاکہ حق تعالیٰ کے واسطے۔ غور کرو آداب احتساب میں امر اہم و اقدم یہ ہے۔ کہ محتسب صابر و حلیم ہو تاکہ ضبط نفس اور رنج سہنے پر قادر ہو۔

لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کیں۔ جن کو خداوند تعالیٰ نے متبعین کی ہدایت کے لئے قرآن حکیم میں بیان فرمایا ہے۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔

وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابك (پ ۲۱ - س لقمان - ع ۱۱/۲) اور لوگوں کو اچھے کاموں کے کرنے کی نصیحت کیا کر۔ اور برے کاموں سے منع کیا کر۔ اور تجھ پر جیسی پڑے صبر جمیل۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ احتساب نہ کرے مگر وہ شخص جو جس کام میں امر یا نہی کرتا ہے۔ اس کا عالم ہو۔ اور اس میں حلیم ہو اور اس میں نرمی کرنے والا ہو۔

(نور الدین تاجر چرم)

حسن سلوک کا اجر و ثواب

قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۝ (پارہ ۲ سورۂ بقرہ رکوع ۲۶)

(ترجمہ) (اے رسول) کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو تو اول ماں باپ اور رشتہ داروں کو۔ اور بعد ازاں یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو۔ اور تم جو کچھ بھی نیکی کرو گے تو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔

—•—

شذرات

حضور نظام کی کریم النفسی

ہندوستان کی سینکڑوں دیسی ریاستوں میں فیاضی کرم گستری، معارف نوازی و حق پژوہی میں دولت آصفیہ کو خصوصی وامتیازی درجہ حاصل ہے۔ آپ کے بذل و بخشش اطراف واکناف کے علمی، مذہبی اور اصلاحی و اقتصادی ادارے جسقدر مستفیض ہو رہے ہیں اس کی تفصیل سے زبان قلم قاصر ہے۔ جہاں بھی کوئی مفید خلائق ادارہ قائم ہوا۔ اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ شہریار دکن و برار کے تلطفات و تفقدات شاہانہ اس کے شامل حال ہو جاتے ہیں۔ جس کے صدقہ میں وہ ادارہ برسوں کا کام دنوں میں انجام دے کر اپنے مجوزہ مقاصد کی بوجہ احسن تکمیل کے قابل ہو جاتا ہے۔ حال ہی میں جہاں پناہ ادام اللہ اقبالہٗ واجلالہٗ کی حکومت نے بنگلور کی "انڈین اکیڈمی آف سائنس" کیلئے ایک ہزار روپیہ سالانہ کی گرانقدر رقم منظور فرمائی ہے۔ جو سردست تین سال تک جاری رہے گی۔ ایک ہزار روپیہ سالانہ کی اس امداد سے کارپردازان اکیڈمی کی جو حوصلہ افزائی ہوئی وہ یقیناً انہیں بہت جلد فائز المرامی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچانے میں دست و بازو کا کام دے گی۔ سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس کی سرکار کی طرف سے مفید خلائق اداروں کی لاکھوں نہیں کروڑوں روپے کی سالانہ امداد کی جاتی ہے۔ اور ہنوز ھل من مزید کی صدا بلند اور دست تعاون دراز ہے۔ اللھم زد فزد

جنگی حمایت

سرکار دکن و برار دولت برطانیہ کی فتح و ظفر کے لئے فوج اور سامان جنگ کے علاوہ جس قدر مالی امداد فرما رہے ہیں اس کی اجمالی کیفیت ان صفحات میں بارہا شائع ہو چکی ہے۔ نقدی کی امداد کروڑوں پونڈوں تک پہنچتی ہے۔ حال ہی میں حضور نے بیس لاکھ روپے کی بیش بہا رقم بدیں غرض وائسرائے ہند کو ارسال فرمائی ہے کہ اس سے دشمن کی آبدوزوں کو تباہ کرنے کیلئے ایک جہاز تیار کیا جائے جس کا نام "حیدرآباد" رکھا جائے گا۔ وائسرائے ہند نے آپ کے اس عطیہ پر بالفاظ ذیل اظہار تشکر کیا ہے۔

"میں نے آپ کی ۲۰ لاکھ روپے کی بیش بہا پیشکش فوراً حکومت برطانیہ کو تار کے ذریعے بھجوا دی ہے اور میں ملک معظم کو بھی بھیج رہا ہوں۔ جونہی مجھے کوئی جواب ملیگا۔ آپ کو اطلاع دونگا ——— دریں اثنا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو یہ یقین دلا دوں کہ آپ کے اور حیدرآباد کے پہلے بیش بہا تحائف کے ساتھ امداد کی اس نہایت عملی پیشکش کو جو ہمارے متحدہ مقصد کو حاصل کرنے کیلئے کی گئی ہے۔ دولت مشترکہ برطانیہ کے تمام رہنے والے اور ان کے اتحادی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ میں اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ حیدرآباد کی فیاضی سے مشترک مقصد کے حصول میں ہندوستان کی مساعی میں اتنا گرانقدر اضافہ ہو گیا ہے"

اعلیٰحضرت کی یہ امداد انشاء اللہ تعالیٰ فائز المرامی کا موجب ہوگی امید ہے کہ حکومت برطانیہ اپنے یار وفادار کی ان بے لوث خدمات عملاً قدر کرکے اپنی حق پژوہی کا ثبوت دیگی۔

شاندار روایات

دولت آصفیہ کی رعایا پروری رواداری اور عدل گستری و انصاف شعاری کسی صراحت و وضاحت کی محتاج نہیں۔ مسلم و غیر مسلم رعایا اپنے حال میں خوش ہے مذہبی آزادی حاصل ہے اور رعیت بلا تمیز مذہب و ملت حکومت کے عدل و انصاف کی معترف ہے۔ عدل و انصاف کی شاندار روایات ریاست میں بدستور قائم ہیں اور عمال حکومت اپنے تاجدار کے تتبع میں ان روایات کو قائم رکھنے میں پیش پیش ہیں۔

سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدرآباد نے جب سے ریاست حیدرآباد کی وزارت عظمیٰ سنبھالی ہے۔ اس وقت سے لے کر آج پہلی مرتبہ آپ نے یکم اپریل کو ہائی کورٹ کا معائنہ کیا چیف جسٹس نے اپنی تقریر میں سر اکبر حیدری کا خیر مقدم کیا۔ اور ان ترقیوں کی طرف اشارہ کیا۔ جو ریاست نے ان کے عہد وزارت میں کی ہیں۔ سر اکبر حیدری نے اپنی جوابی تقریر میں عدل و انصاف کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ عدل کو اجتماعی زندگی میں بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی ملک میں امن اور حفاظت کا سب سے بڑا ضامن محکمہ عدل و انصاف ہے۔ اگزیکٹو اور محکمہ انصاف کی ایک دوسرے سے علیحدگی کا ذکر کرتے ہوئے سر اکبر حیدری نے فرمایا۔ کہ حکومت نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے۔ آپ نے موجودہ وزیر انصاف مسٹر سید عبد العزیز کو خراج تحسین ادا کیا اپنی تقریر کے اختتام پر سر اکبر حیدری نے فرمایا۔ کہ ریاست حیدرآباد کی امتیازی روایات میں یہاں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر ایک سے انصاف ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ خدائے تبارک ان شاندار روایات کو قائم رکھنے کی بیش از بیش توفیق عطا کرے۔ حکومت اور سرتاج حکومت کو اپنے حفظ امان میں رکھے۔ آمین!

صنعتی ترقی

حیدرآباد دکن۔ ۲۴ مارچ۔ حضور نظام کی حکومت نے صنعتی ترقی کے لئے ایک بڑی وسیع سکیم تیار کی ہے۔ حکومت کے پیش نظر وہ تمام مواقع ہیں جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ اور جن سے فائدہ اٹھا کر ملکی صنعت کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس سکیم کے ماتحت حیدرآباد کے کئی سول افسروں کو برطانوی ہند کے صنعتی مراکز میں بھیجا جا رہا ہے۔ یہ افسر برطانوی ہند میں مناسب تربیت حاصل کرنے کے بعد ریاست کے صنعتی محکمہ میں کام کریں گے۔ ریاست میں کئی نئی صنعتیں جاری کرنے کی تجاویز زیر غور ہیں۔ شیشے کے کارخانے کھولنے کا تو فیصلہ ہی ہو چکا ہے۔ دوسری تجاویز کو بھی بہت جلد ہی عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

مسٹر ساورکر کا اعلان

ہندو مہاسبھا کانگرس کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کانگرس قوم پرستی کا ڈھونگ رچائے ہوئے اور مہاسبھا علانیہ مسلمانوں کی مخالفت کر رہی ہے۔ نصب العین دونوں کا ایک ہی ہے۔ "پاکستان" کے معاملے میں یہ راز افشا ہو گیا ہے کہ کانگرس اور مہاسبھا کی منزل ایک ہی ہے۔ جس طرح مسٹر گاندھی "پاکستان" کے نام سے سٹ پٹا رہے ہیں اسی طرح مسٹر ساورکر بھی آتش زیر پا ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا جانے کیا ہو گیا ہے ہر وہ بات جس سے مسلمانوں کا کچھ فائدہ ہو خواہ اس میں ہندو کا کوئی نقصان نہ ہو اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ "پاکستان" کی طرف ایک نگاہ ڈالئے۔ اس میں مسلمانوں کا بحیثیت ملت کے بہت فائدہ ہے اور لطف یہ ہے کہ اس میں ہندو کا کوئی نقصان نہیں۔ لیکن اس کے باوجود

مسٹر ساورکر ہو یا مسٹر گاندھی دونوں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مخالفت کر رہے ہیں کس قدر لطف انگیز بات ہے کہ قوم پرستی کے سلسلے میں دونوں کے راستے جدا جدا ہیں۔ مسلمانوں کو فریب دینے کیلئے دونوں ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن جہاں "پاکستان" کا مسئلہ ان کے سامنے آیا اور انہیں اس بات کا احساس ہوگیا۔ کہ اس میں تو سراسر مسلمان کو فائدہ ہوگا۔ اور ہندوستان میں بحیثیت قوم ان کا سر بلند ہو جائیگا تو دونوں ایک سٹیج پر جمع ہوگئے۔ یہاں تک کہ مسٹر ساورکر تو اب کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر وائسرائے نے "پاکستان" کے سلسلے میں کوئی جواب نہ دیا۔ تو ہندو مہاسبھا براہِ راست کوئی قدم اٹھائے گی۔ یہ ہے ہندو قوم کی ذہنیت حکومت برطانیہ کو یہ دھمکیاں محض اس لئے دی جا رہی ہیں۔ کہ کہیں وہ مسلمان بہرہ مند نہ ہو جائیں جو مسلمان اکثریت والے صوبوں میں رہتے ہیں۔

مسٹر گاندھی کو چاہیئے کہ وہ بھی ساورکر کی حمایت میں ایک اعلان کردیں تاکہ قوم پرستی کے فرض میں کوئی کمی بھی باقی نہ رہ جائے۔

ڈاکٹر مونجے اور ہندو

ایک طرف کانگرس اہنسا، ہندو مسلم اتحاد اور چرخے پر زور دے رہی ہے۔ دوسری طرف ڈاکٹر مونجے کہہ رہے ہیں۔ کہ اہنسا ہندو مسلم اتحاد اور چرخے کی تحریکیں بالکل فضول ہیں اور آپ نے کانگرسی وزارتوں کی مثال دی کہ جب وزارتیں قائم ہوئی تھیں اس وقت یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ وہ عدم تشدد پر کاربند رہیں گے لیکن انہیں پولیس اور ملٹری کا استعمال کرنا پڑا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عدم تشدد محض ایک ڈھونگ ہے۔ اور اس پر کبھی عمل نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے ہندوؤں کو تلقین کی۔ کہ وہ فوج میں بھرتی ہوں۔ کانگرس بھی ہندوؤں کی جماعت ہے۔ اور ہندو مہاسبھا بھی مسٹر گاندھی کانگرس کے لیڈر ہیں۔ اور ڈاکٹر مونجے ہندو مہاسبھا کے دونوں ہندو ہیں۔ اور بظاہر ہندوؤں کیلئے الگ الگ راستے تجویز کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ "درون خانہ" دونوں کا نصب العین ایک ہے مقصد براری کے لئے دونوں نے اپنے راستے الگ الگ بنا لئے ہیں۔ ایک نے "قوم پرستی" کا پروگرام بنا لیا ہے۔ اور دوسرے نے ہندو قوم کو ابھارنے کا مقصد یہ ہے کہ ساتھ ہی ساتھ ہندو قوم کی تعمیر کا کام بھی ہوتا رہا۔ اور چند مسلمانوں اور دوسری قوموں کو گمراہ کرنے کا اعلیٰ لیڈروں نے کانگرس کی اس چال کو سمجھ لیا اور وہ لوگ اپنی قوم کے لئے تعمیری پروگرام بنا رہے ہیں۔ حیرت ہے ان چند مسلمانوں پر جو ابھی تک کانگرس کے اس پروپیگنڈے کی تہ تک نہیں پہنچے ہندو اپنی قوم کو سنوارنے کے لئے کیا کیا چالیں چلتا ہے۔ کاش وہ ڈاکٹر مونجے کو دیکھ کر ہی کسی نتیجے پر پہنچ سکتے۔

مولانا سندھی

مولانا عبید اللہ سندھی ان کانگرسی مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے کانگرس کیلئے بیشمار قربانیاں کیں۔ اور کانگرس کے نصب العین کو بلند کرنے کیلئے بسا اوقات مسلمانوں کے مفاد کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ ایک مدت تک حسن ظن رکھنے کے بعد مولانا کو کانگرس کے راز دروں کا علم ہو چکا ہے۔ اور یہ جان چکے ہیں کہ کانگرس کی سازش کا مقصد کیا ہے۔ آپ نے اپنے تازہ ترین بیان میں کہا ہے کہ مسٹر گاندھی ہندوستان میں ہندوؤں کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سلسلے میں مولانا کو بعض سازشوں کا علم ہو چکا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کو خواہ وہ کانگرس میں ہو یا اس سے

باہر اس سازش کا علم نہیں۔ ممکن ہے مولانا کے پاس اس بات کے بین ثبوت بھی موجود ہوں۔ اس وقت مسلم لیگ اس حد تک تو کانگرس کی سازش بے نقاب کر چکی ہے کہ وہ ہندوستان میں ہندو حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔ مولانا نے یہ بھی کہا ہے۔ "میں اگرچہ کانگرسی ہوں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ کانگرس کا موجودہ ستیہ گرہ ہمیں کسی طرف بھی نہیں لے جائیگا۔ ایک قوم پرست مسلمان کی زبان سے ایسے الفاظ مسلم لیگ کی کامیابی کا پیش خیمہ ہیں۔ بہرصورت ہم مولانا کی خدمت میں ادب سے گذارش کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک مدت تک کانگرس نواز رہنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ جس کا ہم بارہا اعادہ کر چکے ہیں۔ اس وقت انہیں چاہیئے۔ کہ کانگرس کی ان سازشوں کو بے نقاب کریں جو ہندو حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگرسی لیڈروں کے سینوں میں پرورش پا رہی ہیں۔ تاکہ دوسرے کانگرسی مسلمانوں کو بھی اس سے عبرت حاصل ہو۔ آخر میں مولانا عبید اللہ سندھی نے کہا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مسائل کا واحد علاج ہندوستان کی تقسیم ہے۔ مولانا لاہور ریزولیوشن کی تقسیم سے متفق نہیں وہ کسی اور طرح کی تقسیم چاہتے ہیں لیکن طبقاتی تقسیم ہی لاہور ریزولیوشن کی جان ہے۔ اور مولانا عبید اللہ سندھی جیسے بیدار مغز کانگرسی مسلمان اس کی تائید کر رہے ہیں۔

مدراس میں مسلم لیگ کی کامیابی

مدراس ایک کانگرسی صوبہ ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی دس فیصدی سے زیادہ نہ ہوگی۔ لیکن امسال آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں جس شان و شوکت سے مسٹر جناح کا استقبال کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کانگرسی صوبوں کے مسلمان مسلم لیگ پر جان چھڑکتے ہیں۔ مسلم لیگ کا نصب العین پاکستان ہے اور یقیناً یہ صرف ان صوبوں کو بام عروج پر پہنچانے کے لئے ہے۔ جن میں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ لیکن مدراس کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کے اجلاس کو جس طرح کامیاب بنایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو اکثریت کے صوبوں کے مسلمان بھی اس اسکیم کو کسقدر جلد عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں اگر برادران وطن ٹھنڈے دل سے غور کریں تو انہیں محسوس ہوگا کہ پاکستان یا لاہور ریزولیوشن کس قدر جامع چیز ہے۔ اور مسلمانان ہند کی ایک ہی آواز ہے مدراس کے مسلمانوں کے جوش و خروش نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستان میں ایک بھی مسلمان ایسا نہیں جو پاکستان کی مخالفت کیلئے ہندو کا آلہ کار بن سکے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ اس اجلاس میں جسٹس پارٹی کے لیڈر۔ غیر برہمن اور متعدد دوسرے ہندو شامل ہوئے۔ اور انہوں نے مسلم لیگ کے اجلاس کا پوری طرح خیر مقدم کیا۔ جس طرح لاہور کا اجلاس مسلمانوں کی موجودہ تاریخ میں ایک سنگ میل تھا۔ اسی طرح مدراس کا اجلاس اپنے اندر ایک خاص جاذبیت رکھتا ہے۔ جسے مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

گناہ

——— کا سرزد ہونا انسان کی خصلت ہے۔ لیکن گناہ ——— ہی میں زندگی بسر کرنا شیطان کا خاصہ " گناہ ——— پر متاسف ہونا اور ندامت سے آنسو بہانا خدا کے بندوں کا کام ہے اور ——— معاف کرنا صرف خدا کا کام ہے۔

افکار و آراء

جدید الشیوع قریشیوں کا حشر

یادش بخیر، مراسیوں اور قصابوں نے قرشیت کے لئے لاکھ سر مارا۔ شور و شیون سے پنجاب و سرحد اور کشمیر و پونچھ کی فضا مکدر کرنے کی سعی کی۔ سبھائیں رچائیں، چوورقیاں جاری کیں۔ جرائد و رسائل میں اپنی شرافت و نجابت کے ثبوت پیش کئے گورنر پنجاب کی بارگاہ میں گڑگڑائے۔ عدالتی کارروائیاں کیں۔ لیکن شومئے قسمت نے دامن نہ چھوڑا۔ ان کی دردمندانہ چیخ و پکار سے نہ سرکار پسیجی اور نہ عوام متاثر ہوئے۔ لوگ ان کے ادعائے باطلہ پر ہنستے ہیں استہزاء کرتے ہیں۔ برسوں کی محنتیں اکارت گئیں۔ شرافت و نجابت کی تلاش میں نکلے تھے۔ رذالت و ندامت گلے پڑ گئی۔ آہ

> وہ جہاں میں جہاں جہاں پہنچے
> گردشِ آسماں بھی ساتھ گئی

پچھلے دنوں قصاب القریش کے قائد اعظم کسی تقریب سے امرتسر براجمان ہوئے۔ قصاب برادری اس روز پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں کے مصداق تھی۔ کسی نے ان خلاف معمول حرکات کا سبب دریافت کیا۔ تو ایک قصاب القریش نے فرمایا کہ میاں صاحب یوپی سے ہمارے وہ بڑے قریشی جی آئے ہیں کہا کہ میاں قصائی انہیں تو لوگ "بوچڑ" کہتے ہیں۔ وہ کب سے قریشی ہیں؟ قصاب القریش کے منہ میں جھاگ آگئی۔ اور نتھنے پھلا کر بولے واہ، وہ تو بڑے امیر کبیر ہیں۔ رئیس ہیں اس نے کہا۔ یہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن یہ قرشیت کا ثبوت نہیں میاں قصاب القریش پھر غصہ میں بھر گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ دہلی کی جامع مسجد انہوں نے واگذار کرائی۔ قوم کو جگایا۔ مجسٹریٹی کرتے رہے۔ اتنا بڑا آدمی ہو کر بھی قریشی نہیں۔ تو جاؤ بھائی تمہاری تو عقل پر پردے پڑے ہیں۔" قصاب القریش" کے قائد صاحب تو ایک دن ٹھہر کر واپس چلے گئے۔ لیکن عوام میں انکی قرشیت پر آج تک مزے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

لائلپور میں ایک مراسی شاعری کی ٹانگ توڑنے کیلئے خلیق تخلص کرتے ہیں اور بڑے فخر کے ساتھ قریشی کہلاتے ہیں روزنامہ احسان "نے آپ کی قرشیت کے متعلق ۱۰ اپریل کے "مطائبات" میں جو سطور سپرد قلم کی ہیں۔ وہ خالی از دلچسپی نہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ :-

ہمارے ایک دوست حضرت خلیق قریشی لائلپور کے اچھے شاعروں میں سے ہیں۔ معلوم نہیں کہ وہ مشاعرے میں ترنم سے پڑھتے ہیں یا نہیں لیکن انہوں نے موجودہ زمانہ کی ستم ظریفی کا جس رنگ میں گلہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور ترنم سے شعر پڑھکر در و دیوار کو ہلا دیتے ہوں گے۔ آپ چشم بد دور "مراثی" ہیں۔ قارئین کو اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ کہ لفظ میراثی ہے یا مراسی جو کچھ بھی ہے بندہ آپ کے سامنے ہے۔ بندے سے مراد جناب خلیق قریشی ہے۔ انہوں نے بڑے دکھے ہوئے دل سے یہ "اسیس" دی ہے۔ کہ آج کل اکثر اخبارات لطیفوں میں میراثیوں کا ذکر کرتے ہیں جس

سے میراثی قوم کو بےحد صدمہ پہنچتا ہے۔

ہمارے دوست غالباً آل انڈیا قریشی کانفرنس کے سیکرٹری بھی ہیں۔ اس لئے انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ ان اخبار نویسوں کے خلاف احتجاج کریں۔ جو لطیفوں میں میراثی قوم کی تحقیر کرتے ہیں۔ خلیق صاحب کا خیال ہے کہ جسقدر بھی لطیفے بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کو میراثیوں سے کوئی تعلق نہیں جہانتک ہمیں یاد پڑتا ہے۔ میراثی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں بھی "پنج ہزاری" تھے۔ اور دربار کی محفل کو ہر وقت رنگین بنائے رکھتے تھے۔ ان کے لطیفے تو آج تک مشہور ہیں۔ خیر راقم الحروف کو اس سے کوئی جھگڑا نہیں۔ اگر خلیق صاحب یہ کہتے ہیں کہ میراثی نے کبھی بھی لطیفہ بازی نہیں کی یا وہ حاضر جواب نہیں ہوتے تو ہمیں وہی تسلیم کر لینا چاہئے۔ اگر خلیق صاحب برا نہ مانیں تو دوسرے کو ہنسانا یا حاضر جوابی تو آج کل سب سے بڑا فن سمجھا جاتا ہے۔ راقم الحروف کا پیشہ بھی یہی ہے۔ لیکن شاید چونکہ بندہ حضرت خلیق قریشی کا بھائی بند نہیں ہے اس لئے ہنسانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بہرصورت ہمارے معدوحیت کو جو صدمہ ہوا ہے۔ اس پر ہمیں دلی ہمدردی ہے اور راقم الحروف تو ان "معصوم" لوگوں کے جذبات پر اب کبھی نہیں کھیلے گا۔ اور بندہ تو پہلے بھی نہیں کھیلا کرتا تھا۔

خلیق صاحب نے ساتھ ہی ساتھ اپنی انجمن جسے جمعیت القریش کہتے ہیں سے شکایت کی ہے۔ کہ یہ انجمن لاہور میں ہوئی تھی۔ بڑی دھواں دھار تقریریں ہوئی تھیں۔ اور اس وقت سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ لہذا وہ آنت

اس جمعیت میں پھر سے روح پھونکئے۔ میراثی بھائی سب توجہ کریں۔ ان کی زندہ دلی مشہور ہے۔ اگر وہی اس طرح بےحس ہو گئے۔ تو دنیا کیا کہے گی۔ خیر یہ تو ان کا انتظامی معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں راقم الحروف کا ایک مشورہ ہے کہ وہ اس جمعیت کے ایک ہنگامہ خیز اجلاس میں یہ قرارداد بھی منظور کر دیں۔ کہ آئندہ کوئی اخبار نویس "غمیدوں" سے مذاق نہ کیا کرے۔

یہ ہے جدید الشیوع قریشیوں کے دعوے کی عوام کی نظر میں حقیقت اور یہ ہے ان کے ادعائے باطلہ کا حشر۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

رازی

اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کے قریں ذات یا قوم موجب فلاح نہیں، بلکہ محض جان پہچان اور شعوب و تعارف کا ایک ذریعہ ہے اور بس، جعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ نجات اور دینی و دنیوی فلاح و عزت کا راز تقا و پرہیزگاری میں مضمر ہے اور یہی وہ چیز ہے جو خدا تعالیٰ و رسول کو پسند ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ پھر نہیں معلوم نہیں کہ ان مراثیوں اور قصابوں کو کیا ہو گیا ہے بلکہ جنون کی اصلیت و حقیقت سے بے خبر اپنے آپ کو زبردستی قریشی بننے کے لئے اتنے بےتاب ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے اس فعل پر نفرین کرتی ہے۔ خدا و رسول صلعم کے احکام سے منہ پھیر کر گناہ بےلذت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور وہ دیگر اقوام میں مدغم و مخلوط ہونے کی بجائے نیک اعمال سے برگزیدہ بننے کی سعی سے عند اللہ ماجور ہوں۔

تذکرۃ العاشقین

دریائے دجلہ کے دو دل والے

علامہ بہاؤالدین احمد کی کتاب "کشکول" میں ایک نہایت ہی دلگداز روایت عشق پائی جاتی ہے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں:—

محمد بن اسحاق موصلی جس زمانہ میں وزیر اور حاکم عراقین تھا۔ اپنے خدم وحشم کے ساتھ سامرہ سے بغداد کی طرف جا رہا تھا۔ قافلہ حرافہ نامی ایک منزل میں پہنچا۔ اس وقت دجلہ میں طغیانی تھی۔ وزیر نے قافلہ کو ایک ایسے مقام پر فروکش ہونے کا حکم دیا۔ جہاں سے دجلہ قریب ہو۔ ایک طرف وزیر کی مغنیہ لونڈیاں اتریں۔ دوسری طرف وزیر اور اس کے رفقاء وخدام اترے۔ بیچ میں پردہ پڑ گیا۔ وزیر نے محفل شراب بپا کی۔ اور لونڈیوں کو حکم دیا کہ پردہ کے اندر سے گانا بجانا شروع کر دیں۔ ایک لونڈی گا چکی تو دوسری نے "پردۂ عشاق" میں گانا شروع کیا۔ جس کا فارسی ترجمہ یہ ہے:—

مرا افسوس آید رحم وشفقت — بحال عاشق معشوق جانی
کہ ایشاں را مغنی نیست در عشق — بغیر از فرقت و درد نہانی

اور چند والہانہ شکوہ سنجی درد کے بعد یہ اشعار گانے لگی۔

چوں بشنید ایں سخن آں شخص گفتا — بکن کشف ایں راز نہانی
چہ باید کرد شاں گفت اینکہ آنکہ — بدریا شد فرو بے خوف جانی

یہ کہتی ہوئی اس نے پردہ اٹھایا۔ لوگوں کی نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ بدلی سے چاند نکل آیا۔ اور بے خوف وخطر اس نے خود کو دریائے دجلہ کی موجوں کے حوالے کر دیا۔ یہ حال دیکھتا تھا۔ کہ ایک رومی غلام نے جو حسن وجمال میں یگانہ تھا اور جس کے چہرہ سے وجاہت وعظمت ٹپکتی تھی۔ اور پنکھا لئے وزیر کے سرہانے کھڑا تھا۔ پنکھے کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ اور فوراً اس مبتلائے فراق لونڈی کے عقب میں دریائے دجلہ کے اندر کود پڑا۔ وزیر نے بڑی کوشش کی کہ ان دو مریضان عشق کو ملاحوں اور غوطہ خوروں کے ذریعہ بچائے لیکن ممکن نہ ہوا۔ غالب نے شاید عشق خانہ ویران ساز کے اسی بے پناہ حربہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

وفات حسرت آیات

یہ خبر انتہائی رنج وملال سے سنی جائیگی۔ کہ "ندوۃ القریش" کے رکن رکین اور "القریش" کے قدیم معاون ومربی محترم خانصاحب پیر علی اصغر صاحب ہاشمی ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر انہار آؤٹ ڈپٹی کلکٹر ریاست بہاولپور یقیناً الہی نوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت شریف النفس، نیک اور مرنجان مرنج انسان تھے۔ قوم کے اصلاحی امور میں آپ گہرا شغف وانہماک رکھتے تھے۔ "ندوۃ القریش" کے کاموں میں آپ بڑی دلچسپی سے حصہ لیتے تھے۔ القریش کی توسیع اشاعت میں ساعی رہنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے ہمیں آپ کی وفات پر دلی قلق واضطراب ہوا ہے خدائے تبارک وتعالی مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین! — رونق

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

کاغذ بیحد گراں ہو رہا ہے۔ سرمایہ دار انگریزی و اُردو جرائد و اخبارات حجم کم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اسی مجبوری کی وجہ سے القریش کی ضخامت اس دفعہ پھر کم ہے۔ اسی لئے خطوط و مراسلات آئندہ اشاعت پر ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔ مکرمی نبیرۂ قریش عبدالخالق صاحب علوی انبالوی، مولانا نجم الدین صاحب ہاشمی اور دیگر بہی خواہان القریش کے مراسلات انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ شائع کئے جائیں گے۔

یاددہانی

گرانی کاغذ کے سبب سے القریش کے اخراجات چارگنا بڑھ گئے ہیں۔ قارئین کرام دست اعانت بڑھائیں خصوصاً وہ حضرات جن کے ذمے سوعودہ رقوم اور زراعانت واجب الادا ہیں۔ وہ ازرہ حمیت قومی بلا تاخیر بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور فرمادیں۔

نمونہ کے پرچے

جن احباب کی خواہش یا جن کے احباب کی فرمائش پر "القریش" نمونتہً بھیجا جا رہا ہے وہ مہربانی کر کے بواپسی ڈاک منشائے خریداری و عدم خریداری سے مطلع کر کے عنداللہ و عندالقوم مشکور ہوں

ندوۃ القریش کا اجلاس

۱۔ سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کی مجلس عاملہ کا حسب معمول اجلاس ۲۰ اپریل ۱۹۴۱ء کو ۲۷، مقامی و غیر مقامی ممبران کی موجودگی میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت شریف کے بعد سابقہ اجلاس کی کارروائی پڑھی گئی جو تصدیق کی گئی۔ اکونٹنٹ صاحب نے سال ۱۹۴۱ء کا بجٹ جو گذشتہ اجلاس میں چند اعتراضات کی وجہ سے ملتوی ہو گیا تھا پیش کیا۔ آج بھی اسی ضمن میں چند امور پر اعتراضات ہوئے لیکن اکونٹنٹ اور سیکرٹری صاحبان کے تسلی بخش جوابات کی وجہ سے باتفاق رائے منظور ہو گیا۔

۲۔ سیکرٹری نے امیدواران ممبری کی ۱۶ درخواستیں پیش کرتے ہوئے کہا کہ گیارہ حضرات نے کاغذات مطلوبہ ارسال کر دیئے ہیں۔ جو شامل ہو چکے ہیں۔ اور وہ قابل منظوری ہیں۔ لیکن پانچ حضرات کے جوابات ہنوز موصول نہیں ہوئے چنانچہ اول الذکر گیارہ حضرات کی درخواستیں بلا حیل و حجت منظور ہوئیں۔ اور باقی پانچ حضرات کی مزید یاددہانی کے لئے سیکرٹری صاحب کو ہدایت ہوئی۔

۳۔ صدارت کی تحریک پر کارکنان "ندوۃ القریش" کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ اور ان کی کاوش و کوشش پر اجلاس کی طرف سے انہیں ہدیہ تبریک و تحسین پیش کیا گیا۔ اس کے بعد حسب ذیل قرار دادیں باتفاق رائے منظور ہوئیں۔

۱۔ یہ اجلاس اس تقریر کو جو سانگلا سکھ کانفرنس میں کسی زیدہ دہن سکھ نے نظم کے دوران میں حضرت امام حسینؑ کی ذات ستودہ صفات پر ناشائستہ الفاظ میں حملہ کیا ہے۔ شر انگیزی و مفسدہ پردازی پر محمول کرتا ہوا سکھ مذکور کے خلاف نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔ اور حکومت سے پُر زور

استدعا کرتا ہے۔ کہ وہ اس قسم کے فتنہ پردازان کو جو مذہبی رہنماؤں کے خلاف ہرزہ سرائی و ژاژ خائی کر کے مختلف اقوام میں افتراق و تشتت کی آگ مشتعل کر کے امن و اتفاق کو تباہ کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ قرار واقعی سزا دے تاکہ اس قسم کی ناروا حرکتوں کی کسی کو جرأت نہ ہو۔

۲۔ یہ اجلاس سر شاہ محمد سلیمان صاحب جج فیڈرل کورٹ کی وفات پر دلی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے اور دست بدعا ہے۔ کہ غفور الرحیم آپ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

۳۔ یہ اجلاس سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب کے فرزند لفٹننٹ شوکت حیات خاں کا دشمنوں کے قبضہ سے بخیریت تمام واپس مراجعت کرنے پر انتہائی مسرت محسوس کرتا ہوا سر سکندر ممدوح کو بخلوص دل ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

۴۔ قرآن کریم مسلمانوں کو جان و دل اور مال و منال سے زیادہ عزیز ہے۔ ان کی دنیوی و اخروی فلاح اس کتاب پاک سے وابستہ ہے۔ اس لئے اس کی عزت و عظمت پر قربان ہو جانا وہ سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ غیر مسلم مطابع اور کتب فروشوں کے ہاں اس کی بے ادبی و بے حرمتی ہو۔ بنا بریں یہ اجلاس حکومت پنجاب سے بزور اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی طباعت و اشاعت کے متعلق جلد از جلد ایک ایسا قانون وضع کرے جس کی رو سے یہ مذہبی و الہامی کتاب کا غیر مسلم مطابع میں شائع ہونا اور غیر مسلم کتب فروشوں کے ہاں فروخت ہونا ممنوع قرار دیا جائے۔

۵۔ حکومت پنجاب چونکہ ابتدائی تعلیم لازمی کرنے پر غور کر رہی ہے۔ اس لئے یہ اجلاس حکومت پنجاب کو مشورہ دیتا ہے۔ کہ اگر پنجاب میں جبری ابتدائی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ تو مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم کا خاص انتظام کیا جائے۔ بصورت دیگر مسلم طلبا و طالبات کو لازمی تعلیم سے مستثنےٰ قرار دیا جائے۔

۶۔ یہ اجلاس "ندوۃ القریش" سے ملحقہ ضلع وار و صوبہ وار انجمنوں کو مولوی لئیق احمد صاحب علوی کی اس تحریک پر جو انہوں نے ملحقہ جماعتوں کے نمائندگان کا اجلاس منعقد کرنے کے متعلق پیش کر رکھی ہے۔ اور جو القریش مطبوعہ فروری کے تذکرہ برادری میں شائع ہو چکی ہے۔ غور و خوض کی دعوت دیتا ہے اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس معاملہ میں ان کی رائے کیا ہے۔ اور امید کرتا ہے کہ وہ اس اہم مسئلہ پر غور کر کے ۱۰ مئی تک اپنی آرائے سے بلا تاخیر اطلاع دے کر اپنے ایک قومی فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کریں گے۔

انجمن قریشیان صوبہ بہار

قریشی فضل الرحمٰن صاحب بی۔ اے (آنرز) سیکرٹری انجمن قریشیان صوبہ بہار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۱۱ر اپریل کو بعد نماز جمعہ پیر غلام الثقلین صاحب رئیس کے دولت خانہ پر انجمن کا اجلاس عام منعقد ہوا خطبہ صدارت کے بعد سیکرٹری نے سال گذشتہ کی کارگذاری کی رپورٹ پڑھی اور بتایا کہ انجمن کے ابتدائی حالات نہایت یاس انگیز تھے۔ اور بظاہر اس کے جاری رہنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ برادری اصلاحی امور پر متوجہ ہونا ایک ناقابل برداشت بار سمجھنی تھی۔ کارکنان ان حالات سے سخت بد دل تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ان کی کوششیں رائگاں نہ گئیں۔ واقعات روز افزوں مساعدت کرتے گئے اور ایک سال میں اس نے خلاف توقع بہت زیادہ ترقی کی ہے۔ ایک معمولی سے

دعوت نامہ پہاڑ سے پانچ سو بزرگان قریش کا اجتماع انتہائی کامیابی کی دلیل ہے۔ حاضرین نے کارکنان انجمن کی ہمت کی داد دی۔ سال گذشتہ کے آمد و خرچ کا حساب پیش کیا گیا۔ جناب صدر کی اپیل پر ۲۱۷ روپے کی رقم فراہم ہوئی۔ مولوی محمد یسین صاحب فاضل نے صوبہ میں تنظیمی کمیٹیاں قائم کرنے کیلئے اپنی خدمات پیش کیں۔ جو شکریہ کے ساتھ قبول کی گئیں۔ انتخاب عہدہ داران کے مرحلہ پر حاضرین کے اتفاق رائے سے سابقہ عہدہ داران سال آئندہ کے لئے بحال رکھے گئے۔ ان امور سوم پر کچھ تقریریں ہوئیں نیز مولانا محسن الدین قادری کی تحریک پر حسب ذیل ریزولیوشن منظور ہوا۔

یہ اجلاس سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" اور جریدہ "القریش" کی قومی خدمات کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور تجویز کرتا ہے کہ حالات مساعد ہونے پر "ندوۃ القریش" کا اجلاس صوبہ بہار کے کسی مناسب مقام پر منعقد کرنے کی تجویز کی جائے۔ اور "القریش" کو گرانی کاغذ فنڈ میں ۱۵ روپے کی رقم ارسال کی جائے، اور مولانا محمد یسین صاحب سے استدعا کی جائے کہ وہ اپنے دورہ میں "القریش" کی توسیع اشاعت کا خاص خیال رکھیں۔

خاتمہ پر جناب اشرف نے ایک دعائیہ نظم پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ جلسہ بخیر و خوبی ۱۱½ بجے رات برخاست ہوا۔

فرنٹیر قریش کانفرنس

میاں غلام حیدر صاحب سکرٹری فرنٹیر قریش کانفرنس تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حسب قرار داد اجلاس منعقدہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۰ء قریش کانفرنس کا مجوزہ عام اجلاس منعقد کرنے کیلئے مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جناب صدر نے حاضرین کی تکلیف فرمائی اور قوم کے اصلاحی امور میں دلچسپی کے ساتھ کارکنان کا ساتھ دینے کا شکریہ ادا کرنے کے بعد ایک مبسوط تقریر میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ بہی خواہان قوم کو اپنی تنظیمی مساعی جاری رکھتے ہوئے بیت المال کی فراہمی کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے۔ ذاتی اختلافات کو یکسر مٹا کر اپنی فلاح و بہبود کے لئے متحد و متفق ہو کر زندہ و بیدار اور ترقی پذیر اقوام کے دوش بدوش چلنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور القریش نے سرحدی قریشیوں میں جو روح پیدا کی ہے۔ اس سے استفادہ کرنے کیلئے قوم کی نمائندہ جماعت ندوۃ القریش کا شایان شان اجلاس منعقد کرنے کے لئے اپنی امکانی مساعی عمل میں لانے میں دریغ نہ کرنا چاہیئے حالات حاضرہ کی نزاکت سے اگرچہ ہم اپنی تمناؤں کے مطابق کام کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن ہمت اور جوش عمل روز افزوں ہونا ضروری ہے۔ اخیر پر آپ نے فرمایا کہ اگرچہ گذشتہ اجلاس میں ہم انعقاد اجلاس کے متعلق قرار داد منظور کر چکے ہیں لیکن اس میں حالات کے موافق ہونے کی شرط موجود ہے۔ نوجوانان قوم کے جذبات کو میں پامال نہیں کرنا چاہتا۔ واقعات داعی ہیں کہ میں آپ کو مزید تاخیر و توقف کا مشورہ دوں۔ میری دیانتدارانہ ذاتی رائے ہے۔ کہ ہنوز ہمیں تاریخ اجلاس کے تعین میں مزید غور کرنا چاہیئے۔ مولانا سید غلام مرتضیٰ صاحب ہاشمی نے ایک طویل اور جامع تقریر میں آپ کی تائید کی اور بالاتفاق تجویز ہوا۔ کہ آئندہ سہ ماہی اجلاس میں اس معاملہ پر پھر غور کیا جائے۔ کانفرنس کے دفتری نظام اور دیگر امور پر گفتگو ہونے کے بعد اجلاس برخاست ہوا۔

انجمن سادات قریش صوبہ سندھ

محترم حافظ نور احمد صاحب خیر پوری تحریر فرماتے ہیں کہ الحاج مخدوم نور محمد صاحب سجادہ نشین کی سعی وجہد اور توجہ سے قریشیان سندھ کی اصلاح وتنظیم کے غرض سے ضلع نواب شاہ میں ۱۰ر اپریل کو مجوزہ اجلاس منعقد ہوا۔ مخدوم صاحب کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں قوموں کی بیداری کے موضوع پر ایک جامع تقریر فرمائی۔ اور تحریک کی کہ قومی وملی ضروریات داعی ہیں کہ سادات قریش صوبہ سندھ بیدار ہوں۔ اپنی تعلیمی اور اقتصادی کمزوری کو دور کرنے کے لئے میدان عمل میں آئیں اور متحدہ مساعی سے عروج وارتقا کی بلندیوں پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ آپ نے مستند تاریخی حوالوں اور اسلاف کے کارناموں سے حاضرین کے دلوں کو گرما دیا۔ راقم (حافظ صاحب) کی تحریک پر ۱۱۳ روپے کی رقم ابتدائی اخراجات کیلئے جمع ہوئی۔ اور بالاتفاق تجویز ہوا کہ انجمن کا افتتاحی اجلاس آئندہ کرسمس کی تعطیلات میں کراچی یا کسی دیگر موزوں مقام پر منعقد کیا جائے۔

"فلاح القریش" بہاولپور

ریاست بہاولپور کے سادات قریش کی نمائندہ جماعت "فلاح القریش" کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۱ اپریل بروز جمعہ صبح ۷ بجے منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد پیرزادہ محمد سلیم اسلم صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وکیل آنریری جنرل سیکرٹری نے قوم کے اصلاحی وتنظیمی موضوع پر ایک پرمغز تقریر کے دوران میں سادات قریش ریاست سے عموماً اور "فلاح القریش" کے معزز ممبران سے خصوصاً قومی ضروریات کی جانب عملی توجہ دینے کی اپیل کی، اور گوشوارہ آمد وخرچ پیش کرنے کے بعد بیت المال کی امداد پر زور دیا۔ بعد ازاں باتفاق رائے حسب ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ انجمن "فلاح القریش" بہاولپور کا یہ اجلاس قریشی حضرات ریاست بہاولپور سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ قومی مفاد کے پیش نظر "فلاح القریش" کے ممبر بن کر کارکنان انجمن کی اصلاحی وارتقائی امور میں حمایت واعانت کریں۔

۲۔ اعلحضرت ہز ہائی نس حضور نواب صاحب تاجدار دولت عباسیہ بہاولپور اور جہاں پناہ کے سررشتہ تعلیم کے وزیر میجر قریشی شمس الدین صاحب بچشم خود جنگی حالات کے معائنہ اور اپنی فوج ظفر موج کی حوصلہ افزائی کیلئے حال ہی میں مصر تشریف لے گئے ہیں۔ لہذا یہ اجلاس بخلوص دل بدرگاہ مجیب الدعوات داعی ہے کہ اعلیحضرت ادام اللہ سلطنتہ وحشمتہ کا یہ سفر کامیابی اور فائز المرامیوں کا موجب ہو۔ اور عالم پناہ معہ اپنے ہمسفر معززین بخیروعافیت مراجعت فرما ہوں۔ سلامت روی وبازآئی اور تاجدار عباسیہ زندہ باد کے نعروں کے ساتھ باتفاق ریزولیشن منظور ہوا۔ اور تجویز ہوا کہ قرارداد کی نقل وزیراعظم کی خدمت عالیہ میں بغرض ملاحظہ اور رسالہ القریش میں بغرض اشاعت ارسال کی جائے۔

۳۔ یہ اجلاس قومی جریدہ "القریش" اور کارکنان "ندوۃ القریش" کی قومی خدمات کا بخلوص دل اعتراف کرتا ہوا برادران قریش سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ "القریش" کی توسیع اشاعت کے لئے امکانی کوشش عمل میں لاکر عند القوم مشکور وعند اللہ ماجور ہوں۔

جوائنٹ سیکرٹری فلاح القریش بہاولپور
۱۱۔ اپریل ۱۹۴۱ء

واقعات و حوادث

پنجاب کا نیا گورنر

صوبہ پنجاب کے سابق گورنر سر ہنری کریک اپنی ۲۴ سالہ ملازمت کے بعد ریٹائر ہوگئے ہیں۔ ان کے جانشین سر برٹرینڈ گلینسی نئے گورنر، ۷۔ اپریل کی صبح کو ۸ بجے لاہور تشریف لائے جہاں وزیر اعظم، چیف سیکرٹری، سیکرٹری اور ارکان وزارت اور ہائیکورٹ کے جج صاحبان نے شایان شان استقبال کیا۔ اسی روز ایک بجے آپ نے چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ کے سامنے حلف اٹھایا، اور نئے گورنر کے عہدہ کا چارج لیا۔

وزارت پنجاب میں تبدیلیاں

سر سندر سنگھ مجیٹھیہ کی وفات سے کابینہ پنجاب میں جو نشست خالی ہوئی تھی وہ پر کردی گئی ہے۔ گورنر پنجاب نے سردار سوندھا سنگھ بی۔ اے ایل ایل بی کو جو پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر تھے انہیں وزراء کی کونسل کا ممبر مقرر کر کے ترقیات کا شعبہ ان کے سپرد کیا ہے۔ آنریبل سر چھوٹو رام جو اس تقرری سے قبل ترقیات کے انچارج تھے اب مال اور آبپاشی کی وزارت کا قلمدان سنبھالیں گے۔ صنعت و حرفت کا شعبہ آنریبل سر منوہر لال کے حوالے کیا گیا ہے۔

دو جدید اسلامیہ کالج

حکومت پنجاب نے جالندھر اور منٹگمری میں اسلامیہ کالج کھولنے کی اجازت دیدی ہے۔ ان دو مقامات میں اسلامیہ کالج نہ ہونے کی وجہ سے مسلم طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے حصول میں انتہائی تکلیف دہ ناقابل برداشت اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا تھا۔ غریب مگر ہونہار طالب علم حصول تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ امید ہے کہ اس موقعہ سے مسلمانان جالندھر و منٹگمری استفادہ کی کوشش کریں گے۔ اور کالج کھولنے کیلئے روپیہ کی فراہمی کیلئے پوری جدوجہد سے کام لیں گے مخیر مسلمانان جالندھر و منٹگمری کا فرض ہے کہ وہ فراخدلی سے ساتھ چندہ میں امداد کر کے عند اللہ ماجور و عند القوم مشکور ہوں۔

فسادات

مسٹر گاندھی کے پر فریب اہنسا اور کانگرس کی خطرناک چالوں نے ملک کی سیاسی فضا ایسی مکدر کر دی ہے۔ کہ فرقہ وارانہ فسادات سے انسانی خون پانی کی طرح بے دریغ بہایا جا رہا ہے۔ گورکھپور، سکندر آباد لکھنؤ اور بدایوں وغیرہ میں اسقدر شدید فسادات ہوئے کہ ان کے خیال سے شرافت و انسانیت کی روح لرزہ براندام ہے۔ ڈھاکہ کا فساد ان سب میں ہولناک صورت میں ہوا ہے۔ بدقسمت ہندوستان میں آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جس سے ہندو اور مسلمان دونوں کی ذہنیت پر افسوس کرنا پڑتا ہے۔ ابھی امرتسر کے فسادات کا زخم مندمل نہیں ہوا کہ ڈھاکہ میں ہندو مسلم فساد نے ہندوستان بھر میں رنج و الم کی لہر دوڑا دی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ فساد اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک دونوں طرف سے کشیدگی کے جذبات کا اظہار نہ ہو۔ لیکن امرتسر اور ڈھاکہ کے فسادات میں یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ برادران وطن مسلمانوں کی ادنیٰ سے ادنیٰ بات بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ امرت سر میں خود ہندو اخبارات نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ہندوؤں نے تشدد سے کام لیا تھا۔ یہاں تک کہ سپاہیوں کو بھی زخمی کیا گیا۔ ڈھاکہ میں گائے کو ذبح

کرنے کا ایک فرضی قصہ بنا لیا گیا اور ہندوؤں کے ہجوم کے ہجوم کمزور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مکانات اور دکانیں جلا دی گئیں اور انہوں نے مسجدیں تک گرا دیں۔ اس میں شک نہیں کہ فساد کے موقعہ پر ہجوم اندھا ہو جاتا ہے۔ لیکن ہندو ہجوم نے جس ظلم و ستم کا مظاہرہ کیا ہے وہ بیحد افسوسناک ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اس وقت "پاکستان" کی وجہ سے اکثر ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور کینے کا زہر روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ وہ ہر موقع پر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ہندوؤں کا خیال ہے۔ کہ "پاکستان" کی نہ صرف اخباری اور زبانی طور پر مخالفت کی جائے۔ بلکہ عملی طور پر بھی کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ شائد عملی مخالفت سے "پاکستان" نہ بن سکے لیکن ہم علی الاعلان یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس وقت ہندوستان میں اس قسم کے ہنگامے ہوتے رہیں گے۔ جب تک "پاکستان" نہیں بن جائے "پاکستان" بننے کے بعد ہندوستان میں اس قسم کا کوئی واقعہ ظہور میں نہ آئیگا ہم مسلمانان ڈھاکہ کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور مساجد کی بے حرمتی کے باوجود ہم ان سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے روائتی تحمل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

پھر ملاقاتیں

آئینی تعطل کے سلسلہ میں سیاسی لیڈروں نے پیشتر ازیں وائسرائے ہند سے کئی ملاقاتیں کیں۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ اب پھر ایک مدت کے بعد وائسرائے نے سر سپرو کو شرف ملاقات بخشا ہے۔ ممکن ہے کہ ستیہ گرہ کی ناکامی گاندھی جی کے دل میں بھی ملاقات کی امنگ پیدا کر دے۔ اور وہ حکومت سے سمجھوتے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن مسلمانان ہند کی نمائندہ سیاسی جماعت مسلم لیگ کے مطالبات بھی وائسرائے ہند سے مخفی نہیں۔ سر سپرو نے اس ملاقات کے دوران میں کانگرس اور مسلم لیگ کے سمجھوتے کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر دونوں جماعتیں حکومت سے سمجھوتے پر رضامند نہ ہو سکیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔" امید ہے کہ سر سپرو ملکی مفاد کے پیش نظر گاندھی کو مسلم لیگ سے سمجھوتہ کیلئے مجبور کریں گے تاکہ اختلافات مٹ جانے سے کوئی صحیح راہ عمل متعین ہو سکے۔

بیوپاری کی بیداری

ٹریڈ ایمپلائز ایکٹ کے اجرا دنفاذ نے تجارتی دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا ہے۔ لیکن مارکٹنگ بل نے اس سے بھی زیادہ بنئے کی آنکھیں چکا چوند کر دی ہیں۔ منڈیوں پر حکومت کا قبضہ انہیں کسی طرح گوارا نہیں۔ اب وہ اپنے وارے نیارے نہیں کر سکینگے۔ اور زمیندار و کسان کی آنکھوں میں خاک ڈال کر اس کا خون چوسنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ در اصل بیوپاری کی بیداری کا راز کسان اور زمیندار کے خون چوسنے میں پوشیدہ ہے۔ اور اس وقت بیوپاری کی جو بیداری ہوئی ہے وہ محض اس وجہ سے ہے کہ حکومت پنجاب نے زمینداروں کو ان بیوپاریوں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کیلئے ایک قانون بنا دیا بھلا بیوپاری یہ کب برداشت کر سکتے تھے۔ کہ زمیندار محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ تعطل کی دھمکی دے دی گئی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ تمام مسلم اداروں کو اس وقت تجارت پر چھا جانے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مسلم لیگ، احرار اور خاکسار تینوں جماعتیں مل کر محلے محلے میں تقریریں کریں۔ اور مسلمانوں کو مجبور کریں کہ وہ چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں بنا کر تجارت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ مشترک سرمایہ کے ساتھ منڈیوں میں کاروبار شروع کر دیں۔ جب تک مسلمان اور سکھ بھائی بیدار نہ ہونگے نہ ہی مسلمان اور نہ ہی سکھ بنئے کی گرفت سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ مسلمان منڈیوں کے کاروبار سنبھال نہیں سکتے یہ محض بنیوں کا پراپیگنڈہ ہے۔ اس کے لئے متحدہ طاقت

اور اشتراک عمل کی ضرورت ہے۔ اگر اس موقع پر سکھ اور مسلمان یہ ثابت کردیں کہ وہ بنیوں کی غیر حاضری میں منڈیوں کا کاروبار سنبھال سکتے ہیں تو بنیے کے ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے۔

کشمیر میں دیوناگری

کشمیر اسمبلی نے سنہ ۱۹۴۰ء کے اخیر میں ایک قانون منظور کیا تھا جس کی رو سے اردو رسم الخط اور ناگری رسم الخط کو مساوی درجہ دیا گیا تھا۔ اب ریاست کے محکمہ تعلیم نے اس قانون کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تعلیمی اداروں کو ہدایات بھیج دی ہیں۔ عوام میں اس فیصلہ پر انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ نیشنل کانفرنس نے وزیر اعظم کے پاس اس سلسلہ میں ایک وفد بھیجنا چاہا۔ مگر انہوں نے وفد کو ملاقات کی اجازت نہ دی۔ ریاست کا ہر طبقہ حکومت کے اس فیصلہ کو رجعت پسندانہ قرار دے رہا ہے۔

لکھنؤ کے شیعہ و سنی

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لکھنؤ نے بارہ وفات کے سلسلہ میں دفعہ ۱۴۴ کے تحت کچھ پابندیاں عائد کردی تھیں جس کی بنا پر بارہ وفات کے روز بعض علاقوں میں سنیوں کو بعض علاقوں میں شیعوں کو جلسے کی ممانعت کردی تھی۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ ۴ سو سنی مسلمانوں کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے امتناعی حکم کی خلاف ورزی میں گرفتار کیا گیا۔ جن میں سے ۷۰ نابالغ تھے وہ چھوڑ دیئے گئے، مولانا امداد صابری۔ مولوی نذر محمد وکیل اور مولانا عبدالعلیم کو تین ماہ قید اور دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ باقی ملزمان کو پانچ پانچ روپے جرمانہ کیا گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس

مدراس میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی وجہ سے آج کل فرزندان توحید جمع ہو رہے ہیں، قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح ۱۱ اپریل کو ۹ بجے صبح کی ٹرین میں مدراس پہنچے۔ سنٹرل اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ اچھوت، غیر برہمن ہندو اور جسٹس پارٹی کے ارکان کافی تعداد میں موجود تھے۔ مسٹر جناح سفر کی کوفت کی وجہ سے بیحد تھکے ہوئے تھے۔ پلیٹ فارم اللہ اکبر، قائد اعظم زندہ باد، پاکستان زندہ باد اور مسلم لیگ زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ مدراس کی تاریخ میں اس شاہانہ استقبال کی کوئی مثال نہیں۔ قائد اعظم کی ناسازیٔ طبع کی وجہ سے راجہ صاحب محمود آباد نے اسلامی جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی۔

راجہ صاحب نے فرمایا کہ مسلم لیگ کا پرچم کسی خاص طبقے یا فرقے کا پرچم نہیں بلکہ آزادی، انصاف، مساوات اور امن کا پرچم ہے۔ ہماری کسی سے لڑائی نہیں۔ ہم صرف انصاف اور مساوات کے طالب ہیں۔ ہندوستان کو امن و آزادی صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر وہ اسلامی روح پر کاربند ہوں۔ جھنڈا لہراتے وقت ۲۰ ہزار کا اجتماع تھا۔ جس میں ہندو بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

پاکستان کی سکیم اور ماسٹر تارا سنگھ

مشہور اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے سندھ اکالی کانفرنس میں اپنی صدارتی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جو پاکستان کو ناقابل عمل قرار دیتے ہیں پاکستان کا میں اس لئے مخالف ہوں کہ اس سے انارکی اور طوائف الملوکی پیدا ہو جائے گی۔ مسلمان پاکستان کے گرویدہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے مستقبل خطروں سے بھرا ہوا ہے۔

—•—

دریافت طلب امور کے لئے ٹکٹ آنے چاہئیں۔ مینجر

Regd. No. L. 1474.

"Al Quraish

Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.



ت

...ام تاجدار دکن و برار خلد اللہ ملکہ
...یر محمد شوکت صدیقی

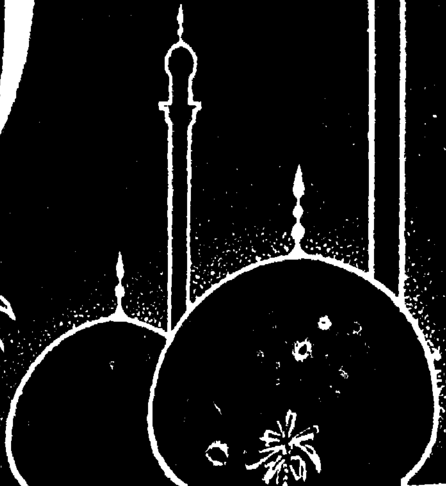
از گلشنِ جہاں سوئے باغِ بہشت رفت
ناگاہ زغیبِ ہاتفی آغوشِ خلد گفت
۱۹۴۱ عیسوی

لازم ہے صبر دل کو نہ مغموم کیجئے
تو تین بار زخم کو مرقوم کیجئے
۱۹۴۱ عیسوی = ۳ × ۶۴۷

زدنیا رواں شد وقارِ زمن
غمِ مادرِ شاہِ ملکِ دکن
۱۳۵۰ ف

چوں رفت از جہاں سوئے باغِ عدن
غمِ مادرِ شہریارِ دکن
۱۳۶۰ ھ





٤٩٦

القریش امرتسر

مئی سنہ ۱۹۴۱ء

ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ

جلد ۲۸ ——— نمبر ۵

شذرات

دولت آصفیہ کی بندرگاہ

ہز اگزالٹڈ ہائینس اعلیٰحضرت حضور نظام "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کی جنگی حمایت و اعانت پر دولت برطانیہ کے ارباب حل وعقد انتہائی مسرت و خوشنودی اور انتہائی تشکر و امتنان کا اظہار کر رہے ہیں مسٹر لنلتھگو والسرائے ہند سے مسٹر چرچل وزیراعظم برطانیہ تک تمام ذمہ دار ہستیاں آپ کی وفادارانہ امداد و حمایت کا اعتراف کر چکے ہیں جہاں پناہ نے گذشتہ جنگ عظیم میں زیادہ سے زیادہ اور بہت بڑی مالی وجانی اور حربی امداد فرما کر وفاداری کا ریکارڈ قائم کر دیا تھا۔ لیکن اس جنگ میں خسروانی تبار نے اس سے بھی بدرجہا زیادہ حکومت برطانیہ کی دستگیری فرما کر عدیم النظیر مثال پیش کی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ نے ازرہ حق شناسی اعلیٰحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو مچھلی بندر کی بندرگاہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو ہم اسے دولت برطانیہ کی حق شناسی و دوراندیشی پر محمول کرینگے لیکن دولت آصفیہ کی تجارتی و اقتصادی ضروریات کا اقتضاء یہ ہے کہ ویزیگاپٹم کی بندرگاہ بھی جس کیلئے دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ کے مابین دیر سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ اعلیٰحضرت کی مملکت میں داخل کر دی جائے۔ تاکہ دولت آصفیہ کو اپنی تجارت اور صنعت و حرفت میں بیش از بیش ترقی کا موقع میسر آ سکے۔

نظام حکومت و رواداری

ان بیش بہا مالی امدادوں اور عدیم النظیر جانی قربانیوں کے باوصف اعلیٰحضرت کی حکومت کے زیر سایہ ریاست عدیم المثال ترقی کر رہی ہے تعلیمی، اقتصادی اور صنعتی و حرفتی میدان میں وہ جو ارتقائی مدارج طے کر رہی ہے۔ اس کی مثال دیگر دیسی ریاستوں میں قطعاً نہیں مل سکتی۔ ہندوستان میں برسوں سے شور ہے کہ ہم حقیقی تعلیم سے کورے ہیں۔ کیونکہ ذریعہ تعلیم ایک غیر ملکی زبان ہے۔ حیدرآباد نے "جامعہ عثمانیہ" قائم کرکے اس شکایت کو بدرجہ اولیٰ رفع کر دیا ہے۔ ریلوے کے عام مسافروں کو گرمی و سردی کی تکلیف سے بچانے کیلئے اعلیٰحضرت کی ریلوے نے ایسے گاڑیاں تیسرے درجہ کے مسافروں کیلئے مہیا کی ہیں۔ جن میں گرمیوں میں حسب ضرورت سردی اور سردیوں میں حسب خواہش گرمی پیدا کی جا سکتی ہے ہندوستان کی بعض ریلویز نے ایسی گاڑیاں رائج کی ہیں لیکن صرف مالدار لوگوں کیلئے۔ اعلیٰحضرت خسرو دکن نے عدل و انصاف کے پیش نظر محکمہ عدالت انتظامی محکمہ سے جدا کر دیا ہے۔ اور اس صورت میں دادرسی کی بہترین صورت پیدا ہو گئی ہے۔ علاوہ ازیں ماہرین فن کے مراکز قائم کرکے حکومت آصفیہ نے حیدرآباد کی فنی و صنعتی حیثیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مہذب دنیا

کی شدید ترین ضرورت مساوات انسانی میں مضمر ہے۔ قلمرو دکن میں جس فراخ دلی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ حکومت کے ارباب حل و عقد نے اس ضرورت کو پورا کیا وہ کسی صراحت و وضاحت کی محتاج نہیں۔ گذشتہ دنوں بارگاہ خسروی سے ایک فرمان بدیں مطلب نافذ فرمایا گیا۔ کہ کسی ہریجن کو کسی سرکاری خدمت پر مامور کرنے کیلئے محض اس لئے باز نہ رکھا جائے۔ کہ وہ ہریجن ہے۔ سرکار عالی تمام پست طبقوں کے افراد سے جو ہمدردی رکھتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ مذہبی، علمی اداروں کو بلا تمیز مذہب و ملت جسقدر امداد دی جاتی ہیں۔ ان کی تفصیل تحصیل حاصل ہے رعایا کے عام مطالبات و جذبات اور حقوق کا انتہائی خیر اندیشی اور ذمہ داری کے ساتھ خیال رکھا جاتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت اپنی اسلامی اور خاندانی روایات کو بطریق احسن قائم رکھے ہوئے ہیں حیدرآباد کی رعایا ہر طرح خوش حال، فارغ البال خوش و خورم اپنی نیک بختی پر نازاں ہے۔ لیکن بدترین ذہنیت اس پر بھی انگشت نمائی سے باز نہیں رہ سکتی۔

حکومت ہند کا فرض

پچھلے دنوں انجمن "اتحاد المسلمین" حیدرآباد دکن نے اعلحضرت حضور نظام کی خدمت جلیلہ میں ایک عرضداشت پیش کی تھی۔ جس میں مختلف دلائل کی بنا پر یہ دعویٰ کیا گیا تھا۔ کہ دکن کے حکمران مسلمان ہی ہیں۔ اور یہاں کی حکومت مسلمانوں ہی کی نمائندہ ہے۔ اس عرضداشت کے جواب میں سرکار نظام نے اعلان فرمایا کہ انجمن اتحاد المسلمین کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ آریہ سماجی فتنہ اور ہندوؤں کے معاندانہ رویہ کے باوجود دولت آصفیہ کا یہ فرمان انتہائی فراخدلی اور رواداری کا ثبوت ہے۔ لیکن متعصب غیر ریاستی ہندوؤں نے اس پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ اور "پاکستان" کی آڑ لے کر بیہودہ گوئی و ژاژخائی پر اتر آئے۔ کیا حکومت ہند کا فرض نہیں کہ وہ اس قسم کے مفتن اور شرانگیز لوگوں کی زبان و قلم پر مہر لگانے کی کوئی مناسب اور موثر تدبیر کرے۔ جو امن عامہ کو تباہ کرنے کیلئے اس قسم کی کمینہ حرکتوں میں پیش پیش رہنے کے خوگر ہیں۔

اسلامیان پنجاب کا مذہبی مطالبہ

پنجاب اسمبلی کا اجلاس گرما آواخر اپریل میں چھ ماہ بعد ختم ہو گیا۔ سرکاری دفتر شملہ میں منتقل ہو گئے۔ معزز ارکان اسمبلی منتشر ہو گئے۔ دوران اجلاس میں جس سرکاری بل منظور ہوئے ان میں غیر منقولہ جائداد پر ٹیکس کا ایکٹ، جنرل سیلز ایکٹ پابندی کرایہ ایکٹ۔ سٹی آف لاہور کارپوریشن ایکٹ پنجاب پرائمری ایجوکیشن ایمنڈمنٹ، اوزان اور پیمانوں کا ایکٹ اور فحش اشتہار بازی کا ایکٹ شامل ہیں۔ اس مدت میں ۵۹ اجلاس ہوئے۔ اور وزارت کی طرف سے ایک ہزار سوالوں کے جوابات دیئے گئے۔ صوبجاتی خود اختیاری کے بعد اس وقت تک پنجاب اسمبلی میں ۸۰۰۰ سوالات ہو چکے ہیں۔ غیر سرکاری حلقوں کی طرف سے ۲۹۰ قرار دادیں پیش کی گئیں۔ ان میں صرف ۱۲ کے قریب ایوان کی منظوری حاصل کر سکیں، بہت کچھ ہوا۔ اگر نہیں ہوا تو وہ جو مسلم جماعتوں، اداروں، اخباروں اور مسلم عوام کا متفقہ مذہبی مطالبہ ہے۔ یعنی یہ کہ غیر مسلم پریس اور کتب فروشوں کے لئے کتاب مبین قرآن کریم کی اشاعت و فروخت ممنوع قرار دی جائے۔ ایک معزز رکن اسمبلی نے یہ مسئلہ پیش کرنا چاہا۔ لیکن دوسرے معزز رکن نے مزید اصلاح کے عذر سے اسے واپس لے لیا۔ اور پھر توجہ نہیں دی گئی۔ اس اہم مذہبی مطالبہ کو جسقدر جلد پورا کردینے کی ضرورت تھی۔ اسی قدر یہ تعویق و تاخیر میں ڈال دیا گیا ہے جس

کیلئے مسلمان بے قرار و بے چین ہو رہے ہیں۔

بعض صوبوں میں یہ مسئلہ مدت ہوئی طے ہو چکا ہے۔ صوبہ سرحد کی اسمبلی میں دیر ہوئی فیصلہ ہو گیا تھا کہ آئندہ کوئی غیر مسلم صوبہ سرحد میں قرآن مجید اور دیگر اسلامی مذہبی کتب چھاپنے اور فروخت کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اس فیصلہ پر صوبہ سرحد کے ہندو کتب فروشوں نے حکومت سے استدعا کی تھی کہ ان کے پاس جو سابقہ ذخائر موجود ہیں انہیں ختم کرنے کیلئے مہلت دی جائے چنانچہ حکومت نے انہیں یکم مئی سنہ ۱۹۴۱ء تک مہلت دیدی۔ اب صوبہ سرحد میں کوئی غیر مسلم قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتب کی تجارت نہیں کر سکتا۔ اس طریق سے صوبہ سندھ میں قرآن کریم اور قابل ادب اسلامی لٹریچر کی غیر مسلم تاجروں کے ہاتھوں بے حرمتی و بے ادبی نہیں ہو سکیگی۔

اگر پنجاب اسمبلی بھی اس قسم کا قانون بنا دیتی۔ تو صوبہ پنجاب میں بھی کلام مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کا ادب و احترام محفوظ ہو جاتا۔ پیشتر ازیں ان صفحات میں بارہا اس مذہبی ضرورت پر نہایت معقولیت کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے حکومت کے ارباب حل و عقد کو توجہ دلائی جا چکی ہے۔ اور اب پھر اسکا اعادہ کیا جاتا ہے۔ یونینسٹ حکومت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانان پنجاب کے اس اہم مطالبہ کو پورا کر کے انہیں تشکر و امتنان کا موقعہ دیں۔

گرانی کاغذ کا اثر

کاغذ خصوصاً اخباری کاغذ کی گرانی دیگر سامان زندگی کی گرانی سے بدرجہا حیرت انگیز اور روح فرسا ہے۔ کاغذ عدم دستیاب ہو رہا ہے۔ جو ملتا ہے وہ پورے پانچ گنا نرخ پر، اقتصادی بدحالی کے سبب سے اخبارات و رسائل کی اشاعت روبہ تنزل ہے۔ سرمایہ دار انگریزی و اردو اخبارات حجم گھٹانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ہفتہ وار و ماہنامے بالاکثر بند ہو چکے ہیں جو جاری ہیں ان کی حالت نہایت نازک ہے۔ اور دم توڑ رہے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر لاہور کے مسلم اخبارات نے متفقہ فیصلہ کے تحت حجم گھٹا دیئے ہیں۔ جو اخبارات پہلے بڑے سائز کے آٹھ صفحوں پر شائع ہوتے تھے۔ اب وہ چھوٹی تقطیع کے ۱۲ صفحات پر شائع ہونے لگے ہیں۔ اور اس پر بھی وہ مطمئن نہیں۔

"الفرقان" جو پہلے ہی قلت اشاعت کی وجہ سے نقصان برداشت کر رہا ہے نہایت نازک دور سے گذر رہا ہے۔ زندہ دل بہی خواہان قوم سے امداد و اعانت کی اپیلیں کی گئی ہیں۔ بعض حضرات نے اگرچہ دست اعانت بڑھایا ہے۔ لیکن وہ کافی نہیں۔ حالات کا اقتضا یہ ہے کہ قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاص مساعی کام میں لائیں اور اپنے اپنے حلقہ احباب داثر میں توسیع اشاعت کے لئے پوری جدوجہد سے کام لیں۔ صاحب ثروت حضرات امدادی رقوم ارسال فرمائیں۔ اس سلسلہ میں مکرمی شیخ محمد الٰہی بخش صاحب ہاشمی انسپکٹر ریلوے واچ وارڈ نے ماہانہ امداد کی ایک تحریک پیش کی ہے۔ جو تذکرہ برادری میں تفصیل کے ساتھ درج کی گئی ہے قارئین کرام اسے بنظر تعمق ملاحظہ فرمائیں۔ اور عملی حصہ لیکر عند اللہ ماجور و عند القوم مشکور ہوں۔ وباللہ التوفیق!



پیغامِ عمل

(از فکرِ بلند میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

نا امیدی۔ آرزو کا خوں۔ فسردہ خاطری
غیر کی ہمت پہ جینے کا یہی انعام ہے

جن کو ہر دم آرزو رکھتی ہے بیتابِ عمل
مرتسم لوحِ زمانہ پر انہیں کا نام ہے

ہے شکستِ آرزو صد آرزو اندر کنار
ہمتِ عالی بھی اے غافل کبھی ناکام ہے

پاس ہے کم ہمتی کو اپنے حفظِ وضع کا
کوتہی کا مفت میں تقدیر پر الزام ہے

جن لبوں سے اُٹھ کے جاتی تھیں دعائیں عرش پر
اب یہ حالت ہے کہ ان پر شکوۂ ایام ہے

خون آنکھوں میں جبینیں پرشکن سینے بلند
کھیلنا ہے سر سے جن کو ان کا یہ اقدام ہے

دل میں ہونی چاہیئے موجود جینے کی تڑپ
ورنہ فطرت کی رواں بخشی جہاں میں عام ہے

پرورش قربانی افراد سے ہے قوم کی
زندگی کے باغ کا ہر پھول خون آشام ہے

اس نوا سے محفلِ امید کو آباد رکھ
لیس للانسان الا ما سعی کو یاد رکھ

معارف القرآن

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ

تسبیح

جتنی چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں وہ سب خدا کی تقدیس اور تسبیح کر رہی ہیں۔ لیکن تم لوگ ان کی تقدیس اور تسبیح نہیں سمجھتے۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے۔ وہ سب کچھ اپنے اپنے رنگ میں خداوند کریم کی تقدیس اور تسبیح کر رہا ہے۔

صرف یہی ایک آیت نہیں اور آیات میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے جس کائنات میں ہم رہتے ہیں وہ چار قسم کا ہے۔

(الف) حیوانات (ب) نباتات

(ج) جمادات (د) علویات

حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ انسان اور دیگر حیوانات علویات کی چوتھی قسم اگرچہ نباتات اور جمادات سے بظاہر کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن انسانی ذریات کا ایک حصہ علوی بھی ہے۔ دوسرا حصہ مادی یا سفلی انسان جو روح رکھتا ہے۔ اور جس کی بابت قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ قل الروح من امر ربی وہ ایک علوی چیز ہے۔ گو سفلیات سے اس کا تعلق اور وابستگی ہے۔ مگر ہے وہ دراصل ایک علوی حقیقت امر ربی اس حقیقت علوی کے اظہار کیلئے کافی ہے۔ اگرچہ روح کی بہت کچھ تاویلیں کی جاتی ہیں۔ مگر اب تک یہ کہنے کے سوائے کچھ نہ بن پڑا کہ وہ صرف ایک امر ربی ہی ہے۔ چونکہ اس کے کنہ کی حقیقت بھی ہم سے مادی رنگ میں پنہاں ہے اور ہم اس کی نسبت بھی کچھ زیادہ تر نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے اس امر کی نسبت بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک سرّ الٰہی ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسان اور دیگر حیوانات کے سوائے اور جسقدر مخلوق اور کائنات ہے۔ وہ زندہ نہیں ہے یا کسی قسم کی زندگی نہیں رکھتی۔

اگر ہم قرآن مجید کو بنظر غور پڑھیں تو ہم پر اس خیال یا اس دعویٰ کی غلطی خود بخود کھل جاویگی۔ صرف خیال اور قیاس ہی نہیں۔ بلکہ یقینی طور پر یہ کہنا پڑیگا۔ کہ انسان ذریات یا دیگر حیوانات کے سوائے اور جسقدر مخلوق اور کائنات ہے۔ وہ بھی کسی نہ کسی قسم کی زندگی رکھتی ہے اور اس میں بھی جان ہے۔

بعض مفسرین قرآن مجید نے یہ خیال کیا ہے۔ کہ تسبیح اور تقدیس سے مراد یہ ہے کہ دیگر مخلوقات اپنے خالق کی ہستی کی گواہ ہے۔ یہی ترجمہ مرحوم مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی کیا ہے۔ میری رائے ناقص میں یہ درست نہیں۔ جہاں کسی آیت کا یہ مطلب ہے وہاں اور الفاظ یا اور طرز میں کہا گیا ہے۔ اس آیت میں یا اس کی دوسری آیات میں یہی مراد ہے۔ کہ آسمانوں اور زمین میں جسقدر مخلوقات ہے۔ وہ سب کی سب اپنے خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ اس بحث میں ضروری ہے کہ ہم امور ذیل پر غور کریں۔

(۱) کیا صرف انسان اور دیگر حیوانات ہی زندہ ہیں یا زندگی رکھتے ہیں

(۲) یا دوسری مخلوق بھی کسی نہ کسی قسم کی زندگی رکھتی ہے۔

(۴) تقدیس اور تسبیح سے مراد کیا ہے۔

انسان اور دیگر حیوانات کے سوائے ہمارے اردگرد ہمارے ہمہ گروہیں نباتات اور جمادات ہیں۔ یہ دونوں قسم کی مخلوق اپنے اپنے رنگ میں نشو و نما پاتی اور ایک وقت کے بعد نابود بھی ہو جاتی ہے۔ ان کے نشو و نما اور قیام و ثبات کے اسباب بھی ہیں۔ اور ان ہی اسباب کے تحت یہ نشو و نما پاتی ہے۔ جب ان کا اپنے اپنے رنگ میں نشو و نما پانا ثابت ہے۔ اور ان پر بعض اسباب موثر اور یہ ان سے متاثر ہیں۔ تو یہ ماننا پڑیگا کہ یہ مخلوق بھی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہے۔ اگرچہ ان کی زندگی انسانی یا حیوانی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔ لیکن ایک قسم کی زندگی ضرور ہے۔ بعض اخبارات و رسائل میں اسکی تائید میں مضمون شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں ثابت کیا ہے۔ کہ نباتات میں ایک قسم کی زندگی ہے۔ اور ایسا احساس جو لوازم یا آثار زندگی میں سے ہے۔

ایک پرانا خیال ہے اور درست بھی ہے۔ کہ لاجونتی بوٹی انسان کے سایہ سے کملا جاتی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہے۔ کہ نباتات ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں۔ نباتات کی سبزی اور نشو و نما اس پر شاہد ہے۔ کہ وہ بھی ایک قسم کے قانون زندگی کے تحت ہیں۔ دیکھو اگر انہیں کاٹ دیا جاوے۔ تو ان کا نشو و نما رک جاتا ہے۔ بعض آلات سے انہیں کاٹنا ان کی روئیدگی روکتا نہیں۔ لیکن دوسرے بعض سے کاٹنا ان کا نشو و نما روک دیتا ہے۔ اسی طرح جمادات بھی ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں۔ اور ان میں نشو و نمائی طاقت پائی جاتی ہے جب یہ مخلوق بھی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہے۔ تو کہا جاویگا تو انہیں بھی ایک قسم کا احساس حاصل ہے۔ اور اور دوسرے الفاظ میں احساس بھی زندگی کا نام ہے۔ کیونکہ جس زندگی میں احساس نہیں وہ زندگی ہی نہیں ؎

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

رہی باقی یہ بات کہ ان کی زندگی کا ثبوت کس طرح ہے۔ یہ کچھ مشکل نہیں۔ ہم روز دیکھتے ہیں۔ کہ نباتات مختلف درجوں میں نشو و نما پاتے ہیں۔ ان پر بھی بعض اسباب موثر اور غالب ہیں۔ اور ان کے ماتحت ہی ان کی ہستی بھی رکھی گئی ہے۔ اور دوسری طرف وہ موثر بھی ہیں۔ اور متاثر بھی ان تمام باتوں سے ان کی زندگی تو ثابت ہے۔ مگر وہ زندہ نہیں ہیں۔ تو کیوں بعض اسباب مفیدہ و اسباب مضرہ سے ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ دیکھو ایک پودہ پانی دینے سے بڑھتا ہے۔ اور ہوا میں لہلہاتا ہے۔ لیکن جب اُسے کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو اگرچہ وہ کرہ ہوا میں ہی رکھا جاوے۔ تو اُس پر کوئی قوت نامیہ اثر نہیں کرتی۔ نہ تو وہ نشو و نما پا سکتا ہے۔ اور نہ سبز و شاداب ہو سکتا ہے۔ یہ اس واسطے کہ اس کی زندگی منقطع ہو چکی ہے۔ اور جو حس تھی وہ ماری گئی ہے۔ یا تو یہ ہے۔ کہ ایک پودہ ایک پھول لگانے سے ہی کملا جاتا ہے۔ اور یا یہ کہ کوئی چیز بھی اُس پر اثر نہیں کرتی

اگر ہم علم نباتات سے واقف ہوں تو یہ راز ہم پر باآسانی کھل سکتا ہے۔ کہ اُن کی افزائش اور روئیدگی ہماری طرح ہی جوڑے پر موقوف ہے۔ مکئی۔ گندم۔ کھجور وغیرہ پودے اور درخت تانیث اور تذکیر رکھتے ہیں۔ اور ان کی افزائش اس قانون تانیث و تذکیر کے ماتحت ہو رہی ہے۔ اگر ان میں زندگی نہیں ہے۔ تو ایسا کیوں ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ہمارے نزدیک زندگی ثابت نہیں کیونکہ ہم سے مشابہ نہیں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ دیگر حیوانات کی زندگی بھی تو ہمارے مشابہ نہیں ہے۔ دیکھو بعض حیوانات میں ہماری طرح خون نہیں ہوتا۔ نہ وہ اخلاط ہوتے ہیں۔ جو ہم میں پائے جاتے ہیں اور پھر بھی وہ زندہ ہیں۔ اگر ہم میں خون ہے اور خون ہی ہماری

زندگی کا موجب معدوم ہے۔ تو نباتات میں بھی ایک قسم کا خون ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہمارا خون لال ہے۔ اور اُن کا خون سفید یا زرد اور سفید ہے۔ ہمارا خون بھی سیال اور ان کا بھی سیال ہم بھی خون کے نکل جانے سے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اور نباتات بھی مردہ ہو جاتے ہیں۔

ہم چونکہ قدرتاً ناطق ہیں۔ اس واسطے کسی صدمہ یا خون نکلنے کے وقت واویلا کرتے ہیں۔ اور نباتات اس رنگ میں نہیں کرتے دُکھ نہیں ہوتا ہے۔ اگر دُکھ نہ ہو۔ تو ان کے نشوونما اور افزائش میں فرق نہ آوے۔ یہی یہ بات کہ دوسری مخلوق یا نباتات اور جمادات ناطق ہیں۔ اور وہ ہم سے ہمکلام نہیں ہوتے۔ یہ ایک اور بات ہے۔

اگر یہی بات ہے تو ہم دوسرے حیوانات کی بولیاں کب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی ہماری طرح جاندار ہیں۔ کیا اس سے ہم یہ کہیں گے۔ کہ وہ بھی زندہ نہیں ہیں۔ یہ ماننا پڑیگا۔ کہ نباتات اور جمادات بھی اپنے اپنے رنگ میں ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں اور انہیں بھی ایک حس حاصل ہے۔ گو وہ ہماری طرح ناطق نہیں ہیں مگر اپنے دائرہ میں ان کی زندگی باوجود ایک صامت زندگی ہونے کے بھی ایک احساس رکھتی ہے۔ وہی احساس اور وہی زندگی مدنظر رکھ کر قرآن مجید میں چند مرتبہ یہ فرمایا گیا ہے کہ۔

"ہر مخلوق اور ہر چیز تقدیس اور تسبیح کر رہی ہے۔" اب رہی یہ بات کہ ایسی تقدیس اور تسبیح کس طرز اور کس رنگ کی ہوتی ہے "کسی قسم کے نطق سے" "رکوع و سجود سے" "تضرع و زاری سے" ان میں سے ہم کسی قسم کی تخصیص نہیں کر سکتے۔ اُسے اللہ کریم ہی جانتے ہیں۔ اسی واسطے اس آیت کریمہ میں کہا گیا ہے کہ تم لوگ اُسے نہیں سمجھ سکتے۔ جب ہم زندہ حیوانات کی بولیاں نہیں سمجھ سکتے۔ تو ان نباتات اور جمادات کی تقدیس و تسبیح کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ہم اس کا اعتراف بھی نہ کریں۔ تیرہ سو سال سے قرآن مجید یہ کہہ رہا ہے۔ کہ یہ سب مخلوق میری تقدیس اور تسبیح کر رہی ہے۔ اس پر تو ہمیں یقین نہیں آتا۔ مگر جب کوئی حکیم اور فلاسفر کہتا ہے۔ کہ ان میں بھی ایک قسم کی زندگی اور حس ہے۔ تو ہم اُس کا ایک خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

ہر چیز اور ہر مخلوق اپنے اپنے رنگ میں ایک زندگی ایک احساس اور ایک زبان رکھتی ہے۔ اور اس سے اپنے خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔

بار بار قرآن مجید جو اس بات کا اعلان کرتا ہے۔ اس کا صرف یہی منشاء تو نہیں۔ کہ وہ یہ راز بھی تم پر کھول دے بلکہ یہ ہے کہ تم بھی عملی رنگ میں اس پر غور اور کوشش کرو کہ جب دیگر مخلوق جسے ہم بیجان اور بے حس جانتے ہیں۔ خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ تو اس کی مزید دریافت بھی انسانی قوتوں کے ماتحت ہونی چاہیئے۔ اگر ہم فرضاً نباتات کی نسبت یہ سوچیں اور یہ پتہ لگائیں۔ کہ ان میں کس قسم کی زندگی ہے۔ اور ان کا احساس کیا کچھ کیفیت رکھتا ہے۔ تو ہم علم نباتات میں بہت کچھ باریکیاں نکال لیں گے۔

ذرا غور تو کرو قرآن مجید تو زور سے بار بار یہ کہہ رہا ہے۔ کہ یہ تمام دیگر بے جان مخلوق اور حیوانات بھی خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ایک ہم ہیں کہ اپنی خوش قسمتی سے انہیں ابتک بیجان ہی سمجھے بیٹھے ہیں۔ مسٹر بوس تو اس نکتہ پر پہنچ گئے۔ اور وہ تو نباتات کے احساس سے واقف ہو گئے۔ اور ہم قرآن خواں اب تک شک میں ہی ہیں۔

قرآن مجید میں اس واسطے ایک دوسرے موقع پر کہا گیا ہے
یمرون علیہا وھم عنہا معرضون دیکھتے اور پاس سے گذرتے
بھی ہیں۔ پھر بھی سرسری نظروں سے۔

بے شک ہم مناظر قدرت اور مظاہر عالم سے یونہی آنکھ موند کر
گذر جاتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ محض سرسری ہوتا ہے۔ ہماری نگاہیں
سطح تک ہی پہنچکر بے بصیرت ہو جاتی ہیں۔ یا تو ہمیں ان آیات پر
یقین نہیں۔ اور یا ہم ان کی تاویلیں ہی دوسری کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ
یہ خلقتیں کوئی احساس اور کسی قسم کی زبان نہیں رکھتی ہیں۔ ان آیات
کا دامن معانی تنگ کرنا ہے۔ بیشک ان کا وجود وجود خالق پر ایک
دلیل ہے۔ لیکن اس سے کیوں انکار کیا جاوے کہ یہ کوئی زندگی نہیں
رکھتی ہیں۔ یہ زندگی رکھتی ہیں اور اپنے رنگ میں تقدیس اور تسبیح
بھی کرتی ہیں۔ گو اس تقدیس اور تسبیح کا رنگ بھی ہماری تقدیس اور
تسبیح سے نہیں ملتا۔

یہ کہنا کہ خدائے کریم صرف ہماری ہی بولی سمجھتا ہے۔ کسی
اور مخلوق کی بولیاں نہیں سمجھتا ہے۔ یہ ایک سماحت ہے۔ خدا تعالیٰ نے
اس آیت میں جو کہتے ہیں کہ تم ان کی تقدیس اور تسبیح نہیں سمجھتے۔
اس سے ثابت ہے کہ وہ خود سمجھتا ہے۔ یہ آیت اور نیز اسی مضمون
کی دوسری آیات یہ بھی سمجھاتی ہیں۔ کہ ہمارے اپنے سوائے جو کچھ
اس موجودات میں پایا جاتا ہے۔ اس کا جائزہ بھی ہمیں علمی رنگ
میں لینا چاہیئے۔ بمصداق لآیاتٍ لقومٍ یعقلون

اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہم اس طریق سے مختلف اشیاء کے
علوم سے واقف ہو جاویں گے۔ اور خداوند کریم جو بار بار
قرآن مجید میں یہ فرما رہا ہے۔ کہ ہماری نشانیاں ان لوگوں کے
واسطے ہیں جو انہیں سمجھتے ہیں اس کی بھی تعمیل ہو جاوے گی
اگرچہ ہم علمی رنگ میں دوسری مخلوق کی تقدیس اور تسبیح سمجھ نہ
سکیں۔ مگر اس ضمن میں دیگر فوائد جو حاصل ہوں گے۔ وہ کیا
کچھ کم ہونگے۔ جو مخلوق خدا کی تقدیس اور تسبیح کرتی ہے۔ اس میں
اور خوبیاں بھی کس قدر ہونگی۔ اور ان کی دریافت ہمارے
واسطے کیا کچھ قیمت اور منفعت رکھے گی۔

قرآن مجید کے نقطۂ خیال سے دوسری کل مخلوق چاہے حیوانات
میں سے ہو چاہے نباتات میں سے ہو۔ اور چاہے جمادات میں سے
اور چاہے علویات میں سے اپنے اپنے دائرہ میں ایک قسم کی زندگی
اور حس رکھتی ہے اور اس پر غور کرنا انسانی معلومات میں ایک
قیمتی اور گرانبہا اضافہ ہے۔

اگر تمہارے نزدیک اس آیت یا اس قسم کی دیگر آیات کا یہ مفہوم نہیں ہے
تو نعوذ باللہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدائے قدیر نے دوسری سب اشیاء اور
سب مخلوق مردہ اور بے حس پیدا کی ہیں۔

کیا علویات میں سے برق کوئی حس نہیں رکھتی۔ ذرا اس قسم کی آیات
کو بار بار اور غور سے پڑھو اور ان سے علمی راہیں نکالو۔ کیونکہ یہ اعلیٰ
رنگ میں اعلان علوم اور تذکرۂ فنون ہیں۔ (سلطان احمد جہلم)

تنقید } "بچوں کی بہار" مولانا فیض لدھیانوی بہترین دل و دماغ رکھنے والے، حقائق نگار شاعر ہیں، ہم آپ کی حق گوئی، ذاتی
شرافت اور مذہبی تعلیم سے خوب واقف ہیں۔ شعر و شاعری میں مبالغہ سے احتراز رکھنے کے عادی ہیں۔ آپنے "بچوں کی بہار"
میں پندرہ نظمیں جمع کی ہیں۔ جو سادہ اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہیں۔ بچوں کیلئے نہایت مفید ہیں، اصلاح الاخلاق و اعمال کیلئے ایسی ہی دلچسپ اور
معنی خیز پند و نصائح کی ضرورت ہوتی ہے۔ امید ہے کہ سررشتہ تعلیم صوبہ کی درسگاہوں کے طلباء کو اس سے مستفید ہونے کا موقع دیکر علمی قدردانی کا ثبوت
دینگے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب، حجم علاوہ سرورق ۲۴ صفحات، قیمت صرف دو آنے۔ ریاض بکڈپو محلہ دارا شکوہ لاہور سے منگا لیجئے۔

تذکرۃ العارفین

دنیا کو موت سے نفرت ہے۔ کیونکہ وہ انسان کو دنیاوی دلچسپیوں سے علیحدہ کر کے کسی ایسے مقام پر لے جانے والی ہے۔ جس کی حقیقت سے دنیا بالکل ناآشنا ہے۔ موت کے نام کے ساتھ دل سینہ میں لرز جاتا ہے۔ ایک خوفناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ لیکن دنیا میں ایسی بھی ہستیاں گذری ہیں۔ جو موت کو زندگی، اور زندگی کو موت تعبیر کرتی ہیں۔ اور جو موت سے ہمیشہ کھیلا کرتی تھیں۔ اور اس کیلئے منتظر نظر آتی تھیں۔

حضرت بختیار کاکیؒ کو موت سے بڑی محبت تھی۔ آپ موت کے اس طرح منتظر تھے جیسے کوئی اپنے محبوب کے بلاوے کا متمنائی ہوتا ہے۔ آپ ذوق سماع کے بہت دلدادہ تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ علی سجزی کی خانقاہ میں محفل سماع منعقد ہوئی۔ حضرت خواجہ بھی تشریف لے گئے۔ قوالوں نے جس وقت حضرت احمد جام کا یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

آپ اس شعر پر تڑپ گئے اور بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت آپ موت سے کھیل رہے تھے۔ آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہو گئی۔ مسلسل چار روز تک آپ اسی طرح قوالی سنتے رہے۔ اور موت سے کھیلتے رہے۔ نماز کے وقت آپ کو ہوش آجاتا تھا۔ اور نماز سے فارغ ہوتے ہی پھر وہی بے خودی طاری ہو جاتی تھی۔ جب پہلا مصرعہ پڑھا جاتا تھا۔ تو آپ بالکل بے حس و حرکت ہو جاتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا گویا آپ بے جان ہیں۔ مگر جب دوسرا مصرعہ پڑھا جاتا تھا۔ تو آپ کے جسم میں ایک لرزہ پیدا ہو جاتا تھا۔ آخرکار اسی کیفیت میں آپ کا وصال ہو گیا۔ راہِ حق میں موت کے ساتھ اس کھیلنے والے کو سلطان شمس الدین التمش نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا تھا۔

حضرت پیرانِ پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی کو بھی وصال کی بیحد تمنا تھی۔ آخر وہ وقت آگیا اور دنیا نے دیکھا کہ شراب معرفت کا ایک مستانہ عالم مستی میں موت کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ آپ پر ایک رات اور ایک دن جان کنی کی کیفیت طاری رہی۔ زبان جنبش میں تھی ذکر الٰہی ہو رہا تھا۔ اور موت سے آپ کھیل رہے تھے۔ موت سے کھیلتے ہوئے آپ نے اپنے فرزند ارجمند کو وصیت فرمائی۔ کہ آپ نے نفس پر تقویٰ لازم رکھنا۔ سوائے خدا کے اور کسی سے نہ ڈرنا نہ اس کے سوا کسی سے کوئی امید رکھنا۔ توحید پر ہمیشہ ثابت قدم رہنا۔ توحید پر ہمیشہ ثابت قدم رہنا۔ توحید پر ہمیشہ ثابت قدم رہنا۔ جو شخص اپنی ہستی کو خدا کے سپرد کر دیگا دنیا کی تمام چیزیں اس کے سپرد کر دی جائینگی۔ اس کے بعد فضا میں تین مرتبہ اللہ۔ اللہ۔ اللہ کی صدا گونجی اور محبوب حقیقی سے جا ملے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی بھی ان ہی پرستارانِ حق میں سے تھے جو موت سے کھیلتے ہوئے دنیا کو الوداع کہنے کے لئے ہمیشہ بے تاب نظر آتے تھے۔ آپ کی وفات کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ ایک دن آپ اپنے حجرہ میں جلوہ افروز تھے کہ دفعتہً نورانی لباس پہنے ہوئے ایک شخص نمودار ہوا۔ اور

اس نے آپ کے شہزادہ کو ایک لفافہ دے کر کہا۔ کہ اس کو حضرت شیخ کی خدمت میں جلد سے جلد پہنچا دیجئے۔ حضرت کے صاحبزادے نے حضرت کی خدمت میں خط پہنچا دیا۔ اور فوراً حجرہ سے باہر چلے آئے۔ باہر آئے تو پیغامبر لاپتہ تھا۔ آپ حیران کھڑے تھے۔ کہ ایک آواز گونجی اور آپ نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "دوست دوست کے پاس چلا گیا" صاحبزادہ یہ آواز سنکر حجرہ کی طرف دوڑے کیا دیکھتے ہیں کہ وصال ہو چکا ہے۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کبھی موت سے ہم آغوشی او محبوب حقیقی کی دائمی کیلئے بے چین رہا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ آپ نے نماز عشا پڑھی اس کے بعد آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اس کیفیت میں لوگوں نے دیکھا کہ آپ موت کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ اور آپ پر حالت نزع طاری ہے۔ نماز تہجد سے قبل یہی کیفیت رہی۔ لیکن نماز تہجد کے پڑھنے کے بعد آپ دنیا کو الوداع کہہ رہے تھے۔ اس وقت آپ کی لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ چہرہ ہشاش بشاش تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا آپ کو کوئی غیر فانی دولت مل گئی ہے۔ اسی عالم میں آپ نے دنیا کو چھوڑ دیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے پہلے ہی سے موت کے پیام کی آمد کی تیاری کر رکھی تھی۔ آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا ہی عجیب ہے۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آ گیا۔ تو آپ بے حد مسرور رہتے اور ایسے مسرور تھے۔ جیسے آپ کی کوئی دلی تمنا پوری ہونیوالی ہو آپ خوش خوش اپنی بیوی کے پاس آئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ جو چیز میں نے پوشیدہ رکھ چھوڑی تھی اسے لے آؤ۔ وہ مشک کی تھیلی اٹھا لائیں۔ آپ نے کہا کہ پیالہ میں پانی بھی دے دو۔ اس کے بعد نہایت ہی خوشی کے عالم میں مشک کو پانی میں حل کیا پھر بیوی سے فرمایا اسے میرے اردگرد چھڑک دو۔ کیونکہ میرے پاس ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو کو پسند کرتی ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ تم دروازہ بند کر کے چلی جاؤ۔ آپ باہر تشریف لے گئیں۔ آپ کو گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ ایک عجیب و غریب آواز سنکر آپ حجرہ کی طرف دوڑیں۔ موت سے کھیلنے والا جا چکا تھا۔ خاکی جسم کے سوا کچھ نہ تھا۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ کی وفات کا واقعہ بھی انتہائی دلچسپ ہے۔ وفات سے ایک روز قبل کا ذکر ہے کہ جمعہ کے دن آپ کی بیماری کو کسی قدر افاقہ ہو گیا۔ آپ ایک مرید کے سہارے جامع مسجد کو روانہ ہوئے۔ بازار میں ایک نووارد نظر پڑا۔ آپ نے اس شخص کو دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا کہ کل اس شخص سے مجھے کام پڑیگا ہمراہیوں نے آپ کی اس بات کا کچھ زیادہ خیال نہ کیا۔ جامع مسجد میں آپ نے نماز پڑھی اور گھر واپس آئے۔ اسی رات کو حضرت کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو غسل دینے کیلئے نہایت پرہیزگار آدمی کی ضرورت پڑی کسی نے کہا کہ فلاں محلہ میں ایک شخص نہایت پرہیزگار ہے۔ وہ غسل بھی دیتا ہے۔ ایک مرید اس کو بلانے کیلئے گیا۔ جب دروازہ پر دستک دی اور السلام علیکم کہا۔ اندر سے آواز آئی کہ شبلی فوت ہو گئے۔ مرید نے کہا ہاں۔ وہ باہر آیا۔ مرید نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ آپ کو حضرت کے وصال کا کیسے علم ہوا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حضرت کو مجھ سے کام پڑنے کا علم کل جمعہ کی نماز کو جاتے وقت ہو گیا تھا۔

نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے پرستاران حق، اسی طرح موت سے کھیلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے پرستاران حق آج بھی اس دنیا میں موت سے کھیلنے کیلئے بیتاب ہیں اگر ہم بھی آج روح کی پاکیزگی ہوتی اور اگر آج ہم بھی آخرت کے سرمایہ دار ہوتے تو ہم بھی اسی طرح موت سے ڈرنے کی بجائے کھیلتے ہوئے نظر آتے۔ (شوکت علی فہمی)

بصائر و عبر

حسن سیرت و صورت میں فرق

رومیؒ نے اپنی مثنوی کی ابتدا ہی ایک نہایت دلگداز افسانۂ عشق سے کی۔ اور بتایا کہ حسن صورت اور حسن معنی میں کیا فرق ہے، اور فنا پذیر حسن پر جان دینے والا گوشت پوست کی برھمی تناسب کے بعد کس قدر جلد بے التفاتی کرنے لگتا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

اگلے زمانہ میں ایک سلطان بادشاہ تھا۔ ایک دن اپنے درباریوں اور خدم و حشم کے ساتھ شکار کیلئے نکلا۔ وادیوں اور چٹیل میدانوں میں شکار کی تلاش کر رہا تھا۔ یکایک اس نے ایک لونڈی دیکھی اور اس پر فریفتہ ہوگیا۔ بادشاہ کے پاس دولت کی کیا کمی تھی روپے دیکر لونڈی کو خرید لیا۔ لیکن ابھی سو مہلت کے زیادہ ایام نہ گذرے تھے کہ لونڈی بیمار پڑی۔ درباری اطبا اطراف و جوانب کے مشاہیر نے بڑی تندہی سے علاج کیا۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ مرض روز بروز زور پکڑتا جاتا تھا۔ ادھر بادشاہ لونڈی کے عشق میں سرشار تھا۔ اس کی بیتابی بڑھی۔ اطبا کی ناکامیابی نے اس کے اندر ایک آشفتگی پیدا کردی۔ اب دوا کی بجائے اُس نے دُعا کی طرف رُخ کیا۔ ننگے پیر مسجد میں آیا۔ اور سجدہ میں گر پڑا۔ پھر دل رقت طاری رہی۔ رو رو کر خدا سے دعائیں کرنے لگا۔ چونکہ دل کی آواز ہمیشہ پر اثر ہوا کرتی ہے۔ روتے روتے اُس کی آنکھیں لگ گئیں۔ خواب میں دیکھا کہ ایک بوڑھے آدمی تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔

گفت اے شہ مژدہ حاجاتت رواست گر غریبے آیدت فردا زماست

چونکہ آید او حکیم حاذق است صادقش داں کو امین و صادق است

در علاجش سحر مطلق را ببیں در مزاجش قدرت حق را ببیں

بادشاہ کی آنکھیں کھلیں اور وہ موعودہ دن کا بیچینی سے انتظار کرنے لگا۔ آفتاب افق مشرق سے طلوع ہو رہا تھا۔ ادھر بادشاہ جھروکہ پر حکیم حاذقؒ کے شوق دید میں بے چین تھا۔ ناگاہ ایک منوّر اور پاک صورت درویش جو نحافت کے باعث دُور سے ہلال کے مانند نظر آرہے تھے، آتے ہوئے دکھائی دیئے بادشاہ نے خود استقبال کیا۔ اور گلے سے لگا کر اپنے یہاں لایا۔ بزرگ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پیشانی کو چوما اور دلسوزی کے ساتھ وطن و سفر کی کیفیتیں دریافت کیں۔ مہمانداری کے یہ ابتدائی مراحل طے ہوئے تو بادشاہ نے محترم مہمان کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لایا۔ مریضہ کو دکھایا۔ مرض کی حالت بتائی۔ قارورہ دکھایا۔ معالجہ کے حالات بیان کئے۔ حکیم حاذق نے فرمایا۔

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

بے خبر بودند از حال دروں استعیذ اللہ مما یفترون

دید رنج و کشف شد بروے نہفت لیک پنہاں کرد و باسلطاں نگفت

رنجش از صفرا و از سودا نبود بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود

دید از زاریش کو زار دل است تن خوش است و او گرفتار دل است

عاشقی پیداست از زاریٔ دل نیست بیماری چو بیماریٔ دل

حکیم حاذق نے جب مرض کی تشخیص کر لی تو بادشاہ سے کہا کہ پردہ کرائیے اور آدمیوں کو ہٹا دیجئے۔ صرف میں رہوں اور یہ عورت رہے اور کوئی ہماری باتیں سننے کی بھی کوشش نہ کرے

بادشاہ نے خلوت کردی۔ حکیم صاحب مریضہ کے پاس آئے۔ اور پوچھا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ اور غرض یہ بتائی کہ اصول طب کے مطابق ہر شخص کا علاج اس کے وطن کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ وطن میں اپنے بیگانے کن کن سے تم کو لگاؤ ہے۔ حکیم صاحب نبض پر ہاتھ رکھے رہے اور سوال کرتے گئے، مریضہ جواب دیتی رہی۔

آں حکیم خارچیں استاد بود   دست می زد جا بجا می آزمود
زاں کنیزک بر طریق داستاں   باز می پرسید حال دوستاں
با حکیم او رازہا می گفت فاش   از مقام و خواجگاں شہر تاش
سوئے قصہ گفتنش می داشت گوش   سوئے نبض و جستنش میداشت ہوش

حکیم صاحب مریضہ کے منہ سے وطن اور اہل وطن، اپنے بیگانے، اگلے آقا اور سفر کے حالات سنتے رہے، کان قصّہ کی طرف لگائے تھے۔ ہاتھ نبض پر رکھ کر حرکت کا بغور مطالعہ کرتے جاتے تھے۔ مریضہ ایک واقعہ بیان کرنے کے بعد دوسرا واقعہ شروع کرتی تھی۔ اور حکیم صاحب دلچسپی سے سُن رہے تھے۔

دوستاں شہر خود را بر شمرد   بعد ازاں شہر دگر را نام برد
گفت چوں بیروں شدی از شہر خویش   در کدامیں شہر می بودی تو بیش
نام شہرے گفت وزاں ہم درگذشت   رنگ روے و نبض او دیگر نگشت

اسی طرح ہر آقا، ہر شہر اور سفر کے حادثات بیان کرتی گئی لیکن نبض کی حرکت جیسی تھی۔ ویسی رہی چہرہ کی رنگت میں کوئی فرق نہ ہوا۔ یہاں تک کہ سمرقند کا تذکرہ آیا۔ سمرقند کا نام آتے ہی لونڈی نے ایک آہ کھینچی۔ اور اسی کے ساتھ زرد زرد رخساروں پر قطرات اشک ٹپکنے لگے۔ مریضہ نے بیان کیا۔ کہ وہاں ایک سُنار نے مجھے مول لیا۔ اور چھ ماہ رکھ کر مجھے بیچ ڈالا۔

نبض جست و روئے سرخش زرد شد   کز سمرقندی زرگر فرد شد

حکیم صاحب نے جب مرض کا پتہ لگا لیا۔ تو پوچھا کہ وہ سُنار سمرقند کے کس محلہ میں رہتا ہے۔ لونڈی نے کہا کہ پل "غاتفر" کی گلی میں اس "خواجہ زرگر" کا مکان ہے۔ حکیم صاحب نے مریضہ کو تشفی دلائی اور کہا کہ اس راز کو فاش نہ کرنا۔ میں بہت جلد تمہاری کامیابی کی صورت نکالتا ہوں۔ خدا رسیدہ حکیم نے بادشاہ سے کہا۔ کہ سمرقند میں فلاں سُنار ہے اُسے بلوائیے۔ مال و دولت خلعت و انعام کی لالچ دیجئے وہ آئیگا۔ بادشاہ کا پیام پہنچا۔ سمرقندی سُنار آیا۔ بادشاہ نے سونا اس کے سپرد کیا۔ اور کہا کہ کنگن، طوق، پازیب، کمردھنی اور جو زیورات بادشاہ کے لائق ہیں بنائے۔ سُنار نے سونا لیا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔
حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ مریضہ کو اس سُنار کے حوالہ کیجئے۔
بادشاہ نے لونڈی کو سنار کے سپرد کیا۔

مدت شش ماہ می راندند کام   تا بہ صحت آمد آں دختر تمام

آہ! عشق مجازی کے سرگردانو! یہ فسانہ تمہاری عشقیہ ہیجان کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔ سُنو اور سبق لو، تم حُسن ظاہر پہ مٹتے ہو اور ہر وہ بات کر گزرتے ہو جسے دنیا اخلاص و محبّت سے تعبیر کرتی ہے۔ لیکن تم نفس کی اس غداری سے بے خبر رہتے ہو۔ تمہیں اندھی محبّت غور و فکر کا موقعہ نہیں دیتی۔ کہ تم اپنی نفسیات عشق کا تجزیہ کرو۔ اعضاء کا تناسب، گوشت پوست کی ظاہری نرمی و لطافت تم کو بے چین کر دیتی ہے۔ اور تمہارے دماغ میں ایک مجنون کی طرح ایک مالیخولیا کے مریض کے مثل بس ایک ہی خیال رہتا ہے۔ ایک ہی محو کر دینے والا تصوّر رہتا ہے۔ راتوں کو تمہارا کروٹ بدلنا۔ خلوت میں تمہاری اشکباریاں، جلوت میں تمہارا خموش فغاں! اور ایسے دوسرے عشقیہ تاثرات تمہیں کہیں کا نہیں رکھتے۔ یہ آخر کیوں؟ اس لئے کہ تم ظاہر پرست ہو۔ تم نے نفس کی غدّاری کو اخلاص سمجھا، تم نے فریب نظر کو حقیقت سمجھ لیا۔

بہ غدا جسم ملنگر کہ بجے دبریزد　　بہ غدار جہاں نگر کہ نوش و خوشگوار با
رقابت کی آگ بڑی ہوتی ہے۔ بادشاہ نے غریب سنار
کو زہر دلوا دیا ع
"تا بخود دو بیش دخترمی گداخت"
زہر کے اثر نے حسین سنار کو بدصورت بنانا شروع کیا
اسکا سادہ زرد تازہ رخسار تھا اور وہ منور چہرہ روز بروز
اضمحلال بڑھتا گیا۔ اور اسی کے ساتھ خود غرض انسان کی
پرستارانہ عقیدتمندیاں بھی افسردہ ہونے لگیں۔ لونڈی کے
دل میں محبت بھی کم ہو گئی۔
عشقہا ئے کز پے رنگے بود　　عشق نبود عاقبت ننگے بود
یہ ہے ننگ عشق اور یہ ہے عشقیہ خودغرضیوں کی پُر
افسوس داستان جس کا ہماری ادبیات میں کافی ذخیرہ ہو گیا ہے
اور جسے پڑھنے کے بعد کم از کم ہمارے دل کے اندر بھی اس
"ننگ حیات" مشغلہ سے جرأت آزمائی کا ولولہ پیدا ہونے
لگتا ہے۔ لیکن کبھی غالب کے اس شاعرانہ فلسفہ پر غور کرنے
کو جی نہیں چاہتا۔
ہمہ نا امیدی ہمہ بے قراری　　میں دل ہوں فریب وفا خوردگاں کا
انسان کی ضمیر میں خودغرضی ہے۔ اور جہاں تک اسکی
حسیات غیر متشاکل ہوتی جاوے گی۔ وہیں تک اس پر ضمیر کا
جمال نمایاں ہوتا جاویگا۔ دنیا کے اندر اخلاص کے نام پر بہت
سی افسانہ تراشیاں ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ افسانہ تراش بھی
اپنے مجنونانہ ہیجان صنم پرستی کی بنا پر نہیں حقیقت تصور کرنے
لگتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر اکرامی کے مقالہ سے پتہ چلا ہوگا۔
اسی منزل پر پہنچکر عشق و جنون میں ایک مماثلت پائی جاتی
ہے۔ اور ایک عاشق ناکام کی صبر آزمائیاں جنون کے ڈانڈوں

سے مل جاتی ہیں۔
گر شکل دلاویز تو انیست لیکن　　در قید بلا خستہ زنجیر جنوں ہم
غریب سنار کو زہر دلوا دیا گیا۔ زہر نے جوں جوں اپنا اثر کیا۔
حسن میں بے رونقی پیدا ہوتی گئی۔ وطن چھوٹا بچے چھوٹے
اور سب سے بڑھ کر محبوبہ نے بھی نظر سے گرا دیا۔ جس کے
شرار حسیات نے غریب سنار کو گھر سے بے گھر کر دیا تھا
آخر کار رنگ و بو کی محبت نے دھوکہ دیا اور انسان نے
اپنا دیدۂ عبرت اس وقت وا کیا۔ جب معاملہ اس کے ہاتھ
سے نکل چکا تھا۔ غریب سنار "فریب وفا خوردہ" بنکر اب
اس کے سوا کہہ ہی کیا سکتا تھا۔
برمن است امروز فردا بروا است　　خون چوں من کس نہیں ضائع کی آستا
محبت ناپائدار کی اس منزل پر پہنچکر غریب سنار دم توڑ
رہا تھا۔ گو وہ نہ رہا۔ لیکن ہماری اثر پذیری کے لئے یہ افسانہ
چھوڑ گیا۔ اس کی درماندہ زندگی کے آخری نتیجہ نے ہماری
حوصلہ آزمائیوں کو تو ضرور متاثر کیا۔ اور ہم نے سمجھا کہ "مئے
مجاز" کا خمار کتنی دیر تک قائم رہتا ہے۔ اور خمار کے زائل
ہونے کے بعد کیسی روح فرسا بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ کہ
لب "پردہ سنج زمزمہ الامان" بھی نہ ہوگا۔ اور ہماری نیم وا
آنکھیں ہماری بے بسی کا ترانہ گا رہی ہونگی۔ سنار اپنی فریب
خوردہ زندگی پر ہاتھ ملتا جاتا تھا۔ اور آخری بار اسکے منہ یہ نکلا۔
ایں جہاں کوہ است و فعل ماندا　　سوئے ما آید ندا ہا را صدا
عشق میں بیمار پڑ جانے والی عورت پر اس کا یہ اثر ہوا۔
کہ وہ اس افسوسناک واقعہ کے بعد رنج و الم سے آزاد تھی
ع　آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک

تاثراتِ قمر

شیخ صاحب نے یہ قمر سے کہا — قوم کے دکھ کی سن ذرا روداد

جس کو دیکھو وہ بندۂ زر ہے — حرص ہے ساتھ صورتِ ہمزاد

مذہبِ دیں سے پھر گئے مومن — کچھ نہیں ان کو خوفِ روزِ معاد

ان کے ایمان کا یہ مجمل ہے — کفر دل میں زباں پر الحاد

دین کی راہ سوجھتی ہی نہیں — ہو گئے ایسے کچھ یہ کور سواد

مسجدیں کیوں نہ آج ویراں ہوں — جب کلب ان سے ہو گئے آباد

بائرن کا کلام پڑھتے ہیں تو — ہے یہ شغلِ وظائف و اوراد

اہلِ دولت جو کچھ مسلماں ہیں — مٹ گئی ان سے شوکتِ اجداد

آدمیت سے کچھ لگاؤ نہیں — تندخو، بد دماغ، زشت نہاد

آپ آرام سے ہیں غم کیا ہے — قوم پر ہو صعوبت و بیداد

نام زندہ ہے اُن سے قاروں کا — کیوں کریں وہ اعانت و امداد

لالہ و گل میں عمر کٹتی ہے — ہے مکاں رشکِ گلشنِ شداد

جب نکلتے ہیں وہ پہن کے لباس — پھیلتی ہے شمیم مشک و زباد

ان غریبوں سے ان کو کیا نسبت — جن کو عسرت نے کر دیا برباد

گردشِ بخت سے ہیں چکر میں — فقر و فاقہ سے جن کے قلب ہیں شاد

پھوٹ آپس میں پڑ گئی ایسی — بھائی کو بھائی سے ہے بغض و عناد

میں نے یہ سن کے عرض کی ان سے — کیا نہیں قولِ شیخ آپ کو یاد

ہر کس از دستِ غیر نالہ کند

سعدیؒ از دستِ خویشتن فریاد

(قمر گیاوی)

تذکرۂ برادری

ہماری گرم جوشی

مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں، کہ اقتصادی بدحالی نے پریشان کر رکھا ہے۔ کاروباری دنیا نازک ترین دور سے گذر رہی ہے۔ ع

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

آپ کے استقلال کی داد دیتا ہوں کہ قوم کی سرد مہری کے باوجود "القریش" کو گرمجوشی سے چلا رہے ہیں۔ خدا آپ ایسے محسن القوم کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین!

حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ ہمارے استقلال اور قوم کی سرد مہری کے باوجود گرمجوشی، کی بھی خوب کہی۔ لیکن یہ سلسلہ تا کجے؟ یہ سرد مہریاں آخر ٹھنڈا کر دینگی اور بادل ناخواستہ کہنا پڑیگا۔ کہ

کب طاقتِ رفتار رہے کی ترک رفاقت

جب منزل مقصود رہی چار قدم اور

تین مقتول

اب جبکہ طباعت و مطبوعات کی صعب ترین گرانی سے موقت اشیوع جرائد کا ناک میں دم ہے، اور القریش کی امداد مقتدرین قوم پر لازم آتی ہے۔

ایک خان بہادر

ایک وکیل ——— اور

ایک ٹھانیدار

نے "القریش" کے وی پی وصول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

جس سے غریب قومی جریدہ کو ایک روپیہ بہرہ شاہی کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کسی قوم کا جب الٹتا ہے دفتر

تو مسخ ان میں ہوتے ہیں پہلے تونگر

انا للہ

آزمائش کا وقت

اقتصادی بدحالی نے ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ سامان خورد و نوش کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی سے متعلقہ اشیاء کے نرخ بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ رہے ہیں۔ طباعت و طبع کیلئے یہ دور نہایت نازک اور پریشان کن ہے۔ کاغذ کی گرانی نے نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ملکوں کے اخباروں کو بھی متاثر کیا ہے۔ انگلستان کے تمام بڑے بڑے اخباروں نے اپنے صفحات کم کر دیئے ہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے انگریزی اخبار مثلاً سٹیٹسمین، ٹائمز آف انڈیا، سول اینڈ ملٹری گزٹ امرت بازار پتریکا اور ٹریبیون بھی اپنی اپنی ضخامت کم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ملاپ، پرتاپ اور ویر بھارت جنگ سے پہلے روزانہ ۱۴ صفحات پر شائع ہوتے تھے۔ لیکن اب ان کی ضخامت صرف ۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ کی گرانی کا یہ عالم ہے کہ وہ کاغذ جو جنگ سے پہلے سوا دو روپے فی رم بکتا تھا آج وہ آٹھ روپے فی رم کے حساب سے بھی نہیں ملتا۔ اس پر مستزاد یہ کہ کاغذ فروشی پر لائسنس لگا دیا گیا ہے۔ اگر کاغذ کی گرانی کے یہی لیل و نہار رہے تو بعید نہیں کہ مجبور ہو کر

سارے اخبار اپنی اپنی اشاعت کو غیر معین مدت کیلئے ملتوی کر دیں۔ جہاں سرمایہ دار اخبارات اس صعب ترین گرانی سے ہاتھوں جان توڑ رہے ہیں۔ وہاں مخصوص مقاصد کے جرائد اور "القریش" ایسے محدود الاشاعت رسائل کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں۔ اور پھر اس صورت میں جبکہ قوم کا متموّل طبقہ اور معاونین کرام میں سے خصوصی معاون اس کی اعانت سے دست کش ہو رہے ہوں۔ القریش کے کئی معاونین کے ذمے دو دو سال کا زر سالانہ واجب الادا ہے جس کا مطالبہ دعا وہ فرد اپر مارا گیا ہے۔ مارچ کے "تذکرہ برادری" میں "شکوہ" کے تحت ہم نے اپنی مشکلات کو وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے ان حضرات سے دردمندانہ اپیل کی تھی۔ کہ وہ اپنا ذمگی چندہ اور موعودہ رقوم کی ترسیل سے اپنے قومی آرگن کی اعانت فرمائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارا شکوہ صدا بصحرا ہو کے رہ گیا۔ اگر ہمدردان قوم اور بہی خواہان "قریش" کی بے اعتنائی کا یہی عالم رہا تو القریش کی اشاعت مجبوراً ملتوی کرنی پڑے گی۔ اور قوم کے اصلاحی امور میں ناقابل تلافی نقصان کا بار ان کی گردن پر رہے گا۔ جو زر بدل کی ادائیگی میں دو دو سال وعدوں میں گذار دینے کے بعد بھی ایفائے عہد نہیں کرتے۔

ایک تحریک

مکرمی قریشی محمد اینڈ بخش صاحب، منشی فاضل، ادیب فاضل انسپکٹر ریلوے واچ اینڈ وارڈ بفضل خدا پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ اور قوم کے اصلاحی امور میں نمایاں طور پر حصہ لینا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں۔ کاغذ کی شدید اور ناقابل برداشت گرانی سے متعلقہ اپیلوں سے متاثر ہو کر تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"القریش" سے قوم کا نام زندہ ہے۔ اس کی بہترین خدمات کے پیش نظر حمیت قومی داعی ہے۔ کہ ایسے مفید ومعاون رسالہ کی فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے امداد و اعانت کی جائے سامان طباعت خصوصاً کاغذ نہایت گراں ہو رہا ہے۔ اور القریش ہر اشاعت میں اپنی مجبوریوں کا اعلان کر رہا ہے پھر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ "قریش" کے مستطیع اور صاحب ثروت حضرات کے قلوب کیوں متاثر نہیں ہوتے۔ ان کا خون کیوں حرکت میں نہیں آتا۔ وہ قومی مفاد کیلئے ڈیڑھ پائی یومیہ کے ایثار کی کیوں توفیق نہیں پاتے۔ ان کے دل اسقدر کیوں بیٹھ گئے ہیں۔ ان کو معلوم کر لینا چاہئے کہ "القریش" کے نام سے قوم کا نام زندہ ہے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ پاک صرف "القریش" کی معاونت کے بدلے تمام گناہ معاف کر دے۔ قریش اور قریش کا لفظ اللہ پاک کو اتنا پیارا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے دیئے ہوئے میں سے جائز ضروریات پر صرف کر سکیں۔

مجھ کو القریش سے محبت ہی نہیں والہانہ عشق ہے۔ اس میں قال اللہ قال الرسولؐ اور صحابہ کرام رضؓ اور اولیائے عظام کے تذکرے ہوتے ہیں۔ قومی امور پر بحث اور پند و نصائح بھی جو اصلاح الاخلاق والاعمال کیلئے ازبس ضروری ہیں۔ ہر نیک دل مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان باتوں سے شغف رکھے آپ معاونین القریش میں اہل دل حضرات کو لکھیں کہ وہ اپنے قومی رسالہ کے کاغذ فنڈ میں امداد کریں۔

ضرورت ہے بیس حضرات کی

محترم موصوف تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اگر "القریش" کاغذ کی گرانی اور احباب کی سرد مہری کی نذر ہو گیا۔ تو قوم کے اصلاحی امور دھرے رہ جائینگے۔ اور قوم کی وہ امیدیں جو اس سے وابستہ

ہیں۔ بادل ناخواستہ منقطع ہوجائیں گی۔ وہ دن قوم کیلئے انتہائی مایوسی کا دن ہوگا۔ لہذا ضرورت ہے کہ دردمندان قوم میں سے بیس ایسے اہل دل حضرات میدان میں آئیں جو پانچ روپے ماہوار کا ایثار کرسکیں۔ میں محرک کی حیثیت سے اور قومی ضروریات کے پیش نظر بسترت تمام اس خدمت کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ میری طرف سے پہلی قسط سات مئی کو ارسال ہوجائیگی۔ تحریک کریں قوم ایسی مردہ نہیں ہے کہ اس میں سے بیس اہل دل حضرات بھی نہ مل سکیں۔"

گذشتہ سال کاغذ فنڈ میں القریش کے معاون خصوصی خریدار نمبر ۴۴۶ کی طرف سے ۸۸ روپے۔ مولینا کشفی شاہصاحب کی طرف سے دس روپے وصول ہوئے۔ مکرمی سید صادق حسین شاہصاحب مدرس چک 34/4L سے ایک روپیہ ماہوار کاغذ فنڈ میں ارسال فرماتے ہیں۔ معتدر معاونین بحیثیت قومی علی قدر حیثیت دست اعانت بڑھانے میں سبقت کرکے عنداللہ ماجور وعندالقوم مشکور ہوں۔ تاکہ قوم کا علمی واصلاحی ادارہ گرانی کا مقابلہ کرتا ہوا جاری رہ سکے۔ وباللہ التوفیق۔

ندوۃ القریش کا اجلاس

۲۷ اپریل بروز اتوار صبح ۷ بجے "ندوۃ القریش" کے مقامی ممبران کا غیر معمولی اجلاس دفتر "القریش" شریف گنج میں منعقد ہوا۔ چونکہ یہ اجلاس علیہ حضرت والدہ محترمہ حضور نظام کی وفات کے سلسلہ میں بلایا گیا تھا نہ وراگز کٹو ممبران کے ماسوا عام ممبران کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس لئے ایک سو کے قریب معزز ممبران ندوہ شریک جلسہ ہوئے۔ صدر جلسہ نے جلسہ کی غرض وغائت بیان کی اور حضور نظام خلد اللہ ملکہ' کا وہ فرمان جو اس سلسلہ میں جریدہ غیر معمولی میں شائع ہوچکا ہے۔ پڑھکر سنایا اور حاضرین سے دعائے مغفرت کیلئے استدعا کی۔ حاضرین میں سے چند معززین نے مختصر تعزیتی تقریروں میں اپنی عقیدت وہمدردی کا اظہار کیا۔ اور دولت آصفیہ کی رعایا نوازی، نصفت شعاری اور معارف پروری پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے جہاں پناہ خسرو دکن کی سلامتی کی دعا کی گئی۔ بعدش حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے منظور ہوا۔

ہندوستان کے سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کا یہ اجلاس حضور نظام فرمانروائے دکن وبرار کی والدہ محترمہ کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج وملال کا اظہار کرتا ہوا بارگاہ غفور الرحیم بخلوص دل داعی ہے۔ کہ وہ پاک ذات مرحومہ بزرگوار کو جنت الفردوس عطا کرے۔ اور خاندان آصفیہ کو آفات وبلیات ارضی وسماوی سے مامون ومحفوظ رکھے۔ اور حضور نظام کے اقبال کا ستارہ آفتاب عالمتاب کی طرح درخشاں وتاباں رہے آمین!

حضور نظام زندہ باد، دولت آصفیہ فرخندہ باد کے نعروں کے ساتھ قرارداد باتفاق رائے منظور ہوئی۔ تجویز ہوا کہ قرارداد اسلامی اخبارات اور قومی جریدہ "القریش" میں بغرض اشاعت بھیجی جائے۔ ½ ۱۰ بجے اجلاس برخواست ہوا۔

ملحقہ جماعتوں کے جوابات

مولانا لئیق احمد صاحب علوی کی اس تجویز کے سلسلہ میں کہ "ندوۃ القریش" سے ملحقہ جماعتوں کے نمائندگان کا اجلاس منعقد کیا جائے۔ استصواب کیا تھا جس کے جواب میں فلاح القریش فیض آباد۔ ۲، اصلاح القریش شاہ گنج۔ ۳۔ انجمن سادات قریش احمد آباد۔ ۴۔ ندوۃ القریش سب کمیٹی بنگلور۔ ۵۔ انجمن قریشیان صوبہ بہار۔ ۶۔ فرنٹیر قریش کانفرنس اور ۷۔ انجمن قریشیان

صوبہ سندھ کی طرف سے مکتوب موصول ہوئے ہیں۔ جن کا مفہوم بالفاظ ذیل ادا کیا جا سکتا ہے۔

فرقہ وارانہ فسادات، اقتصادی بدحالی اور شدت گرمی کے پیش نظر نہایت ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس اہم اجلاس کو کم از کم ایک سہ ماہی کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔ اجلاس کی اہمیت کی ضرورت متذکرہ جماعتوں نے تسلیم کرتے ہوئے یہ بھی تحریر کیا ہے۔ کہ اگر مرکزی جماعت کی مجلس عاملہ اور دیگر ملحقہ جماعتیں اجلاس کا انعقاد جلد از جلد ضروری خیال کریں۔ تو ہمیں ان کی آراء سے اتفاق ہوگا۔ اور تاریخ معینہ پر نمائندگان روانہ کر دیئے جائیں گے۔

دیگر جماعتوں کی طرف سے جوابات کا انتظار ہے۔ جملہ جوابات موصول ہو جانے پر قطعی فیصلہ کے لئے مجلس عاملہ میں پیش کر کے نتیجہ سے اطلاع دی جائیگی۔ جن جماعتوں کو باقاعدہ خطوط پہنچ چکے ہیں وہ جلد از جلد جوابات سے مشکور کریں۔

شکریہ

مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کا جماعت کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے "ندوۃ القریش" کے گذشتہ اجلاس کی کارروائی از رہ حمیت قومی اسلامی روزناموں میں شائع کرا کر کارپردازان ندوہ کی حمایت کی ہے۔ اراکین ندوہ امید کرتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر صاحب آئندہ بھی اپنے الطاف برادرانہ سے تشکر و سپاس کا موقع دیتے رہا کرینگے۔

تبادلہ

مکرمی قریشی محمد حمید اللہ صاحب صدیقی بی۔ اے انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول اجنالہ (امرتسر) سے پنڈی بھٹیاں (شیخوپورہ) میں تبدیل ہو گئے تھے۔ جہاں وہ ناسازئیے آب و ہوا کے سبب علیل رہتے تھے۔ اب آپ ڈیرہ بابا نانک گورنمنٹ ہائی سکول میں تبدیل ہو کر آ گئے ہیں۔ آپکے اس تبادلہ پر آپکے احباب مسرت کے ساتھ آپکو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں

مختصرات

سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ڈاکخانوں میں بے تصویر ٹکٹ آنے والے ہیں۔ —— ایڈیشنل سشن جج لاہور نے ۲۷۴ خاکسار جنہیں مختلف مساجد سے ڈیفنس ایکٹ میں گرفتار کیا تھا رہا کر دیا ہے۔ ایک اخباری اطلاع ہے کہ ممالک غیر کیلئے ہندوستانی کپڑا کی خرید کیلئے حکومت ہند بنگال کی ایک کمپنی سے تصفیہ کر رہی ہے —— روڈلف ہیس ہٹلر کا دست راست اور نازی پارٹی کا محبوب لیڈر پیراشوٹ کے ذریعہ سکاٹ لینڈ برطانیہ میں چلا گیا ہے۔ کانگرس کے جنرل سیکرٹری اچاریہ کرپلانی نے پاکستان کی مخالفت کو بلا وجہ غوغا آرائی قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ نازی پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ ہر ہیس کا فرار جرمنی کے زوال کا پیش خیمہ ہے۔ ڈھاکہ کے فساد میں اب تک ۱۶۵۳ اشخاص گرفتار ہو چکے ہیں۔ وزیر اعظم بنگال نے وائسرائے ہند کو ملاقات کے دوران میں مشورہ دیا کہ موجودہ سیاسی حالات پر بحث کرنے کیلئے تمام فرقوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے۔ پٹنہ یونیورسٹی میں امسال ایک اندھے طالب علم شنکر پرشاد نے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔

ضلع فیروزپور کے ایک گاؤں میں فقیروں کی جھونپڑی سے پولیس کو ہزاروں روپے کا مال۔ ریشمی کپڑا اور زیورات دستیاب ہوئے ہیں۔ ۴ مرد اور پانچ عورتیں گرفتار ہیں۔

نوادرات

علوی انبالوی کا مجرب نسخہ

مکرمی قریشی عبدالخالق صاحب علوی منشی فاضل انبالوی نے عجب طبیعت پائی ہے۔ نہایت بامذاق واقع ہوئے ہیں، تحریر و تقریر میں خاص انداز ہے جوبات کرتے ہیں لاجواب ہوتی ہے۔ آپ تازہ مکتوب میں لکھتے ہیں۔ کہ "القریش کو کاغذ کی گرانی کی زد سے بچنے کیلئے وہی نسخہ استعمال کرنا چاہیئے۔ جو ۱۹۳۸ء کے زعمی والوداعی ایام یا ۱۹۳۹ء کے اوائل وعالم شہود میں آنے کے وقت تجویز ہوا تھا۔ یادش بخیر! وہ "بیلوڈ فرنڈ" کے تار پر اسی گرم جوشی کے ساتھ مضراب حرکت کرے۔ اور اسی طرح پھر قرطاس کے میدان ابیض میں فرضی کارروائیاں رقص کناں ہوں۔ ہُو۔ بچو کا ایک ہنگامہ برپا ہوجائے۔ اُدھر کی اس گرما گرمی میں مردہ روحیں بیدار ہوجائینگی۔ غیور قریشی خواب راحت سے جاگ اٹھیں گے۔ اور یہ گرانی کاغذ کا ستم ٹوٹ جائیگا نسخہ لاجواب اور مجرب ہے، آزمائش شرط ہے۔"

علوی صاحب نے پتے کی کہی ہے۔ اوائل ۱۹۴۱ء میں جب "بی لوڈ فرنیڈ" کے چاؤ میں یار لوگوں نے میدان محشر برپا کیا۔ تو القریش کی اشاعت میں غیر معمولی ترقی ہوگئی تھی۔ وہ زندہ دلان قوم جو ہماری پیہم اپیلوں کے باوصف مردوں سے شرط باندھے پڑے ہیں۔ یک دم جاگ اٹھے تھے۔ اور نئے معاونین کی فہرستوں سے ایک تازگی پیدا ہوجانے سے دو سال بڑے مزے اور بے فکری کے ساتھ گذر گئے تھے۔ جونہی کچھ تاریں ڈھیلی ہوئیں ہمارے معاونین پر بھی کچھ اوس سی پڑ گئی جواب سوہان روح ہو رہی ہے۔ حضرت علوی نے نسخہ اچھا بتایا ہے۔ لیکن اس کی ترکیب استعمال اور بدرقے تحریر نہیں فرمائے۔ ان تاروں پر مضراب رکھنے سے ہم تو قاصر ہیں۔ آپ کوئی جھاڑ پھونک جانتے ہوں تو دریغ نہ کریں۔

مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی حقائق پر اپنے مخصوص انداز میں تبصرہ کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ آپ نے "لدھیانہ" اور "کوفہ" کو مساوی الاعداد بتاتے ہوئے فرق مراتب پر دلچسپ شذرہ لکھا ہے۔ اور "دریا بکوزہ" کے عنوان سے قائد مراسیت کی سوانح حیات کو نظم کرکے اپنی رنگیں بیانی اور واقع نگاری کا ثبوت پیش کیا ہے۔ نثر و نظم دونوں مضمون قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج ذیل ہیں۔

مساوی الاعداد شہر

لودھیانہ اور کوفہ کے اعداد برابر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ اہل کوفہ نے حضرت امام حسین سے غداری کی تھی۔ اور لودھیانہ والے امام علیہ السلام کے خاندان (قریش) کے نسب پر حملہ کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے مراسیوں نے یہ بے سرا راگ الاپنا شروع کیا۔ کہ "مراسی ہی اصلی قریشی ہیں۔ باقی سب مخلوط"۔ دوسری قوموں نے دیکھا۔ کہ ڈوم، بھانڈ، اور نقال قریشیت اور سادات کے دل خوش کن خواب دیکھ رہے ہیں۔ تو انہوں نے پیچھے رہنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اسی میدان کارزار میں قدم رکھا۔ جس میں مراسی الجھ کر رہ گئے تھے۔

آج سے چند سال پہلے کا ذکر ہے۔ کہ قصائی راجپوت کہلاتے تھے۔ اور دنیا ان کی چودہراہٹ تسلیم کرتی تھی۔ کچھ ایسی اُپج آپڑی کہ قصائیوں نے اچھی بھلی چودہراہٹ کو خیرباد کہکر "سیخ قریشی" بنکر شیخی بگھارنے میں مصلحت دیکھی اُن کی دیکھادیکھی معماروں نے بھی سر اُٹھایا۔ وہ کہنے لگے۔ کہ ہم صدیوں سے تعمیر ملت کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم بھی قریشی ہیں۔ نیار یئے ریت سے سونا نکالتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ ایسی باریک بینی قریش کے سوا کسی دوسری قوم سے کیونکر ممکن ہے۔ اس لئے ہم بھی قریشی ہیں۔ چوڑی گر یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ مراسی۔ قصائی۔ معمار اور نیاریئے اگر قریشی ہیں تو ہم کیا ہوئے؟ آخر انہوں نے چوڑی گری کو نشان قریشیت قرار دے لیا۔ اُن کا یقین ہے کہ آغاز اسلام میں قریشی تیغ بکف نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جولاہوں کا ایک مشہور خاندان شیخ کہلاتا تھا۔ تجارت شروع کی۔ دکان پر جو بورڈ[1] آویزاں کیا۔ اس پر اپنے نام کے ساتھ شیخ لکھا۔ تجارت اتنی چلی کہ وہ مالامال ہو گئے تجارتی ترقی، نسبی ترقی کی محرک ہوئی۔ اور وہ سب سے آگے نکل گئے شہر والے یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ کہ ان کے کاٹنے چہروں پر شیخ کی جگہ سیّد لکھا ہوا ہے ؎

رذیل چھین رہے ہیں جگہ شریفوں کی
جنازہ اُٹھ گیا آفاق سے شرافت کا

(بقیہ ص۲۴ پر)

دریا بکوزہ

نام بخشی تھا اک مراسی کا — اور وہ اپنے فن میں تھا یکتا
ایک بیٹا ہوا جو گھر اُس کے — نام برکت علی رکھا اس کا
ابھی کم سن ہی تھا وہ برخوردار — باپ نے اپنے دل میں یہ سوچا
کام اس کو کوئی سکھائیں اور — طبلہ۔ سارنگی میں دھرا ہے کیا
قدر بے علم کی نہیں کوئی — راج جب سے ہوا فرنگی کا
یہ خیال آتے ہی مراسی نے — اپنے بیٹے کو مدرسے بھیجا
اب تو پڑھنے لگا وہ آ بی سی — ذہن تھا اتفاق سے اچھا
پڑھ کے چھ سات سال وہ اکدن — نوکری کی تلاش میں نکلا
کامیابی نہ تھی مقدر میں — کہ نہ بر آیا مدعا دل کا
اب وہ سمجھا کہ میں مراسی ہوں — اس لئے نوکری کا ہے گھاٹا
اُس زمانے کا ذکر کرتا ہوں — شور برپا تھا جب خلافت کا
بخشی زادہ تھا ان دنوں بیکار — کام اس کو نہ تھا کوئی ملتا
وہ بھی تحریک میں ہوا شامل — آخر کار جیل میں پہنچا
خیر سے چند ماہ قید کٹی — ہو گئی اس کو پھر رہائی عطا
باہر آتے ہی اُس نے سرعت سے — نام تبدیل کر لیا اپنا
چشم حیرت سے دیکھا دنیا نے — بخشی زادہ بنا ہے شہزادہ
جو نہ سمجھے ہوں اس معمہ کو — میں بتاتا ہوں انکو حل اس کا
بخشیزادہ کی بخ تو کر دی حذف — بنا شیزادہ سے وہ شہزادہ
شاعری کی بھی ٹانگ توڑی تھی — بن کے آزاد وہ پکار اُٹھا
میں مراسی نہیں قریشی ہوں — آئے مکہ سے تھے میرے آبا
کر کے جھٹ ایک انجمن قائم — نام "جمعیت القریش" رکھا
پڑھ کے اخبار سے یہ سب خبریں — مجھ کو برجستہ شعر یاد آیا
"یہ کتر بیونت کرنی پڑتی ہے — جب کمینے بدلتے ہیں چولا"
ایسے چولے بدلنے والے سی — ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا
"رنگریزی ہے بسکہ انگریزی — جس سے گوروں میں مل گیا کالا"
اس پہ یہ مثل صادق آتی ہے — "مینڈکی کو بھی لو نکام ہوا"
ساری باتیں اسے بتائی گئیں — اپنی ہٹ کا مگر وہ تھا پکا

[1] سائن بورڈ۔

باز نہ آیا نہ جھوٹے دعوے سے — رنگ ازبس تعصب گہرا اُس کا
وائے قسمت کہ ساری پبلک نے — اس کو کذاب و مفتری سمجھا
اس طرف یوں ہوئی جو رسوائی — وہ گورنر کے در پہ جا پہنچا
عرض کی یہ بمنّت و زاری — دیجئے حق قریش بننے کا
تھا گورنر ذی مونٹ مورنسی — اُس نے مایوس کن جواب دیا
گرچہ تھی یہ شدید ناکامی — مگر اس نے نہ حوصلہ ہارا
ایک تدبیر اور باقی تھی — آخر اس کو بھی آزما دیکھا
وہ گیا پونچھ کی عدالت میں — جا کے فی الفور کر دیا دعوا
سن کے منصف نے سب دلیلوں کو — فیصلہ اپنا اس طرح لکھا
ہندی الاصل سب مراثی ہیں — اور اچھوتوں میں ہے شمار انکا
حکم ناطق نے حرفِ باطل پر — عدل کی میخ ٹھونک دی گویا
جو قریشی ہیں ہند میں فی الاصل — ترجمانِ "القریش" ہے اُن کا
داستاں گو نہیں ہوں شاعر ہوں — واقعہ ہے نہیں یہ افسانہ
سن کے محبوب سب یہ کہتے ہیں — خوب ہے واہ واہ کیا کہنا

مختصر نظم قصۂ طولانی
بند کوزے میں کر دیا دریا

(صفحہ ۲۳ سے آگے) مندرجہ بالا تمام قومیں ابھی حال ہی میں زیور قریشیت سے آراستہ ہوئی ہیں۔ چند سال پہلے ان میں سے کوئی بھی قریشی نہیں تھا۔ اب جدھر دیکھو قریشی ہی قریشی نظر آتے ہیں۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

ان سب قوموں کی جداگانہ انجمنیں بن چکی ہیں۔ حصول مقصد کے لئے ایک دوسری سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں ان قوموں کے سر سے قریشیت کا برقعہ اتارنے کی کوشش کس طرح کروں۔ مجھے تو اپنی پگڑی (آجکل ٹوپی) سنبھالنی مشکل ہو رہی ہے۔ شہر میں گنتی کے جو چند افراد قریشی ہیں۔ اُن میں اتفاق نہیں۔ وہ ایک دوسرے سے دور رہنا چاہتے ہیں۔

ان حالات کی موجودگی میں لدھیانہ والوں کا درجہ کوفیوں کے برابر نہیں۔ بلکہ ان سے بڑھکر ہے۔ وَمَا علینا الّا البلاغ۔

(محبوب عالم قریشی لدھیانوی)

یاددہانی

جن معاونین کرام کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے اور جن حضرت کے ذمہ موعودہ رقوم واجب الادا ہیں۔ وہ بواپسی ڈاک بذریعہ منی آرڈر اپنا زرچندہ اور دیگر رقوم ارسال کر کے مشکور کریں۔ مزید تاخیر آپ کے اصلاحی جریدہ کے نقصان کا موجب ہوگی۔ (مینجر)

(۲)

قلمی معاونین سے بارہا اپیل کی گئی ہے کہ وہ مسودہ صاف، خوشخط کاغذ کے ایک طرف لکھا کریں۔ اور بین السطور اتنا کہ اصلاح کی گنجائش ہو لیکن بہت کم احباب ان باتوں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ بعض مضامین بدخط گنجان اور طویل ہونے کی وجہ سے پڑھے نہیں جاتے۔ اس لئے شائع ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ اور دفتر کو جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ قلمی معاونین ازرہِ عنایت ان باتوں کو ذہن نشین کریں۔ جو صاحب ان امور کا خیال نہیں رکھینگے ان کی کوئی شکائت درخورِ اعتنا نہ ہوگی۔ (ایڈیٹر)

واقعات و حوادث

شورشِ فتن

یورپ پر جنگ و جدل کی مہیب گھٹائیں برس رہی ہیں۔ حرص و آز کا دیوانہ ہٹلر انسانی خون سے ہولی کھیل رہا ہے۔ امن و امان تباہ ہو چکا۔ سینکڑوں بستیاں ویران و سنسان ہو گئیں فتنہ و شر کی آگ نے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک پھیل کر وہ تباہیاں بربادی ہیں۔ کہ الاماں والحفیظ!

ہندوستان اگرچہ ان ہولناکیوں سے ابھی دوچار نہیں ہوا لیکن یہاں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ پوری زوروں کے ساتھ مشتعل ہے۔ گذشتہ سہ ماہی میں کئی جانیں تلف ہوئیں۔ بیسیوں جوان سال بی بیوں کے سہاگ لٹ گئے۔ ہزاروں شدید زخموں سے کراہ رہے ہیں۔ شرافت و انسانیت سرمارہ شعلہ بار نام نہاد لیڈروں کی تہذیب و شائستگی کا ماتم کر رہی ہے۔ شورشِ فتن نے ڈھاکہ سے اٹھ کر ہندوستان کا چپہ چپہ اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے

کوئی دل آسودہ نہیں دورِ قمر میں
ہے سوگ خوشی خاطر ہر فرد بشر میں

کانگرسی ذہنیت

عدم تشدد کی مالا جپنے والا گاندھی اب دبی زبان سے تشدد کو تلقین کرنے لگا ہے۔ مستقبل نہایت تاریک ہے۔ لہٰذا نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان امن کے دیوتاؤں کے ہاتھوں کیا کچھ ہونے والا ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

کانگرسی ذہنیت نے ملک کے خرمنِ امن میں تعصب کی چنگاری ڈال دی۔ گاندھی کے پٹھوؤں نے اسلامی کلچر و تہذیب پر ہاتھ صاف کرکے دس کروڑ مسلمانوں کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا چاہا۔ دیگر اقلیتوں کے حقوق پر ہاتھ صاف کرنے کیلئے وہ پرفریب حربے استعمال کرنے لگے۔ تو ہوا اگر ڈگئی مسلمانوں کی سیاسی جماعت مسلم لیگ نے ناچار "پاکستان" ذریعہ امن قرار دیا۔ اچھوتوں اور ہریجنوں نے کروٹ لی۔ اور یہ سمجھ کر کہ ع

خضر جانا تھا جنہیں ہم نے وہ ڈاکو نکلے

اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ تو کانگرسی حیلہ سازوں کو اپنی نامرادیاں و ناکامیاں نظر آنے لگیں۔ فسادات کی آگ پھیلا دی گئی۔ اب ملک میں افتراق و تشتت اور فتن و فساد کا دورہ ہے۔ آزادی اور حکومت اختیاری کے وہ خیال بے تعبیر کی خواب ہو کے رہ گئے ہیں۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بعض مفکر اور امن پسند اس تلخ نوائی سے تنگ کر گوشۂ عافیت سے نکلنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اتحاد رفتہ رفتہ واپس لایا جائے۔ لیکن کوئی کل سیدھی نظر نہیں آتی اور آئے بھی کیسے۔

اک چاک ہو تو سی لیں ہمدم گریباں اپنا
ظالم نے پھاڑ ڈالا ہے تار تار کرکے

پچھلے دنوں مسٹر ایمرے وزیر ہند نے ہندوستان کے آئینی تعطل پر ایک بیان کے دوران میں کانگرس اور مسلم لیگ دونوں پر نکتہ چینی کی۔ لیکن یہ تسلیم کیا کہ مسٹر جناح کا مطالبہ پاکستان غیر معمولی زور پکڑ رہا ہے۔ مسٹر موصوف نے صاف الفاظ میں یہ بھی

کہہ دیا کہ دس کروڑ مسلمانانِ ہند کی تقدیر بلا سوچے سمجھے کانگرس کے سپرد نہیں کی جا سکتی۔ لہذا ہندو مسلمانوں کو اگر کچھ حاصل کرنا ہے تو انہیں متفق ہونا پڑیگا۔ اس پر گاندھی جو بزعم خود ہندوستان کے واحد سیاسی نمائندہ ہیں۔ بہت سیخ پا ہوئے اور مسٹر امیرے کے جواب میں جلی کٹی سنائیں۔ لیکن اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنے کی توفیق نہیں پائی۔ گویا

اپنی نگاہ شوخ کی کچھ بھی سزا نہیں

مسٹر گاندھی کا اقرار

مسٹر گاندھی نے ایک بیان میں غیر مبہم الفاظ میں اقرار کر لیا ہے۔ کہ کانگرس اپنے دور اقتدار میں جبر و تعدی سے کام لیتی رہی ہے اور ہنوز حکومت کی مشنری چلانے کی اس میں اہلیت پیدا نہیں ہوئی۔ کانگرس کی بے اثری کا رونا روتے ہوئے مسٹر گاندھی نے تسلیم کیا ہے کہ کانگرس اکیلی کچھ نہیں کر سکتی۔ ستیہ گرہ کی ناکامی کی وجہ سے کانگرس کی سیاسی حیثیت اسقدر کمزور ہو چکی ہے۔ کہ اب اسے ان لیگوں کا دست نگر ہونا بھی گوارا ہے۔ جنہیں وہ کبھی منہ لگانے میں عار سمجھتی تھی۔

زبان کا قضیہ

کشمیر میں اردو و ہندی کا جھگڑا ہے۔ نیشنل کانفرنس کہتی ہے۔ کہ اگر کانگرس کا مقصد یہ ہے کہ ہندو مسلم اتحاد ہو تو پھر یہ دو رسم الخط جاری کرکے نفاق کا بیج کیوں بویا جا رہا ہے۔ لیکن اسکا جواب کچھ نہ دیا گیا۔ اور اس کانفرنس نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ حکومت کشمیر کے اس حکم کے خلاف پُرامن جدوجہد کرے گی۔ اس نیشنل کانفرنس میں ہندو بھی شامل ہیں جنہیں یہ پورا احساس ہے۔ کہ حکومت کشمیر مسلمانوں سے انصاف نہیں کر رہی۔ لیکن ہندو اخبار ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفرت کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

غلبۂ اسلام کا ہوّا

۲ مئی کو خاکسارانِ ہند نے یوم مشرقی منایا۔ تمام مسلمانانِ ہند نے خاکساروں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ صرف یہ مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ علامہ مشرقی کو ان کی صحت کی خرابی کی وجہ سے رہا کر دیا جائے۔ لیکن ویر بھارت کی افسوسناک ذہنیت ملاحظہ کیجئے۔ کہ وہ غلبۂ اسلام کے خوف سے تھرا اٹھتا ہے اور کہہ رہا ہے کہ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ وہ اس مطالبہ کو ٹھکرا دے۔

سر سکندر کا مشورہ

سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب نے اخبار نویسوں کی ایک محفل میں اس بات پر زور دیا۔ کہ اس وقت تمام قوموں کو چاہیئے کہ وہ سیاسی آمیتی اور فرقہ وارانہ مسائل کو بھول کر صرف ایک مشترکہ مرکز پر جمع ہونا مشکل نہیں یعنی موجودہ جنگ کے خطرے کے پیش نظر صرف ایک ہی خیال ہمارے دل میں ہونا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ ہندوستان کو کیسے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اگر ہندوستان پر بمباری ہوئی۔ تو یقیناً ہندوؤں اور مسلمانوں کے مکانوں پر یکساں ہوگی۔ اس لئے لازم ہے کہ موجودہ آشوب میں تو سب کو ہندوستان کی حفاظت کے لئے ایک جگہ پر جمع ہو کر آنے والے خطرے کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

مسلم لیگ کا نصب العین

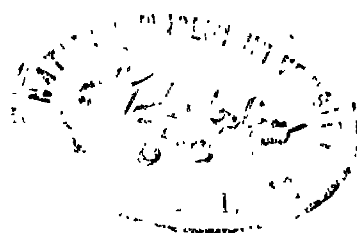
مسلم لیگ نے مدراس کے اجلاس میں اپنا نصب العین پاکستان قرار دے دیا ہے۔ مدراس کا یہ اجلاس بیحد کامیاب رہا ہے اور ہندوستان کے طول و عرض میں اسکی کامیابی پر اظہار مسرت کیا گیا ہے۔ یقیناً مسلم لیگ تمام مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اور جو نصب العین اس کے سامنے ہے اس پر تمام مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ پنجاب میں ہندو یونینسٹ وزارت کے راستے میں روڑے اٹکا رہے ہیں

وزیر ہند پریس واقع ہال بازار امرتسر میں محمد علی رونق پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر الفردوس واقع شریف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی رونق)

Regd. No. L. 1474.

"**Al Quraish**"





Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.

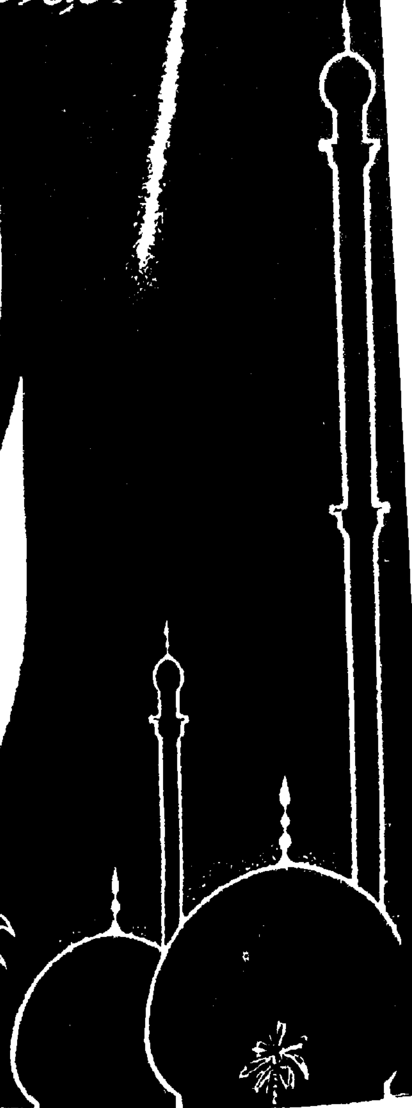
سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر





ایڈیٹر محسن القوم محمد علی



۴۸۶

نعت شریف

مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی کا کلام نعتیہ ہو یا دعائیہ، اصلاحی ہو یا ادبی، قومی ہو یا ملی اپنے اندر ایک خاص اثر رکھتا ہے۔ آپ نظم و نثر میں یکساں اظہار ما فی الضمیر پر قادر ہیں۔ قوم کے اصلاحی امور میں گہرا شغف رکھتے ہیں ناظرین "القریش" آپ کے قیمتی خیالات سے بارہا متمتع ہو چکے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ جوان سال برسر روزگار فرزند کی وفات نے آپ کے جذبات کو پامال کر دیا ہے۔ ذیل کی نعت آپ ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ جسے قارئین کرام کے تمتع کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

تجلّی حق نے جب ڈالی عطا پر — محمّد چھا گئے ارض و سما پر
کہے جا کر کوئی اے طورِ سینا — نظر ڈالو ذرا غارِ حرا پر
مجھے پا کر مریضِ عشقِ احمّد — سراسر مُردنی چھائی شفا پر
رسالت اور شفاعت کی بہاریں — ہوئیں سب ختم محبوبِ خدا پر
ملے گر خاکِ پائے خواجۂ کُل — نظر ڈالوں نہیں بالِ ہُما پر
کرم کو شاہِ دیں ارشاد کیجے — جھلک اک ڈال دے میری خطا پر
چڑھائی ناخنِ خیر البشر نے — دوامی آب ماہِ پُر ضیاء پر
ہوئی جوں ہی شفاعت جلوہ آرا — بہار آجائے گی روزِ جزا پر

گنہگاری مری نازاں ہے شاکر
نوازش ہائے لطفِ مصطفٰے پر

ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرتے ہیں مسلماں دَر دَر

اے صبا تو ہی ذرا یثرب و بطحا جا کر — عرض کرنا بادب پیشِ نسیمِ کوثر
باغِ اسلام کہ تھا وقفِ نسیمِ رحمت — صرصرِ جورِ حوادث سے ہوا زیر و زبر
دل بٹھایا ہے تصادم نے ہر اک مسلم کا — شورشِ دہر نے ہر سمت اٹھایا ہے وہ سر
جس چمن میں ترے الطاف کی چلتی تھی نسیم — اس میں اب قہر ہے چلتی ہے سموم و صرصر
پاؤں جمنے نہیں دیتا فلکِ سینہ سیاہ — ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرتے ہیں مسلم در در
کوئی دنیا میں نہ ملجا ہے نہ ماوا ان کا — چرخِ ظالم سے برستے ہیں ستم کے پتھر
تنگ ہے ان پہ جہاں اور نہیں راہ گریز — پاؤں رکھنے کو ٹھکانا ہے نہ ملجا نہ مفر
تیرہ بختی سے ہے ادبار ہی ان کا حصہ — جاہ و اقبال نے مدت ہوئی باندھا بستر
تیری امت ہوئی اس طرح شہیدِ حرماں — بیکسی بھی نہیں روتی ہے سرہانے آ کر
ترے خدام ہیں پابستۂ زنجیرِ بلا — تنگ ہیں جینے سے جتنے کہ ہیں اصغر اکبر
لٹ گیا جاہ و حشم علم و عمل سب انکا — چشمِ زخمِ فلک پیر سے پہنچا وہ ضرر
زار حالت ہوئی ایسی کہ عیاذاً باللہ — ہو گیا فرشِ زمیں پر انہیں چلنا دوبھر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی — لیجئے بہرِ خدا اپنے غلاموں کی خبر
تابکے ہم رہیں آوارۂ دشتِ حرماں — تابکے پھرتے رہیں در بدر و خاک بسر
داستانِ غمِ دل آہ سنائیں کس کو — خستہ حالی کا کہیں کس سے فسانہ جا کر
اور کس سے کریں فریاد زبوں حالی کی — کوئی غمخوار نہیں تیرے سوا یا سرور
ماجرائے غمِ پرسوز ذرا سن لیجے — اے رسولِ عربیؐ چارہ گرِ زخمِ جگر

المدد قافلہ سالارِ رسولانِ امم

والدعا — سیّد ابرار پہ آل اطہر

(بلیغ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش

جون سنہ ۱۹۴۱ء
جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ

جلد ۲۸ —————— نمبر ۶

شذرات

دولت آصفیہ کی برکات

اعلیٰحضرت سلطان العلوم، ہز اگزالٹیڈ ہائی نس حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کی فنون پروری وعلوم نوازی، نصفت شعاری وحق پژوہی، رواداری اور کرم گستری عدیم المثال ہے ہندوستانی ریاستوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہی ایک سبب ہے کہ دولت آصفیہ کی رعایا بلا تمیز مذہب وملت حکومت پر مطمئن اور نازاں ہے۔ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے سبھی مسلم، ہندو، سکھ، عیسائی، موسائی اور پارسائی خوش وخرم ہیں اور کسی کو وجہ شکایت نہیں۔

بیرون ہند کے متعصب ہندو اخبارات، کانگرسی اور مہاسبھائی محض اس لئے آتش بجاں رہتے ہیں کہ دولت آصفیہ کا تاجدار مسلمان ہے اور مذہبی تعصب انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ حال مجلس اتحاد المسلمین کے سلسلے میں حضور نظام نے جو فرمان جاری کیا ہے، اس میں رواداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

اعلیٰحضرت حضور نظام کے عہد سعادت مہد میں فنی، علمی اور صنعتی واقتصادی شعبوں میں جو ترقیاں حیدرآباد نے کی ہیں۔ وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ ریاست کی آبادی میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

آبادی میں اضافہ

تازہ مردم شماری کے لحاظ سے شہر حیدرآباد دکن کی آبادی بڑھکر ۷ لاکھ ۳۸ ہزار ۴۱۹ ہوگئی ہے۔ حالانکہ آج سے ۱۰ سال پیشتر یعنی سنہ ۱۹۳۰ء میں شہر مذکور کی آبادی صرف ۴ لاکھ ۶۶ ہزار ۸۹۴ تھی۔ شہر کا رقبہ بھی ۵۳ مربع میل سے بڑھکر ۹۰ مربع میل مربع ہوگیا ہے۔ دیگر اضلاع کی آبادی میں بھی معتدبہ اضافہ ہوا ہے۔ ساری ریاست حیدرآباد کی آبادی ایک کروڑ ۶۴ لاکھ ۳۶ ہزار ۱۴۸ ہے۔ گویا ریاست کی مجموعی آبادی میں ۲ء۱۳ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ شہر حیدرآباد میں مردوں کی تعداد ۳ لاکھ ۸۶ ہزار ۲۴۷ ہے اور عورتوں کی ۳ لاکھ ۴۴ ہزار ۷۲ ہے۔ حیدرآباد کی آبادی میں یہ اضافہ ریاست کی فارغ البالی اور مرفہ الحالی پر دال ہے اور اس امر کا ثبوت ہے کہ فرمانروائے حیدرآباد کی نیک نیتی اور رعایا پروری کی وجہ سے اعلیٰحضرت نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ کی رعایا اپنے بادشاہ کے زیر سایہ ہمایہ دن دگنی اور

رات چوگنی ترقی کررہی ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی ملک کا بادشاہ نیک دل ہو اور رعایا کا دل وجان سے خیرخواہ ہو۔ تو رعایا کے مال اور کاروبار میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ رعایا کو بادشاہ کے نیک خیالات سے اور بادشاہ کو رعایا کی وفاداری سے تقویت پہنچتی ہے۔ دونو روز بروز پھلتے پھولتے اور سرسبز ہوتے جاتے ہیں۔ الحمدللہ کہ باشندگان حیدرآباد دکن کو یہ موقع حاصل ہے۔ وہ اپنی اس خوش قسمتی پر مستحق مبارکباد ہیں۔

ذرائع رسل ورسائل

قلمرو دولت آصفیہ کے اطراف وجوانب میں رسل ورسائل کا بہترین انتظام ہے۔ اور جہاں کمی محسوس کی جاتی ہے اسے بوجہ احسن پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ ضلع نلگنڈہ میں رسل ورسائل کے ذرائع کو بسرعت ترقی دی جارہی ہے۔ ۳/۴ ۴۳ میل طویل موسم کی دو سڑکوں کا مزید اضافہ ہوا ہے۔ ان کے علاوہ ۱/۴ ۴۸ میل طویل موسم کی سڑکیں یہاں پہلے سے موجود تھیں۔ جو اب پختہ بنا دی گئی ہیں۔ ان سڑکوں کی تعمیر پر (۲۲۲۰۰۰) روپے صرف ہوئے ہیں یہ سڑکیں تعلقہ دیورکنڈہ کے باشندوں کی امداد کی غرض سے تعمیر کی گئی ہیں۔ کیونکہ اس تعلقہ کا شمار قحط زدہ علاقہ میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان سڑکوں کی تعمیر سے اس علاقہ کو ترقی دینے میں بھی جو پنڈلی پاکلا پروجکٹ میں شامل ہے۔ مدد ملیگی۔ ان میں سے ایک تو ابراہیم پٹن سے ملے پلی تک ۲۶ میل طویل سڑک ہے۔ اور دوسری سڑک پنڈلی پاکلا سے پڑا منگل تک ۳/۴ ۸ میل طویل ہے۔ یہ دونوں سڑکیں اس علاقہ سے گذری ہیں جو "زیر ترقی خطہ" کہا جاسکتا ہے۔ اور ان کی تعمیر کا مقصد ان علاقوں کی پیداوار کے لیئے نقل وحمل کی سہولت فراہم کرنا ہے۔

اس کے علاوہ پنڈی پاکلا سے پڑا منگل تک سڑک کی توسیع یلشورم تک ہوجائے گی تو یہ کرشنا بہونچنے کا قریب ترین راستہ ہوگا۔ کیونکہ یہ سڑک مجوزہ ذخائر آب کے قریب سے گذرے گی۔

اس کے ساتھ ہی نلگنڈہ سے ٹیا رتھی تک گیارہ میل طویل سڑک (جو اب تک خام اور بغیر پل کے تھی) اب پختہ کردی گئی ہے۔ اور پل بھی بن گیا ہے۔ اس کے علاوہ ۱/۲ ۴۸ میل طویل موسم کی سڑکیں بھی سوا دو لاکھ روپے صرف کرکے پختہ بنا دی گئی ہیں۔

مجلس انسداد دق کا قیام

حضرت اقدس واعلیٰ کی شاہانہ سرپرستی میں ۳ مئی گذشتہ کو مجلس انسداد دق کا قیام عمل میں لایا گیا ہے یہ مجلس انسداد دق کے لیئے اپنے ماتحت ضلعوار مجالس قائم کرے گی۔ اور عامۃ الناس کو اس موذی مرض کے علاج وانسداد کی تدبیر سے واقفیت بہم پہونچائے گی۔ اور ان مجالس کی بھی امداد کرے گی۔ جو اندرون ہند یا بیرون ہند انسداد دق کے متعلق خدمات انجام دے رہی ہیں۔ کتنا بڑا فیض ہے جو دولت آصفیہ کی طرف سے اعلیٰحضرت کی شاہانہ توجہ سے عامۃ الناس کے مفاد کیلیئے جاری کردیا گیا ہے۔ مجلس نے اپنا باقاعدہ کام شروع کردیا ہے۔

آیورویدک طب کی شاہانہ امداد

سلطان العلوم خسرو دکن ادام اللہ برکاتہٗ کا ابر کرم جہاں دیگر علوم وفنون کی آبیاری کرتا ہے وہاں یونانی اور انگریزی طریق علاج بھی آپ کی شاہانہ کرم گستری کے رہین

احسان ہیں۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ جہاں پناہ نے ممالک محروسہ میں آیورویدک طریق علاج کو ترقی دینے کیلئے حال ہی میں ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ کی گرانقدر امداد مستقل اور ۴۴ ہزار روپیہ غیر متوالی کی گرانقدر امداد کا اعلان فرمایا ہے۔ اس سکیم کے مطابق ایک مشاورتی مجلس قائم کی گئی ہے جو اپنا مفوضہ فرض بطریق احسن انجام دیگی۔

نظام آیورویدک صدر دواخانہ کو سرکاری ادارہ قرار دیا گیا ہے۔ جہاں ہر مرض کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک سفری دواخانہ بھی جو عرسوں۔ میلوں اور وبائی امراض کے مواقع پر بھیجا جاتا ہے۔ اور اس طریق سے نہایت وسعت کے ساتھ خدمت کا ایک سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے

جو حکومت آئین و قانون کی خود پابند ہو۔ جس کی رعایا کو بلا تمیز و مذہب و ملت قومی و ملی آزادی حاصل ہو جس حکومت کا تاجدار علوم و فنون کے دریا بہا دینے کیلئے زر و سیم کی بارش کرنے میں قلبی مسرت محسوس کرے۔ جہاں عدل و انصاف، حسن اخلاق اور رواداری کا چرچا عام ہو، رعایا خوشحال و فارغ البال ہو۔ جہاں غریبوں بیکسوں، یتیموں اور لاوارثوں کی مخلصانہ سرپرستی کا سلسلہ جاری ہو۔ حمل و نقل، رسل و رسائل اور دیگر ذرائع و وسائل ترقی اور انتہائی سہولتیں مہیا ہوں۔ جہاں رعایا کی ذرا سی تکلیف راعی کو تڑپا دے۔ جہاں شفقت و مودت کے ہاتھ کارفرما ہوں وہاں فتنہ و شر پیدا کرنے کیلئے ژاژ خائی و بیہودہ سرائی سے کام لینا شرافت و انسانیت کے خلاف ہے۔ دعا ہے کہ خدائے برتر و اکبر ان شر پسندوں سے محفوظ و مامون رکھے۔

تعلیمی فنڈ

سلطان العلوم خسرو دکن نے اگزیکٹو کونسل کی سفارش پر تجویز منظور فرمائی ہے۔ کہ دو لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے "یادگار دکین" کے نام سے ایک تعلیمی فنڈ جاری کیا جائے۔ یہ فنڈ حضور نظام کی والدہ محترمہ کی یاد میں قائم ہو رہا ہے۔ اس دو لاکھ روپیہ کی آمدنی سے بلا امتیاز مذہب و ملت لڑکوں اور لڑکیوں کو وظائف دیئے جائینگے۔ فنڈ کا انتظام ایک مجلس کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اعلحضرت اگر چاہتے تو وظائف صرف ان طلباء تک مخصوص فرما دیتے۔ جو صرف دینیات و اسلامیات کی تعلیم پاتے۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ اس فنڈ سے ہر مذہب و ملت کے طلبا اور طالبات کو متمتع ہونے کا موقع دیا گیا ہے۔ متعصب ہندو اخبارات اور جماعتیں اپنی کور باطنی سے اس میں بھی نکتہ چینی کی راہ نکالنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ تعصب کی آنکھ حقیقت دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ مگر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مسجد زہرا کی تعمیر

اعلحضرت ہز اگزالٹیڈ ہائینس چانسلر علیگڑھ مسلم یونیورسٹی نے اپنی والدہ مرحومہ کی یادگار قائم کرنے کے لئے نہایت خوشی کے ساتھ یونیورسٹی میں ایک مسجد تعمیر کرانے کا اعلان فرمایا ہے۔ مسجد کا نام "مسجد زہرا" رکھا جائیگا۔ اس عظیم الشان یادگار سے یونیورسٹی کو چار چاند لگ جائیں گے۔ دعا ہے کہ خدائے برتر و اکبر حضور نظام کو اپنے حفظ امن میں رکھے۔ اور آپ تا دیر سلامت رہیں ؂

ایں دعا ازمن و ازجملہ جہاں آمین باد

ہندی کا کرشمہ

مسٹر گاندھی اوران کے جانشین کانگرسی و مہا سبھائی عقیدہ کے تمام لوگ ہندی زبان کو اردو پر ترجیح دینے اوراسے ایک باقاعدہ دفتری وملکی زبان بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اور بڑے دعویٰ کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ کہ ہندی نہائت سلیس اور سلجھی ہوئی زبان ہے۔ حکومت کشمیر نے بھی غالباً اسی بنا پر اپنی ریاست میں "ہندی" کی ترویج و اشاعت کا حکم نافذ کردیا ہے۔ لیکن زبان کی خباثت قابل ملاحظہ ہے۔ اوران لوگوں کی ذہنیت پر رونا آتا ہے۔ جو اس جناتی زبان کو اردو ایسی شستہ اور بہترین زبان پر فوقیت دینے کے لئے آتش بپا ہیں۔

پچھلے دنوں ایک مارواڑی کو گھر سے خط موصول ہوا۔ جو ہندی میں لکھا ہوا تھا۔ مارواڑی نے جب خط پڑھا۔ تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ وہ حواس باختہ ڈاڑھیں مار کر رونے لگا۔ لکھا تھا۔ کہ

"گونکا اور سوکھلا (بچوں کے نام) سب آج مرگیا اور بڑا بھائی بھی آج مرگیا ہے"

مارواڑی کے جب کچھ ہوش ٹھکانے ہوئے۔ تو اپنے گھر ایک تار بھیجا اور نہائت بے تابی کے ساتھ جواب کے انتظار کی زحمت برداشت کرنے لگا۔ چنانچہ جواب آیا۔ لکھا تھا۔ کہ

"لڑکے بالے بھی اجمیر گئے ہیں۔ اور بڑے بھائی صاحب بھی اجمیر گئے ہیں"

گویا جس مفہوم کو اردو زبان میں بے تکلف ادا کیا جا سکتا ہے۔ ہندی اس کی ادائیگی سے قاصر، اور ایسی عاجز رہی کہ بچارے مارواڑی کا کچومر نکال دیا۔ "اجمیر گئے" "کو آج مرگیا" پڑھا جانے سے مارواڑی کی خانہ بربادی کا پورا سامان ہوگیا۔ اور کچھ عرصہ کے لئے دنیا اس کے لئے اندھیر ہوگئی۔

بات سے بات نکلتی ہے۔ کہتے ہیں کہ کوئی ہندی کے دلدادہ لالہ جی کاروباری ضرورت کیلئے دہلی گئے۔ گھر میں سیدھی کی اطلاع دیتے ہوئے انہوں نے لکھا۔ کہ "دلی وڈ دیاں لوٹے لئے" یہ خط گھر والوں کو موصول ہوا۔ پڑھنے والوں نے پڑھا کہ "دلی وڈیاں لٹے گئے" بس پھر کیا تھا۔ گھر بھر میں کہرام مچ گیا۔ اہل خانہ رنج وکرب میں لوٹنے لگے۔ مال و زر لٹ جانے کی خبر سے ان کے دلوں کی حرکتیں بند ہونے لگیں۔ دوسرے روز دلی وال لوٹوں کی بلٹی اور لالہ جی کا خیریت نامہ موصول ہوا۔ تو جان میں جان آئی۔ کہ لوٹے نہیں گئے تھے بلکہ لوٹے خرید کئے گئے تھے۔

یہ ہے ہندی زبان کی فصاحت وبلاغت جس پر مسٹر گاندھی اوران کے چیلوں کو ناز ہے۔ کیا اسی مردہ اور کرم خوردہ زبان کو اردو ایسی فصیح وبلیغ زبان پر ترجیح دینے کیلئے ہاتھ پاؤں مارے جارہے ہیں۔

مخلوط تعلیم کی وبا

مخلوط تعلیم، یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کا زانو بزانو پہلو بہ پہلو بیٹھ کر مشترکہ تعلیم پانا، پہلے معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ ان کے جذبات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا۔ لیکن اب مخلوط تعلیم ایک فیشن قرار پاگیا ہے۔ اور یہ قوم و ملت کیلئے انتہائی خوش بختی وخوش نصیبی اور انتہائی ترقی کا ذریعہ

سمجھا جانے لگا ہے۔

زمانہ کو دیکھو کہ کیا ہو گیا ہے

پنجاب میں تعلیمی ترقی کی رپورٹ بابت ۱۹۲۹-۳۰ء میں ضلع امرت سر کے ان لڑکوں اور لڑکیوں کی خوش اطواری کی تعریف کی گئی ہے۔ جو مشترک سکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔

ڈسٹرکٹ انسپکٹرس لکھتی ہیں۔ کہ وہ (لڑکے اور لڑکیاں) جماعت میں اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ اور ملکر کھیلتے ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے مشترک سکولوں کی بیش از بیش مقبولیت سے ملتا ہے۔ لڑکیوں کے لئے منظور شدہ اداروں میں پڑھنے والی لڑکیوں کی تعداد میں سال زیر تبصرہ میں ۱۸۴ کا اضافہ ہوا۔ جس سے ان کی مجموعی تعداد ۲۲۸۱۱ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح زنانہ اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے لڑکوں کی تعداد میں ۳۳۲ کا اضافہ ہوا۔ اور ان کی کل تعداد ۳۱۱۳ ہو گئی غیر منظور شدہ اداروں کو شامل کرتے ہوئے لڑکوں کے سکولوں میں ۳۳۸۱۴ لڑکیاں پڑھ رہی ہیں۔ اور لڑکیوں کے سکولوں میں ۱۲۰۸۴ لڑکے تعلیم حاصل کر رہے ہیں مخلوط طریق تعلیم کو کامیاب بنانے کیلئے اساتذہ کی بیویاں اہم حصہ لے رہی ہیں۔ سال زیر تبصرہ میں ایسی عورتوں کی تعداد جو ٹریننگ لے رہی تھیں ۷۰ تھیں۔ ایک جماعت کے متعلق انسپکٹرس لکھتی ہیں۔ کہ یہ امر موجب مسرت ہے۔ کہ داخلہ کے وقت تو یہ عورتیں بالکل شست دکھائی دیتی تھیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہیں زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن ایک بڑے سکول میں گیارہ مہینوں کی ٹریننگ نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور اب وہ معقول حد تک چست و چالاک ہو گئی ہیں۔ اور بہت اچھی طرح کام کرتی ہیں۔

اس رپورٹ میں ہم مکتب اور ہم سبق لڑکیوں کی خوش اخلاقی اور خوش اطواری پر مسرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ خصوصاً لڑکیوں کی چستی و چالاکی پر بہت فخر کیا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ان واقعات و حوادث پر نظر نہیں ڈالی گئی۔ جو اس قسم کے آزاد خیال اور آزاد رو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی غیر معمولی چستی و چالاکی کی وجہ سے پیش آتے رہتے ہیں۔ اور ان دور رس نتائج پر بھی غور نہیں کیا گیا۔ جو مستقبل دنیا کے سامنے ایک بھیانک شکل میں لانے والا ہے۔

سول میرج کی وبا سے پہلے تو نجات ہو گئی تھی۔ لیکن مخلوط تعلیم اسے نہایت گھناونی صورت میں اسے ملک و ملت پر محیط کر کے رہے گا۔ فتدبر۔

بہترین علمی ادارہ

اطراف و جوانب ہند میں جہاں فرقہ وارانہ فسادات اور سیاسی مذاکرات کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ وہاں تعلیم و تدریس کا بھی چرچا عام ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم کے بعد اب سررشتہ تعلیم نے بڑے بوڑھوں کی تعلیم پر بھی اپنی توجہات خصوصی معطوف فرمائی ہیں۔ اور یہ تعلیم لازمی تک قرار دی جا رہی ہے۔ مشترکہ یعنی مخلوط تعلیم کا بھی تجربہ ہو رہا ہے۔ کلکتہ میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جو مقتدر شہریوں کی طرف سے بالغ اندھوں، گونگوں اور بہروں کی تعلیم کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ یہ ادارہ ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا ادارہ ہے۔

لاٹ ہاؤس میں ایک مفاد عامہ کا محکمہ بھی رکھا گیا ہے جہاں اُن لوگوں کا علاج معالجہ کیا جائیگا۔ جن کی نظر بہت کمزور ہو گی۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں۔ کلکتہ کارپوریشن۔ کلکتہ یونیورسٹی اور دوسری پبلک انجمنوں کو اس ادارہ کی امداد

کے لئے اس کی انتظامیہ کمیٹی کی طرف سے اپیل کی گئی ہے جس کے صدر لارڈ سنہا ہیں۔ ڈاکٹر بی احمد اور مسٹر سمبو دھ چندر رائے جائنٹ سیکرٹریز ہیں اور متعدد شہری ممبر ہیں۔

اس اپیل میں پبلک کو اس امر کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے بموجب ہندوستان بھر میں اندھوں۔ بہروں اور گونگوں کی تعداد بالترتیب چھ لاکھ اور ۱۰۴۲ ہے۔ اور لائٹ ہاؤس کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ تمام ہندوستان کے اندھوں کی فلاح و بہبودی کے لئے بطور ایک مرکزی ادارہ کے فرائض سرانجام دے۔

کیا مبارک ہیں وہ لوگ جو عامتہ الناس کی فلاح و بہبود اور محتاجوں کی بہتری و برتری پر اپنا مال و منال اور اپنی عقل و دانش صرف کرتے ہیں۔ صاحب ثروت حضرات کا فرض ہے کہ وہ ایسے اداروں میں فراخ دلی و کشادہ پیشانی کے ساتھ حصہ لیں۔ اور ان لوگوں کو ہدایت دے جو فتنہ پروری و شر انگیزی ہی زندگی کا بہترین مقصد سمجھے ہوئے ہیں۔ اور مردم آزاری کے سوا انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

نوجوانوں کا نیا گروہ

میٹریکولیشن کے امتحان کا نتیجہ نکل گیا ہے۔ اور آج پھر بائیس ہزار سے اوپر نوجوان بچے تعلیم کا ابتدائی مرحلہ طے کر کے اعلیٰ تعلیم یا زندگی کی کٹھن منزلوں میں قدم رکھنے والے ہیں۔ جہاں تک ہندوستان کے موجودہ معیار تعلیم کا تعلق ہے ہمیں افسوس ہے۔ کہ وہ بیحد یاس کن ہے۔ ذمہ داری کا احساس۔ خود اعتمادی۔ زندگی کے کٹھن مرحلوں میں پامردی موجودہ تعلیم سے کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہماری یونیورسٹیاں مشین کی طرح اپنا کام کر رہی ہیں۔ اور ہر سال ایک اچھا خاصہ "انبار" طلبہ کا باہر نکال دیا جاتا ہے۔ ان ہزارہا طلبہ میں سے بہت کم ایسے نوجوان ہوتے ہیں۔ جو اپنی زندگی میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ملازمتوں کیلئے سرتوڑ کوششیں کرنے کے بعد یہ لوگ بیکار پھرتے نظر آتے ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ طلبا کی تعداد کم ہو جائے۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ کم از کم ہر سال پنجاب میں ۵۰ ہزار طلبہ میٹریکولیشن کا امتحان پاس کریں۔ لیکن زندگی کے تلخ حقائق سے دوچار ہونے کیلئے ان میں سے ہر ایک اہمیت رکھتا ہے۔ ملازمت، تجارت اور صنعت و حرفت میں یہ لوگ طاق ہو جائیں۔ تو چند ہی سال میں قوم کی حالت سدھر جائے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک موجودہ طرز تعلیم کی تجدید نہ کی جائے۔ اور زندگی کی تلخیوں سے نوجوانوں کو آشنا نہ کرایا جائے۔ بہرصورت ہم ان تمام نوجوانوں کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

بعد از جفا توبہ

امرتسر میونسپلٹی کی کرم فرمائیوں کی فہرست طویل ہے۔

اور ستی فادرز کا ستم ظریفی حیطۂ تحریر سے باہر
اک فریب مستقل ہے رنگ و بوئے گلستاں

پچھلے دنوں میونسپلٹی نے ایک اسلامی آبادی کے تمام کے تمام مکان مسمار کر کے مسلم مکینوں کو بے خانماں کر دیا تھا۔ ان میں مفلس و قلاش انسان مفلوک الحال بیوائیں اور ایسے لوگوں کا بھی نقصان ہوا ہے جو مقروض تھے۔ کوڑی کوڑی تک کے محتاج تھے۔ اور ہزار مصیبتوں کے بعد سر چھپانے کیلئے ایک کٹیا بنا کر بیٹھ گئے تھے اس اقدام سے شہری مسلمانوں میں ہیجان و اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اس پر میونسپلٹی نے ایک خاص اجلاس منعقد کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ آئندہ مکانات منہدم نہ کئے جائیں۔ غریب مسلمانوں کو برباد کرنے کے بعد یہ فیصلہ "کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ" کا مصداق ہے۔ خدا جانے اس بعد از جفا توبہ کا ان مظلوموں کو کیا فائدہ ہوگا،

مدنی سپہ سالار میدانِ جنگ میں

آج جبکہ دنیا کے ایک بڑے حصہ میں سیلاب خون جوش لے رہا ہے آج جبکہ رجال امم کی تعداد کثیر تہذیب قومیت کے لئے مصروف ہنگامہ خونی ہے۔ آج جبکہ قوتوں کی تعداد باہم متصادم ہے۔ آج جبکہ جنگ کے سامانوں اور مخترعات وایجادات کی گونا گوں ندرتوں پر ہی جنگ کی اہمیت کا انحصار ہے۔

تو کیا دنیا اک تعمق کی نظر اس سادے اور امی انسان کی شخصیت پر ڈالیگی۔ جو جغرافیائی تغیر ملکی انقلاب کیلئے نہیں بلکہ اعمال ومعتقدات میں نہایت عظیم پیدا کرنے کے واسطے مبعوث ہوا۔

پھر دیکھئے کہ تنہا ہے اور جماعت قلیل۔ سامان نام کو نہیں مگر اظہار صمدیت اور عجز انسانی اور امید فضل خدا۔

مشرکین مکہ نے کوئی تکلیف اٹھا نہ رکھی۔ کوئی اہانت چھپا نہ چھوڑی جو رسول خدا اور ان کے صحابیوں پر ختم نہ کر دی۔ اور اسلام کا نام مٹانے کی خاطر کوئی کوشش نہ تھی جو چھوڑ دی۔ آخر کہاں تک اتنے سارے مشرکین نے مٹھی بھر دوستان خدا کو پریشان کر مارا۔ اب جبکہ مسلمان دشمنان اسلام سے تنگ آگئے۔ اور حق اتمام حجت پوری طرح ادا کر دیا۔ تو اپنے لئے نہیں بلکہ جان سے زیادہ اس عزیز شئے کیلئے جو دنیا بھر کیلئے نسخہ سعادت بنکر آیا ہے۔ یعنی اسلام کی حفاظت کیلئے طیار ہوئے

ہجرت کا دوسرا سال اور رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ کہ سپہ سالار عرب اک جماعت قلیل کو ساتھ لے کر اپنے بادشاہ کے حکم سے باغیان اسلام، مشرکین عرب سے صداقت دشمنی روحی کا فیصلہ کرنے کے واسطے مدینہ منورہ سے روانہ ہوتا ہے

سپاہیوں کو شریک جنگ ہونے میں کیا کیا ارمان ہیں آپس میں بحثیں ہو رہی ہیں۔ ایک پر ایک فوقیت شہادت چاہتا ہے سفارشیں پیش ہو رہی ہیں۔ باہم قرعہ اندازیاں فیصلہ کر رہی ہیں۔

سعدؓ وخثیمہؓ بیٹے و باپ میں تکرار ہے خثیمہ مصر ہے۔ کہ بیٹا سعید تم گھر رہو اور عورتوں کی حفاظت کرو سعید ملتجی ہے کہ باپ آپ گھر رہتے۔ مجھے اجازت دیجئے۔ خدارا مجھ تشنۂ شہادت کو رخصت کیجئے۔ اچھے باپ آپ کیسے ہیں مجھے اچھی چیز پہلے نہیں دیتے۔ آخر قرعہ پڑا اور سعید کا نام نکلا۔ عمیر بن ابی وقاص ۱۶ سال کی عمر میں حاضر ہوتا ہے۔ اور اجازت شرکت جہاد چاہتا ہے۔ مگر کم عمری کے باعث اجازت نہیں ملتی چپکے سے ساتھ ہولیا۔ آخر اس قلیل جماعت میں کب تک روپوش رہتا کھل گیا۔ حضور کے روبرو جائزہ لیا گیا۔ اور اس کی زاری اور رونے پر اجازت ملتی ہے۔ اسی طرح اور چند نوخیز لڑکے منت وسماجت سے جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کرتے ہیں۔

میدان میں محاسبہ ہوتا ہے۔ تو اس جماعت حق، ان مجاہدین اسلام کی گنتی تعداد معلوم ہوتی ہے کل ۳۱۳ نفوس اور زیر سواری میں ۱۷ اونٹ اور دو گھوڑے کیا سامان ہے ؟ اور کیا دھوم دھام ؟

اس پر سپہ سالار عساکر اسلامی نے اقلیم معرفت کے شہنشاہ کے نام بے تار کا پیام ارسال کیا کہ

اے بادشاہ! یہ جماعت قلیل تیرے حکم سے جہاد کرنے جاتی ہے۔ ان کے پاس سواری کا سامان کافی نہیں۔ ان کو سواری دے۔ یہ برہنہ ہیں ان کو لباس دے۔ یہ گرسنہ ہیں ان کو سیر کر۔ یہ محتاج ہیں ان کو اپنے مراعات و عنایات سے غنی کر۔ اور دشمنوں پر غلبہ دے۔

بادشاہ کا نائب جب یہ تار دے چکا تو تنظیمات جنگ پر نظر کی۔ اور اونٹ چونکہ تھوڑے تھے۔ تجویز کیا کہ کچھ آدمی سوار ہو جائیں اور کچھ پا پیادہ ساتھ ہو لیں۔ اور باری باری سوار و پیادہ ہوتے رہیں۔ خود سپہ سالار بھی اس دستور پر عامل ہوتا اور منزلیں طے کرتا ہوا چاہ بدر پر پہنچ گیا۔

جماعت تو بیشک قلیل ہے۔ مگر سب خدا اور اس کے نائب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ پاس کچھ نہیں ہے۔ مگر اتفاق۔ ایثار۔ ہمت۔ صداقت۔ صبر و شکر و شجاعت و قناعت کے نشہ میں مست ہیں۔ ان کی اصطلاح میں موت کے معنے حیات ہیں۔ اور رزم کے معنے بزم۔ فاقہ ان کے ہاں روزہ ہے۔ اور موت شہادت کیا اس سے زیادہ جان برکف رکھنے والوں کا اور کوئی قطعیہ صفت ہو سکتا ہے؟ کفار عرب کا وہ قافلہ جو شام سے واپس آرہا ہے۔ جس میں وہ لوگ بہت سے ہیں جو رسول خدا اور ان کے دوستوں کو اذیتیں دیتے ہیں۔ جن کے ہاتھ اسلام مصیبت میں ہے۔ ابھی راستہ ہی میں تھا۔ کہ سالار قافلہ ابو سفیان کو اطلاع مل گئی کہ ایک جماعت مسلمانوں کی راستہ میں ان سے مزاحمت کرنے والی ہے۔ اس لئے اس نے ایک نہایت تیز رفتار اونٹنی معہ سوار مکہ بھیجدی تاکہ اہل مکہ جلد ان کی امداد و حفاظت کو آجاتی۔ جب وہ شخص مکہ میں پہنچا۔ تو ایک گھبراہٹ پھیل گئی۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ابو جہل اور دیگر سرداران مکہ ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت تیار جس میں بڑے بڑے نامی گرامی جنگجویان عرب زرہ پوش شامل تھے۔ ڈبل کوچ کرتے ہوئے چاہ بدر پر پہنچ گئے۔

سپہ سالار اسلام! یا ایہا الاخی۔ شام کے آنے والے قافلہ کی بجائے فی الحال مکہ کے جنگجو اور باساز و سامان سرداروں سے مقابلہ پیش آیا ہے۔ کیا رائے ہے؟

جماعت اسلام! اے ہمارے سردار! اے رسول برحق۔ دشمنوں کی تعداد اگرچہ زیادہ ہے۔ اور سامان حرب بھی گو ان کے پاس بہت ہے۔ مگر ہماری جانیں حضور پر تصدق اور قربان ہیں۔ ہم کو جو حکم حضور دینگے۔ ہم دل و جان سے بجا لائیں گے۔ ہم حضرت موسیٰ کی امت کی طرح نہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہدیا تھا کہ جا تو اور تیرا رب دشمنوں سے مقابلہ کرتے پھرو۔ بلکہ ہم اللہ کے راستہ میں اپنی جانیں قربان کریں گے۔ اور شہادت کے جام پئیں گے۔

سردار اسلام بہت خوش ہوئے اور اسلامی لشکر کے علمبردار مصعب بن عمیر نامزد کئے گئے۔ ادہر ابوجہل عتبہ نے صفیں درست کیں اور اسلامیوں کی جماعت قلیل کو دیکھ کر بہت ہی شاداں ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ چشم زدن میں ہم غلبہ پالیں گے۔

لشکر مشرکین میں سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور محاربہ طلب ہوا۔ تینوں سر سے پیر تک آہن پوش۔ لوہے میں غرق ہیں۔ ادہر سے تین جوان انصار نکلے۔ مگر عتبہ نے للکارا۔ اور قومیت

کی تعلی کی کہ ہمارے لئے قریشی ہمرتبہ جنگجو بھیجو۔ انصار واپس آ گئے۔ اور عرب مہاجرین میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب میدان میں آئے۔ شیر خدا، شیر رسول نے حسب و نسب بتائے اور باہم جنگ چھڑ گئی۔

عتبہ نہایت جنگجو اور چالاک ہے۔ مگر مقابلہ میں بھی شیر رسول حضرت حمزہؓ ہیں۔ جن کی تلوار کی سنبھال مشکل۔ ایلو وہ حضرت کی تلوار عتبہ کو معہ زرہ سر سے کاٹتی کمر سے نکل گئی۔ ادھر حضرت علی بھی ولید کو تمام کر چکے۔ مگر آہ شیبہ نے چالاکی کی۔ جناب عبیدہ کی پنڈلی صاف کٹ گئی ہے۔ خون بہہ رہا ہے۔ ضعف کا اضمحلال ہے مگر تیور دیکھ رہے ہیں۔ ہاں ہاں بہت خوب وہ جناب حمزہ شیبہ کے مقابل ہو گئے۔ لو وہ آن واحد میں شیبہ کا سر تن پر نہیں ہے۔

مشرکین میں تہلکہ پڑ گیا۔ ادھر نعرہ اللہ اکبر بلند ہوا جس سے گنبد فلک گونج اٹھا جب ابوجہل نے لشکر کو سہما ہوا دیکھا۔ تو یکبارگی حملہ کا حکم دے دیا۔ کئی بار سخت حملے ہوئے۔ مگر جناب حمزہ اور جناب علی اور دیگر صحابہ کرام کی بہادری و شجاعت نے تمام رد کئے۔ سعید بن خیثمہ شہید ہو گئے۔ اور ادھر ابوجہل زخمی ہو کر گر پڑا۔ اہل مکہ سرداران لشکر کے مارے جانے پر سخت بے دل و بے حوصلہ سے ہو رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک زور شور کی آندھی آئی۔ آندھی کیا تھی۔ فیض خدا۔ کہ اور رہے سہے بھی مشرکین کے اڑ گئے۔ اور اسباب باختہ ہو کے بھاگے۔ اسلامیوں نے تعاقب کیا۔ اور ستر آدمی قید ہوئے۔

تمام لڑائی میں مشرکین ۷۰ قتل ہوئے اور اہل اسلام ۱۴ شہید ہوئے۔ جن میں آٹھ انصار اور چھ مہاجرین۔

کفار کا تمام سامان ہاتھ آیا۔ اب وہ نار جو کمانڈر نے دیا تھا۔ ترا پایا۔ وہ دعا جو ایک برگزیدہ انسان نے کی تھی۔ پوری ہوئی۔ وہ وعدہ جو پہلے خدا نے کیا تھا۔ ایفا ہوا۔ جو پیادہ تھے ان کے پاس دو دو اور تین تین اونٹ ہو گئے۔ جو ننگے اور بھوکے تھے ان کو لباس اور کھانے مل گئے جو تنگ دست تھے وہ خوشحال ہو گئے۔ اور اسلام کی بنیاد ایک مضبوط چٹان پر جم گئی۔

سچ کہنا۔ فتح زمانی حیثیت سے قریب عقل دنیا کے ہے؟ نہیں یہ ماثر روحانی ہیں۔ یہ تصرفات حقیقت ہیں۔ یہ صداقت کی بندی ہے۔ یہ روحانیت کا تموج ہے۔ آؤ آؤ ہم تم اس کا ترانہ گائیں۔ جو ایک وحشی جنگ وجو قوم پر فتحیاب ہوا۔ آؤ آؤ ہم تم اسی کی تابعداری کریں۔ جو سکون اور جنگ نفس کی تلقین کرتا ہے۔ آؤ آؤ ہم تم اسی کے ہو جائیں۔ جو جس کا ہو گیا اسی کا بیڑا پار ہو گیا۔

تذکرۃ الخلفاء

عمر ابن عبد العزیز

اسلام کے سب سے پہلے مجدد عمر ابن عبد العزیز ہیں، شاہی خاندان میں آنکھ کھولی۔ ہوش سنبھالا تو اپنے باپ کو مصر جیسے عظیم الشان صوبہ کا گورنر پایا۔ بڑے ہوئے تو خود اموی سلطنت کے ماتحت گورنری پر مامور ہوئے۔ شاہان بنی امیہ نے جن جاگیروں سے اپنے خاندان کو مالا مال کیا تھا۔ ان میں ان کا اور ان کے گھرانے کا بھی بہت بڑا حصہ تھا۔ حتیٰ کہ خاص ان کی ذاتی جائداد کی آمدنی پچاس ہزار اشرفی سالانہ تک پہنچی تھی۔ رئیسوں کی طرح پوری شان سے رہتے تھے۔ لباس۔ خوراک۔ سواری، مکان، عادات وخصائل سب وہی تھے۔ جو شاہی مملکتوں میں شاہزادوں کے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا ماحول اس کام سے دور کی مناسبت بھی نہ رکھتا تھا۔ جو بعد میں انہوں نے انجام دیا۔ لیکن ان کی ماں حضرت عمرؓ کی پوتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو پچاس ہی برس ہوئے تھے۔ جب وہ پیدا ہوئے ان کے زمانہ میں صحابہ اور تابعین بکثرت موجود تھے۔

ابتدا میں انہوں نے حدیث اور فقہ کی پوری تعلیم پائی تھی۔ یہاں تک کہ محدثین کے صف اول میں شمار ہوتے تھے۔ اور فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ پس علمی حیثیت سے تو ان کے لئے یہ جاننے اور سمجھنے میں کوئی دقت نہ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین مہدیین کے عہد میں تمدن کی اساس کن چیزوں پر تھی۔ اور جب خلافت بادشاہی سے بدلی تو ان بنیادوں میں کس نوعیت کا تغیر واقع ہوا۔ البتہ جو چیز عملی حیثیت سے ان کے راستے میں رکاوٹ ہو سکتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ اس جاہلی انقلاب کا بانی خود ان کا اپنا خاندان تھا۔ اس کے تمام فائدے اور بے حد وحساب فائدے ان کے بھائی بندوں اور خود انکی ذات اور اُن کے بال بچوں کو پہنچتے تھے۔ اور ان کی خاندانی عصبیت ذاتی طمع اور اپنی آیندہ نسل کی دنیوی خیر خواہی کا پورا تقاضا یہ تھا کہ وہ بھی تخت شاہی پر فرعون بن کر بیٹھیں اپنے علم اور ضمیر کو ٹھوس۔ مادی فائدوں کے مقابلہ میں قربان کریں۔ اور حق، انصاف، اخلاق اور اصول کے چکر میں نہ پڑیں مگر جب ۳۷ سال کی عمر میں بالکل اتفاقی طور پر تخت شاہی ان کے حصہ میں آیا۔ اور انہوں نے محسوس کیا کہ کس قدر عظیم الشان ذمہ داری ان پر آپڑی ہے۔ تو دفعتاً ان کی زندگی کا رنگ بدل گیا۔ انہوں نے اس طرح ادنیٰ تامل کے بغیر جاہلیت کے مقابلہ میں اسلام کے راستے کو اپنے لئے منتخب کیا۔ کہ گویا یہ ان کا پہلے سے سوچا سمجھا ہوا فیصلہ تھا۔

تخت شاہی انہیں خاندانی طریق پر ملا تھا۔ کہ بیعت لیتے وقت مجمع عام میں صاف کہدیا کہ میں اپنی بیعت سے تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ تم لوگ جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ اور جب لوگوں نے برضا ورغبت کہا کہ ہم آپ ہی کو منتخب کرتے ہیں تب انہوں نے خلافت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی۔

پھر شاہانہ کروفر۔ فرعونی انداز، قیصر وکسریٰ کے درباری طریقے سب رخصت کئے اور پہلے ہی روز لوازم شاہی کو ترک کر کے وہ طرز اختیار کیا۔ جو مسلمانوں کے درمیان ان کے

خلیفہ کو ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد ان امتیازات کی طرف توجہ کی جو شاہی خاندان کے لوگوں کو حاصل تھے۔ اور ان کو تمام حیثیتوں سے عام مسلمانوں کے برابر کر دیا۔ وہ تمام جاگیریں جو شاہی خاندان کے قبضہ میں تھیں۔ اپنی جاگیر سمیت بیت المال کو واپس کیں جن جن کی زمینوں اور جائدادوں پر ناجائز قبضہ کیا گیا تھا۔ وہ سب ان کو واپس دیں۔ ان کی اپنی ذات کو اس تغیر سے جو نقصان پہنچا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ پچاس ہزار کی جگہ صرف دو سو اشرفی سالانہ کی آمدنی رہ گئی۔ بیت المال کے روپے کو اپنی ذات پر اور اپنے خاندان والوں پر حرام کر دیا۔ حتیٰ کہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تنخواہ تک نہ لی۔ اپنی زندگی کا سارا نقشہ بدل دیا۔ یا تو خلیفہ ہونے سے پہلے شاہانہ شان کے ساتھ رہتے تھے۔ یا خلیفہ ہوتے ہی فقیر بن گئے۔

گھر اور خاندان کی اس اصلاح کے بعد نظام حکومت کی طرف توجہ کی۔ ظالم گورنروں کو الگ کیا۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر صالح آدمی تلاش کئے۔ کہ گورنری کی خدمت انجام دیں۔ عاملین حکومت جو قانون اور ضابطہ سے آزاد ہو کر رعایا کی جان، مال آبرو پر غیر محدود اختیارات کے مالک ہو گئے تھے۔ ان کو پھر ضابطہ کا پابند بنایا۔ اور قانون کی حکومت قائم کی۔ ٹیکس عائد کرنے کی پوری پالیسی بدل دی۔ اور وہ تمام ناجائز ٹیکس جو شاہان بنی امیہ نے عائد کر دیئے تھے۔ جن میں آبکاری تک کا محصول شامل تھا۔ یک قلم موقوف کئے۔ زکوٰۃ کی تحصیل کا انتظام از سر نو درست کیا اور بیت المال کی دولت کو پھر سے عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دیا۔ غیر مسلم رعایا کے ساتھ جو ناانصافیاں کی گئی تھیں۔ ان سب کی تلافی کی۔ ان کے معابد پر ناجائز قبضہ کیا گیا تھا۔ انہیں واپس دلائے۔ ان کی زمینیں جو غصب کر لی گئی تھیں۔ پھر واگذاشت کیں۔ اور ان کے تمام وہ حقوق بحال کئے جو شریعت کی رو سے انہیں حاصل ہیں۔ عدالت کی انتظامی حکومت کے دخل سے آزاد کیا۔ اور حکم بین الناس کے ضابطہ اور اسپرٹ دونوں کو شاہی نظام کے اثرات سے پاک کر کے اسلامی نظام حکومت دوبارہ زندہ کیا۔

پھر انہوں نے سیاسی اقتدار سے کام لیکر لوگوں کی ذہنی۔ اخلاقی اور معاشرتی زندگی سے جاہلیت کے ان اثرات کو نکالنا شروع کیا۔ جو نصف صدی کی جاہلی حکومت کے سبب سے اجتماعی زندگی میں پھیل گئے تھے۔ فاسد عقیدوں کی اشاعت کو روکا۔ عوام کی تعلیم کا وسیع پیمانہ پر انتظام کیا۔ قرآن حدیث اور فقہ کے علوم کی طرف اہل دماغ طبقوں کی توجہات کو دوبارہ منعطف کیا۔ اور ایک ایسی علمی تحریک پیدا کر دی۔ جس کے اثر سے اسلام کو ابو حنیفہ و مالک شافعی اور احمد بن حنبل جیسے مجتہدین میسر آئے۔ اتباع شریعت کی روح کو تازہ کیا۔ شراب نوشی، تصویر کشی اور عیش و تنعم کی بیماریاں جو شاہی نظام کی بدولت پیدا ہو چکی تھیں۔ ان کا انسداد کیا۔ اور فی الجملہ وہ مقصد پورا کیا۔ جس کیلئے اسلام اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

بہت ہی قلیل مدت میں اس انقلاب حکومت کے اثرات عوام کی زندگی پر اور بین الاقوامی حالات پر مترتب ہونے شروع ہو گئے۔ ایک راوی کہتا ہے کہ ولید کے زمانے میں لوگ جب آپس میں بیٹھتے تو عمارات اور باغوں کے متعلق

تفنن طبع کرتے۔ سلیمان بن عبد الملک کا زمانہ آیا۔ تو سوا اس کا مذاق صنفی معاملات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مگر جب عمر ابن عبد العزیز حکمران ہوئے تو حالت یہ تھی کہ جہاں چار آدمی جمع ہوتے نماز اور روزہ اور قرآن کا ذکر چھیڑ جاتا تھا۔ غیر مسلم رعایا پر اس حکومت کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ ہزار در ہزار آدمی اس مختصر سی مدت میں مسلمان ہو گئے۔ اور جزیہ کی آمدنی دفعۃً اتنی گھٹ گئی کہ سلطنت کے مالیات اس سے متاثر ہو گئے۔

مملکت اسلامی کے اطراف میں جو غیر مسلم ریاستیں موجود تھیں حضرت عمر ابن عبد العزیز نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور ان میں سے متعدد ریاستوں نے اس دین کو قبول کر لیا۔ اسلامی حکومت کی سب سے بڑی حریف سلطنت اس وقت روم کی سلطنت تھی جس کے ساتھ ایک صدی سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اور اس وقت بھی سیاسی کشمکش چل رہی تھی۔ مگر عمر ابن عبد العزیز کا جو اخلاقی اثر روم پر قائم ہوا۔ اس کا اندازہ ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔ جو ان کے انتقال کی خبر سن کر خود قیصر روم نے کہے تھے اس نے کہا کہ:-

"اگر کوئی راہب دنیا کو چھوڑ کر اپنے دروازے
بند کر لے اور عبادت میں مشغول ہو جائے۔ تو
مجھے اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ مگر مجھے حیرت ہے
تو اس شخص پر جس کے قدموں کے نیچے دنیا تھی
اور پھر اُسے ٹھکرا کر اس نے فقیرانہ زندگی بسر کی"

اسلام کے اس مجدد اول کو صرف ڈھائی سال کام کرنے کا موقع ملا۔ اور اس مختصر سی مدت میں اس نے یہ انقلاب عظیم برپا کر کے دکھا دیا۔ بنی امیہ کا پورا خاندان اس بندہ خدا کا دشمن ہو گیا تھا۔ اسلام کی زندگی میں ان لوگوں کی موت تھی۔ وہ اس تجدید کے کام کو کسطرح برداشت کر سکتے تھے۔ آخر کار انہوں نے سازش کر کے زہر دیدیا۔ اور صرف ۳۹ سال کی عمر میں یہ خادم دین و ملت دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (ترجمان القرآن)

تذکرہ برادری

خطوط و مراسلات

مکرمی قریشی جلال الدین صاحب رئیس اعظم، ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ القریش میرے نام جاری رکھئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کوشش کرونگا۔ کہ توسیع اشاعت سے قومی خدمات میں آپ کا ہاتھ بٹا سکوں۔"

(حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ اس وقت آپ ایسے مقتدرین کی ہمدردانہ توجہ کی بیحد ضرورت ہے توجہ فرما کر تشکر و امتنان کا موقعہ دیں۔ ایڈیٹر)

مکرمی حاجی شیخ کرم الٰہی صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" کی حمایت صحیح معنوں میں قوم کی اور اپنی حمایت ہے۔ بہی خواہان قوم کو اس آڑے وقت میں اپنے قومی جریدہ کی توسیع اشاعت میں کوشش کرنی چاہیئے۔ جن حضرات نے گرانی کاغذ کے سلسلہ میں ماہانہ رقوم مقرر کردی ہیں۔ وہ قوم کے خاص اور دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ میری طرف سے دو حضرات کے نام ذیل کے پتوں پر القریش جاری کردیں۔

(شکریہ۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ ایڈیٹر)

قریشی فضل الرحمٰن صاحب علوی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ القریش نے قوم کے مردہ احساسات میں ایسی بیداری پیدا کی ہے۔ کہ آج اس کا نام زندہ اقوام میں شمار کیا جاتا ہے۔ مرکزی جماعت کا قیام، صوبائی و ضلع وار انجمنوں کا قیام زرعی حقوق کا حصول۔ تحفظ نسب۔ سود و بہبود کیلئے جلسوں کا انعقاد ایسے کارنامے ہیں جن کے احسان کے بار سے قوم کی گردن ہمیشہ جھکی رہیگی مگر قوم کی قدر شناسی پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ اب جبکہ کاغذ کی شدید ترین گرانی کی وجہ سے بڑے بڑے سرمایہ دار اخبارات دم توڑ رہے ہیں۔ اور القریش نہایت نازک دور سے گذر رہا ہے۔ بہی خواہان قوم کا فرض نہیں تھا کہ وہ اس کی دردمندانہ اپیلوں پر دست اعانت بڑھاتے؟

محترم قریشی محمد اللہ بخش صاحب کی تحریک اس مرض کا بہترین علاج تھا۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ صدائے برنخواست کا معاملہ ہوگا۔ جس قوم کی قدر ناشناسی کی یہ حالت ہے اس کا مستقبل معلوم، میں چالیس روپے کا ایک مدرس ہوں میرا تن و نوش بھی پورا نہیں ہوسکتا۔ مالی امداد کی توفیق نہیں۔ تاہم دو روپے ماہانہ کا حقیر ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

قوم کے صاحب ثروت حضرات کا فرض ہے کہ وہ قومی مفاد کے پیش نظر فراخدلی کے ساتھ قومی جریدہ کی اعانت کریں۔ تاکہ اصلاحی امور کا یہ سلسلہ جاری رہ سکے۔

سامان طباعت کی صعب ترین گرانی کی وجہ سے موقت الشیوع جرائد کے اخراجات پانچ گنا بڑھ گئے ہیں اکثر جرائد و رسائل بند ہوچکے ہیں۔ اور وہ حجم گھٹانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ اور اس پر بھی دم توڑ رہے ہیں۔ القریش بھی اس نازک دور سے گذر رہا ہے۔ مالی امداد بڑی کٹھن چیز ہے اور دل گردے کی بات ہے۔ اس میدان میں اترنا

انہی لوگوں کا کام ہے جنہیں خدا نے وہ نعمت دی ہو اور یہ توفیق شاذ و نادر ودیعت ہوتی ہے۔ لہذا القریش کی امداد و اعانت کی آسان ترین اور بہترین صورت یہ تھی کہ اس کی توسیع اشاعت میں سعی کی جاتی۔ اور معاونین کرام اپنے حلقۂ احباب و اثر سے دو دو خریدار پیدا کرنے کی کوشش کرتا۔ امید ہے کہ زندہ دل حضرات ادہر توجہ مبذول کرکے عنداللہ مشکور ہونگے۔ آپ کا احساس قابل تحسین ہے۔ اور آپ کی دو روپیہ ماہانہ کی امداد قابل صد شکریہ۔ جزاک اللہ

قومی جلسے

اس مہینہ میں مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کا کوئی اجلاس منعقد نہیں ہوا۔ ملحقہ جماعتوں میں سے سندھ، فرنٹیر، بہار، فیض بلغ، احمد آباد اور شاہ گنج کی مقامی انجمنوں کے غیر معمولی اجلاس منعقد ہوئے جن میں علیہ حضرت والدہ مکرمہ اعلحضرت حضور کی وفات پر تعزیتی قرار دادیں منظور ہوئیں۔ انجمن سادات قریش احمد آباد کا سالانہ انتخاب ہوا۔ سابقہ عہدہ دار ایک سال کیلئے بحال رہے دیگر جماعتوں کے جلسوں میں کوئی خاص کاروائی قابل ذکر نہیں۔

نمائندہ اجلاس کا التوا،

گذشتہ اشاعت کے تذکرہ برادری میں ندوۃ القریش کے ملحقہ جماعتوں کے نمائندگان کے اجلاس کے التوا کے متعلق چھ سات جماعتوں کی رائیں شائع ہو چکی ہیں۔ انجمن سادات قریش بردوئی، ملتان اور مظفر نگر کی جماعتوں نے بھی تائیدی خطوط ارسال کئے ہیں، قریشی شفیق احمد صاحب ہاشمی اور ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی بھی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک غیر معین عرصہ کیلئے مجوزہ اجلاس معرض التوا میں ڈالدیا جائے۔

قابل تقلید شادی

ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کی دختر نیک اختر کی شادی کی تقریب نہایت سادگی کے ساتھ مئی کے آخری ہفتہ میں سرانجام ہوئی۔ آپ نے جو کوائف تحریر فرمائے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

"۲۵ مئی کو میری لڑکی کا نکاح میرے نسبتی برادر محمد حسین کے لڑکے عاشق علی کے ساتھ ہوا۔ فریقین نے یہ فیصلہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ کہ زیور کپڑا و دیگر ضروری سامان قرض لے کر نہ بنایا جائے۔ اور نہایت سادگی سے یہ سنت ادا کی جائے۔ چنانچہ جو زیور اور کپڑے لڑکے والے لائے۔ میں نے اس میں اپنی طرف سے جو کچھ ہو سکا زیور کپڑا اور برتن وغیرہ کا اضافہ کرکے لڑکی کو دے دیا۔ ۹ بجے برات آئی باجا آتش بازی اور نمود و نمائش کا کوئی نشان نہیں تھا۔ سہرا بھی نہیں باندھا گیا۔ نوشہ کے گلے میں پھولوں کے ہار ضرور تھے۔ محلے کے دس پندرہ معزز اصحاب بلائے گئے۔ عم محترم مولوی عبدالحمید مفتی شہر نے نکاح خوانی کی سنت ادا کی۔ حاضرین مجلس یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ کہ نکاح کے وقت مہر خرچہ و دیگر شرائط کے متعلق کوئی انکار و تکرار نہ ہوا۔ اصل میں تمام شرائط پہلے سے طے شدہ تھیں لاگ وغیرہ کچھ نہیں لئے گئے۔ نہ ہی نوشہ کی جوتی چرائی گئی۔ نہ مراسنیں ڈومنیاں مخرب اخلاق اور فحش گانے گانے کیلئے منگوائی گئیں۔ کھانا کھا کر ایک بجے بعد دوپہر برات لڑکی کو ساتھ لے کر رخصت ہوئی۔ البتہ رخصتی کے وقت جب کہ گھر کے سب لوگ رو رہے تھے۔ میں بھی ضبط نہ کر سکا نہ ہی لڑکی کو تسلی تشفی دے سکا۔ اور نہ ہی برات والیں

سے اپنی کوتاہیوں کیلئے معذرت کرسکا۔ اپنی لڑکی کا جیتا جاگتا جاتا دیکھ کر کوئی اشک افشانی نہ کرے۔ تو اور کیا کرے۔ اب بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ تو دل بھر آتا ہے۔ نکاح اور رخصتی کے بعد کئی دوست اور اہل محلہ ملے۔ سب نے یہی کہا۔ کہ تم بڑے عقلمند نکلے۔ تمہارے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ اور نہایت سادگی سے تم نے یہ بہت بڑا کام سر انجام دیا ہے۔ آپنے ایک قابل تقلید مثال قائم کر دی ہے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ لڑکی و لڑکے کو زندگی تندرستی محبت و اتفاق عطا فرمائے۔ اور میری لڑکی میرے گھر سے زیادہ اپنے سسرال کے گھر میں آرام و آسائش سے رہے۔

"یہ میاں بیوی جس گھر کے مکیں
وہ ہو ثابت غیرت خلد بریں" آمین!

نمود و نمائش اور تعلیات و لغویات کے اس زمانہ میں شادی کی تقریب اس سادگی سے انجام ہونا بڑی بات ہے ڈاکٹر صاحب اور ان کے سمدھی اس کیلئے قابل تبریک ہیں۔ مسلمان اگر اپنی تقاریب شادی و غمی میں تباہ کن مراسم سے اجتناب روا رکھنے کے خوگر ہو جائیں تو ان کے گاڑھے پسینہ کی کمائی محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور وہ سود در سود کی الجھنوں سے بچ کر فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ خدا انہیں توفیق عطا کرے۔ آمین!

ایک درخواست

مکرمی محی الدین صاحب بخشی بادشاہ پور (گوجرانوالہ) سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"ہمارا خاندان ہمیشہ ملازمت پیشہ رہا ہے۔ اور کوئی زمین خریدنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ بزرگان نے ایک قطعہ خرید کیا تھا۔ جس میں صرف لفظ "شیخ" کاغذات مال میں دو تین بندوبست سے چلا آرہا ہے۔ اب عرصہ چار سال کا ہوا کہ میں نے ایک زمین ایک گوجر سے خرید کر لی۔ اور اسمیں "شیخ قریشی" درج کرایا مخالفین نے اب عرصہ چار سال کے بعد عذر کیا ہے کہ شیخ بلا تشریح ہیں۔ زراعت پیشہ نہیں ہیں جا ہیں بار ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔ لہذا درخواست ہے کہ آپ کہیں سے شجرہ نسب ملا دیں اور اس کے عوض جو کچھ خدمت بندہ سے ہو تحریر فرما دیں"

آپ کا یہ خط مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کے دفتر میں بھیجوا دیا گیا تھا۔ جس کا جواب بالفاظ ذیل موصول ہوا ہے

"ندوۃ القریش" اصولاً کسی ایسی درخواست پر غور نہیں کر سکتا۔ جو مرکزی جماعت اور اس سے ملحقہ کسی جماعت کا ممبر نہ ہو۔ یا کم از کم اس کی سفارش متعلقہ ضلع کی ملحقہ جماعت کی طرف سے نہ کی گئی ہو۔

سائل کو اپنے ضلع کی انجمن جو فیروز پور جھر کا کے مقام پر کام کر رہی ہے رجوع کر کے اس کے مشورہ سے استمداد کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مرکزی جماعت براہ راست ان کی اعانت سے قاصر ہے"

ہدیۂ تبریک

قریشی جلال الدین صاحب بیرسٹر، رئیس اعظم حصار القریش کے معاون و مربی ہیں۔ آپ بفضل اللہ ایک مقتدر شخصیت کے حامل ہیں حکام میں خاص راہ و رسم ہے اور ایک لازوال شہرت کے مالک ہیں۔ تازہ خطابات میں حکومت کی طرف سے آپ کو "خانصاحب" کا خطاب دیا گیا ہے ہم اس اعزاز پر آپ کو مرکزی جماعت ندوۃ القریش اور کارپردازان القریش کی طرف سے تہ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

واقعات و حوادث

فرقہ وارانہ فسادات

فرقہ وارانہ فسادات کی آندھی سے جسقدر مالی و جانی نقصانات ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں پنجاب میں کئی ہفتوں سے قتل و غارتگری کا تواتر جاری ہے۔ اور بہار شریف میں تو انسانی خون اسقدر بیدردی کے ساتھ بہایا گیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

راجہ صاحب محمود آباد نے فساد زدہ علاقہ کا دورہ کرنے کے بعد اورینٹ پریس کو جو بیان دیا ہے اس کے پڑھنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ

"بعض فساد زدہ علاقوں سے ہندوؤں کے مظالم سے بچنے کے لئے مسلمانوں کی تمام کی تمام آبادی ہجرت کر چکی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے۔ اس سے کانگرسی دور حکومت کی قلق انگیز یادتازہ ہو گئی۔ آتش زدہ مکانوں۔ شہید مسجدوں، شکستہ قبروں، اور گرے ہوئے میناروں سے زیادہ حسرت افزا کوئی منظر نہیں ہو سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی بستی سے کوئی قیامت خیز طوفان گذر چکا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہندوؤں کی وحشت و بربریت کے طوفان نے مسلم بستیوں کو ویرانوں میں تبدیل کر دیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ بعض ہندوؤں نے پہلے تو مسلمانوں کو پناہ میں لیا۔ لیکن بعد میں انہیں یا تو خود قتل کر دیا یا دوسروں سے قتل کروا دیا۔ چنانچہ ایک جگہ ایک مسلمان گھرانے نے ہندوؤں کی آبادی میں پناہ لی۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ سوائے ایک ۱۲ سالہ لڑکے اور ۱۷ سالہ لڑکی کے باقی افراد خاندان کو انتہائی اذیت کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔ یہ پرلے درجہ کی بزدلی اور کمینگی ہے۔ پناہ گزینوں کو کوئی شریف انسان قتل نہیں کرتا۔ بلکہ ان کی حفاظت اور امداد کی جاتی ہے۔"

کس قدر انسانیت سوز حرکتیں ہیں۔ جو متعصب ہندوؤں کی طرف سے وقوع میں آ رہی ہیں۔ تعجب ہے کہ اس خونریزی اور فتنہ پروری کے کماحقہ انسداد کیلئے حکومت کوئی اقدام نہیں کرتی۔ ہندو اور سکھ منظم ہے۔ اور مسلمانوں کو کچل دینے کے لئے وہ پوری تیاریاں کئے ہوئے ہیں۔ ناجائز اسلحہ جمع کیا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں خلاف قانون اسلحہ کی درآمد کے متعلق محکمہ پولیس کی طرف سے ایک پرچہ بھی رجسٹرڈ کیا گیا تھا۔ لیکن معلوم نہیں ہوا۔ کہ پھر کیا ہوا۔ ایک اخباری اطلاع مظہر ہے کہ ڈسٹرکٹ پولیس سرگودھا نے ایڈیشنل اور ریزرو پولیس کی بھاری جمعیت کی معیت میں تحصیل بھلوال کے دو درجن سے زائد دیہات پر چھاپا مار کر ایک ہزار کے قریب چھویاں ایک سو پستول اور ایک سو بندوقیں برآمد کی ہیں اتنی مقدار میں اسلحہ ناجائز طور پر جمع رکھنے کی غرض وغائت کیا تھی؟ کونسی ضرورت پیش نظر تھی؟

حکومت کا فرض ہے کہ وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کی ٹوہ لگائے اور ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزائیں دے۔ جو امن شکنی کے اسباب بہم پہنچا کر آئین و قوانین کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔

بینامی ایکٹ

لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ مشتمل جسٹس کنور دلیپ سنگھ مسٹر جسٹس منرو اور مسٹر جسٹس بنیل نے بے نامی ایکٹ کے متعلق ہائیکورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف پنجاب حکومت کو فیڈرل کورٹ میں اپیل کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ جس میں یہ قرار دیا گیا تھا۔ کہ جہاں تک اس قانون کے نافذ ہونے سے قبل سودوں کا تعلق ہے۔ بے نامی ایکٹ ہے۔ اور صوبجاتی مجلس قانون ساز کو یہ قانون بنانے کا حق نہیں تھا۔

پہلے ایک شخص دولت سنگھ کی درخواست پر سیالکوٹ کے ایک سب جج نے اس قانون کو ناقابل عمل قرار دیا تھا حکومت نے اس فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی۔ لیکن ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ مشتمل جسٹس کنور دلیپ سنگھ و جسٹس منرو نے اپیل مسترد کر دی تھی۔

لاہور کی اتحاد کانفرنس

لاہور میں اتحاد کانفرنس میاں افتخار الدین کی سرگرمی کے باعث منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سیاسیات سے الگ رہ کر ہی فرقہ وارکشیدگی دور ہو سکتی ہے۔ اس کانفرنس میں چونکہ مختلف الخیال حضرات جمع ہوئے تھے اور فرقہ وارکشیدگی کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ بیحد پسندیدہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پنجاب میں ایسی فضا پیدا ہو جس سے دونوں قومیں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر فساد کا شاخسانہ نہ پھوٹ نکلے۔ اس وقت تک ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ اس لئے ان فسادات میں مسلمانوں کو قصوروار نہیں ٹھیرایا جا سکتا۔ بہرصورت احتیاط کے طور پر پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ قابل قدر ہے لیکن ہم ان ارباب صلح و آشتی سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ دونوں قوموں میں افتراق اور غیریت کو دور کرنے کا سب سے بڑا سبب تو سیاسی امور پر اختلاف ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اختلاف رائے کبھی فساد کا موجب نہیں ہونا چاہئے تاوقتیکہ اسے اس رنگ میں پیش نہ کیا جائے۔ کہ عوام کے جذبات بھڑک اٹھیں ہم یہ نہیں کہتے کہ فرقہ وارکشیدگی کو دور کرنے کیلئے پنجاب میں کوئی جدوجہد نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن کشیدگی کی بنیاد کی طرف بھی تو غور کرنا ضروری ہے اسی کانفرنس میں بعض حضرات آپ کو ایسے بھی نظر آئیں گے۔ جنہوں نے پنجاب بھر میں زہریلی تقریریں کرکے فرقہ وارکشیدگی کی آگ کو ہوا دی۔ میاں افتخار الدین کی یہ کامیابی ہے۔ کہ وہ حضرات بھی اس وقت پنجاب میں صلح اور امن دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کانفرنس میں اخبارات کو بھی فرقہ وارکشیدگی کا باعث ٹھیرایا گیا۔ اور ایک حد تک یہ درست ہے۔ بعض اخبارات محض اشتعال دلانے اور اپنی اشاعت بڑھانے کی غرض سے اس قسم کی خبریں شائع کرتے ہیں۔ لیکن ان کا سدباب اس قسم کی کانفرنسیں نہیں کرسکتیں۔ "پاکستان" کے متعلق ہندو اخبارات جس قدر لغو اور بیہودہ باتیں لکھتے ہیں وہ اخبار نویسی کی انتہائی پستی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ اگر یہ کانفرنس کچھ کرنا چاہتی ہے تو اس قسم کی تحریروں کا سدباب بیحد ضروری ہے۔

تعجب ہے کہ ان مساعی کے باوجود الرجون کو کرشن نگر لاہور میں ہندو مسلم فساد ہوگیا۔ جس میں چالیس کے قریب ہندو اور آٹھ کے قریب مسلمانوں کو ضربات آئیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک خربوزہ کی خرید پر معاملہ نے طول پکڑا۔ مسلمان خریدار نے ایک ہندو

سے خربوزہ خریدا۔ جو ناقص تھا۔ اس بنا پر اس نے اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ جمع شدہ ہندوؤں نے دوکاندار کی حمایت کی دست و گریبانی تک نوبت پہنچی اور فساد ہو گیا کس قدر شرم کا مقام ہے کہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر قومیں لڑ جاتی ہے۔ اور خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں۔ دیکھیں کمیٹی کیا کرتی ہے؟

پنجاب کی مسلم آبادی

اورینٹ پریس کی طرف سے مختلف اخبارات میں پنجاب کی مردم شماری کے اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لاہور کی آبادی کے علاوہ مسلمانوں کی آبادی ۵۷.۰۴ فیصدی ہے۔ سال ۱۹۳۱ء میں مسلمانوں کی آبادی ۵۶.۵۴ تھی۔ اس وقت اگر پنجاب کے مسلمانوں کو بھی شامل کیا جائے تو شائد ۵۸ فیصدی تک اعداد و شمار پہنچ جائیں۔ مردم شماری کے دوران میں اپنے ذرائع سے ہم نے جو اعداد و شمار حاصل کئے تھے۔ ان سے ہمیں معلوم ہوا تھا۔ کہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی ۶۵ فیصدی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس مردم شماری میں مسلمانوں سے انصاف نہیں ہوا ہے۔

گاندھی کی پشیمانی

گاندھی جی نے خود ہی تشدد کی تلقین شروع کی۔ انہوں نے ہندو سبھا کے سامنے مجبور ہو کر "اہنسا" کی ڈھال ہاتھ سے رکھ دی اور تشدد کے متعلق پرچار شروع کر دیا۔ ان کی دیکھا دیکھی سیالکوٹ میں گو سوامی گنیش دت جی نے بھی ہندوؤں کو لنگر لنگوٹے کسنے کا حکم دیا۔ جب یہ ہوا عام ہوئی۔ تو ہندو بلوے اور فساد پر اتر آئے۔ ایک مسلمان خاندان کو جس میں ایک تین سال کی بچی بھی تھی۔ انہوں نے قتل کر دیا۔ تو گاندھی جی پھر رہا تھا بن کر مسلمانوں کے زخم پر نمک چھڑکنے کیلئے کہنے لگے۔ کہ مجھے اس پر افسوس ہے۔ اس افسوس کے کیا معنے؟ اس افسوس کی داد کون نہ دیگا؟

وہی ذبح بھی کرے وہی لے ثواب الٹا

شہریار دکن کی معارف نوازی

اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی حکومت حیدر آباد میں تعلیم پھیلانے کی غرض سے ایک وسیع پروگرام کے مطابق کام کر رہی ہے۔ ریاست بھر میں ابتدائی مدارس کا جال پھیلایا جا رہا ہے۔ اس سال کے اندر اندر تقریباً ایک سو نئے سکول جاری کئے جائیں گے۔ جن پر تقریباً ایک لاکھ روپیہ صرف آئیگا جس کی منظوری اعلیحضرت کی بارگاہ سے ہو چکی ہے۔

حیدر آباد کی جنگی سرگرمیاں

حکومت سرکار عالی نے گورنمنٹ آف انڈیا کے تین فیصدی والے ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۲ء والے ڈیفنس بانڈز قیمتی پچاس لاکھ روپیہ سکۂ عثمانی عنایت فرمائے ہیں۔

گزشتہ ماہ جون میں بھی حکومت سرکار عالی نے گورنمنٹ آف انڈیا کے بلا سودی ڈیفنس بانڈز اسی مقدار میں خریدے تھے۔

بہاول پور کی جنگی اعانت

حکومت ریاست بہاولپور پیشتر ازیں جنگی فنڈ میں کافی امداد کر چکی ہے۔ حال ہی میں پرائم منسٹر بہاولپور نے جنگی اغراض کے تحت دورہ کیا مختلف تحصیلات میں جلسے کئے۔ اور لوگوں کو جنگی امور ذہن نشین کرائے۔ اس سلسلہ میں ایک لاکھ روپے کے قریب جنگی ضروریات کے لئے چندہ فراہم ہوا۔

ایک ناروا مطالبہ

مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے پر ملک کے طول وعرض میں بیشتر فسادات ہو چکے ہیں۔ حکومت بنگال نے امن قائم رکھنے کیلئے مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ لیکن مسٹر سناتھ مکرجی نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ہندوؤں کو ہر وقت مسجد کے سامنے باجہ بجاتے ہوئے گذرنے کی اجازت دی جائے۔ کسقدر لالعینی مطالبہ ہے۔ امید ہے کہ حکومت اسے ٹھکرا دیگی۔

اظہارِ حقیقت

(نتیجۂ فکر جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

سنیں فرمودۂ اقبال ہٹلر اور مسولینی
"جہانبانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی"

ملاتا ہے مسلمانوں کو باہم رشتۂ دینی
یہ سارے ایک ہیں البانوی ہوں یا فلسطینی

نہ چین اسوقت تک آئیگا سرحدی پٹھانوں کو
شکارِ دورِ استبداد ہیں جس وقت تک چینی

جہانِ عشق میں دیوانگی ہی شرطِ اول ہے
وہ دیوانے نہیں سرگرمیاں ہیں جنکی آئینی

ہمارے درد کا درماں نہیں ہے وہ بتِ کافر
ہم اردو بولتے ہیں اور زباں اسکی ہی لاطینی

وہ خواہاں آمریت کا ہے آزادی کے پردے میں
کھلانا چاہتا ہے ہم کو زہر آلود شیرینی

نہ بھولے سے بھی آئینگے کبھی ہم اسکی چالوں میں
ہمیں معلوم ہے روباصفت دشمن کی مسکینی

جو نکلے ضیغم اسلام میدانِ شجاعت میں
نہ کچھ بھی کام دینگے دشمنوں کے شیر قالینی

ہمیشہ یہ حقیقت حال کا اظہار کرتا ہے
نہیں محبوب کے پیشِ نظر شعروں کی رنگینی

نوادرات

جولاہے بچے کی عیاری

جولاہوں کی سادگی ضرب المثل ہے۔ بیسیوں استہزا آمیز حکایتیں ان سے منسوب ہیں۔ اور یہ عین حقیقت ہے کہ اس قوم کو دنیا کی ہوا تک نہیں لگی تھی۔ وہ زمانہ کے اونچ نیچ اور ہیر پھیر سے نا آشنائے محض تھے۔ لیکن اب وہ تیمن درگور کے وقت گئے۔ دورِ حاضر کے میاں جولاہے فلیں خار بنے فاختہ اڑاتے نظر آتے ہیں۔ اور ایسی ایسی چالیں چلتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے مدبر و دانشمند ہونقے رہ جاتے ہیں، اخبارات میں سیالکوٹ کے ایک جولاہے کے سعادتمند اور ضرورت سے زیادہ ہوشیار لڑکے کا ایک دلچسپ اور حیرت انگیز واقع شائع ہوا ہے۔ پڑھئے اور جولاہے بچے کی جولانئ طبع کی داد دیجئے۔ لکھا ہے کہ :-

سیالکوٹ ۱۱ جون :- یو پی پولیس نے پنجاب پولیس کی مدد سے موضع آوان کے ایک جولاہے شیر محمد کو دھوکہ دہی کے ہیجان خیز الزام میں گرفتار کرلیا ہے۔ واقعات یوں ہیں۔ کہ ملزم انٹرنس پاس تھا۔ اور شادی شدہ تھا۔ یہاں کوئی کام نہ ملنے کی وجہ سے یو پی میں چلا گیا۔ وہاں جا کر ملزم اپنے آپ کو صاحب جائداد اور ڈپٹی کلکٹر کا بیٹا ظاہر کرتا رہا اور آخر ملزم نے وہاں کے ایک وکیل کی لڑکی سے آشنائی پیدا کرلی۔ اور اس کے ساتھ سول میرج کیا چونکہ وکیل لاولد تھا۔ اس واسطے اس نے ملزم کو اپنے کاروبار کا انچارج بنا دیا۔ ملزم اسی آرام میں اپنے گھر خرچ اور کارڈ بھیجنا بھول گیا۔ آخر کار ننگ آ کر ملزم کی عورت اور اس کی والدہ وہاں پہنچ گئیں۔ اور ظاہر ہوگیا کہ ملزم جولاہا ہے اس پر ملزم ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ آیا۔ وکیل نے عدالت میں ملزم کے خلاف دھوکہ دہی کے الزام میں دعویٰ دائر کردیا۔ جاری شدہ وارنٹوں کی بنا پر ملزم گرفتار کرلیا گیا ہے۔ میاں جولاہے کے اوسان پہلے تو عدالت میں درست ہونگے اور پھر شاید جیل کی ہوا ان کا مزاج درست کردیگی۔

عہد حاضر کی چابکدستیوں نے جولاہے کی سادہ مزاجی انتہائی چالاکی ابلہ فریبی اور مکاری و عیاری سے بدل دی ہے۔ ہمارے محلہ کے ایک جولاہے کے نونہال بدقسمتی سے کچھ حرف شناس ہوگئے۔ کسی اہل دل نے سادہ لوح جولاہے کے اس فرزند کو مکتب میں لڑکے پڑھانے پر دس پندرہ روپے کا ملازم کرا دیا۔ کچھ روز تو ہن کی طبع ٹھکانے رہی۔ لیکن جب مشاہرہ کی رقم کی شکل دیکھی، کچھ ننھے بچوں پر حکومت سی ہوگئی تو دماغ میں ایسا خلل آیا کہ وہ اپنے باپ کو خاطر میں نہ لاتے اور جب اس نوخیز جولاہ مدرس کی شادی ہوگئی۔ دلہن گھر میں آئی تو اُسے کچھ بن کر دکھانے کی سوجھی۔ اہل محلہ میں دال نہ گلتی تھی۔ اس نے اپنے باپ پر ہاتھ صاف کرنے شروع کئے۔ چنانچہ نوجوان برخوردار نے ایک روز اپنے سادہ بوڑھے باپ کی جوتیوں سے اتنی تواضع کی۔ کہ غریب اسی قلق میں جنت کو سدھار گیا۔ اب جولاہہ بچہ خلیل خاں بنا ہوتا رہا ہے۔

انقلابات ہیں زمانے کے

نئے جال لائے پرانے شکاری

بعض لوگ عجب طبیعت لیکر تختۂ زمین پر نازل ہوتے ہیں، اپنا اُلّو سیدھا کرنے کیلئے اوروں کو بیوقوف بنانے اور

مطلب براری کی غرض سے دوسروں پر ڈورے ڈالنے کے لئے نہیں نرالی و انوکھی تدبیریں سوجھتی ہیں۔ اسی ادھیڑبن میں ان کی مستعار زندگی بسر ہوجاتی ہے۔ اور آخر ناکام و نامراد جوں کے توں سپرد گور ہوجاتے ہیں۔

بدایوں کے محلہ فرشوری میں اسی نوع کے ایک انسان قدرت حسین قدوسی وی ٹی سی۔ ایم۔ ایس۔ اے۔ یو۔ پی ٹی وغیرہ وغیرہ رہتے ہیں۔ آپ نے اپنی شخصی برتری اور دماغی تعلی کے پیش نظر "انجمن انیس المسلمین" کے نام سے ایک ادارہ بھی بنا رکھا ہے۔ جس کے آپ خود ہی سیکرٹری بھی ہیں۔ الا ماشاء اللہ،

انجمن کے نام سے استفادہ کرنے کیلئے خدا جانے آپ کیا کیا پاپڑ بیلتے ہیں۔ اور کون کون سے حربے استعمال کرتے ہیں۔

آپ کے فرستادہ دو پوسٹ کارڈ ہمارے دفتر میں موصول ہوئے ہیں۔ ایک تو کسی "امام الدین صاحب" کے نام دفتر "جمعیتہ القریش" کے پتہ پر ہے اور دوسرا "ایڈیٹر صاحب منیجر صاحب رسالہ القریش" کے نام پر۔ چونکہ "جمعیتہ القریش" وغیرہ قسم کی تمام جماعتیں عرصہ ہوا دار البقا کو سدھار چکی ہیں۔ اور ان کا کوئی نام لیوا تک باقی نہیں رہا۔ اس لئے وہ خط بھی ریڈائرکٹ ہو کر ہمیں ہی موصول ہوگیا ہے دونوں خطوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب قدرت حسین صاحب کس قسم کی چالیں چلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ایک طرف تو سادات قریش کی نمائندہ جماعت کے کارکنان کو تھپکی دی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف مراسیوں کے قائد آزاد مراسی کی پیٹھ ٹھونکی گئی ہے۔ اور دونوں کو علیحدہ علیحدہ زر چندہ کا لالچ دیکر اپنا الو سیدھا کرنے کی ناکام کوشش بھی کی گئی ہے۔

حضرت قدرت حسین صاحب قدوسی کے خطوط کا متن ملاحظہ فرمایئے۔ نمبر ۱؎ امام الدین کے نام کا خط۔

۱۔ "مکرمی زیدت عنایتکم! عرصہ دراز سے میں ناخدائے کشتی قوم حضرت مولانا شہزادے آزاد صاحب سے خط وکتابت کا متمنی ہوں اور متعدد بار خطوط و لفافہ جات معہ ٹکٹ واپسی روانہ خدمت کر چکا ہوں۔ مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس وقت کسی قسم کا جواب میرے پاس نہیں آیا۔ ممکن ہے۔ کہ قبلہ مولانا صاحب بدایوں کے ضلع سے کچھ کشیدہ خاطر ہوں اس سے پیشتر میں نے کتب و اخبار قریش بھی بذریعہ وی پی روانہ کرنے کے واسطے لکھا تھا۔ اس میں سے صرف آئینہ قریش نسب دان۔ رد الزام ضرور روانہ کر دی تھی۔ اس وقت تک تاریخ القریش اور اخبار قریش روانہ نہ فرمایا۔ اب مہربانی فرما کر جلد از جلد قریش و تاریخ القریش بذریعہ وی پی روانہ فرما دیجئے۔ و نیز مولانا صاحب کا صحیح پتہ تحریر فرمایئے۔ کیونکہ یہاں پر قوم قریش اور ایک دوسری قوم سے ٹکر ہوگئی ہے۔ ممکن ہے کہ اس مباحثہ میں مولانا صاحب کو تکلیف دینا پڑے۔"

۲۔ منیجر القریش کے نام کا خط۔

"جناب منیجر صاحب القریش، تسلیم۔ عرصہ دراز سے میں آپ کے و مولانا شہزادے آزاد صاحب کے مضامین دیکھ رہا ہوں ماشاء اللہ آپ بہت ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ دونوں کے اخبار و رسائل مطالعہ میں رکھوں۔ تاکہ کچھ معلومات میں اضافہ ہوتا رہے۔ اس لئے آپ سے امید کرتا ہوں۔ کہ ایک پرچہ بطور نمونہ کے میرے پاس روانہ فرما دیجئے۔ تاکہ آئندہ آپ کو وی پی کیلئے تحریر کیا جاوے۔ اور یہاں میں اپنی انجمن میں اس پرچہ کو منظور کرا کر ممکن ہے کہ چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیا جاوے۔ اس لئے آپ برائے مہربانی جلد از جلد جواب سے مطلع فرمایئے۔ یہ تحریک اراکین کمیٹی کی ہے۔"

حضرت نے بھی ایسا دور نگی داغ فرمایئے۔ شہر دے گیا
تو کیا کہتے ہیں ... نہیں کیا۔ آپ ہر دعوت ہمارے
مضامین دیکھنے کے باوصف خود نمونہ دیکھنے کے مشتاق
ہیں۔ زندہ باد مرا سیست ،
سنا ہے کہ شکست خوردہ مراسی کھسیانی بلی کھمبا نوچے
کے مصداق سادات قولش کے اصلاحی اداروں میں پھوٹ ڈالنے
اور انہیں گمراہ کرنے کی نئی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔ اس لئے ضرورت
تھی کہ ندوۃ القریش سے ملحقہ جماعتوں اور القریش کے معاونین
کو اس سلسلہ بارے آگاہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ کسی سازش
کا شکار نہ ہونے پائیں۔

اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت
اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار

مختصرات

—— قصبہ سامانہ ریاست پٹیالہ سے ایک میل کے فاصلہ پر حضرت امام رضا کے پوتے کے مزار کی چند چادریں اور کچھ تبرک سامان اور قرآن مجید کی ایک جلد کو کسی شقی ازلی نے آگ لگا دی۔

—— اسی قصبہ سے باہر ایک میل کے فاصلہ پر دن دہاڑے ایک اکالی نے ایک ۱۲ سالہ مسلمان لڑکے کو کرپان سے قربانی کے بکرے کی طرح ذبح کر ڈالا۔ اب پولیس کی حراست میں ہے۔

—— گوجرانوالہ میں ایک شخص قاضی داد محمد بانی پر قواعد تحفظ ہند کے ماتحت مقدمہ چل رہا ہے۔ اس نے گواہان صفائی میں عصمت اللہ نو، مسٹر چرچل اور ہٹلر کے نام پیش کئے ہیں۔

—— ہندوستانی جنگی قرضہ جات فنڈ میں ۷ جون تک انسٹھ کروڑ ۲ لاکھ تریسٹھ ہزار روپیہ وصول ہوا ہے۔

—— بمبئی میں کمیونسٹ پارٹی کے ۱۲ افراد گرفتار کئے گئے ہیں

—— کپور تھلہ کی مسجد ملکانہ جو حکومت کے قبضہ میں تھی حکومت نے بعد ہ گھماؤں اراضی کے متولی مسجد کے حوالہ کر دی ہے

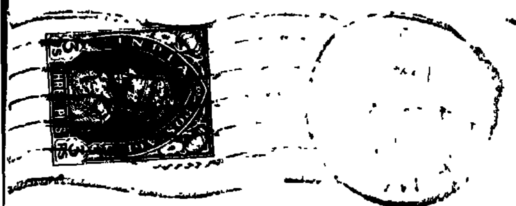
—— لکھنؤ میں شیعہ سنی قضیہ بدستور جاری ہے۔ ۱۲ جون کو ۹ سنی مزید گرفتار ہوئے ہیں۔

—— ترکستان کے ایک ڈاکخانہ میں دو یتیم بچوں نے دوسری ماں کی سختیوں سے تنگ آکر اپنی مرحومہ ماں کے نام "پیاری اماں مقام قبرستان بھیسور" کے پتہ پر ایک دردناک خط پوسٹ کیا جس میں اپنی تکلیفوں کا زہرہ گداز الفاظ میں رونا رو کر مرحومہ سے انہیں پاس بلا لینے کی استدعا کی گئی تھی۔ پوسٹ ماسٹر نے اس خط کو پڑھا۔ اس کا دل درد سے فوراً ہو گیا۔ شام کو وہ اسی پتہ پر کچھ مٹھائی لیکر روانہ ہوا۔ راستہ میں اسے دو چھوٹے چھوٹے جنازے ملے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ انہیں دو معصوم بچوں (خالد اور نجیب) کے جنازے ہیں۔

—— حکومت کی طرف سے ڈیفنس آف انڈیا رولز میں چند ترمیموں کا اعلان کیا گیا ہے۔ جنکی رو سے صوبائی حکومتیں یا مرکزی حکومت کسی عمارت یا جگہ پر قبضہ کر سکیگی۔ اور افواہوں کی روک تھام کی جا سکیگی۔

Regd. No. L. 1474.

"Al Quraish



Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.

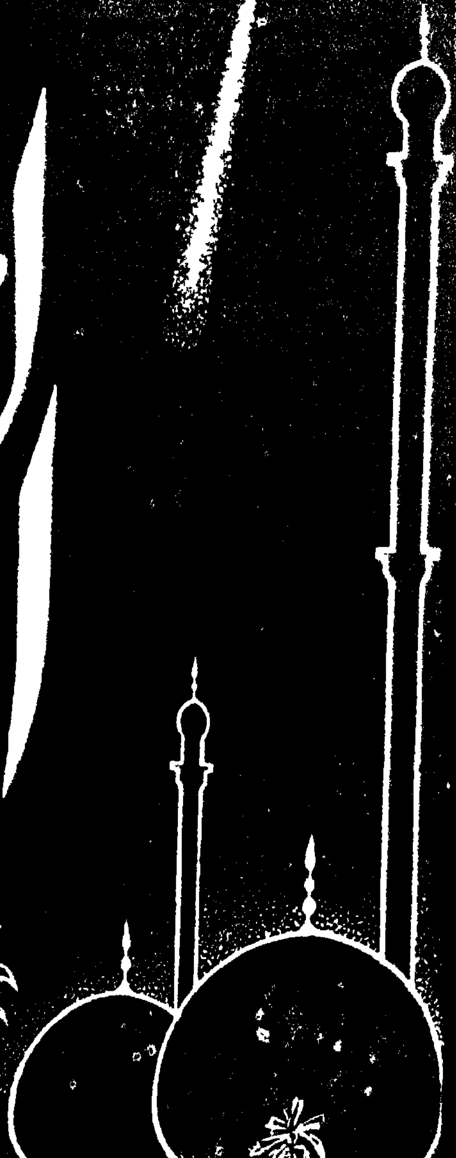
سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر





ایڈیٹر۔ محسن القوم محمد علی

تاجدارِ مدینہ کا جانوروں سے سلوک

(از جناب منظور حسین صاحب ماہر القادری)

مالک کونین شاہِ دوجہاں
رحمتِ عالم، پناہِ بیکساں

ایک دن اک باغ میں پہنچے حضورؐ
بن گیا ہر ذرّہ رشکِ شمعِ طور

اللہ اللہ سطوتِ شاہِ اَنام
ڈالیاں جھکنے لگیں بہرِ سلام

مرحبا رنگینیٔ نقشِ قدم
جس پہ قرباں زینتِ باغِ ارم

واہ کیا انداز تھے رفتار کے
خاک کے ذرّے گلستاں بن گئے

صحن کے اُس باغ کے اک اونٹ تھا
صدمۂ جوع و عطش میں مبتلا

بلبلا اُٹھا ستم کش جانور
رحمتِ عالم کو آتا دیکھ کر

آئے سردارِ جہاں اُس کے قریب
جاگ اُٹھے اونٹ کے خفتہ نصیب

سر پہ اُس کے ہاتھ پھیرا پیار سے
جانِ رحمت، راحتِ کونین نے

اللہ اللہ! دستِ شفقت کا اثر
بے زباں نے رکھ دیا قدموں پہ سر

ہو گئے بے چین سردارِ عرب
اونٹ کے مالک کو فرمایا طلب

خدمتِ اقدس میں وہ حاضر ہوا
اُس سے یُوں حضرت نے سختی سے کہا

بے زباں کا اور یہ حالِ حزیں
"غالباً تجھ کو خدا کا ڈر نہیں"

سُن کے یہ ارشاد مالک کانپ اُٹھا
کام اس جملہ نے نشتر کا کیا

کی گئی تعمیلِ ارشادِ نبیؐ
اونٹ کو تسکین حاصل ہو گئی

السلام اے فاتحِ بدر و تبوک
جانور کے ساتھ یہ حسنِ سلوک

السلام اے رحمۃ للعٰلمین
السلام اے مالکِ دُنیا و دین

السلام اے بیکسوں کے غمگسار
السلام اے قلبِ مضطر کے قرار

اے پناہِ خستہ حالی السلام
مظہرِ شانِ جمالی السلام!

قادرِ مطلق کے پیارے السلام
بے سہاروں کے سہارے السلام!

آپ کی اُمّت ہے باحالِ تباہ
اس طرف بھی اک عنایت کی نگاہ

مختصرات

——— حکومت ہند نے ایک روپیہ کے نئے نوٹ جاری کئے ہیں۔ جو موجودہ نوٹ سے کچھ بڑے ہیں۔

——— افواہ ہے کہ لارڈ اروِن پھر ہندوستان آ رہے ہیں۔

——— شاہی مسجد لاہور کا چندہ ۴ لاکھ تک پہنچ گیا ہے مرمت کا سلسلہ جاری ہے۔

——— امرتسر میں کرفیو آرڈر دفعہ ۱۴۴ جاری کر دی گئی۔

——— جالندھر میں چند مسلمانوں نے مسجد میں ناشائستہ حرکات کیں۔ جب امام مسجد نے روکا تو انہوں نے قرآن شریف کے اوراق پھاڑ کر دے ڈالے۔ ان پر مقدمہ چل رہا ہے۔

——— کاغذ کی گرانی اور عدم دستیابی کی وجہ سے سیالکوٹ کے محکمہ دیہات سدھار کا اخبار سیالکوٹی موٹے کاغذ پر چھپنے لگا ہے۔

——— آئینی تعطل والے صوبوں کے گورنروں سے وائسرائے نے تعطل ختم کرنے کا مشورہ طلب کیا ہے۔

——— ایک اخباری اطلاع مظہر ہے کہ مولانا آزاد اور پنڈت نہرو کی رہائی کے بعد مسٹر گاندھی کے خلاف ایک محاذ قائم کیا جائیگا۔ مسٹر منشی۔ مسٹر کرپلانی۔ پنڈت نہرو۔ ڈاکٹر ستیہ پال اور مولانا آزاد وغیرہ اس محاذ میں شامل ہوں گے۔

——— پنجاب میں یادگار حسینی کی تقریب دھوم دھام سے منانے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔

——— ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ۲۴ اور ۲۵ جولائی کو لاہور ڈویژن کے ۱۲ شہروں لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ وزیر آباد۔ گورداسپور۔ ڈلہوزی۔ پٹھانکوٹ۔ بٹالہ اور شیخوپورہ میں تمام تاریکی رہے گی۔

——— حضور نظام کی حکومت عثمان آباد اور رائچور کے تعلقات کے دیہات میں ۴½ لاکھ سے زائد مالیہ معاف کرنے کا اعلان کیا ہے۔

——— ہندوستانی فوجوں کی کمان ۱۱ر جولائی سے جنرل ویول نے سنبھال لی ہے۔

——— بہار شریف کے فسادات کے سلسلہ میں مسلمانوں نے جو سپیشل ٹریبونل مقرر کرنے کی خواہش کی تھی۔ گورنر بہار نے مسترد کر دی ہے۔

——— لکھنؤ کا شیعہ و سنی تصفیہ ہنوز جاری ہے۔ حکومت نے معاملہ سلجھانے کا مشورہ دیا ہے۔ مدح صحابہ کے قیدی رہا ہو چکے ہیں۔

——— بمبئی میں طوفان باد و باران کی وجہ ریل کی پٹریاں بیکار ہو گئی تھیں۔ اب پھر آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔

——— ایک اعلان مظہر ہے کہ فسادات ڈھاکہ کے مصیبت زدگان کو حکومت معاوضہ دے گی۔ بشرطیکہ اس نے بالواسطہ یا بلاواسطہ فسادات میں حصہ نہ لیا ہو۔

——— کل ہند مولوی ایسوسی ایشن نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اعلیٰ جماعتوں میں عربی پڑھائی جائے۔

——— دہلی سے "پاکستان" نامی ایک ہفتہ وار اخبار جاری ہونے والا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جولائی سنہ ۱۹۴۱ء
جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ

جلد ۲۸ —————— نمبر ۷

شذرات

دولتِ آصفیہ کی رواداری

"انڈین نیشن" پٹنہ کے مدیر مسٹر سی وی راؤ نے حیدرآباد دکن کے سفر کے بعد اورنیٹ پریس کے نمائندہ سے انٹرویو کے دوران میں نظام حکومت آصفیہ کے متعلق رائے ظاہر کی۔ کہ

"حیدرآباد نے ہر شعبہ میں ترقی کی ہے جس سے عوام کی مادی واخلاقی بہتری مقصود ہے۔ حکومت نظام کی تمام انتظامی مشینری کے کام کا انحصار اس جذبہ پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ عوام کی بہبودی کا خیال رکھا جائے۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ حیدرآباد میں ماڈرن اصولوں پر کام کیا جاتا ہے"

مسٹر راؤ نے حیدرآباد کی مذہبی پالیسی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا۔ کہ "جب میں حیدرآباد کے سفر پر روانہ ہوا۔ تو مجھے ہندوؤں کے متعلق حکومت نظام کی مذہبی پالیسی کے متعلق بعض شبہات تھے۔ لیکن جب میں نے یہاں آکر اپنے کانوں سے ہندوؤں کی حالت سنی اور اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ ان الزامات میں جو حیدرآباد پر عائد کئے جا رہے ہیں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ میں نے ہندوؤں کے مندروں اور مٹھوں کے مقتدر سیٹھوں اور رہنماؤں سے حضور نظام کی حکومت کے انتہائی ہمدردانہ اور روادارانہ رویہ کی تعریف سنی۔ حکومت نظام کا رویہ نہائت فیاضانہ ہے۔ سید عبدالعزیز وزیر امور مذہبی ہندوؤں سے نہائت رواداری سے پیش آتے ہیں مسٹر راؤ نے آخر میں کہا کہ حضور نظام کی حکومت نے مجلس اتحاد المسلمین کے نظریہ انا المالک کے متعلق جو سرکاری اعلان شائع کیا ہے۔ اس سے ہندو آبادی کا ایک کثیر حصہ مطمئن نظر آتا ہے"

اس طرح ونگاپلی نیل کنٹھم سیکرٹری سری سناتن دھرم سبھا جو آل انڈیا سناتن دہرم کانفرنس منعقدہ بنارس کے اجلاس اور دیگر مقامات سے واپس آئے تو دکن نیوز کے نمائندہ سے کہا۔ کہ "بعض غیر ذمہ دار جماعتوں نے ہمارے دھرم پر در حکومت سرکار عالی کو دوسرے صوبجات میں ناحق بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ تعجب ہے کہ وہاں کا ہر روشن خیال پبلک کارکن بھی یہی سمجھتا ہے

کہ سلطنت آصفیہ میں ہندوؤں کو مذہبی آزادی نہیں۔ نہیں حالانکہ ہماری ریاست میں جتنی مذہبی آزادی نصیب ہے۔ اتنی شاید ہی کسی دیسی ریاست میں ہوگی۔

مسٹر ویلکٹ چلم بی۔ اے وکیل ہائیکورٹ متوطن دیول سری بالاجی فتح دروازہ نے پنڈت نیل کنٹھم کے ان خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے "دکن نیوز" کے نام ایک بیان میں لکھا کہ "پنڈت موصوف کے تاثرات مبنی برحقیقت ہیں" انہی ایام میں مسٹر نندن آزاد رکن اسٹاف انگریزی روزنامہ "انڈین نیشن" اور مسٹر مرلی منوہر سنہا ایڈوکیٹ پٹنہ اور کئی دیگر معتقدین نے بلدیہ حیدرآباد میں چند مناد رو مٹھ وغیرہ بچشم خود معائنہ کئے اور اظہار رائے کرتے ہوئے کہا۔ کہ

"اس ریاست آصفیہ میں ہنود کو پوری پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ فرمانروائے دکن و حکومت سرکار عالی کی جانب سے معابد و ادارہ جات میں حفاظت حقوق اور عطایا شاہی کا معقول انتظام موجود ہے۔ اور ہنود و اہل اسلام میں پورا پورا تعاون عمل مشترک ہے"

ہندو مسلم تعلقات کی مثال

ضلع محبوب نگر میں اپٹور ایک قصبہ ہے۔ جہاں کے مسلمانوں نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ جو قلت سرمایہ کی وجہ سے ناتمام رہ گئی۔ اہل اسلام نے ۱۳۳۲ف (۱۹۲۳ء) میں محکمہ امور مذہبی کی طرف رجوع کیا۔ لیکن کسی وجہ سے انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ تکمیل تعمیر کیلئے فراہمی چندہ کی بھی توقع نہ تھی اس واقعہ کی اطلاع بچا ایڈی دیس مکھ اپٹور کو ہوئی تو اس نے ازرہ شرافت و رواداری مسجد کی تکمیل و صفائی اپنی جیب سے کرادی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ محکمہ امور مذہبی سے مسلمان ناکام رہیں۔ اور ایک ہندو دیس مکھ اپنے خرچ سے مسجد کی تکمیل کرادے۔ یہ اس حیدرآباد کے ہندو مسلمانوں کے باہمی روابط و ضوابط ہیں۔ جس کے خلاف کیچڑ اچھالنے میں آریہ سماجی لڑاکو ہاشے اور مہاسبھائی منی کے شیر کبھی نہیں چوکتے۔

ملک کی کیسی بدنصیبی ہے کہ ہندو مسلم تعلقات کے بارے میں مملکت حیدرآباد سے سبق لینے کی بجائے برطانوی ہند کے فرقہ وار لیڈر وہاں بھی وہی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جس نے فرشتوں کی زندگی دوبھر کردی ہے۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں

دولت آصفیہ کی جنگی حمایت

"یار وفادار سلطنت برطانیہ" ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اعلیٰحضرت حضور نظام کی حکومت نے جنگ جیتنے میں حکومت برطانیہ کی جانی و مالی اور سامان اسلحہ کی بہم رسانی سے جس قدر امداد کی ہے۔ وہ کسی صراحت و وضاحت کی محتاج نہیں جہاں پناہ کی دوستانہ و وفادارانہ حمایت و اعانت کا یہ سلسلہ متواتر جاری و ساری ہے۔ چنانچہ ۱۱ر جولائی کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ

حیدرآباد دکن کی جنگی فنڈ کی ورکنگ کمیٹی نے ہز ایکسی لنسی وائسرائے کے جنگی فنڈ میں مندرجہ ذیل مزید عطیے دیئے ہیں۔

۱۔ سابق فوجیوں کے آرام کی سوسائٹی آف لندن کے لئے سو پونڈ۔

۲- ہندوستانی افواج کیلئے مشرق وسطیٰ میں جھونپڑیوں کے لئے چار ہزار روپیہ۔

۳- مشرق قریب میں یوگوسلاویہ کے پناہ گزینوں کے آرام کے لئے ہزار پونڈ۔

۴- لارڈ میئر لندن کے ہوائی حملوں کے مصیبت زدگان کے امدادی فنڈ کے لئے چودہ ہزار پانچ سو اسی روپے ۹ آنے۔ ثابت ہوا، اسی فنڈ میں حیدرآباد کے کل چندہ کی رقم اب ایک لاکھ ہوگئی ہے۔

۵- ہندوستان کے ان فوجیوں کے لواحقین کے لئے جو محاذ پر لڑ رہے ہیں پچاس ہزار روپیہ۔

۶- جنگ کے باعث اندھا ہونے والوں کے سینٹ ڈنسٹن ہوسٹل کے لئے ۳ ہزار روپیہ۔

خدا کرے، جہاں پناہ کی امداد و اعانت کے نتائج نیک اور حسب دلخواہ کامیابی پر منتج ہوں۔ اور حکومت برطانیہ جنگ جیتنے میں کامیاب و فائز المرام ہو۔ صاحب ثروت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ بھی علیٰ قدر حیثیت اعلیٰحضرت کے تتبع میں جنگی ضروریات میں حصہ لیں۔

فرقہ وارانہ فسادات

بہار، احمد آباد، ڈھاکہ اور بمبئی وغیرہم مقامات سے فرقہ وارانہ فسادات کی مسموم ہوا پنجاب میں بھی پہنچ گئی ہے۔ سرگودہا کے مشہور اور الم انگیز حادثہ کے بعد سیالکوٹ میں ایک واقعہ ہوا۔ اور اب امرتسر کی پرامن فضا کو فتن و حوادث سے ملوث کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شیخ معراج الدین ایسے شریف تاجر کو رات کے وقت چھرا گھونپ کر قتل کر دینے کے بعد گذشتہ دنوں ایک مسلمان پر پھر اچانک حملہ کر دیا گیا تھا۔ ۳ جولائی کو بعد دوپہر نوجا نامی ایک نوجوان شخص کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ جس سے شہر میں اضطراب و ہیجان کی ایک لہر پیدا ہوگئی ہے۔ جو لوگ اس قسم کے حملوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کے ورثا و رشتہ داروں کے جذبات کا مشتعل ہونا یقینی ہے اور فتنہ و فساد لابدی، ڈھاکہ اور احمد آباد میں بار بار کی خونریزی و ہنگامہ خیزی انہی اشتعال انگیزیوں کا نتیجہ ہے۔ واردھا کے ساحر، عدم تشدد کے پجاری نے جب سے تشدد کی تلقین شروع کی ہے۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں قتل و غارتگری کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہوگیا ہے۔ امرتسر کے ہوشمند ڈپٹی کمشنر نے اگرچہ ہر ایسے موقعہ پر انتظامی قابلیت سے کام لیا ہے۔ رانا جہانداد خاں انچارج سٹی پولیس افسر نے شہر کی فضا کو سازگار بنانے کے لئے امکانی مساعی کی ہیں لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے لہذا ضرورت ہے کہ حکام فتن پرور شر انگیز لوگوں کی ٹوہ کرکے انہیں قرار واقعی سزائیں دیں۔ تاکہ یہ فتنہ سر نہ اٹھانے پائے۔

شہر کے ذمہ دار مسلم و غیر مسلم اکابرین جلد از جلد ایک مشترکہ مجلس کی تشکیل کریں۔ جو شہر کے امن کو بحال رکھنے کی ذمہ دار ہو۔ عدم اتفاق میں پانی سر سے گذر جائیگا۔ اور بعد میں پچھتانا بے سود ہوگا ؎

سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل
چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل

سکھوں کا نشان صاحب

آخر کار ہائیکورٹ نے یہ محسوس کر لیا۔ کہ سکھوں کا نشان صاحب

جو ایک خوفناک قسم کا نیزہ ہوتا ہے۔ صوبے کے امن کے لئے ایک لرزہ خیز ہتھیار ہے۔ اور فاضل ججوں نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے۔ کہ نشان صاحب نیزے کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے اس لئے اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جو شخص اسے استعمال کریگا اُسے سزا دی جا سکتی ہے۔ ہم پیشتر بھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ نہ صرف نشان صاحب بلکہ نہنگ اور اکالی دہشتناک ہتھیاروں سے ہروقت مسلح رہتے ہیں۔ اور اس سے صوبے کے امن میں ہروقت خلل اندازی کا اندیشہ ہے۔ ہائیکورٹ کا یہ فیصلہ صوبۂ پنجاب کے تمام باشندے بنظرِ استحسان دیکھیں گے۔ اور ہم توقع رکھتے ہیں۔ کہ حکومت پنجاب دوسرے ہتھیاروں کے متعلق بھی احکام نافذ کرے گی۔ جو مذہب کی آڑ لے کر اکالی اور نہنگ اس وقت گلی کوچوں میں اٹھائے پھرتے ہیں۔

کانگرس کا حشر

ڈاکٹر ستیہ پال نہ صرف کانگرس سے مستعفی ہو گئے بلکہ انہوں نے اپنی خدمات حکومت پنجاب کو پیش کر دیں۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ محاذِ جنگ پر مرہم پٹی کیلئے بھی جانا چاہتے ہیں، یہ فیصلہ کانگرس کی ایک بھاری شکست ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک مدت تک پنجاب پراونشل کانگرس کے صدر رہ چکے ہیں۔ اور ہندوستان کے مشہور کانگرسی لیڈروں میں سے ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ ڈاکٹر ستیہ پال اور میاں افتخارالدین کی دو پارٹیاں موجود تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے میاں صاحب کو نیچا دکھانے اور کانگرس کو بالکل "ذلیل" کیلئے یہ اقدام کیا ہے۔ کچھ بھی ہو ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ مسٹر گاندھی واردھا میں بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ہیں؟ ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ برطانیہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتے۔ دوسری طرف ستیہ گرہ کا ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں۔ اس ڈھونگ کو دیکھ کر پرانے کانگرسی ان سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ مسٹر منشی گئے۔ اب ڈاکٹر ستیہ پال بھی الگ ہو گئے۔ مسٹر منشی نے کانگرس سے الگ ہو کر ہندو مہاسبھا کی ذہنیت کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے اور ڈاکٹر ستیہ پال نے الگ ہو کر حکومت برطانیہ کی امداد کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ستیہ پال نے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ موجودہ جنگ میں کانگرس کی پالیسی بالکل غلطی پر مبنی ہے ہندوستان کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ اس لئے انہوں نے کانگرس کو خیرباد کہہ دیا۔ اور جنگی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے جہاں کانگرس کی ناکامی قابلِ عبرت ہے۔ وہاں ہم ڈاکٹر ستیہ پال کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کانگرس کو ٹھکرا دیا۔ اور ہمیں توقع ہے۔ کہ سب بڑے بڑے کانگرسی لیڈروں کو اب کانگرس چھوڑنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور ساتھ ہی ہم ان حریت پسند کانگرسی مسلمانوں سے بھی گذارش کریں گے۔ کہ وہ دیکھیں کہ ہندو کانگرسی لیڈر کہاں کھڑے تھے۔ اور کس جگہ جا رہے ہیں۔

مجلس احرار کا نظریہ

سیالکوٹ احرار کانفرنس میں مولانا مظہر علی اظہر نے ایک خطبہ صدارت پڑھا ہے۔ جس سے کانگرس کے سر پر ایک ضرب کاری پڑی ہے اور مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے۔ احرار آخر مسلمان تھے۔ اور مولانا مظہر علی اظہر نے اپنے خطبہ

میں یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ مسلمان اختلافات کے بعد ایک دوسرے کے گلے مل بھی سکتے ہیں۔

اس وقت پاکستان، ایک قوم اور ایک ملک کا مسئلہ اسقدر متنازعہ فیہ ہو گیا تھا۔ کہ خود مسلمانوں میں شدید اختلافات پیدا ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع تھی۔ اور انہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ایک قوم اور ایک ملک کا نعرہ بالکل بے بنیاد اور ہندوؤں کی غرض پرستی پر مبنی ہے؛ احرار نے مسلم لیگ کی سخت مخالفت کی۔ لیکن آہستہ آہستہ جب ان پر بھی کانگرس کا حال کھلنے لگا۔ تو انہوں نے محسوس کیا۔ کہ مسلم لیگ کا کہنا ٹھیک ہے۔ چنانچہ سیالکوٹ میں مولانا مظہر علی اظہر نے جو نعرہ حق بلند کیا ہے۔ اس سے احرار کی سیاست کا رخ پلٹ گیا ہے۔ اور ہندوؤں نے ان کے خطبہ صدارت پر جو شور خیال مچائی ہیں، ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اب ہندو احرار کو گالیوں کے سوا کسی اور نام سے یاد نہیں کرینگے۔ مولانا نے ان تمام باتوں کو دہرایا ہے۔ جسے مسلم لیگ پیش کر چکی ہے۔ اور مسلم لیگ کے ہمنوا ہوتے ہوئے وہ تمام مسلمانان ہند سے خراج تحسین حاصل کرنے والے ہیں۔ آپ نے کہا ہے۔ کہ ہندوستان کو مسلمانوں کے عہد حکومت سے پہلے جبکہ یہاں ہندوؤں کا راج تھا ایک نہیں تھا۔ آپ نے کانگرس پر ضرب کاری لگاتے ہوئے کہا ہے کہ جب پاکستان نے مقبولیت حاصل کی۔ تو ہندوؤں نے چلانا شروع کر دیا۔ مولانا کے اس خطبے سے مسلمانوں کی سیاست میں ایک نیا دور آنے والا ہے۔

(صفحہ ۲۶ سے آگے)

لیکن اخلاقی فرائض کو انجام دینے سے پہلے ہم کو اچھی طرح غور کر لینا چاہیئے۔ کہ معاملہ کس حد تک درست یا نادرست ہے۔ ہم کو ایسا کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے۔ تو اسمیں ہمارا یا دوسروں کا کچھ نقصان تو نہیں ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے دستور کی پابندی کرتا ہے۔ جسے وہ ناجائز سمجھتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف عمل کر رہا ہے۔ اور دنیا کیلئے اس کی زندگی ایک برا نمونہ پیش کر رہی ہے۔

اس دنیا میں ہماری زندگی چند روزہ ہے۔ اور اس چند روزہ زندگی کی بھی کوئی خاص میعاد مقرر نہیں۔ خدا جانے کس دن آنکھ بند ہو جائے۔ ایک وہ بھی دن آئے گا۔ جب ہمیں خدا کے روبرو جانا ہوگا۔ اور اسے اپنے کاموں کا حساب دینا ہوگا اس دن یہ سوال نہیں ہوگا۔ کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ رسم و رواج کے مطابق تھا یا نہیں۔ بلکہ یہ سوال ہوگا کہ آیا وہ جائز تھا یا ناجائز۔

معاملہ کی بات

جن احباب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ از رہ حمیّت قومی اپنا اپنا زر چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔ ورنہ وی پی وصول کرنے کیلئے تیار رہیں اگر کوئی صاحب کسی وجہ سے آئندہ القریشی جاری نہ رکھنا چاہیں تو صاف الفاظ میں دفتر کو مطلع کر دیں۔ تاکہ وی پی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو۔ خاموش رہنا اور وی پی واپس کر کے قومی ادارہ کے نقصان کا موجب ہونا مستحسن نہیں۔ مینجر

تذکرۃ العارفین

یہ ایرانی النسل تھے۔ اسلام سے پہلے ان کا نام مایہ تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اصفہان کے ایک گاؤں میں یہ ایک دہقان کے گھر پیدا ہوئے۔ ایک روز کسی گرجا میں ان کا گذر ہوا عیسائیوں کا طریقۂ نماز انہیں پسند آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس مذہب کا مرکز کہاں ہے بعضوں نے شام بتایا۔ اور یہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک مرتبہ موقع پاکر ایک شامی قافلہ کے ساتھ شام پہنچے۔ اور ایک پادری کی خدمت میں رہنے لگے۔ اس کے مرنے پر دوسرا پادری بہت اچھا اس کا قائم مقام ہوا۔ جب اسکا وقت آپہنچا۔ تو اس نے کہا اچھے پیشوایان مذہب آجکل مفقود ہو رہے ہیں۔ صرف موصل میں ایک شخص ہے جس سے ملکر تم خوش ہوگے یہ موصل آئے اور موصل سے نصیبین نصیبین سے عموریہ عموریہ کے پادری نے مرتے وقت ان کو وصیت کی کہ "ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں۔ تم اُن سے ملوگے تو دین کا رستہ اچھی طرح پاؤگے"۔ غرضیکہ یہ مذہبی جوش و شوق میں رہبر کامل کی تلاش میں مدتوں سرگرداں پھرے۔ درمیان میں کسی ظالم نے انہیں پکڑ کر غلام بنایا۔ اور بالآخر یہ مدینہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بکے۔ اور جب آنحضرت ہجرت کرکے مدینہ گئے۔ تو آنحضرت سے یہ ملے۔ اور مسلمان ہوئے۔ چندہ کرکے مسلمانوں نے انہیں یہودی سے آزاد کرالیا۔

یہ بڑے ذی علم اور تجربہ کار تھے۔ غزوۂ خندق میں انہیں کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی۔ خندق کھودنے میں انصار و مہاجرین میں مسابقت کا خیال پیدا ہوا تو ہر ایک انہیں اپنی طرف شامل کرتا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ یہ نہ انصار سے ہیں۔ نہ مہاجرین سے ہیں۔ میرے اہلبیت سے ہیں۔ مسلمانوں میں ان کا بڑا درجہ ہے جس کو سنی و شیعہ یکساں مانتے ہیں۔ یہ بڑے قانع، رحمدل متقی، زاہد اور منکسر المزاج تھے۔ یہ اخیر زمانہ میں مدائن کے امیر تھے۔ اور بیت المال سے چار پانچ ہزار درہم پاتے تھے جسے سب فقرا کو تقسیم کردیتے تھے۔ اور اپنے کسب معاش کے لئے کھجور کی چٹائیاں بنا کر معاش پیدا کرتے تھے۔ اور جلانے کیلئے لکڑیاں چُن لاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی طرح انہوں نے اپنا گھر بھی نہیں بنایا۔

ایک مرتبہ جب یہ حاکم مدائن تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا میرا بوجھ میرے گھر تک پہنچا دو۔ لوگوں نے دیکھا تو کہا یہ یہاں کے امیر ہیں۔ سلمانؓ نے کہا کچھ ہی ہو اس کے گھر تک میں اس کا بوجھ پہنچا کر رہونگا۔ اس موقع پر مولانا یعقوب بانی مدرسۂ دیوبند کا قصہ یاد آگیا۔ ان سے بھی کسی مسافر نے اپنی گٹھڑی ریلوے اسٹیشن تک پہنچوائی تھی۔ راستہ میں لوگوں نے پہچانا۔ تو مزاحمت کی لیکن آپ نے کسی کی نہ سنی

(ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی)

یاددہانی معلی حضرات موعودہ رقوم کی ترسیل سے الفرقان کی امداد فرمائیں۔ توسیع اشاعت میں سعی کریں۔ عمدہ پہلے چار آنے کا کاغذ اب آٹھ روپے بارہ آنے تک چڑھ گیا ہے۔ مینیجر

مسلم فاتحین کی رواداری

فتوحاتِ اسلامیہ کا ایک باب

مسلمانوں نے اپنے مفتوحین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اس کا مفصل جواب تو آپ کو تاریخ اسلام کے صفحات دینگے جو آج تک متعصب مستشرقین کیلئے آئینۂ حیرت بنے ہوئے ہیں۔ تاہم چند مثالیں پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

(۱) عہد فاروقی میں مسلمانوں نے فتوحات شام کے سلسلہ میں حمص کو فتح کیا۔ اور وہاں اپنے انتظامات حکومت جاری کئے۔ جو کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومی افواج اپنی تیاری مکمل کرنے کے بعد حمص پر حملہ کرکے اسے واپس لینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ مسلمانوں نے کسی مصلحت سے حمص کو خالی کرکے دوسری جگہ مقابلہ کرنا چاہا۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے جو سپہ سالار اسلام تھے حکم دیا کہ چونکہ ہم اب حمص کے باشندوں کی حفاظت کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ اس لئے جزیہ کی جو رقوم ہم وصول کر چکے ہیں واپس کر دی جائیں۔ حاکم حمص نے رؤسا شہر کو بلا کر سپہ سالار کے حکم کی تعمیل کرنا چاہی تو رؤسا شہر جو نصاریٰ تھے آبدیدہ ہوگئے اور کہنے لگے۔

انّا لفضلکم علی الوحم ومن الجزیۃ لکم لکم فی خفتنا ولو خرجتم الان عن مدینتنا

ہم آپ کو رومیوں پر (جو ہمارے ہم مذہب ہیں) ترجیح دیتے ہیں۔ ہم آپ کو جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔ خواہ اس وقت ہمارے شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں۔

(۲) حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ آپ کے صاحبزادے نے بغیر کسی معقول وجہ کے کسی قبطی کے لڑکے کے چند کوڑے لگا دیئے۔ قبطی سیدھا مدینہ منورہ پہنچا۔ اور دربار خلافت میں شکایت کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے گورنر مصر اور ان کے لڑکے کی حاضری کا حکم دیا۔ اور ان سے اس قبطی کے لڑکے پر ظلم کے متعلق جواب طلب کیا گیا۔ گورنر مصر کے صاحبزادے جب کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ تو آپ نے قبطی گورنر مصر کے سامنے ان کے بیٹے کو کوڑے لگوائے قبطی گورنر مصر کے سامنے ان کے بیٹے کو کوڑے لگا رہا تھا۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے جاتے تھے۔

یا عمرو متی استعبدتم الناس اے عمرو بن عاصؓ تم نے لوگوں وقد ولدتهم امهاتهم احرارا کو غلام کب سے بنایا۔ حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا۔

وحدت ملیہ کا انتشار اور مسلمانوں کا زوال

افسوس! مسلمانوں کا آفتاب نصف النہار پر پہنچنے کے بعد بہت جلد زوال پذیر ہونا شروع ہوگیا۔ مسلمانوں کی ترقی و عروج اور ان کی عظمت و شوکت کا راز ان ھذہ امتکم واحدۃ کی عملی تعبیر میں مضمر تھا۔ فارس کا مشہور سردار ہرمزان جب مدینہ منورہ میں پابجولان آیا۔ تو حضرت عمر فاروقؓ نے

اس سے کہا ہرمزان! تم نے عہد شکنی کا انجام دیکھا۔ ہرمزان
نے جواب دیا۔ اسے عمرؓ عہد جاہلیت میں خدا نے ہمیں اور
تمہیں زور آزمائی کے لئے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ تو تم ہمیں مغلوب
نہ کر سکے۔ اب خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تو تم ہم پر غالب آئے
حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک بات تو یہی ہے مگر اس
کے کچھ ظاہری اسباب بھی ہیں۔

انما غلبتمونا فی الجاھلیۃ باجتماعکم وتفرقنا

تم لوگ عہد جاہلیت میں اپنے اتفاق اور ہمارے
اختلاف کی وجہ سے غالب آئے اور اب صورت برعکس ہے
خود قرآن کریم نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو نعمت
خداوندی اور اختلاف و افتراق کو آگ سے بھرا ہوا گڑھا
قرار دیا تھا۔ اور اس گڑھے سے نجات دینے پر احسان بھی
جتایا تھا۔

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء
فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم
علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔

تمہارا حال یہ تھا۔ کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے
تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو ملا دیا۔ اور ایسا ہوا کہ تم
بھائی بھائی بن گئے اور دیکھو تمہارا یہ حال تھا۔ کہ گویا آگ
سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ لیکن اللہ
نے تمہیں اس سے بچا لیا۔

لیکن افسوس! مسلمانوں نے خدا کے اس احسان کو
کچھ زیادہ عرصہ یاد نہ رکھا۔ منافقین، یہودیوں۔ عیسائیوں
اور مجوسیوں کی خفیہ سازشیں کامیاب ہوئیں اور پھر اس
آگ سے گڑھے میں گر گئے۔ جس سے خدا نے انہیں نکالا تھا

قرآن کریم نے صاف صاف بتا دیا تھا۔ کہ دیکھو

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من
بعد ما جاءھم البینت۔

ان لوگوں کا طریقہ اختیار نہ کرنا جو وحدت ملی کو چھوڑ
کر جدا جدا ہو گئے اور اختلاف میں پڑ گئے۔ باوجودیکہ
ان کے پاس روشن دلیلیں آچکی تھیں۔ اور یہ بھی تصریح
کر دی تھی کہ

واولئک لھم عذاب عظیم

یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے لئے عذاب عظیم مقدر ہو چکا ہے
مگر مسلمانوں نے خدا کی اس تنبیہ کو بھلا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ تباہی و بربادی ذلت و نکبت کا جو عذاب عظیم پچھلے لوگوں
کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ ان پر بھی مسلط کر دیا گیا۔

مسلمانوں کی بربادی کے چند مناظر

بات تفصیل طلب ہے۔ یہ مختصر مضمون اس کی تشریح
کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ ہے کہ بغداد میں جو عروس البلاد
تھا سنیت و شیعیت کے نام پر خون ریز ہنگامے برپا ہوتے
مستعصم باللہ خلیفہ بغداد کے وزیر ابن علقمی نے جو شیعہ تھا۔
تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہلاکو خاں کے وزیر
نصیر الدین طوسی نے جو فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ہلاکو خاں
کو اس دعوت کے قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ۶۵۵ھ
میں ہلاکو خاں خدا کا عذاب بنکر خلافت اسلامیہ کے مرکز پر
نازل ہوا۔ چالیس روز تک بغداد میں قتل عام ہوتا رہا۔
رفیع الشان محل زمین کے برابر کر دیئے گئے۔ شاندار مسجدیں
شہید کی گئیں۔ بلند پایہ مدارس برباد کئے گئے۔ گرانقدر
کتب خانے جلا دیئے گئے۔ اور مسلمانوں کا اسقدر خون

بہایا گیا۔ کہ دجلہ کا پانی سرخ ہو گیا۔ قابل عبرت امر یہ ہے کہ ہلاکو کی تلوار نے سنی اور شیعہ میں کوئی امتیاز قائم نہ رکھا اور مستعصم اور ابن علقمی دونوں ایک ساتھ اس کے شکار بنے

پھر گلشن اندلس میں خزاں آئی۔ عربوں کی وہ تلوار جو فرانس کے میدانوں میں اسلام کا ستارا اقبال بنکر چمکی تھی۔ "وحدت ملیہ" کے خرمن پر بجلی بنکر گری مسلمانوں میں آپس میں خون خرابے شروع ہوئے کبھی مالکی وغیر مالکی کے اختلافات نے قرطبہ کے محلے کے محلے خاکستر کئے۔ کبھی علماء و قائدین کے افتراقات نے مسلمانوں کے خون کی نہریں بہائیں کبھی عربی و بربری کے سوال نے ہنگامے برپا کئے۔ کبھی یمنی، شامی اور عراقی و حجازی عصبیت نے فتنے اٹھائے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ غدار مسلم امراء نے اپنی اندرونی مخالفتوں کا انتقام لینے کے لئے عیسائی ریاستوں سے سازشیں کیں۔ اور اپنے بھائیوں کو خود عیسائی بادشاہوں کے ہاتھوں ذبح کرایا۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ آٹھ سو سال کی پر شوکت حکومت کے بعد ۸۹۷ھ میں اندلس سے اسلامی حکومت ہی کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ اور قصر الحمرا کے کلس پر جو غرناطہ میں اسلامی سطوت کی آخری نشانی ہے اسلامی نشان کے بجائے صلیب بلند کر دی گئی۔

کیا یہ حسرت کی بات نہیں۔ کہ خلافت اسلامیہ اندلس جس کے ایک تاجدار عبدالرحمٰن ناصر کی رضاجوئی اور امداد کے لئے جان شاہ انگلستان اور قسطنطین شاہ قسطنطنیہ نے اپنی سفارتیں روانہ کیں۔ اور قیمتی تحف و ہدایا نذر گزرانے اور ملکہ طوطہ شاہ نوار اور شاہ ولیدن صدوہ فرانس کے تین عیسائی بادشاہ سر بسجود ہونے ہیئے قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ وہ مسلمانوں کی بد اعمالی سے اس طرح پارہ پارہ ہوئی۔ کہ اس کے آخری بادشاہ کو ٹیونس کے بازاروں میں بھیک مانگنا پڑی۔ اور آخری مجاہد اسلام موسیٰ غسانی کو جب وہ اپنی جان اور اپنے ایمان کو ایک ساتھ بچانے سے قاصر رہا۔ سلام علی الاسلام والعرب کا نعرہ لگا کر دریا میں غرق ہو جانا پڑا۔

اب آخر میں آپ اپنے وطن پر بھی ایک نظر ڈال لیجیئے مسلمان اسلام ہند کے جاہ و جلال کی حکایت مجھے سنانے کی ضرورت نہیں۔ ان کی عظمت و شوکت کے افسانے آپ سر بفلک قطب مینار سے پوچھئے اور ان کی تہذیب و تمدن کی داستانیں آپ تاج محل کے نقوش میں مطالعہ کیجئے۔ ان کی سیاست و سطوت کی تاریخ آپ دہلی اور آگرہ کے کھنڈروں میں پڑھیئے۔ پھر وہ عظمت و شوکت وجاہ و جلال سیاست و سطوت کہاں گئی۔ اور کیونکر گئی۔ سادات بارہ کون تھے۔ جنہوں نے سلطنت مغلیہ کے رفیع الشان قصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ جعفر صادق کون تھے۔ جن کی شان میں شاعر مشرق نے فرمایا ہے ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ ملت ننگ دیں ننگ وطن

اور وہ حکیم کون تھے جنہوں نے سطوتِ عالمگیری کی قبر کے مجاور کو بھی زہر دے کر چھوڑا؟ اگر آپ کو ان سوالات کا جواب معلوم نہیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے [illegible]
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس میں شک نہیں کہ سلطنت اسلامیہ ہند کی قائم مقام حکومت

نے مسلمانوں کو برباد کرنے میں کسی قدر تدبر و فہم سے کام لیا اور اندلس کی طرح ہندوستان سے مسلمانوں کا نام و نشان نہیں مٹایا۔ لیکن اگر یہی لیل و نہار ہے تو یہ کام ہم مسلمان خود انجام دے لیں گے۔

آج ہمارے ہر رہنما کا نصب العین یہ ہے۔ کہ وہ اپنی الگ ایک جماعت بنالے اور اپنا الگ ایک جیش قائم کرے کفر کی سے ٹکرانے کے لئے نہیں بلکہ دوسری اسلامی جماعتوں سے متصادم ہونے کیلئے آج ہمارے ہر عالم کا فرض یہ ہے۔ کہ وہ اپنی زبان کی طاقت اور اپنے قلم کی قوت غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کے بجائے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے صرف کر دے۔ جب ہمارے قائدین اور علماء کی یہ ذہنیت ہو تو بیچارے عوام کا جو کچھ حال ہوگا۔ وہ ظاہر ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہماری مسجدیں اکھاڑا بن رہی ہیں۔ اور مجلس میدان جنگ اور مسلمان آپس میں ہی ٹکرا کر اپنی قوت کو ختم کر رہے ہیں۔ شاید اس لئے کہ وہ ہندوستان میں تاریخ اندلس کے آخری ابواب دہرا سکیں۔

(ماخوذ)

(صد ے آگے) بیک ویلینشیا سے پچاس ہزار مسلمانوں کو جلاوطن کیا گیا اور ان کی جائدادیں، اراضی اور مکانات عیسائیوں میں تقسیم ہوئے یہ ایک نہیں ایسی ہی متعدد جلاوطنیاں پیش آئیں۔

فرڈی نینڈ نے جب سیویل (شبیلہ) پر بلاوجہ چڑھائی کی تو اس اسلامی سلطنت کو تباہ کرنے لئے الاحمر شاہ غرناطہ خود اپنی فوج لے کر عیسائیوں کی حمایت میں لڑا۔ اور اپنی آنکھوں سے اولیاء کرام کی قبریں منہدم ہوتے، برجوں پر صلیبیں لگتے مسجدوں میں تصویریں رکھتے دیکھتا رہا۔ مگر اپنی ملت کشی اور قوم فروشی کا اس کو قطعاً احساس نہ ہوا۔ یہ اخلاقی زوال صرف بادشاہ غرناطہ تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ عالمگیر تھا۔ اسی خوشامد ضمیر فروشی۔ ملت کشی اور غداری کا بالآخر نتیجہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کہ آج سرزمین اندلس میں ایک مسلمان بھی باقی نہیں جو اپنی گذشتہ عظمت پر آنسو ہی بہا سکے۔

اللہ کا فیصلہ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم (اور اگر تم احکام خدا سے روگردانی کروگے تو خدا تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لا بٹھائے گا۔ اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے) کا دردناک وعید پورا ہوا۔

لن تجد لسنت اللہ تحویلا اگر یہ قرآنی فیصلہ صحیح ہے۔ تو کیا موجودہ انتشار مسلمان کو کسی دوسرے مقام کی طرف لے جا سکتا ہے؟

ابلیس پیہم اپنے کارندوں سے مسلمان کے متعلق کہہ رہا ہے۔

ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے	یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے
مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے	پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے	تا بساط زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

مسلمان راہبر اور راہزن میں امتیاز نہیں کرتا۔ وہ صرف انہی باتوں میں نجات اخروی کی امید باندھے بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس کا متحد ہو کر بنیان مرصوص بن جانا ہی اس کا توحید پر عملی ایمان کہلا سکتا ہے۔

واقعات و حوادث

فتن و فساد کے نتائج

انسان کی انسانیت سوز حرکتیں جب انتہا کو پہنچ جاتی ہیں۔ تو قدرت کاملہ حرکت میں آتی ہے۔ اور مغرور و متکبر اور سرکش لوگوں کو عبرت آمیز سزا دینے کیلئے طوفان کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ بمبئی میں فرقہ وارانہ فساد کی روک تھام کی جب کوئی صورت نہ رہی۔ انسانی خون بے دریغ بہایا جانے لگا۔ تو طوفان باد و باران دست تعدی شل کرنے کے لئے نمودار ہوا۔ اور اتنا کہ سڑکیں، ریل کی پٹڑیاں ٹوٹ گئیں۔ راستے بند ہو گئے اور رسل و رسائل کے ذرائع مسدود ہو گئے۔ تا آنکہ فتنہ گروں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور قتل و خونریزی کی وبا نابود ہوگئی۔ اب ڈھاکہ اور احمد آباد کی باری ہے۔ جہاں حکومت کی موثر تدابیر کے باوجود فساد کی آگ بار بار مشتعل ہو جاتی ہے اور کسی طرح رکنے میں نہیں آتی۔ فسادیوں کو قدرت کی سخت تریں گرفت سے ڈرنا چاہیئے۔ اور آفات سماوی سے بچنے کے لئے اپنے اطوار و اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے۔

کانگرس کی بے کسی

مسٹر گاندھی کے عدم تدبر اور گول مول پالیسی سے کانگرس کی ہوا بگڑ گئی۔ اور اس کا اثر و رسوخ خاک میں مل رہا ہے۔ کانگرسی رہنما یکے بعد دیگرے نفرت و حقارت کے ساتھ اس سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ عدم تشدد مسٹر گاندھی کی ایجاد ہے۔ بہت دیر تک آپ نے یہ ڈھونگ رچائے رکھا۔ لیکن جب فرقہ وارانہ فسادات رونما ہونے تو آپ نے اپنے چیلوں کو تشدد کی تلقین اور اب کہہ رہے ہیں۔ کہ جن لوگوں کو عدم تشدد پر ایمان نہیں وہ کانگرس سے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر منشی اور چند ہمخو قسم لوگ کانگرس سے جدا ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر ستیہ پال نے بھی آخر کانگرس چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ انہوں نے اپنی خدمات سمندر پار جانے کیلئے حکومت کو پیش کردی ہیں۔ بعض کانگرسی لوگوں کا خیال ہے کہ تحفظ وطن کے لئے حکومت برطانیہ کی جنگ میں امداد کرنی ضروری ہے۔ لیکن مسٹر گاندھی اس کے قائل نہیں۔ اس لئے اس قسم کے لوگ بھی کانگرس سے جدا ہو کر مہا سبھا میں شریک ہو رہے ہیں۔ ستیہ گرہ کی سکیم ناکامی و نامرادی کے گرداب میں گھر کر رہ گئی ہے۔ یہ اسباب ہیں جو کانگرس کے خاتمہ کا موجب بن رہے ہیں۔ دیکھیں اب مسٹر گاندھی کونسا پہلو بدلتے ہیں۔

مجلس احرار

سیالکوٹ میں مجلس احرار کا جلسہ ہوا۔ صدر نے اپنے خطبہ میں مسلمانوں کی اس اجتماعی ضرورت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس کی بنا پر مسلمان اپنے اکثریت کے صوبوں میں اقلیتوں کی رضامندی سے اپنا اقتدار چاہتے ہیں۔

لیکن صاحبزادہ فیض الحسن نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں صدر کے خیالات کی پر زور تردید کردی ہے۔ اور پاکستان

کو سرمایہ داروں کا پاکستان کہہ کر اس سے بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ عجب نہیں کہ خیالات کا یہ تضاد مجلس احرار کے خاتمہ کا سبب ہو جائے۔

سکھوں کا "برچھا"

سکھوں کا "برچھا" جسے نشان صاحب بھی کہا جاتا ہے۔ ہائیکورٹ نے ممنوع ہتھیار قرار دے دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے رہے ہیں کہ نہنگ اور اکالی سکھ برچھے اٹھائے ہوئے پھر رہے ہیں۔ کیا ہائی کورٹ کا حکم حکومت پنجاب کی کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی؟ اگر ہے۔ تو پھر حکومت پنجاب نے اب تک اس سلسلے میں کیوں خاموشی اختیار کی ہوئی ہے؟ اس وقت جبکہ تمام پنجاب کے باشندوں کو اس بات کا علم ہے کہ سکھوں کا "برچھا" ممنوع قرار دیدیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہنگ سکھ روز روشن میں اسے اٹھائے پھرتے ہیں۔ تو عوام میں پریشانی اور اضطراب زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ہمیں توقع ہے۔ کہ حکومت ہائیکورٹ کے فیصلے کا احترام کریگی۔

آنریبل مولوی فضل الحق وزیراعظم بنگال اور آنریبل مسٹر حسین شہید سہروردی وزیر خزانہ بنگال نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ہمارے ملک میں بالشویکوں کو بالکل دبا دینا چاہیئے۔ تمام سرکاری افسروں اور مقامی لیڈروں کو آپ نے مشورہ دیا ہے۔ کہ اس پارٹی کے ارکان کا مناسب تدارک کیا جائے۔

مملکت آصفیہ میں شہر کی برآمد

حیدرآباد سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر محکمہ آثار قدیمہ نے ایک شہر کی دریافت کی ہے۔ جو ان تیس فصیل بند شہروں میں سے ایک ہے۔ جن کا ذکر پلینی نے اندھرا سلطنت کے ضمن میں کیا ہے۔ یہ سلطنت تین سو قبل از مسیح سے تین سو عیسوی تک رہی۔ کھدائی کا کام شروع ہے۔ شکستہ عمارتوں کے آثار۔ نیم دائرے کی شکل کے معابد قبہ نما مدفن اور خانقاہیں برآمد ہوئی ہیں۔ مٹی کے بت اور مجسمے۔ قدیم سکے جو ۷۰ عیسوی تا ۱۴۰ عیسوی کے ہیں۔ یہ سیسے اور تانبے کے ہیں اور لوہے کی اشیاء بھی برآمد ہوئی ہیں۔

روس اور جرمنی

روس اور جرمنی کی جنگ غیر متوقع طور پر طویل ہو گئی ہے پچھلے ہفتے یہ خبر آئی تھی۔ کہ جرمن فوجوں نے سٹالن لائن کو توڑ دیا ہے۔ سٹالن کے بعض مورچے توڑ دیے گئے تھے۔ اس کے باوجود روسی فوجیں قدم جمائے کھڑی تھیں۔ پچھلے چند دنوں سے تو جرمنوں کی پیش قدمی رک گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پیشقدمی کا رکنا مصلحت سے خالی نہیں۔ لیکن جرمنوں کو اتنا تو معلوم ہو چکا ہے کہ روس کو فتح کرنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا کہ وہ سمجھ رہے تھے۔ روسی سٹالن کی تقریر پر لفظ بلفظ عمل کر رہے ہیں۔ جن مقامات پر جرمن فوجیں آگے بڑھتی ہیں۔ اور شہروں پر ان کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ ان کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ زمین بھی جھلسی ہوئی نظر آتی ہے۔ تاکہ جرمنوں کو وہاں سے کچھ بھی نہ مل سکے، روسیوں کا بیان ہے کہ جرمنوں نے اس سے انکار کیا ہے۔

روسیوں نے سٹالن لائن کی حفاظت کیلئے ۱۰ لاکھ فوج میدان جنگ میں بھیج دی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ سٹالن لائن پر ایک ایسی جنگ ہونے والی ہے۔ جس کی نظیر دُنیا کی جنگوں میں نہیں مل سکتی۔ کیا روسی اس جنگ میں اڑجائینگے؟ اس کے متعلق دنیا بھر کے سیاسی حلقوں میں قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ روس نے سر دھڑ کی بازی لگادی ہے اور جرمن فوجیں بھی پوری طاقت کے ساتھ نبرد آزما ہو رہی ہیں اور جرمنوں کی طرف سے یہ انتہائی کوشش ہو رہی ہے۔ کہ جنگ سردیوں سے پہلے ختم ہوجائے۔ اور روسی مدافعانہ کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کہ جنگ سردیوں تک لمبی ہوجائے۔ اس وقت جرمن فوجیں اپنے اڈوں سے بہت دور جارہی ہیں۔ روس کے شہروں میں اسے سوائے آگ کچھ نہیں مل سکتا اور جرمنوں کو سامان خورد و نوش بھی اپنے اڈوں سے بہت دور جارہی ہیں۔ روس کے شہروں میں اسے سوائے آگ کچھ نہیں مل سکتا۔ جرمنوں کو سامان خورد و نوش بھی اپنے اڈوں سے کھینچ کرلانا پڑتا ہے۔ روس اور جرمنی کی جنگ میں جرمنی کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ابھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ انجام کیا ہوگا۔ لیکن موجودہ حالات بتلارہے ہیں۔ کہ روس جرمنی کے لئے تر نوالہ نہیں ہے۔

ترکیہ

روس اور جرمنی کی جنگ چھڑنے کے بعد ترکیہ کی پوزیشن پہلے سے بھی خوفناک ہوگئی ہے۔ اس امر کے باوجود کہ جرمنی اور ترکیہ میں عدم تعرض کا معاہدہ ہوچکا ہے۔ لیکن ترکیہ اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ حکومت ترکیہ نے اپنے سفیر متعینہ ماسکو کو انقرہ میں طلب کیا ہے۔ تاکہ وہ جرمنی اور روس کی جنگ سے متعلق حکومت کو تفصیلات مہیا کرے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ترکی وزیر جنگ کی ہدایت کے مطابق ترکی طیارے اور ٹینک بحیرہ اسود کے ساحل کی طرف جمع ہو رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکیہ جنگ کے بہت قریب جارہا ہے

شام

شام میں لڑائی ختم ہوچکی ہے۔ پچھلے ہفتے جنرل ڈینز نے صلح کی درخواست کی تھی۔ جس پر برطانیہ نے شرائط صلح پیش کردیں۔ پھر یہ بھی خبر آئی۔ کہ وشی حکومت نے شرائط کو نامنظور کردیا۔ لیکن تازہ ترین اطلاع یہ ہے۔ کہ وشی حکومت نے شام میں جنگ کے خاتمہ کا اعلان کردیا ہے۔ اور صلح کی بات چیت شروع ہوگئی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جرمنوں نے ایک سو طیارے وشی کی امداد کیلئے بھیجے تھے لیکن غالباً انہیں استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ قیاس کیا جاتا ہے۔ شام میں وشی حکومت کو برطانیہ کی شرائط تسلیم کرنی پڑیں گی۔ برطانیہ کی کامیابی سے ترکیہ میں بھی اظہار مسرت کیا جارہا ہے۔

رعائتی اعلان

القریش کے معاون خصوصی نمبر ۴۶ کے ۵۴ روپیہ کے عطیہ میں دفتر کی طرف سے تیس غیر مستطیع حضرات قریش کے نام القریش سال بھر کیلئے جاری کرنا مقصود ہے۔ جو احباب تین روپے چندہ ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ عہ منی آرڈر ارسال کرکے اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ موجودہ معاونین کو اس رعائت سے استفادہ کا حق نہ ہوگا۔ ایسے منی آرڈر ۱۰ اگست تک وصول ہوجانے چاہئیں۔

(منیجر)

تاریخ اندلس کا ایک ورق

(محمد ابراہیم ایم۔ اے)

اے ترا طبع تو خین مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں (اقبال)

مسلمانانِ عالم کے لئے بالعموم اور ہندی مسلمان کیلئے بالخصوص تاریخ اندلس کے واقعات ازبس سبق آموز ہیں جرأت نامردی اور اولوالعزمی کی فقید المثال اور ایمان افروز تعبیر اسلامی تسلط کا پہلا باب ہے۔ یورپ کے مورخین مٹھی بھر اہل ایمان کے فاتحانہ مارچ کو بنظر استعجاب دیکھتے ہیں۔ گبن کے الفاظ میں طارق نے ایک سیاح کی سرعت رفتار سے سات سو میل کا فتحمندانہ سفر جنوب سے شمال تک طے کیا۔ اور جہاں زمین ختم ہوئی "بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے" یہی فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے لوگ تھے۔ جن کی قوت ایمان نے مسلمانوں کو ۷۰۰ سال تک اندلس کے جنات تجری من تحتہا الانہر کا مالک بنائے رکھا۔ ان کے باہمی تعلقات تھے۔ نہ صرف خدا کی رضاجوئی کے وسیلے سے وہی درحقیقت فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا پر عمل پیرا تھے کیونکہ وہ

می کند از ما سوائے قطع نظر
می نہد ساطور بر حلق پسر

عبدالملک اندلس کے جیوش اسلام کا سپہ سالار اپنے حسین وجمیل نوجوان فرزند قاسم کو دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لئے روانہ کرتا ہے۔ ناتجربہ کار اور اسلامی نظریہ حیات وممات سے ناواقف جوان دشمن کی فوج کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے اور واپس لیٹ آتا ہے۔ باپ کو حالات کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ بیٹے کو نیزے کی ایک ہی ضرب سے ہلاک کر دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ تمہارا جینا اور مرنا) اب ہے خود فوج کی کمان ہاتھ میں لیتا ہے اور عیسائی فوج کو منہزم کر کے لوٹتا ہے۔

امیر عبدالرحمن نے اپنے بیٹے الحکم کو اپنا ولی عہد بنایا۔ دوسرا بیٹا عبداللہ باپ کے اس فیصلہ سے ناراض ہو کر قتل کی سازش میں مجرم ثابت ہوا۔ امراء نے بلکہ خود ولی عہد نے سفارش کی مگر بادشاہ نے وہی پھانسی کی سزا جو ایک عاصی کیلئے قانون نے مقرر کی ہے۔ اسے دی۔ گو وہ جوانمرد بیٹے کی اندوہناک موت کے غم سے کبھی فارغ نہ ہو سکا۔

پھر ایک وقت آیا۔ جب ایمان کی حرارت ضعف یقین میں بدل گئی۔ شمشیر و سناں کی جگہ طاؤس و رباب نے لی۔ قرآن کے اہل اپنے نفس کے غلام بن گئے۔ ولاتکونوا کالذین تفرقوا اختلفوا من بعد ماجاءھم البینات سے نظر ہٹانی رہی بنیان مرصوص بنے رہنے کا درس ذہنوں سے اتر گیا۔

خدائی انعامات جو احکام قرآنی کی تعمیل کے صلہ میں ملے تھے ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے۔ حتیٰ کہ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ کا حرف بحرف نقشہ کھینچ گیا۔ وہ قوم جو صرف پانچ ہزار کی قلیل تعداد میں تمام قلمرو پر چھا گئی تھی۔ اب لاکھوں افراد پر مشتمل ہوتے ہوئے فرڈی نینڈ کے رحم وکرم کی محتاج تھی۔ (باقی صـ ـــ پر)

تذکرہ برادری

ایک نئی جماعت کا قیام

مکرمی [illegible] الدین احمد صاحب نگینہ قاضی واڑہ [illegible]

تحریر فرماتے [illegible]

"یہاں کے حضرات سادات و قریش نے بالاتفاق اصلاحی ضروریات کے پیش نظر "انجمن اتحاد و ترقی" کے نام سے ایک [illegible] تشکیل کی ہے۔ جس کی طرف سے مجھے ہدایت ہوئی ہے۔ کہ میں [illegible] لکھوں۔ کرم فرما کر ایک سال کیلئے [illegible] فرمادیں۔ وصول کرونگا۔ ممبران [illegible] نیز انجمن "ندوۃ القریش" کے قواعد و ضوابط اور دیگر ضروری کاغذات بھی ارسال کردیجئے۔ تاکہ الحاق کے واسطے درخواست کی جائے۔ اپنے مفید مشوروں سے بھی امداد فرماتے رہئے۔ والسلام"

پیشتر ازیں اکتیس [۳۱] جماعتیں سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" سے ملحق ہیں۔ جو ہندوستان کے مختلف مقامات پر کام کررہی ہیں۔ اگر مرکزی جماعت نے اس انجمن کا الحاق منظور کرلیا۔ تو یہ بتیسویں [۳۲] جماعت ہوگی جو قوم کے اصلاحی و تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں "ندوۃ القریش" کی معاون کار ہوگی۔

۱۔ گوجرانوالہ کی "انجمن قریشیان پنجاب" نے حافظ نسب رسول، محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات کی زیرنگرانی تحفظ نسب و ناموس کے لئے مراسیوں کے ادعائے باطلہ کی تردید و تکذیب میں جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ یہ انجمن صوبائی جماعت کی حیثیت سے اب بھی اپنے فرائض مفوضہ انجام دے رہی ہے۔

۲۔ انجمن قریشیان صوبہ بہار، مولانا مولوی غلام الثقلین صاحب فاروقی اور مولانا محمد ابراہیم صاحب علوی رئیس کے زیر ہدایت قائم ہوئی۔ اور اپنی سہ سالہ زندگی میں صوبہ بہار کے قریشی حضرات کو مودت و یگانگت کی سٹیج پر مجتمع کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اور قریشی فضل الرحمٰن صاحب بی۔ اے سیکرٹری کی توجہ سے قومی خدمات انجام دے رہی ہے اللّٰھم زد فزد۔

۳۔ "زنٹیر قریش کانفرنس" صوبہ سرحد کے قریشی اکابرین کی توجہ سے معرض وجود میں آئی۔ میاں غلام حیدر صاحب رئیس معتمد اعلیٰ قرار پائے۔ آپ نے ایک معقول رقم اپنی گرہ سے قومی ضروریات کیلئے وقف کرکے ابتدائی اجلاس منعقد کئے۔ اور "ندوۃ القریش" کے عام اجلاس کے انعقاد کے لئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں شروع کردیں۔ ہنوز جلسہ کی تاریخ مقرر نہ ہوئی تھی کہ حالات بدل گئے۔ جنگ چھڑ گئی۔ اور [illegible] مجبوراً جلسہ ملتوی کرنا پڑا۔ کانفرنس اپنے حلقہ کے اندر بہترین قومی خدمات انجام دے رہی ہے۔

۴۔ حافظ نور احمد صاحب خیرپور [illegible] کی سعی و کوشش [illegible] صوبہ سندھ میں انجمن سادات قریش صوبہ سندھ کے نام سے گذشتہ سال ایک سوسائٹی [illegible] قائم ہوئی ہے۔ ابتدائی مراحل نہائت کامیابی سے طے کررہی ہے۔ امید ہے کہ قریشیان صوبہ سندھ کیلئے اس جماعت کا وجود نہائت مفید ثابت ہوگا۔

مذکورہ جماعتوں کے ماسوا کئی ضلع وار جماعتیں "ندوۃ القریش" کے زیر ہدایت قومی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ قوم میں حسب توقع جذبہ بیداری اور ولولہ عمل پیدا ہو رہا ہے۔

طول و عرض میں اصلاحی جماعتیں عالم وجود میں آ رہی ہیں۔ اگر یہ سلسلہ اسی تواتر و تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ تو وثوق کے ساتھ امید کی جا سکتی ہے۔ کہ مستقبل قریب میں قوم شاہد مقصود سے ہمکنار ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

انجمن گری و بزم سازی قومی و ملّی اصلاح و فلاح کے لئے ہو تو قابل تحسین ہے۔ نیک ساعی اور کامیاب عمل سے قوم و ملت کو فائدہ پہنچانے کی نیت ہو تو لائق تبریک ہے اور اگر بخلاف اس کے قیادت و سیادت کے جنون کے علاج کی تلاش کرنے اور کامیاب جماعتوں کے کاموں میں روڑا اٹکانے یا مستعد قومی و ملّی کارکنوں کی شہرت و عزت کو حسد کی وجہ سے بٹہ لگانا مقصود ہو تو لائق تعزیر اور قابل صد ملامت ہے۔

"ندوۃ القریش" کو کتم عدم سے عالم شہود میں آئے تقریباً ۱۳ سال ہوئے اس اثناء میں تحفظ نسب و ناموس کیلئے مراسیوں اور قصابوں کے ادعائے باطلہ کی تردید و تکذیب کے جاں گسل اور زہرہ گداز معرکوں کے ماسوا حصول حقوق کے ضمن میں جو شاندار خدمات اس جماعت نے انجام دی ہیں وہ کسقدر اہم اور کسقدر نیک نتائج مرتب کرنے کا موجب ہوئی ہیں۔ اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بارہا ان کا اعتراف کر چکے ہیں۔

وابستگان "القریش" و "ندوۃ القریش" اس حقیقت سے خوب آشنا ہیں۔ کہ حاسدین کے ایک گروہ نے بہی خواہی کے بہروپ میں قوم کے ان مفید ترین اداروں کو کتنی بار زک دیئے اور قوم کے معنوی خیر اندیشوں کو کتنی دفعہ بدنام کرنے کیلئے ناکام جستیں کی ہیں۔ لیکن دیانت و صیانت و سعی و عمل کے مقابلہ میں وہ ہر بار ناکام و نامراد رہے اور روسیاہی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ "ندوۃ القریش" اپنے حسن عمل کی وجہ سے قوم کا محبوب ہے۔ اس کی اصلاحی و ارتقائی امیدوں کا مرکز بن چکا ہے۔ وہ پھلے گا پھولے گا۔ اور مقاصد مجوزہ کی تکمیل میں عہدہ برآ ہونے کی توفیق پائیگا۔ بفضل اللہ تعالیٰ بارگاہ صمدی سے دعا ہے کہ "ندوۃ القریش" اس کی معاون جماعتوں اور قومی کارکنوں کو نیک خدمات کی بیش از بیش توفیق ارزانی فرمائے۔ اور حاسد ناکام و نامراد رہیں۔

مکرمی قاضی حمید الدین صاحب نگینوی اور ان کے رفقائے کار کو اس اقدام پر جو انہوں نے ایک اصلاحی جماعت کے قیام سے کیا ہے۔ مبارکباد دیتے ہیں۔ دعا ہے۔ کہ خدائے بزرگ و اکبر انہیں تکمیل مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین!

مالی اعانت

خدائے تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطان العلوم اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے تلطفات شاہانہ "القریش" کے شامل حال ہیں۔ اور یہی ایک واحد ذریعہ اس اصلاحی جریدہ کے بقا و احیاء کا ہے۔ ورنہ طباعت و مطبوعات کے اس صعب ترین دور میں القریش ایسے محدود الاشاعت رسالہ کا زندہ رہنا ناممکنات سے ہے جہاں پناہ کے بعد اکابرین قوم میں سے جن چند برگزیدہ

ہستیوں کا دست تعاون حوصلہ افزائی کا موجب ہو رہا ہے ان میں القریش کے محسن و مربی اور قوم کے بہی خواہ محترم معاون نمبر ۲۴۴ کو امتیاز خصوصی حاصل ہے۔ آپ ہر سال کم و بیش ایک سو روپے کی گرانقدر رقم سے اپنے اصلاحی جریدہ کی مالی اعانت فرماتے ہیں۔ پچھلے سال آپ نے دو قسطوں میں ۸۸ روپے کی رقم ارسال فرمائی تھی۔ امسال آپ کی طرف سے ۴۵ روپے کی پہلی قسط بشکریہ موصول ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین!

کاغذ فنڈ

مکرمی قریشی ایزد بخش صاحب ہاشمی، انسپکٹر ریکو واچ اینڈ وارڈ نے گرانی کاغذ کے سلسلہ میں ایک سکیم پیش کی تھی اور تجویز کیا تھا کہ معاونین القریش میں صاحب ثروت حضرات پانچ پانچ روپے ماہانہ کی کاغذ فنڈ میں رسالہ کی امداد کریں چنانچہ اس تجویز کے ساتھ آپ نے اپنی پہلی قسط بھی ارسال فرمادی تھی۔ مسرت کا مقام ہے کہ بہی خواہان القریش نے اس تجویز کو لبیک کہتے ہوئے علیٰ قدر حیثیت امدادی رقوم ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی سلسلہ میں

۱۔ مکرمی سید صادق حسین شاہ صاحب مدرس مل ۴۱/۴/۱ کی طرف سے ایک روپیہ ماہوار کا اعلان ہوا۔ تین ماہ متواتر رقم موجودہ آپ نے ارسال فرمائی۔ اور آئندہ ارسال کرتے رہیں گے۔ حضرات ذیل

۲۔ قریشی فضل الرحمٰن صاحب علوی مدرس کی طرف سے دو روپے
۳۔ شیخ افتخار الدین صاحب عباسی گورنمنٹ پنشنر ۱؎ روپے
۴۔ میاں نور الدین صاحب صدیقی رئیس ۱؎ روپے

نے بہ حیثیت قومی کاغذ فنڈ میں امداد دینے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

علاوہ ازیں مکرمی حاجی شیخ کرم الٰہی صاحب کی طرف سے دو خریداروں کا زرچندہ چھ روپے اور ڈاکٹر قریشی محبوب عالم صاحب لدھیانوی کی طرف سے دو روپے بذریعہ منی آرڈر موصول ہوئے ہیں۔

محترم خانصاحب قریشی جلال الدین صاحب بیرسٹر، رئیس اعظم نے توسیع اشاعت میں امداد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس تعاون و معاونت کیلئے ہم مخیر حضرات کے بدل شکور ہیں

انتہائے عقیدت

مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی زر عطیہ ارسال کرتے ہوئے۔ رقمطراز ہیں۔ کہ

"مبلغ دو روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہیں۔ اگرچہ القریش کی امداد کے سلسلے میں یہ رقم حقیر سی ہے۔ لیکن جس طرح ایک بڑھیا سوت کی انٹی لیکر حضرت یوسفؑ کو خریدنے نکلی تھی۔ بعینہ میں اسی طرح دو روپے بھیجکر سمجھتا ہوں۔ کہ میرا نام القریش کی مالی اعانت کرنے والوں میں درج ہو۔ اگرچہ یہ لہو لگا کر شہیدوں میں نام کرنا ہے۔ گر قبول افتد"

(ڈاکٹر صاحب کا یہ جذبۂ خلوص و عقیدت قابل صد تبریک اور لائق صد شکریہ ہے۔ ہم اسے گرانقدر امداد سے تعبیر کرتے ہیں جزاک اللہ۔ ایڈیٹر)

دریافت طلب امور کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ ارسال کریں۔ مینیجر

مراسلت

مکرم ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں۔

"میرے دونوں لڑکے خورشید عالم و مقصود عالم محترم بزرگ مولوی عبدالحمید صاحب مفتی لدھیانہ کی صاحبزادیوں سے منسوب ہو گئے ہیں۔ یہ مبارک اور سعید فیصلہ کرتے وقت کوئی خاص رسم ادا نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اتنا ہوا کہ ہم نے بزرگوں سے عرض کیا۔ کہ خورشید عالم و مقصود عالم کو اپنی فرزندی کا شرف عطا فرمایئے۔ اور انہوں نے از رہ شفقت ہماری اس درخواست کو بغیر کسی شرط کے قبول فرما لیا۔ ع

برایں مژدہ گر جاں فشانم رواست

حلقہ احباب میں یہ نسبت بہ نظر پسندیدگی دیکھی گئی اور فریقین کے حسن انتخاب کی داد دی گئی۔ مبارکباد کے پیغامات میں اکثر احباب نے یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ اس سے بہتر انتخاب ہر دو فریق کیلئے ناممکن تھا۔ قاضی شاہ ولی صاحب وکیل کا پیام تہنیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ (ہماری طرف سے بھی مبارکباد قبول کیجئے۔ ایڈیٹر)

چند عزیز اس رشتہ سے ناخوش بھی ہوئے ہیں۔ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہنے کے بعد کہہ رہے ہیں۔ کہ "انگور کھٹے ہیں"۔ ان کی طرف سے بدگمانی پھیلانے کی بھی کوشش کی گئی لیکن ؎

بیرتا رہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں است

(محبوب لدھیانوی)

حسن اتفاق

پسرم مقصود عالم نے امسال ایف۔اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ اس نے ۳۸۴ نمبر حاصل کئے ہیں۔ سال گذشتہ خورشید عالم نے ۳۸۱ نمبر حاصل کئے تھے۔ گویا چھوٹے بھائی نے بڑے سے تین نمبر کم حاصل کئے حسن اتفاق سے مقصود عالم اپنے بڑے بھائی خورشید عالم سے تین ہی سال چھوٹا ہے۔ (محبوب لدھیانوی)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ خبر نہایت رنج و ملال سے سنی گئی۔ کہ منشی عبدالحق صاحب صدیقی پنشنر ساکنہ دھولیاں (ریاست پٹیالہ) طویل علالت کے بعد اواخر جون میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ریاست پٹیالہ کی صدیقی برادری کے رکن تھے۔ پرانی وضع کے علم دوست بزرگ تھے۔ معقول زمیندار اور پنشن یاب ہونے کے باوصف آپ نے اپنی عمر نہایت سادگی سے بسر کی ہے۔ القریش کے یوم اجرا ہی سے آپ معاون رہے ہیں۔ ہمیں آپ کی وفات کا افسوس ہے۔ اور آپ کے پسماندگان سے ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ خدائے غفور و رحیم آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

اعتذار۔ رسالہ کی تیاری کے ایام میں ایک اہم ضرورت سے مجھے نواح جالندھر کا سفر لابد ہوا۔ اس سبب سے "القریش" دو تین روز کی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ احباب معذور سمجھیں۔ (ایڈیٹر)

بصائر و عبر

اخوۃ اسلامی

ایک غریب اندھے سے کسی نے پوچھا بھئی کھیر کھاؤ گے اس نے کہا میں نے تو کبھی کھائی نہیں ہے۔ اور نہ جانتا ہوں کہ کیسی ہوتی ہے۔ پوچھنے والے نے کہا دودھ اور چاول سے بنتی ہے۔ اور نہایت سفید ہوتی ہے۔ اندھے نے کہا سفید کیسی۔ اس نے کہا کیا یہ بھی نہیں جانتے بگلے کے پر کی طرح سفید براق ہوتی ہے۔ اندھے نے کہا بگلا کیسا ہوتا ہے۔ اس نے کہا صلاح نہ شد بلا شد۔ اب میں تمہیں بگلا کیسے سمجھاؤں۔ بگلا ایک پرندہ ہے۔ بڑی گردن اگے سے خم اور یہ کہکر اپنا ہاتھ ٹیڑھا کیا۔ اور اندھے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اندھے نے گویا بگلے کی گردن ٹٹول کر کہا۔ یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ مجھ سے کھائی نہ جائے گی۔ جب سے ٹیڑھی کھیر ضرب المثل ہے۔ اس حکائت کا یہ نتیجہ صریح اخذ ہو سکتا ہے۔ کہ جو چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ زبان کے سمجھانے سے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ خدا نے فرمایا ہے: انما المومنون اخوۃ " (مسلمان بھائی بھائی ہیں) یعنی ایک مسلمان دیگر مسلمان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ رکھے جیسا ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ رکھتا ہے۔ اب جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اس وقت عرب میں ایک بھائی کا دوسرے بھائی کے ساتھ رکھتا ہے۔ اب جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اس وقت عرب میں ایک بھائی کا دوسرے بھائی کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا۔ تب تک اس آئت کے معنی سمجھ میں نہیں آسکتے۔

ہندی تمدن

اگر ہندوستان کے بھائیوں پر خیال کریں تو آئت کا مفہوم خبط ہو جاتا ہے۔ یہاں تو پہلے بھائی سے بھائی لڑیگا۔ ابتدا گھر ہی سے ہو گی۔ کیا معنی کہ اشتراک خاندان کا بُرا دستور تمام ہندوؤں اور مسلمانوں میں یکساں قائم ہے۔ پیشوائے خاندان تمام دنیا کے جھگڑے بکھیڑے اپنے سر رکھتا ہے۔ اور دیگر اشخاص خانہ دنیا و ما فیہا سے خبر نہیں رکھتے اگر ان کا کچھ شغل ہے تو صرف یہ کہ پیشوائے خانہ کی طرف سے دل میں حسد اور کدورتیں جمع کرتے جاتے ہیں۔ اور منہ سے کچھ نہیں کہتے اندر ہی اندر جب جورو کے پڑھانے سکھانے پر عقل پر پتھر پڑ گئے اور خوب مواد پک لیا۔ تو ایک مرتبہ خانہ جنگی کی ٹھہری اور اس کے بعد جدائی ہوئی۔ بے لڑے بھڑے پیشوائے خانہ بندگان حلقہ بگوش کو آزاد نہ کریگا۔ اور نہ سگان زر دی رسگ زرد باش برادر خورد مباش) گلو خلاصی کریگا۔ گویا ہر ایک کو دنیا کے جھگڑوں میں پڑنے کے قبل اپنے بھائی یا اور قریبی رشتہ داروں سے جو بھائی کی مد میں ہیں۔ لڑنا فرض ہے۔ اب ایسی حالت میں ہم کیا سمجھا سکتے ہیں۔ کہ اخوتِ اسلامی کی بنیاد دین اسلام نے کس بیش بہا اصول پر قائم کی تھی۔ جب اخوت کی عظمت ہمارے دل میں نہیں ہے۔ تو اخوۃ اسلامی ہم کیسے سمجھیں گے۔

عربی تمدن

عرب میں گو جہالت تھی۔ لیکن ان کے تمدن نے برادرانہ حقوق کی حفاظت نہائت اعلیٰ درجہ پر کی تھی۔ حالت مانند بدوان کی نہائت سادہ تھی۔ بالغ ہونے کے بعد ہر ایک

بجائے خود کمانے کھانے کی فکر کرتا تھا۔ دریا میں شادی تب ہی کرتا تھا۔ کہ خود میں بار عیالداری اٹھانے کی استطاعت پاتا تھا۔ امیر و غریب سب ہی میں ہوتے ہیں۔ اور فطرتی محبت کا مقتضا کم و بیش سب میں ہوتا ہے۔ شرکت کی وجہ سے جو دلوں میں بغض اور کینہ کی گرہیں پڑ جاتی ہیں۔ عرب میں ان کا نام نہ تھا۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی تنگدستی میں دستگیری کرتا تھا۔ طرفین سے اظہار خلوص و احسانمندی ہوتا تھا۔ فطرتی محبت میں ان کے طریق عمل بے حد قوت پہنچاتے تھے علاوہ اس حسن معاشرت کے ایک خاندان کو دوسرے خاندان سے ایک قبیلہ کو دیگر قبیلہ سے لڑنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور اس وقت تمام اہلی خاندان سردار قوم کی ماتحتی میں اپنا مرنا جینا عزت اور فخر کا باعث سمجھتے تھے۔ اگر کسی ایک کو دوسرے قبیلہ کا کوئی شخص مارتا یا گالی دیتا تھا۔ تو صرف اس کے بھائی بھتیجے نہیں بلکہ کل قوم کے نوجوان اس کی مدد کو از خود کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور کسی قسم کا بار احسان نہیں رکھتے تھے وہ سمجھتے تھے۔ کہ آج جس کی مدد کو ہم کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ کل ہماری مدد کو اسی طرح کھڑا ہوگا۔ بھائیوں کا قوت بازو ہونا عربوں ہی کے تمدن میں پایا جاتا تھا۔ دوسری جگہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہاں اس کے قریب قریب ایک شئے ہندوستان میں ہم پاتے ہیں۔ کہ مقدمہ بازی کیلئے جتنے جھوٹے گواہ چاہئیں لے لیجئے۔ مشہور ہے کہ زمینداری کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اور تنہا جھوٹ بولنے سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جب تک دس پانچ گواہی دینے والے ساتھ نہوں۔ اس لئے ایک کا دوسرے کی طرف سے گواہی دینا کسی قسم کا احسان رکھنا نہیں ہے۔ بلکہ آپس کی تمدنی حالت کا مقتضے ہے۔

اگر اس تقریر سے عرب کے بھائیوں کے باہمی برتاؤ کا نقشہ ناظرین کے ذہن میں کچھ آیا ہو۔ تو وہ سمجھیں کہ شرع محمدی نے خاندانی اخوت کو وسیع پیمانے پر پھیلا کر یہ حکم دیا کہ جتنے لوگ دائرہ اسلام میں آتے جائیں۔ وہ ایک ماں باپ کی اولاد ایک خاندان کے افراد ہوتے جائیں۔ اس وقت مسلمانوں کا یہ انداز تھا کہ ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کا جوٹھا پانی پیتا تھا۔ جوٹھا کھانا کھاتا تھا۔ ان میں دولت۔ ثروت اور ہنر کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ امیر سے امیر ایک ادنیٰ غریب سے فروتنی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ کوئی شخص دولت کی وجہ سے خود کو زیادہ معزز نہیں سمجھتا تھا اگر عزت تھی۔ تو کبر سنی کی تھی یا علم کی۔ غریب سے غریب مسلمان کی عزت تمام متمول مسلمان اتنی ہی کرتے تھے۔ جتنی اس کے چھوٹے بھائی یا لڑکے کرتے تھے۔ غریب سے غریب۔ فقیہ۔ محدث یا حافظ قرآن بڑے بڑے امیروں کے دربار میں محترم سمجھا جاتا تھا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی غیبت یا عیب جوئی نہیں کرتا تھا۔ ایک کو خوشحال دیکھ کر دوسرا خوشیاں مناتا تھا حسد کا نام بھی ان میں نہ تھا۔ کسی ایک بھائی کے گھر دولت کا آنا ہر ایک عین اپنے گھر دولت کا آنا تصور کرتا تھا۔ غیر تو غیر مسلمان سے اگر ایک مسلمان نے بھولے سے بھی کوئی وعدہ کیا یا کسی بات میں زبان دیدی تو تمام مسلمان اسے عین اپنا وعدہ کرنا اور اپنی زبان دینا تصور کرتے تھے۔ اس اخوت نے بے انتہا اتفاق پیدا کر دیا تھا۔ پیغمبر خدا کے زمانہ میں اور صحابہؓ کرام کے زمانہ میں اس اخوت نے ایسے ایسے کام بنائے کہ یورپین مورخ پڑھکر حیران ہو جاتے ہیں۔ تمام باتیں ان کی سمجھ میں آجاتی ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ انسان ایسے متلون۔ خود غرض اور کمزور مخلوق کو نبیؐ نے کس طرح اخوت اسلامی کی رسّی

سے جکڑ کر مستقل مزاج - فرشتہ خصلت اور زبردست قوم بنا دی تھی -

اخوت اسلامی

زمانہ مابعد میں جہاں سب چیزوں میں ضعف آیا - اخوت اسلامی میں بھی ضعف آیا - اور اب تو محض لفظ ہی لفظ ہے اس میں کوئی مفہوم ہی نہیں ہے - کالبد ہے روح نہیں ہے مگر خدا کا شکر ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ اس زمانہ انحطاط میں بھی جو اخوت مسلمانوں میں ہے - وہ کسی اور مذہب میں نہیں ہے - آج کوئی شخص جاپان یا چین کا رہنے والا آسٹریلیا - برما امریکہ یا دنیا کے کسی حصہ کا باشندہ ہمارے سامنے آ کھڑا ہو ہم اس کی زبان سے ناآشنا ہوں - صورت اس کی بالکل غیر مانوس ہو کسی قسم کی مناسبت ہم سے نہ ہو - لیکن وہ صرف لَا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ ؐ ہمارے سامنے کہدے تو ایک مرتبہ ہماری رگوں میں اخوت اسلامی ضرور جوش زن ہو جائیگی - ہم اجنبیت کا خیال نہ کریں گے - یہ بھی نہ سوچیں گے کہ وہ ہمارے لئے کوئی ملا ساتھ لایا ہے یا پیغام شادمانی سنانے آیا ہے - رات کو اس کے ساتھی ڈاکہ مارنے آئیں گے تو یہ پھاٹک کھول کر ان کو گھر میں بلائیگا - یا ہمارے ساتھ رہکر یہ ہم کو کوئی عمدہ سبق دیگا - اور ہماری حفاظت کریگا - یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ ہم خود پکے مسلمان ہوں - ارکان مذہب جانتے ہوں اسلام سے ہم کو محبت ہو - ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے ہماری آؤ بھگت کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے مسلمان کے گھر جنم لیا ہے - اور ہمارے سامنے ایک اجنبی کلمہ پڑھتا ہوا آیا ہے - ہم بے سمجھے بوجھے اس سے چمٹ جائینگے - اور دسترخوان پر کھانا بچھا کر کہیں گے - آیئے! بسم اللہ ہاتھ دھوئیے!!

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم اس کے ساتھ بے وفائی نہ کرینگے - اگر ہکی تقدیر میں گردش ہے تو سب سے پہلے ہم ہی اس کی تخریب کے اسباب بھی پہنچائیں گے - یہ ہماری موجودہ برائیوں کا دوسرا رُخ ہے - لیکن ایک مرتبہ ہم اپنے اظہار اخلاق سے اس کا دل ضرور خوش کردیں گے - اور اگر وہ کسی غیر مذہب کا ہے اور تقیہ کرکے ہم سے ملا ہے جب بھی ہم اس کے دل میں ایک مرتبہ یہ جمادیں گے کہ پیغمبرؐ کے وقت میں جو اخوت اسلامی کی آگ روشن کی گئی تھی - اس کی خاکستر میں ابھی ذرا ذرا سی چنگاریاں موجود ہیں - اور دنیا کا کوئی مذہب اس بارہ میں اس درجہ فیاض نہیں ہے -

آیات قرآنی

"سب ملکر مضبوطی سے اللہ کا ذریعہ پکڑے رہو - اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو - اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے - اور اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی - اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے" (آل عمران)

"خدا سے موسیٰ نے کہا - کہ میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بناکر اُن سے میری ڈھارس بندھا - اور میرے کام میں ان کو شریک کر" (طٰہٰ ۲)

"لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کے ناموں سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے - لیکن اگر تم کو ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو خیر وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں" (سورۂ احزاب رکوع ۴)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں - اپنے دو بھائیوں کے درمیان تم صلح کروا دیا کرو - اور خدا سے ڈرتے رہو کہ تم پر رحم کیا جائے" (سورۂ حجرات رکوع ۱)
پیٹھ پیچھے ایک کو دوسرا برا نہ کہے کیا کوئی تم میں سے گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے - یہ تو ہرگز گوارا نہ کرے گا" (سورۂ حجرات رکوع ۲) " ماخوذ "

پابندیٔ رسوم

دنیا ایک باغ ہے جس میں ہزاروں میٹھے پانی کی نہریں اور نالے ہیں۔ اس میں ایک نہر ایسی بھی ہے جس کا ایک گھونٹ انسان کی زندگی کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیتا ہے۔ یہ نہر رسم و رواج ہے اور اس کی پابندی گویا اپنے آپ کو تباہ و برباد کر دینا ہے۔

تم کسی سے کچھ نہ پوچھو۔ تم کسی سے نصیحت کے خواہشمند نہ ہو۔ دنیا سے بڑھکر تمہارے لئے نصیحت کرنے والا کون ہوگا اپنی آنکھیں کھولو اپنے دماغ سے کام لو۔ اور دیکھو کہ دنیا کے واقعات تم کو سبق دے رہے ہیں۔ اگر قدرت نے تمہیں وسیع نظر سے محروم رکھا ہے تو اپنے کنبہ، برادری ہی پر نظر دوڑا کر دیکھ لو۔ بیہودہ رسموں نے کتنے گھر تباہ و برباد کر دیئے۔ جب تم کسی شخص کو رسم و رواج کا پابند دیکھو تو فوراً یہ نتیجہ نکال لو کہ یہ شخص بیوقوفوں کی پہلی صف میں ہے۔ یہ تباہ ہوگا۔ اور بہت جلد تباہ ہوگا۔

رسم و رواج کی پابندی یوں تو دنیا کے تمام ناعاقبت اندیش حلقوں میں پائی جاتی ہے۔ مگر ہندوستان میں اس نے ایک بیماری اور وبا سے بھی کہیں زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ یہاں کے نوجوانوں کی تباہی کا ایک سبب رسم و رواج کی پابندی بھی ہے۔ انگریزی تعلیم یافتہ بدقسمتی سے روشن خیال طبقہ کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ مگر میں انہیں بجائے روشن خیال کے تاریک خیال کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ ان کی روشن خیالی ملاحظہ ہو۔ ایک طرف تو رسم و رواج کی مخالفت کا یہ زور کہ شادی بیاہ کی رسمیں تو درکنار وہ مذہبی خوشیوں میں بھی اس وجہ سے شریک نہیں ہوتے کہ یہ قدیم رسمیں ہیں۔ ان میں خواہ مخواہ روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ بیکار وقت ضائع ہوتا ہے۔ مگر ان سے یہ تو پوچھا جائے کہ مغربی تقلید اگر مغربی رسم و رواج کی پابندی نہیں ہے تو کیا ہے۔

انگریزی معاشرت کی تقلید نے ہندوستانیوں کی ان جیبوں کو جو جی کھول کر خرچ کرنے کے باوجود بھی کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں۔ ایک ایک پائی کیلئے محتاج کر دیا۔ بس اس سے زیادہ رسم و رواج کی پابندی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ہم بالکل غیر قوموں کے محتاج بن گئے۔ ہم نے اپنی ضرورتوں کو ان کے آہنی کارخانوں سے خورد و نوش کے سامان سے زیادہ وابستہ کر دیا۔

جو لوگ دوسروں کے افعال کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں ان کی مثال اس کشتی کے مانند ہے۔ جس کے کھینے کا ڈنڈا ٹوٹ گیا ہو۔ اور اب وہ کشتی ہوا کے کرم و رحم پر ہے جدھر چاہے وہ اسے لے جائے اس کا اپنا کوئی راستہ نہ ہو اور وہ موجوں کے اختیار میں ہو۔ اس قسم کی زندگی بالکل بیکار ہے۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی نصب العین ہونا چاہیئے۔ دوسروں کے سہارے پر ہرگز نظر نہیں رکھنی چاہیئے۔ بلکہ اپنا ذاتی عزم و ارادہ ہونا نہایت ضروری ہے۔

اگرچہ معمولی معمولی باتوں میں بھی رسم و رواج کی تقلید کرنا اپنے آپ کو دیدہ دانستہ تباہ کر دینا ہے۔

وزیر ہند پریس ۳ اتھ ۱۲ بازار امرتسر میں محمد علی ارزوقی پرنٹر و پبلشر نے باہتمام شیخ محمد اکرم دفتر القریش کوچہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی ارزوقی)

Regd. No. L. 1474.

"Al Quraish"



Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

"القریش"

ایڈیٹر:-

"محسن القوم" محمد علی رونق صدیقی

مختصرات

—— راجہ جگموہن داس راجہ چھیتیس گڑھ نے بحالت بیماری خواب میں دیکھا کہ ان کے والد مرحوم انہیں ایک کتاب دے رہے ہیں جس پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔ صبح لائبریری میں ٹھیک اسی وضع کی کتاب یعنے مسٹر محمد مارماڈیوک پکھتال کا ترجمہ قرآن مجید ملا۔ جسے پڑھنے پر راجہ صاحب کو خدا کی کبریائی کا اثر ہوا۔ اور وہ برضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔

—— مولوی ابراہیم خاں میونسپل کمشنر ناگپور نے مسٹر گاندھی کو حکیم اسرار احمد کی کتاب "سی پی میں کانگریسی راج" کا ایک نسخہ پیش کیا ہے۔ اور درخواست کی ہے کہ اس کتاب کے آئینے میں کانگریسی راج کی صحیح تصویر ملاحظہ کریں۔

—— دریائے سابرمتی میں قیامت خیز طوفان آنے کی وجہ سے احمد آباد میں پانی گھس آیا۔ جس سے شہر کے اکثر حصے زیر آب ہو گئے ہیں۔

—— ملک کے مشہور ادیب ڈاکٹر ٹیگور فوت ہو گئے۔ ہندو مسلم اور سرکاری جماعتوں اور کونسلوں نے اظہار افسوس کیا۔

—— محکمہ ڈاک و تار کے جنرل ڈائرکٹر جنرل نے اعلان کیا ہے کہ مغربی غیر ممالک کی سمندری ڈاک جو ۱۰ سے ۱۷ اپریل ۱۹۴۱ء تک پوسٹ کی گئی تھی۔ دشمن کے حملہ کے نتیجہ میں ضائع ہو گئی۔

—— میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں سے کانگریسی ممبر مستعفی ہو رہے ہیں۔ کانگریسی ستیہ گرہ ناکام و بے نتیجہ ہو رہا ہے۔

—— ایک اخباری خبر مظہر ہے کہ مرکزی اسمبلی کے موسم خزاں کے اجلاس میں ایک درجن کے قریب جو سرکاری بل پیش ہونے والے ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق ہندوستان کے بے منکل دوحصنی سے ہے۔

—— کہا جاتا ہے کہ جنگ اتنی طویل ہو گی۔ اور دس سال کے اندر ختم نہ ہو گی۔

—— حکومت ہند نرخوں پر کنٹرول کے سلسلہ میں ۱۶ اکتوبر کو اسمبلی میں ایک کانفرنس بلا رہی ہے۔

—— سرگودھا میں ہندوؤں کے ایک جلوس نے پولیس پر حملہ کر دیا۔ تین سپاہی زخمی ہوئے۔

—— بمبئی میں سرکاری و غیر سرکاری افسروں سے وائسرائے ہند ملاقات کریں گے۔ مسٹر جناح بھی وائسرائے ہند سے ملاقات کریں گے۔

—— ایک اخباری اعلان مظہر ہے کہ ترکی زلزلہ ریلیف فنڈ میں وائسرائے کو اس وقت تک کل دو لاکھ ۲۷ ہزار ۹ سو چھ روپے ۸ آنے وصول ہوئے ہیں۔ یہ فنڈ اب بند کر دیا گیا ہے۔ اور یہ رقم حکومت ترکی کے حوالے کی جائیگی۔

—— ڈلہوزی میں ۲۵، ۲۶ اگست کو ہندو مسلم اتحاد کانفرنس ہونے والی ہے۔

—— جالندھر کے ایک مجسٹریٹ درجہ اول نے ان نابکار مسلمانوں میں سے جنہوں نے قرآن کریم کی مسجد میں بے ادبی کی تھی اور جن کے خلاف اسی سلسلہ میں مقدمہ چل رہا تھا۔ ایک کو ایک سال قید با مشقت اور ایک سو روپیہ جرمانہ اور چار کو چھ چھ ماہ قید اور پچاس پچاس روپے جرمانہ کی سزا دی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر
اگست ۱۹۴۱ء
رجب المرجب ۱۳۶۰ھ
جلد ۲۸ ــــــــ نمبر ۹

دُنیوی مُصائب کا واحد حل

اسلامی جمہوریت

آج کل کی سیاحت جس جمہوریت کو پیش کرتی ہے اسلامی جمہوریت اس سے کہیں بلند اور بالاتر ہے۔ جس نے فرق مراتب کو مٹا کر دنیا میں صحیح مساوات و حقیقی انسانیت کا تخم بو دیا۔ اسلامی جمہوریت کی پہلی اساس "مساجد" ہیں۔ جہاں دن میں پانچ وقت آقا و غلام۔ شاہ و گدا۔ امیر و غریب حاضر ہو کر اپنے دماغ سے فرق مراتب نکالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور خدا کے حضور میں پہنچکر جملہ امتیازات دنیاوی کو خیرباد کہکر بندہ کی حیثیت اختیار کر لینے پر مجبور ہیں۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی مذہب میں موجود نہیں۔ اور یہی وہ حقیقی جمہوریت ہے۔ جس نے نسل و رنگ، قومیت اور وطنیت کی جملہ رکاوٹوں کو دور کر کے نسل انسانی کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دی ہے۔ اور جس کے باعث انسان کے دل و دماغ میں غلامی محکومی وغیرہ کے خیالات دور ہو کر مساوات کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔

مغربی تہذیب کے اثر نے مسلمان نوجوانوں کی ذہنیت اسقدر مسخ کر دی ہے کہ وہ اس جمہوریت کی جس نے فرق مراتب کی قید اٹھا کر بندہ و آقا کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا تھا کی روح کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ مساجد سے دور رہنے اور غیر اسلامی رو میں بہ کر اس سے بیگانہ ہو رہے ہیں۔ مسلمان آج منتشر و غیر منظم ہے اور اغیار اس کے تفرق و تشتت سے فائدہ اٹھا کر ان کے عقائد اور مساجد پر پیہم حملے کر رہے ہیں۔ مسجدوں پر جائز و ناجائز طریق پر قبضہ کرنے کی سعی جاری ہے۔ اور فرزندان توحید کو گمراہ کر کے اسلامی جمہوریت کا خیال ان کے ذہن سے محو کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ لیکن مسلمان ہیں کہ ایک رو میں بہ رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قومی سرمایہ

زکوٰۃ اسلامی جمہوریت کی دوسری اور حرمت سود تیسری اساس ہے۔ زکوٰۃ درحقیقت ایک "قومی سرمایہ" ہے جو سرمایہ داروں اور صاحبان دول سے وصول کر کے قوم کے

ستحق افراد کو تقسیم کر دیا جاتا ہے اور اسی طرح کم محنت اور زیادہ محنت کرنے والے افراد اپنی اپنی محنتوں کا پھل وصول کرنے کے باعث "سرمایہ پرستی" اور "اشتراکیت" کے ہنگامہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ سود خوار طبقہ انسانی ہمدردی کے اوصاف کاملہ سے ناآشنا ہونے کے باعث اخلاقی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور دوسری طرف سود دینے والا معاشرتی تباہیوں میں مبتلا ہو کر انسانیت کے لئے بارگراں بن جاتا ہے۔ اسلام نے سود کو جرم قرار دے کر بنی نوع انسان کو اقتصادی مشکلات کا حل پیش کیا ہے پس صحیح مساوات انسانی کا قیام سرمایہ و محنت کی جنگ اور اقتصادی مشکلات یہی تین چیزیں ہیں۔ جن کے لئے آج تک یورپ اور امریکہ متمدن ترین اقوام کسی حل کی تلاش میں رہی ہیں۔ اسلام ان مشکلات کا حل آج سے تیرہ سو برس قبل پیش کر چکا ہے۔ پس ضرورت ہے کہ مسلمان ان ممالک و اقوام کے روبرو اسلامی جمہوریت کے سچے اصول کو پیش کریں۔ تاکہ دنیا کی متزلزل حالت پرسکون ہو جائے اور اقوام عالم جمہوریت کی سچی سپرٹ سے واقف ہو کر جو اسلام نے پیش کی ہیں۔ موجودہ دور اضطراب سے نجات حاصل کریں۔ نہ یہ کہ جدا جدا جماعتوں اور فرقوں میں تقسیم ہو کر اصل الاصول اور روح کو خیرباد کہکر مغاک ضلالت میں دفن ہو کر بے نام و نشان ہو جائیں۔

احساس کا فقدان

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں احساس زیاں نہیں رہا۔ اور فقدان احساس کی وجہ سے ان میں دوست دشمن اور نیک و بد میں تمیز نہیں رہی، عارف رومی فرماتے ہیں،

چوں قضا آید نہ بینی غیر پوست
دشمناں را باز نشناسی ز دوست

یعنے جب حکم قضا کا غالب ہو جاتا ہے۔ تو انسان کی چشم بصیرت اندھی ہو جاتی ہے۔ بجز پوست کے مغز تک رسائی نہیں ہوتی۔ احساس حقیقت الٹ جاتا ہے۔ دوست دشمن اور دشمن دوست دکھائی دینے لگتے ہیں۔ یہی وقت مسلمانوں پر آپڑا ہے۔ ہر فرد بجائے خود رہبر اور بجائے خود لیڈری کے زعم میں دوسرے کو ٹھکرانے اور نیچا دکھانے اور اپنوں ہی پر ہاتھ صاف کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ یہ حقیقت کسی صراحت کی محتاج نہیں۔ کہ ہندو لیگ اور مہاسبھا سے لیکر کانگرس تک سب کی سب جماعتیں اسلام و اسلامیان کی کھلی مخالفت کر رہی ہیں۔ مسلمانوں کا خون بہانا ان کا ایک فریضہ بن چکا ہے۔ لیکن بعض مسلمان اور مسلمان جماعتیں ان کی دوستی و یگانگی کا دم بھرتی ہوئی ان کے ہر آڑے سیدھے اقدام کو سراہتی ہیں اور مسلم، مسلم لیگ پر آوازے کستے ہیں،

—— اشتراکیت اور دہریت کی داد دیتے ہیں۔ اور قوانین شرعی کو اپنی عقل کے سانچے میں ڈھالنے کے درپے ہیں جمعیتہ العلماء احرار، خاکسار، اتحاد ملت وغیرہم سب ایک دوسرے سے الجھنے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں۔

انشراب قہر چوں مستی دہی نیست ہا را صورت مستی دہی
چیست مستی بند چشم از دید چشم تا نماند سنگ گوہر پشم چشم

جب معاذ اللہ کسی قوم، فرد یا جماعت پر قہر الہی

نازل ہونے لگتا ہے۔ تو اس کی صورت یہی ہوتی ہے کہ اس کا ادراک یا احساس مسخ ہو جاتا ہے۔ جو موجود ہے وہ معدوم اور جو معدوم ہے وہ موجود نظر آنے لگتا ہے۔ حس بدل جاتے ہیں۔ جو اپنا مخلص، خیر خواہ، دلسوز ہے طبیعت اس سے گھبرانے اور بھاگنے لگتی ہے اور جو دشمن و بد خواہ ہے دل اس کی جانب کھنچنے لگتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ

نیست ما را صورت ہستی دہی

جو نیست محض ہے جو عدم خالص ہے۔ جس کی کوئی ہستی نہیں۔ بس اسی کی عظمت و وقعت، بزرگی و ہیبت دل پر سوار اور دماغ پر مسلط ہو جاتی ہے۔

یہ اعزازات و خطابات، یہ دولت اور یہ ثروت، یہ امتیاز اور یہ بڑائی کیا ہیں؟ سب کے سب نیست محض نہیں تو کیا ہیں۔ جن سے ہم اس درجہ مرعوب ہیں کہ ہمارے لئے ہر نا کردنی کردنی ہے۔ گویا ہم ان کے بغیر جی نہیں سکیں گے نعوذ باللہ،

ہمارے ارادوں پر بلکہ ایمان و ایقان پر یہ پوری طرح متصرف ہیں۔ ان سارے نیستوں کو ہم نے کس کس طرح ہست بنا لیا ہے۔ اور جو ہستی ہے اسے ان کے مقابل ہم نے کس طرح بھلا رکھا ہے۔ آنکھ تمام جہان کے نظارے مشاہدہ کرتی ہے۔ مگر خود اپنے تئیں نہیں دیکھ سکتی۔

چشم بیند ہر کم و ہر بیش را
لیک نتواند کہ بیند خویش را

خدائے تبارک تعالیٰ ہمیں نیک و بد، دوست دشمن میں تمیز کی توفیق دے۔ اپنے عیوب و نقائص کا جائزہ لے کر حق کو پہچاننے کے خوگر ہوں اور ذاتی اغراض اور شخصی وجاہت کے لئے قوم و ملت کے خون میں ہاتھ نہ رنگیں۔ اور اپنی غلطیوں کے لئے بارگاہ صمدی میں گڑگڑائیں۔

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن
نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
نالہ می کن کاے تو علام الغیوب
زیر سنگ مکر بد ما را مکوب

سادگی

بسر کرتا ہوں میں دنیا میں سادہ زندگی ایسی
تکلف کا کوئی ساماں رکھا ہی نہیں گھر میں
خدا کا شکر ہے ہر حال میں افسردگی کیسی؟
وہی محبوب ہوتا ہے جو لکھا ہو مقدر میں

از سرود اقبالؒ

گر ہمی خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن
ہست شیریں زباں حیات
سن شنید ز اختلاف تست تفریق حیات

فرخندہ بنیاد حیدرآباد

حکومت نظام کی رواداری

حکومت آصفیہ کی بے تعصبی بیسیوں کیا سینکڑوں شالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں تازہ ترین شال پیش کی جا سکتی ہے۔ حکومت عالیہ نے حال میں حکم دیا ہے۔ کہ عثمان آباد میں کنل گری کے پہاڑوں کے اندر جین مت والوں کا جو مشہور مندر واقع ہے۔ اس کی حدود کے اندر تین تین میل کے فاصلہ تک کوئی شخص شکار نہ کھیلے۔ اس حکم سے جینیوں کے دلوں پر خاص اثر ہوا۔ کیونکہ یہ حکم صرف جینیوں کے جذبات کا خیال کر کے نافذ کیا گیا ہے۔

جین قوم نے اپنے فرمانروا اعلیحضرت نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ کی رعایا نوازی اور رواداری کا صدق دل سے شکریہ ادا کیا ہے۔ چنانچہ جینیوں نے جین لائبریری سکندرآباد میں ایک نمائندہ جلسہ منعقد کیا جس کے صدر پریم راج تینر تھے۔ اس جلسہ میں ساری جین قوم کی طرف سے اعلیٰ حضرت نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا۔ کہ تمام جینی من حیث القوم اعلیٰ حضرت نظام دکن اور ان کی حکومت کے اس فرمان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ع

زندہ باد بادشاہ دکن!

انسداد گداگری

ہندوستان میں اس وقت گداگروں کی کثرت ملکی سوال بنا ہوا ہے۔ اور گداگری عامۃ الناس کے لئے بیحد خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ اس لئے حکومت حیدرآباد کی مجلس آئین سازنے انسداد گداگری کے لئے ایک قانون منظور کیا ہے جس کی رو سے پہلے سے اخبارات میں اعلان کر دیا جائیگا۔ کہ فلاں فلاں علاقہ میں گداگری کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کر لیا جائیگا۔ اور انہیں سزا دی جائے گی۔ نفاذ قانون کے بعد ایسے مجرم یا گداگر جن کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہوگا۔ انہیں دارالمساکین میں بھیج دیا جائیگا۔ جہاں انہیں ۲ سال کے عرصہ میں کوئی ایسا مفید ہنر یا کام سکھا دیا جائیگا۔ جس سے وہ اپنی روزی پیدا کر سکیں گے۔ بعد ازاں مزید احتیاطی اور امدادی تدابیر بھی اختیار کی جائینگی۔ مذہبی مقدس جنہیں لوگ خوشی سے نذر نیاز دیتے ہیں۔ اس قانون سے مستثنےٰ ہوں گے۔

انسداد گداگری کا قانون منظور کر کے سلطنت آصفیہ نے سارے ہندوستان کے لئے ایک قابل تقلید اور نیک مثال قائم کر دی ہے۔ اگر دیگر صوبوں اور ریاستوں میں بھی اسی قسم کے قوانین جاری کر دیئے جائیں۔ تو ملک گداگری کی لعنت سے پاک ہو سکتا ہے۔ یا بڑی حد تک لوگوں کو اس سے نجات مل سکتی ہے۔

حیدرآباد کے صدر اعظم

ریاست حیدرآباد دکن کے سرکاری گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری صدر اعظم

حیدرآباد دکن کی جگہ آنریبل حافظ سر احمد سعید خاں صاحب بالقابہ نواب چھتاری حیدرآباد دکن کے صدر اعظم مقرر کئے گئے ہیں۔ کیونکہ اول الذکر والسرائے ہند کی اگزیکٹو کونسل کے

اس سلسلہ میں سید عبدالعزیز صاحب صدر المہام عدالت امور مذہبی کی مساعی جمیلہ قابل تحسین ہیں۔ چنانچہ انہیں کی صدارت میں مجلس آئین ساز نے یہ قانون منظور کیا ہے۔

شرانگیز تحریک

سلطنت آصفیہ کے طول وعرض میں چار زبانیں رائج ہیں یعنی تلنگی۔ مرہٹی۔ کنڑسی اور اردو۔ کہتے ہیں۔ کہ سب سے تلنگی بولی جاتی ہے۔ لیکن ان چاروں زبانوں میں اردو کی حیثیت سرکاری بھی ہے۔ نیز اسے یہ فخر حاصل ہے کہ وہ سارے ملک میں سمجھی جاتی ہے۔ علاوہ بریں اس میں ملک کی مشترکہ زبان (لنگو) فرینکا ہونے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ ملکی عدالتی اور عام کاروبار بڑی سہولیت اور آسانی سے چل رہا ہے۔ لیکن حیدرآباد دکن کے اخبارات مظہر ہیں۔ کہ حیدرآباد میں ہندی پرچار کا کام محض شرارت سے منظم طریق پر جاری کیا جارہا ہے۔ اور یہ ایک خالص بیرونی تحریک ہے۔ جو حیدرآباد میں کوئی نیا فتنہ اٹھانے کی غرض سے شروع کی گئی ہے۔ ورنہ تلنگی مرہٹی اور اردو کے ساتھ ایک پانچویں زبان کو ملک میں ٹھونسنے کی کیا ضرورت ہے۔ حکومت سرکار عالی نے آل انڈیا ہندی ساہتیہ سمیلن کا اجلاس روک کر اپنی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس کے ملک کے مختلف مراکز میں ہندی زبان کی تعلیم اور امتحانات کا انتظام کیا جارہا ہے۔ جو صریحاً قانون کی خلاف ورزی ہے حیدرآباد دکن کے ہندو اپنے شفیق فرمانروا کے زیر سایہ امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن بیرونی اشرار انہیں آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ نئی شرارت اٹھا کر انہیں تکلیف میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حیدرآباد میں اردو

حضور نظام حیدرآباد دکن نے یہ حکم نافذ کیا ہے۔ کہ ابتدائی تعلیم کے لئے اردو بھی ضروری زبان قرار دی جائے اس پر پرتاپ جو اردو زبان میں چھپتا ہے۔ صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ کہ حضور نظام نے ہندی زبان پر ظلم کیا ہے آخر حیدرآباد سے دشمنی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ حیدرآباد میں ایک مدت سے اردو زبان رائج ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں اردو زبان کے ذریعے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور آج تک حیدرآباد کے ہندوؤں کی طرف سے صدائے احتجاج بلند نہیں کی گئی۔ کسی دباؤ کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ دفتری زبان ہونے میں جو اردو میں صلاحیتیں موجود ہیں۔ وہ ہندی میں نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اس کے باوجود پنجاب کے ہندو اخبارات جو اردو میں شائع ہوتے ہیں۔ شرانگیزی سے باز نہیں آتے۔

تاجدار بہاولپور کی رعایا نوازی

اعلیحضرت والئے دولت عباسیہ نے براہ مراحم خسروانہ ریاست بہاولپور کے زمینداران کو فصل ربیع کے مالیہ وآبیانہ سے ایک لاکھ ۱۶ ہزار ۵۱۲ روپے کی معافی دی ہے۔ جو سارے مالیہ کا ۳ء۲ فیصدی ہے۔ اعلیحضرت کی کرم گستری قابل صد ستائش ہے۔

بہی خواہانِ قوم سے اپیل

"القریش" نے اپنی ساڑھے اٹھائیس سالہ زندگی میں قوم و ملت کی جو اہم خدمات انجام دی ہیں وہ کسی صراحت و وضاحت کی محتاج نہیں۔ اجرائے "القریش" سے قبل سادات قریش اپنے پیہم تکاہل و تساہل کی وجہ سے جس حالت میں تھی اس کی تشریح و تصریح بھی حاصل ہے۔ مگر آج قوم منظم ہو رہی ہے۔ اس کی چار صوبائی جماعتیں، و ربتیس کے قریب ضلعوار، اور دیگر جماعتیں اصلاحی و ارتقائی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ سرتاج اقوام عالم ہونے کے باوصف، اور الائمۃ من القریش" کا امتیاز خصوصی حاصل ہونے کے باوجود وہ کسی شمار و قطار میں نہ تھی۔ ساری کی ساری قوم سفاک ضلالت میں بےحس و حرکت پڑی تھی۔ "القریش" نے اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھایا بیدار کیا۔ اور ترقی پذیر فتہ اقوام کے دوش بدوش چلنے کے قابل بنا کر اسے شاہراہ ترقی پر لاکھڑا کیا۔ حقوق حاصل کئے۔ اغیار کی دستبرد سے اس کی آبرو، اور حسب نسب بچانے میں انتھک مساعی سے کام لیا۔ جس کے نتیجہ میں قوم کی حالت قابل صد رشک ہے۔ مگر قوم نے "القریش" کی کیا قدر کی، اس کا جواب اپنے دل سے لیجئے۔

آہ! ان اہم تریں خدمات کے باوصف وہ کس مپرسی کے عالم میں ہے۔ اس کی اشاعت اس کی مالی حالت وہی ہنوز روز اول کی طرح ہے وہ آج بغیر سرورق کے شائع ہو رہا ہے۔ گرانی کاغذ کی دردناک اپیل کی سماعت تک نہیں ہوئی۔ قوم کے سرمایہ دار اور عہدہ دار حضرات کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی وہ قومی امور سے مستغنی رہنے میں شان یکتائی محسوس کرتے ہیں۔ آہ! ان کی حالت ان جھوٹے مدعیان قریش سے بھی ابتر ہے۔ جنہیں عوام ننگ سلام خیال کرتی ہے

گر یہی ہے اس گلستاں کی ہوا   شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی

ہماری اپیل قوم کے متوسط اور درد مند طبقہ سے ہے کہ وہ اپنے اصلاحی جریدہ کی امداد و اعانت کی جانب متوجہ ہوں، توسیع اشاعت کیلئے امکانی سعی عمل میں لائیں، حتی المقدور کاغذ فنڈ میں مالی امداد دیں۔ تاکہ اس نازک دور میں "القریش" جاری رہ سکے۔ خدانخواستہ اگر "القریش" بند ہوگیا تو قومی مفاد کے تمام سلسلے دھرے رہ جائینگے ؎ ہمیں کہنا تھا جو کچھ کہہ چکے اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ہوتا ہے ہمارے آہ سوزاں کا اثر کیا کچھ

تذکرۃ السّلف

(از نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شروانی)

قاضی ابو یوسف

یعقوب بن ابراہیم، ابو یوسف القاضی، شاگرد ابوحنیفہ نسب یہ ہے۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بجیر بن المعاویۃ الانصاری (حضرت) سعدؓ صحابی ہیں۔ ان کی ماں حبتہ صحابیہ، سعد احد کے دن (حضرت) رافع بن خدیج رض اور حضرت ابن عمر رض کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے ملاحظہ میں پیش ہوئے۔ کم سنی کی وجہ سے بھرتی نہیں ہوئے۔

تحصیل علم

ابو یوسف سنہ ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ گھر مفلس تھا۔ حدیث[1] اور فقہ کی تحصیل کا شوق تھا۔ حدیث کی روایت منجملہ دیگر مشائخ کے یحییٰ بن سعید الانصاری سلیمان الاعمش ہشام بن عروہ۔ عطا بن السائب، الیث بن سعدؓ سے کی۔ محمد بن حسن، احمد بن حنبل یحییٰ بن معین وغیرہم نے ان سے روایت کی، بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

ایک روز ابوحنیفہ کی محفل میں بیٹھے تھے۔ کہ ان کے والد وہاں پہنچے، یہ باپ کے ساتھ ہو لئے۔ باپ نے کہا۔ کہ ابوحنیفہ کے قدم پر قدم مت رکھو۔ ان کو تو پکی پکائی ملتی ہے تمہیں پیٹ پالنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ سنکر طلب علم میں کمی کر دی۔ ان کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ نے میری جستجو کی۔ بیٹھ رہنے کے بعد پہلی بار میں ان کے پاس پہنچا۔ تو پوچھا آنا کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے کہا کہ پیٹ کی فکر اور باپ کی فرمانبرداری کی وجہ سے یہ کہکر میں بیٹھ گیا۔ آدمی چلے گئے۔ تو ایک ھتیلی مجھ کو دی اور کہا اس کو خرچ کرو۔ جب ختم ہو جائے تو اطلاع کرنا۔ پڑھنا مت چھوڑو۔ میں نے دیکھا تو سو درم تھے۔ اب میں نے پابندی سے پڑھنا شروع کیا۔ چند روز کے بعد سو درم اور عنائت ہوئے۔ حالانکہ میں نے اشارتاً بھی ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اسی طرح بے طلب عنائت ہوتی رہی یہاں تک کہ میں آسودہ حال ہو گیا۔ ایک روائت کے بموجب باپ نے چھوٹا چھوڑا تھا۔ ماں درس سے اٹھا لیتی تھیں۔ ایک روز ابوحنیفہ نے ان سے کہا۔ نیک بخت! بابا یہ علم سیکھ فالودہ روغن پستہ کے ساتھ کھائے گا۔ یہ سنکر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔ جب قاضی القضات ہو گئے۔ تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر فالودہ پیش ہوا خلیفہ نے ان سے کہا۔ یہ کھاؤ یہ روز روز نہیں تیار ہوتا ہے

---

[1] ہشام بن عروہ، ابو اسحٰق شیبانی، عطا بن السائب اور ان کے طبقے سے سماع حدیث کیا۔ اکبر شیوخ حصین بن عبدالرحمن ہیں۔ ان سے محمد بن حسن، احمد بن حنبل، بشر بن الولید یحییٰ بن معین اور اور بہت لوگوں نے سماعت حدیث کی۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے، ابو یوسف صاحب حدیث و صاحب سنت تھے (امام احمد کا قول ہے۔ ابو یوسف حدیث میں صاحب انصاف تھے۔ ذہبی کا قول ہے کہ میں نے ابو یوسف اور محمد بن حسن کے حالات علیحدہ کتابوں میں لکھے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ذہبی)

پوچھا امیر المومنین یہ کیا ہے۔ کہا فالودہ اور روغن ہے۔ یہ سنکر ابو یوسف ہنس پڑے۔ خلیفہ نے پوچھا کیوں ہنسے۔ کہا بخیر، امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ زندہ و سلامت رکھے۔ ارون رشید نے اصرار کیا۔ تو انہوں نے واقعہ بالا بیان کیا۔ سنکر خلیفہ کو حیرت ہوئی۔ اور کہا علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے۔ وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے۔ جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا تھا۔

امام اعظم کی صحبت میں

سترہ برس تک ابو حنیفہ کی صحبت میں حاضر رہے ایکبار اس زمانہ میں سخت بیمار ہو گئے۔ امام صاحب نے آکر دیکھا۔ تو واپسی میں ان کے دروازے پر متفکر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ کہا یہ جوان مر گیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا۔

ابو یوسف کا قول ہے۔ کہ دنیا میں کوئی چیز مجھ کو ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی۔ ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔

خطیب کا قول ہے کہ ابو حنیفہ کے شاگردوں میں دو شاگرد سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ ابو یوسف اور زفر۔ عمار کا قول ہے کہ ابو حنیفہ کے شاگردوں میں ابو یوسف کی مثال نہ تھی اگر وہ نہ ہوتے تو کوئی ابو حنیفہ کو جانتا نہ ابن ابی لیلیٰ کو۔ وہی تھے جنہوں نے ان کا علم پھیلایا اور ان کے اقوال کو دور دور پہنچایا۔ طلحہ کا قول ہے۔ ابو یوسف کی شان مشہور علم و فضل بلند تھا۔ ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔ فقہ میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھکر ان سے بڑھکر ان کے زمانے میں کوئی نہ تھا۔

علم و حکمت و ریاست و قدر میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ابو حنیفہ کا علم زمین کے کناروں تک پہنچا دیا۔ اصول فقہ کی کتابیں لکھیں مسائل کا نشر املا کے ذریعے سے کیا۔

ایک بار اعمش نے ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ جواب سنکر کہا یہ کہاں سے کہتے ہو کہ یہ حدیث مجھ کو اسوقت سے یاد ہے کہ تمہارے باپ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ معنی اس کے آج معلوم ہوئے۔

امام مزنی سے کسی نے اہل عراق کی بابت پوچھا۔ ابو حنیفہ کی بابت کہا "سیدھم" ان کے سردار، ابو یوسف کی بابت کہا اتبعھم للحدیث آج میں سب سے زیادہ حدیث کے پیرو محمد بن حسن سب سے زیادہ مسائل اخذ کرنے والے زفر سب سے زیادہ قیاس میں تیز۔

ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابو یوسف تفسیر، مغازی، ایام عرب کے حافظ تھے۔ فقہ ان کے علوم میں اقل العلوم تھی۔

ایک بار ابو حنیفہ کے سامنے ابو یوسف اور زفر نے کسی مسئلے پر بحث کی۔ ظہر تک جاری رہی اور ایک دوسرے کی دلیل کو رد کرتا رہا۔ ظہر کے وقت ابو حنیفہ نے زفر کی ران پر ہاتھ مار کر کہا جس شہر میں ابو یوسف ہوں اس کی ریاست کی ہوس مت کرو۔

ایک بار ابو حنیفہ نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا۔ یہ چھتیس مرد ہیں۔ ان میں سے اٹھارہ عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں۔ چھ فتویٰ دینے کی۔ دو ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں۔ یہ کہکر ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار ابو حنیفہ (جو فراست میں ممتاز تھے) نے داؤد طائی

سے کہا کہ تم عبادت کے ہو رہو گے۔ ابو یوسف سے کہا تم دنیا کی طرف مائل ہو گے۔ اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی۔ جو کہا تھا۔ واقعات نے وہی ثابت کیا۔

لطیفہ۔ ایک شخص ابو یوسف کی صحبت میں خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ ایک بار انہوں نے کہا تم بولتے کیوں نہیں۔ کہا بہت اچھا ورنہ کب افطار کرنا چاہیئے۔ کہا جب آفتاب غروب ہو۔ بولے اگر آفتاب آدھی رات تک غائب نہ ہو۔ تو یہ سنکر ابو یوسف ہنس پڑے اور کہا تمہارا خاموش رہنا ہی اچھا تھا۔ تمہاری زبان کھلوا کر میں نے خطا کی۔

عہدۂ قضا

خلیفہ ہادی نے ۱۶۶ھ میں بغداد کا قاضی مقرر کیا۔ ہارون الرشید نے اپنی خلافت میں بحال رکھا۔ اسلام میں وہ اول شخص ہیں جو قاضی القضاۃ[1] ہوئے۔ سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے۔

ان کے قاضی ہونے کے عہد میں ایک بار امیر المومنین ہادی کے ایک باغ پر کسی نے ان کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ بظاہر خلیفہ کا پہلو زبردست تھا۔ مگر واقعہ اس کے خلاف تھا۔ امیر المومنین نے کسی موقع پر ان سے پوچھا۔ کہ تم نے فلاں باغ کے معاملے میں کیا کیا۔ جواب دیا مدعی کی درخواست یہ ہے۔ کہ امیر المومنین کی حلفیہ شہادت اس پر لی جائے کہ ان کے گواہوں کا بیان سچا ہے۔ ہادی نے پوچھا۔ کیا ان کی یہ درخواست واجبی ہے۔ جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلے کے مطابق صحیح ہے۔ خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو۔ یہ ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔

وفات

۵۔ ربیع الاول یا ۵۔ ربیع الآخر باختلاف قولین ۱۸۲ھ میں انتقال کیا۔ انتقال کے وقت انہتر برس کی عمر تھی۔ وفات کے وقت کہا۔ کاش میں اس فقیری کی حالت میں مرتا جو شروع میں تھی۔ اور قضا کے کام میں نہ پھنستا۔ خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے۔ کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا۔ اور نہ ایک فریق معاملے کی دوسرے کے مقابلے میں پروا کی۔ خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری۔ وفات کے وقت یہ قول بھی منقول ہے بار الہا! تو خوب جانتا ہے۔ کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان کیا خود رائی سے کام نہیں لیا۔ تیری کتاب اور تیرے رسولؐ کی سنت کی پیروی کی کوشش کی۔ جہاں مجھ کو اشکال پیش آیا۔ ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا۔ اور واللہ وہ میرے نزدیک ان لوگوں میں سے تھے۔ جو تیرے حکم کو پہچانتے تھے۔ اور کبھی جان کر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے یہ بھی موت کے وقت ان کی زبان پر تھا۔ بار الہا! تو جانتا ہے کہ میں نے جان کر حرام نہیں کیا۔ اور نہ جان کر کوئی درم حرام کا کھایا

اُن کی علالت کے دوران میں معروف کرخی نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ میں نے سنا ہے۔ ابو یوسف زیادہ علیل ہیں تم ان کی وفات کی خبر مجھ کو دینا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں دار الرقیق کے دروازہ پر پہنچا۔ تو ابو یوسف کا جنازہ نکل رہا تھا۔ دل میں کہا کہ آپ معروف کرخی کو خبر کرنے جاتا ہوں۔ تو نماز جنازہ نہ ملے گی۔ چنانچہ نماز میں شریک ہو کر اُن کے پاس پہنچا۔ اور خبر وفات سنائی۔ اُن کو سخت صدمہ ہوا۔ بار بار انا للہ پڑھتے تھے۔ میں نے کہا یا ابا محفوظ۔ آپ کو نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے کا اس قدر صدمہ کیوں ہے۔ کہا میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہو رہا ہے اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا۔ پردے آویزاں کر دیئے۔ گئے۔

[1] ابن عبدالبر کا قول ہے۔ میرے علم میں کوئی ایسا قاضی سوائے ابو یوسف کے نہیں جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں رہا ہے

غرض ہر طرح پورا ہو چکا۔ میں نے پوچھا یہ کس کیلئے تیار ہوا ہے لوگوں نے کہا ابو یوسف کے واسطے۔ میں نے کہا یہ مرتبہ انہوں نے کیونکر پایا۔ جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے سلسلے میں۔ اور لوگوں نے جو اذیت پہنچائی اس کے صلے میں۔

شجاع بن مخلد کا قول ہے۔ کہ ہم ابو یوسف کے جنازے میں شریک ہوئے۔ عباد بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے میں نے ان کو یہ کہتے سنا۔ کہ اہل اسلام کو چاہیئے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں[ل]۔

وفات سے پہلے کہتے تھے۔ کہ سترہ برس ابو حنیفہ کی صحبت میں رہا۔ سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا۔ میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے۔ اس قول کے چند مہینے کے بعد وفات پائی۔

ان کے بیٹے یوسف غربی بغداد کے قاضی تھے۔

لہ خلیفہ ہارون الرشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے۔ نماز جنازہ خود انہوں نے پڑھائی۔ مقابر قریش میں ام جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا۔ محمد بن جعفر کا قول ہے۔ ابو یوسف کی شان مشہور فضل ظاہر تھا۔ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ اُن سے بڑھکر کوئی نہ تھا۔ علم، حلم، ریاست قدر و جلالت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ العبر میں لکھا ہے۔ ابو یوسف جواد اور سخی تھے۔ ابو حاتم کا قول ہے ان کی حدیث لکھی جائے۔ انتہی۔ ابن اہدل کا قول ہے کہ اکثر علماء ابو یوسف کی فضیلت و عظمت کے قائل ہیں۔ ابن عبد البر کا قول ہے۔ ابو یوسف فقیہ عالم حافظ تھے۔ کثیر الحدیث ۱۲ شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی ۱/۷

مناقب و جرح

ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور علی مدینی ان کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے۔ کہ ابو یوسف اصحاب دین کی جانب مائل تھے اور ان کو دوست رکھتے تھے۔ اور میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ حدیث میں میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں۔ ان کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھی۔ ابن مدینی کا قول ہے کہ ابو یوسف صادق تھے۔

خطیب بغدادی نے اپنا مورخانہ فرض امام ابو یوسف کے حالات میں بھی جرح کے متعلق ادا کیا ہے۔ اور متواتر روایتیں جرح کی نقل کی ہیں۔ اسی کے ساتھ اثنائے بیان میں بعض جرحوں کا جواب بھی دیا ہے۔ جرح سب کی سب غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں۔ سوا یہ جرح وہی ہے۔ جو امام اعظم اور امام محمد کی نسبت جرحوں کا ہے یعنی مرجئی ہونا وغیرہ ذالک۔ مذکور الصدر کے دونوں اماموں کے ذکر میں اس پر جو بحث مجمل و مفصل ہو چکی وہی یہاں بھی کی جا سکتی ہے۔ اعادہ تحصیل حاصل یا لاحاصل۔ متاخرین ائمہ رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کر دی ہے۔ صرف مناقب و تعدیل لکھی ہے۔

مثالاً دیکھو تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی رح اور شذرات الذہب ابن عماد الحنبلی رح

متقدمین میں سے امام ابن قتیبہ نے معارف میں نہ امام اعظم پر جرح کی ہے اور نہ ابو یوسف پر، حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں۔

—•—

ایفائے عہد

(از محمد عربی رحمانی، بلگرامی)

سنہ ۲ھ میں جب قریش اپنی غلط فہمی سے برسرِ پیکار ہوئے اگرچہ انہوں نے ابتداء ہجرت ہی سے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ لیکن اس درمیان میں ان کو یہ غلط خبر ملی کہ مسلمان قافلہ لوٹنے کیلئے آ رہے ہیں۔ اب قریش کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے صحابہ کو مشورے کیلئے طلب فرمایا۔ ہر شخص جان نثاری کیلئے تیار تھا۔ ۱۲۔ رمضان سنہ ۲ھ کو آپ تین سو جان فروش بہادروں کے ساتھ، ابولبابہ ابن عبد المنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ ایک میل کے بعد آپ نے سارے عمیر ابن ابی وقاص کے کم سن لوگوں کو واپس فرما دیا جب آپ نے عمیر سے واپس جانے کیلئے فرمایا تو آپ کی مفارقت سے بے قرار ہو کر رونے لگے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ تمام فوج میں صرف یہی ایک کمسن تھے۔

اس کے بعد آپ بدر کی طرف بڑھے۔ جدھر سے کفار مکہ کی آمد کی خبر تھی۔ ۱۷ رمضان کو آپ بدر کے قریب پہنچ گئے۔ مخبروں نے خبر دی کہ قریش اس وادی کے اس طرف تک آ گئے ہیں۔ آپ وہیں رک گئے۔

مکہ سے قریش بڑے ساز و سامان سے نکلے تھے۔ تقریباً ایک ہزار کا مجمع تھا۔ جس میں سو سواروں کا ایک دستہ تھا۔ صفیں درست ہونے لگیں حق و باطل نور و ظلمت کفر و اسلام دو متضاد قوموں کا مقابلہ تھا۔ لڑائی شروع ہوئی اور حق و باطل کا فیصلہ ہونے لگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پابندی عہد کی سخت تاکید فرما دی تھی۔ آپ کا حکم تھا کہ جو عہد کیا جائے۔ اس پر سختی کے ساتھ پابندی کی جائے۔ عہد نبوت اور دور خلافت میں اس کی حیرت انگیز مثالیں ملتی ہیں۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ بہت سے صحابہ مجبوریوں کی وجہ سے مکہ میں رہ گئے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک حذیفہ ابن یمان اور ان کے والد بھی تھے۔ جنگ بدر سے پہلے وہ مکہ سے چلے۔ کفار نے گرفتار کر لیا۔ کہ مدینہ پہنچکر تم پھر ہمارے مقابلہ کو تیار ہو جاؤ گے۔ ان لوگوں نے کہا۔ کہ ہمارا مقصد صرف یہاں سے چلا جانا ہے۔ کفار نے یہ عہد لیکر کہ وہ لڑائی میں شریک نہ ہونگے۔ ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔ جس وقت یہ لوگ بدر میں پہنچے۔ تو معرکہ جدال گرم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچکر اس سعادت ابدی کے حصول کی آرزو کی۔

اسوقت جبکہ دشمنوں کی کثرت تھی۔ اگر مسلمانوں کی طرف ایک آدمی بھی آ کر مل جاتا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی چنانچہ ان لوگوں نے جنگ میں شریک ہونے کی استدعا کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خلاف عہد سمجھا۔ اور شرکت کی اجازت نہ دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہر حال میں عہد

کی پابندی کریں گے۔ ہم کو صرف خدا کی اعانت کی ضرورت ہے

(۲)

ابو رافع کی سفارت حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔ جذب صادق اپنا اثر دکھاتا ہے۔ اور یہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ مجھے اب کافروں میں جانے سے ایذا رسانی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اب واپس نہ جاؤں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم قاصد ہو اور قاصد کا روک لینا خلاف عہد ہے۔ اس وقت واپس جاؤ پھر آجانا۔

(۳)

صلح حدیبیہ میں ابو جندل ابن سہیل جو اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور مکہ میں کفار نے آپ کو نظر بند کر رکھا تھا اور طرح طرح سے تکالیف اور اذیتیں دیتے تھے۔ اس ظلم و ستم سے کسی طرح بچکر پابزنجیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سب کے سامنے گر پڑے۔ ابو جندل کو کفار نے اس قدر مارا تھا۔ کہ ان کے جسم پر ضربات کے نشان تھے۔ سب لوگوں کو اپنے بدن کے داغ دکھائے اور کہا کفار مجھ کو قید کر کے اس طرح ستاتے ہیں ابو جندل نے رو کر تمام مسلمانوں کو مخاطب کیا۔ لوگ بیقرار ہو کر رونے لگے۔ حضرت عمر بیتاب ہو گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ان کی سفارش لے کر آئے۔

ان کے باپ جو کفار مکہ کی طرف سے سفارت پر مقرر ہو کر آئے تھے اور شرائط صلح طے ہو رہے تھے۔ وہ بھی اس وقت موجود تھے۔ سہیل نے کہا۔ محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) عہد نامہ کی تکمیل ہو چکی۔ شرائط صلح کے مطابق ابو جندل کو واپس دے دینا چاہیئے۔ کیونکہ معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ اہل مکہ میں سے جو مدینہ آئے وہ واپس کر دیا جائے۔ اور اگر کوئی مکہ میں آئے تو وہ واپس نہ کیا جائیگا۔

ابو جندل پابزنجیر جان نثاران اسلام سے فریاد کر رہے ہیں۔ ایک طرف سب کے دل بے قرار اور جوش سے لبریز ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے کے منتظر لیکن دوسری جانب معاہدہ پر دستخط ہو چکے تھے۔ اور ایفائے عہد کی پابندی لازمی ہو چکی تھی۔ آپ نے چند بار اصرار کیا۔ لیکن سہیل نے نامنظور کیا۔ اور مجبوراً آپ کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ آپ نے ابو جندل کی طرف دیکھ کر (جو اپنے فیصلے کے منتظر تھے) فرمایا

ابو جندل صبر اور ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے لئے اور مظلوموں کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکالے گا۔ اب صلح ہو چکی ہیں ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتا۔

کسی کی سفارش اس موقع پر کام نہ آئی اور پیغمبر برحق نے انہیں اس طرح پابزنجیر واپس کر دیا۔

تفاوتِ رہ

اک گدا کی زباں پہ ہے قرآں — واہ کیا شانِ کبریائی ہے

کل فروغِ حیات تھا جو کلام — مردنی آج اس پہ چھائی ہے

جرسِ کارواں تھا کل جو سخن — آج آہِ شکستہ پائی ہے

کل جو قرآں تھا افسرِ شاہی

آج وہ کاسۂ گدائی ہے

——— (مولانا) جوش ملیح آبادی

انسان

(از حضرت ذہین)

اے انسان تیرا کیا کہنا ولقد کرمنا بنی آدم کی دستار فضیلت سر پر باندھے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسنِ تقویم کا لباس فاخرہ زیب تن کئے تخلقوا باخلاق اللہ سے داوش پر ڈالے چشم بصیرت پر انا عرضنا الامانۃ کی عینک لگائے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کی مسندِ عبادت پر بیٹھے، کثرت میں وحدت کا لطف اٹھاتا ہے۔ اور کبھی خلوت میں قدرت کا تماشا نظر آتا ہے۔ "خود تماشا و خود تماشائی"

اے انسان! کنت کنزاً مخفیاً کی کلید تیرے قبضہ میں ہے۔ گنجینہ ہائے اسرار کا تو خازن ہے۔ انوارِ قدرت کا تو ناظر ہے۔ اور معارف الٰہیہ کا عارف۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اے انسان! الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کے اعتبار سے دو جہان کا بار تو اپنے دوشِ نازک پر اٹھائے ہوئے ہے کہنے کو انسان ضعیف البنیان، مرکب الخطا والنسیان۔ لیکن تمام مخلوقات سے تیری شان ارفع و اعلیٰ۔

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کیلئے

اے عارف! تو خدا کو پہچانتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عامۃ الناس تجھ کو نہیں پہچانتے۔ تیرے پاس معرفت کے بے بہا موتی ہیں۔ اور حکمت کے انمول لعل و جواہر ہیں۔ لیکن تمام لوگ ان کی قدر کیا جانیں۔ خدا حق شناسی کی عقل دے توفیق دے۔ ہدایت دے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

عابد۔ زاہد عالم باعمل اخیار و ابرار حق کہتے ہیں۔ حق کو سمجھتے ہیں۔ حق پر چلتے ہیں۔ خدا رسی کے کئی رستے ہیں۔ جس کو جو راستہ آسان نظر آتا ہے وہ اس پر ہو لیتا ہے۔

ایک نیک انسان! شر سے خالی، خیر الناس من ینفع الناس کا تو مصداق ہے۔ تیرے سینے میں دل ہے اور دل میں درد۔ آنکھیں ہیں اور آنکھوں میں مروت، زبان راست گو ہے اور گوش، خورنوش تو نیکی کا پتلا ہے۔ راستبازی کا نمونہ ہے۔ صبر و وفا تیرا شیوہ ہے۔ اور ایثار و کرم تیرا پیشہ تیرے ہم جنس کا دل دکھا کہ تیرا دل بھر آیا۔ کسی کو روتا ہوا دیکھا کہ تیری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ غیر کو راحت پہنچانے کے لئے اپنے کو مبتلائے مصیبت کرنے کیلئے مستعد۔ کسی سے خود کو رنج پہونچے تو اس کی راحت رسانی کیلئے ساعی تو انسان ہے کہ فرشتہ۔ تیرے سینے میں دل ہے کہ خزینۂ الفت کا لعل۔ تیری آنکھیں ہیں کہ مروت کی پتلیاں۔ تیرے کان ہیں کہ کانِ زر و جواہر۔ تیری پیشانی ہے کہ اطلبوا الحوائج عند حسان الوجوہ کی لوح زریں۔ اے خوبی کے پتلے۔ اے نیکی کی تصویر، تیرے اخلاق ادب آموز ہیں۔ اور تیرے آداب معلم اخلاق۔ تیری نیکیاں مخلوق کے افادہ

کے لئے تو وہ ہیں اور تیری عاقبت کا بہترین توشہ۔

اے بیدرد ستم شعار۔ نخوت پسند انسان! بخت نصر، شداد۔ نمرود۔ ضحاک۔ ہلاکو کے کارناموں سے عبرت نہیں حاصل کرتا۔ نہ زندگی میں تجھے راحت ہے۔ نہ مرنے کے بعد تیری عزت۔ برُوں پر لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ تو پھر تو اپنے افعال قبیحہ سے کیا توقع رکھتا ہے۔

اے بیدرد انسان! افسوس ہے کہ تو انسان کہلائے اور تیرے خصائل درندوں کی طرح ہوں۔ تو سینہ رکھے اور سینے میں دل کی جگہ پتھر۔ پیشانی پر کہنے کو آنکھیں رکھے لیکن مٹی کے ڈھیلے دیکھنے کو انسانی صورت مگر خوف اور ہیبت کے لحاظ سے شیر مردم در۔ اے ضعیف انسان۔ اے زمین کے کیڑے! تو کس طرح کا انسان ہے۔ کہ اپنے مقابلہ میں اپنے ہم جنس کو ناچیز سمجھتا ہے دوسرے کو ایذا دے کر خوش ہوتا ہے۔ روتا دیکھ کر ہنستا ہے۔ چاہتا ہے کہ آپ ہی آرام میں رہے۔ اور دوسرے تکلیف میں۔ ؎

توکز محنتِ دیگراں بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

بارگاہِ رسالت سے آرزو

سلام اے حسن کعبہ، جلوۂ اسرار بت خانہ
شہنشاہی میں بھی رکھتا تھا تو شانِ فقیرانہ

ترے لطف و کرم کی بارشیں مشہور عالم ہیں
فلک کو یاد ہے اب تک تری طرزِ کریمانہ

کوئی آندھی بجھا سکتی نہیں تیرے چراغوں کو
کوئی بت خانے سے پوچھے تری شان خلیلانہ

مگر سب کچھ یہ نیرنگِ کمالِ حسن ہے تیرا
کہیں تو صبح کعبہ ہے کہیں تو شام مے خانہ

حریم قدس تیرا لامکاں کی خلوتِ رنگیں
جہاں خود شاہدِ فطرت تری زلفوں کا دیوانہ

ترے ہر لفظ سے الہام کے بادل برستے ہیں
ترا ہر حرف اک چھلکا ہوا وحدت کا پیمانہ

وہاں پر سانس لیتا ہے تخیل تری نظروں کا
جہاں دنیا کی ہستی ہے بقدرِ ظرف یک دانہ

ترے نقش قدم پر پھر سے چل جائے اگر دُنیا
تو آئینہ نہیں بن جائے خود آئینہ گر دُنیا

(آرزو سہارنپوری حمائت اسلام)

اسلامی تحریکوں کی ناکامی

اسباب کی تلاش

معاصر "نوائے وقت" نے ہندوستان میں اسلامی تحریکات کے حشر پر ایک نوٹ لکھا ہے۔ اور مسلمانوں کی چند تازہ تحریکات مثلاً شہید گنج۔ منزل گاہ اور پاکستان کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے۔ کہ پہلی دو تحریکات کی ناکامی اور اصل تحریک کے رہنماؤں کی کمزوری کی وجہ سے تھی۔ اگر رہنما مضبوط ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ تحریکات بے نتیجہ رہتیں۔ یا اس طرح ناکام رہتیں اور پاکستان کے متعلق بھی انہوں نے اندیشہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اس کے متعلق خون بہانے کا اعلان کیا جاتا ہے لیکن کوئی پسینہ بہانے کو بھی تیار نہیں۔

اس پر بحث کرتے ہوئے ہمارے معاصر "مسلمان" نے لکھا ہے۔ کہ ناکامی کی وجہ رہنماؤں کی کمزوری نہیں۔ بلکہ عوام کی انتھاد صند پیروی ہے۔ "مسلمان" کا خیال ہے:-

"اس کی ذمہ داری خود مسلم عوام پر عائد ہوتی ہے۔ جو ہر اس شخص کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ جو گرما گرم تقریر کر کے ان کے جذبات کو ابھار سکتا ہے۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ اسکی زندگی کی گذشتہ روایات کیا ہیں؟ اور جو رہنما باعمل ہیں۔ اور تحریکات کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ وہ عوام فریبی کے آمادہ نہیں ہوتے۔ اس لئے انہیں چھوڑ کر مسلمان الگ ہو جاتے ہیں"

• نوائے وقت نے تمام ذمہ داری رہنماؤں پر ڈالی ہے۔ اور معاصر "مسلمان" نے ذرا ایک قدم اور آگے بڑھا کہ اس ذمہ داری میں عوام کو بھی شامل کر لیا ہے۔ جو "کالانعام" کے مصداق ہر شخص کے آگے آگے یا پیچھے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ لیکن کیا مسلمانوں کی صرف یہی دو تین تحریکیں ناکام رہی ہیں کیا مسلمان رہنما سارے کے سارے ہی ایسے بے عمل یا کمزور ہیں؟ اگر ان نتائج کو سامنے رکھ کر صحیح اسباب کی تلاش کی جائے تو شائد "آج کے رہنما اور آج کے عوام" دونو ہی اس قدر قصور وار ثابت نہ ہوں۔ جتنا کہ بظاہر وہ نظر آتے ہیں

مشرقیوں میں علامہ ابن خلدون اور مغربیوں میں ڈاکٹر لی بان قوموں کے عروج و زوال کے نکتہ دان اور نباض ہیں اور دونو ہی اس ابتدائی کلیہ کے قائل ہیں۔ کہ جب کوئی قوم بنتی ہے تو اس میں دو عنصر بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک اصول کیلئے جان دینا اور دوسرا مرکزیت کو قائم رکھنا۔ اس طرح جب اصول افراد کی ذہنیتوں میں جڑ پکڑ جائیں۔ اور جب زندگی کا رخ ایک نقطۂ مرکزیت کی طرف پھر جائے۔ تو قوم کا ایک مزاج عقلی بن جاتا ہے۔ اور اگر کسی وقت وہ قوم زمانہ کی گردش یا ادبار سے دوچار بھی ہو جائے۔ کسی مصیبت و ابتلا میں پھنس جائے تو بھی بظاہر اگرچہ اس میں کچھ تبدیلیاں آجاتی ہیں۔ لیکن اس کا مزاج عقلی آسانی سے نہیں بدلتا۔ اور وہ پھر پنپ جاتی ہے۔ لیکن جب مزاج عقلی بگڑ جائے۔ تو پھر

قوم کا وہ تصور ہی باقی نہیں رہتا۔ جو اُسے دوسری قوموں سے ممتاز کرسکتا ہے۔ اور وہ قوم زوال کی انتہائی گہرائیوں میں جا گرتی ہے۔

مسلمانوں میں جب تک اصول کا پاس اور مرکزیت کا احترام باقی رہا۔ عروج کی انتہائی بلندیاں ان کے پاؤں چومتی رہیں۔ مشرق و مغرب میں ان کی دھاک بیٹھ گئی۔ زمین ان کے حوصلوں پر تنگ نظر آنے لگی۔ دین کا سب سے بڑا اعزاز "شہادت" ان کے لئے عام تھا۔ اور دنیا کا سب سے بڑا اعزاز "حکمرانی" ان کی کنیز تھی۔ تخت اور تختہ یہ دونوں سے کھیلتے تھے۔ عقبیٰ اور دنیا دونوں ان کی تھیں۔ عوام اور رہنما میں کوئی حد فاصل نہ تھی۔ دلوں میں ایک ہی نور تھا۔ دماغوں میں ایک ہی لہر تھی۔ اللہ کے لئے جینا اور اللہ کے لئے مرنا۔ چھوٹائی بڑائی۔ رہنمائی اور پیروی میں ایک ہی شئے یعنی خدا کی خوشنودی کا لحاظ کارفرما تھا۔ ایک شخص ابھی جرنیل کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اور ابھی سپاہی کی حیثیت سے صفوں میں شامل ہو رہا ہے اور کہتا ہے کہ میری ہر حیثیت اللہ کے لئے ہے۔ یکرنگی و ہم آہنگی کا یہ عالم تھا۔ کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور اس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ مسلمان کے معنی لوگ "تقدیر الٰہی" کرنے لگے تھے۔ لیکن جب یہ یک رنگی اور ہم آہنگی نیرنگی اور بے آہنگی کی نظر ہونے لگی۔ مسلمان عروج کی طرف سے زوال کی طرف آنے لگا۔ وہ "مزاج عقلی" جو سرور کائنات کی تعلیم سے پیدا ہوا تھا مبہم ہونے لگا۔ اونچ نیچ نے زندگی میں راہ پائی۔ چھوٹائی بڑائی کا خیال پیدا ہوا۔ حقیقت اور مصلحت میں ملکر ہونے لگے۔ خلافت کا تصور بگڑ کر سلطنت کا خیال پیدا ہوا۔ تو آہستہ آہستہ ہر اچھی چیز مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلنے لگی۔ وہ شمشیر و سنان جو اللہ کیلئے مسلمان ہاتھ میں لیتا تھا جب اس کا استعمال بندوں کی مصلحتوں کیلئے شروع ہوا جب جہاد فی سبیل اللہ کی جگہ جہد شخصی نے لے لی۔ تو آہستہ آہستہ وہ بازو ہی شل ہو گئے۔ اور ان کا مشغلہ طاؤس و رباب رہ گیا۔ بلند مقاصد نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ تو بلند نگاہی کب تک ساتھ دیتی۔ نگاہ محدود ہوئی۔ تو فکر کی بلندی کب تک قائم رہتی۔ مسلمان اب عام انسانوں کی سطح پر آگیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس سے بھی نیچے چلا گیا۔

دنیا کے نقشے پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ پھر اسلام کے دور اول سے آج کا مقابلہ کیجئے۔ زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ لبس وہی ہے۔ لیکن اس میں وہ اثر نہیں۔ نام وہی۔ کام وہ نہیں یہ کیوں؟ کیا محض اس لئے کہ رہنما کمزور رہیں۔ اور راہرو اندھے؟ بیشک یہ بھی من جملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ لیکن صرف یہی نہیں۔ مسلمانان عالم اس اصول اور اس مرکزیت سے بے پرواہ ہو گئے۔ جو ایک قوم کے عروج کیلئے ضروری ہے۔ مہدی کا تصور موجود رہا۔ اور موجود ہے۔ لیکن غلط احساس کے ساتھ ساڑھے تیرہ سو برس میں اس تصور سے کوئی کام لیا گیا۔ تو وہ محض اپنی اپنی گدیاں قائم کرنے کیلئے خدا کی خوشنودی اور خلق خدا کی بہتری کیلئے نہیں۔ یہ تصور صحیح احساس کے ساتھ موجود رہتا تو مہدی آتے یا نہ ہر مسلمان ان معنوں میں مہدی ہوتا۔ کہ وہ خلق خدا کی رہبری کرسکے اور نمونہ اور مثال بن سکے!

درد دل رکھنے والوں نے بارہا مسلم قوم کو اس کے اصول

اور اس کی مرکزیت کا احساس کر دیا۔ تعقوبت ہیں نوں کی بات ہے۔ کہ علامہ جمال الدین افغانی اس مقصد کیلئے تڑپتے کڑھتے دربدر پھرتے تھے۔ اور کل کی بات ہے کہ علامہ اقبالؒ ہم میں اس مقصد کی تبلیغ کرتے کرتے دنیا سے اٹھے۔ لیکن انکا پیغام کسی نے نہیں سنا۔ سنا تو ستا ئن ستا ایک کر دیا۔ اس کے کہ مسلمان اپنے اصول اور مرکزیت کی طرف آتے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے یہ ہوا۔ کہ ترک ترکوں کیلئے۔ عراق عراقیوں کے لئے ایران ایرانیوں کے لئے افغانستان۔ افغانیوں کے لئے اور بدرجہ آخر ہندوستان ہندوستانیوں کیلئے یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ پاکستان ہندوستانی مسلمانوں کے لئے۔

مکہ اور مدینہ دونوں ہی مرکزیت کے لئے عیاذاً باللہ گویا بے معنی ہو کر رہ گئے۔ مرکزیت کا تصور را۔ تو جغرافیائی حدود میں بند ہو کر رہ گیا۔ وہ مقامات جہاں سے اسلام کے سوتے پھوٹے ادھر کسی کی نظر نہ گئی۔ او نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ اب مصر مصریوں کا ہے۔ نہ شام شامیوں کا۔ نہ عراق عراقیوں کا نہ افغانستان اور ایران صحیح معنوں میں افغانوں اور ایرانیوں کے او خدا ہی جانتا ہے۔ کہ ترکی کتنے دنوں ان حالات میں ترکوں کا رہ سکتا ہے

شہید گنج۔ منزل گاہ پاکستان یہ چیزیں کتنی ہی اہم اور عزیز ہوں۔ اصل مقصود قرار نہیں دی جا سکتیں۔ مسلمان ان سے بہت زیادہ اور کہیں اہم چیزیں کھو چکے ہیں۔ یہ نقصانات ملی کی فہرست میں آخری اور بہت کم حیثیت چیزیں ہیں۔ ان کی ذمہ داری رہنماؤں یا عوام پر ڈال بھی دی جائے تو باقی نقصانات کی ذمہ داری کس پر؟ اصول اور مرکزیت سے بے نیازی پر یا کسی اور شئے پر؟ پھر اصول اور مرکزیت کا صحیح احساس پیدا کرنے کے لئے کون میدان میں آتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے! جس دن اس کام کیلئے مسلمان اٹھیں گے۔ اس دن سے ان کے نقصانات کی تلافی شروع ہو جائے گی۔ اور جب تک یہ ہوگا۔ نہ صرف پچھلے نقصانات کی مرثیہ خوانی جاری رہے گی۔ بلکہ یہ فہرست طویل سے طویل تر ہوتی چلی جائے گی۔

(مثلاً سے آگے) ہو سکتا ہے۔ اس گروہ میں فضیلت کا تاج آل قریش کے سر پر جگمگاتا رہا ہے ———

"میں چاہتا ہوں کہ آپ کی معیت میں تمام پنجاب کا اور پھر ہندوستان کا دورہ کیا جائے۔ تاکہ قریشی نوجوانوں کو اپنے اجداد کی مسند لینے کے لئے ابھارا جائے۔"

——— "میں ایک ہفتہ تک یہیں ہوں کوئی تاریخ مقرر کر لیجئے" ——— اخیر پر آپ نے لکھا ہے۔ کہ

"بعض دوستوں نے مجھے "جمعیتہ القریش" سے رجوع کرنے کو لکھا تھا۔ لیکن میں نے انکار کر دیا ہے۔"

خالد ہاشمی معرفت گوپال کرشن ملواڑ لاہور۔

خط آئے ہوئے کئی ہفتے ہو گئے معلوم نہیں کہ مشار الیہ ہفتہ کے بعد لاہور سے کہاں چلے گئے ہوں۔ ان کا مستقل قیام کہاں ہو ان کا کرشن گوپال پرائیویٹ سیکرٹری کہاں پرواز کر گیا ہو۔ اسلئے بظاہر براہ راست خط و کتابت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لہذا لاہوری معاونین کرام میں سے کوئی صاحب مطلع کریں کہ ذات شریف [illegible]

تذکرۂ برادری

ندوۃ القریش کا اجلاس

۲ر اگست بعد نماز ظہر ۲۹ مقامی و غیر مقامی ممبران کی حاضری میں مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ سابقہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد بعض ملحقہ جماعتوں کے مراسلات پیش ہوئے مناسب جوابات دینے کی ہدایت ہوئی

۲۔ سندھ، فرنٹیر، بہار۔ فیض۔ باغ، احمد آباد اور شاہ گنج کی انجمنوں کی کارکنان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا اور انہیں اپنے حلقہ میں تنظیمی پروگرام سے متعلقہ خدمات دینے پہ ہدیۂ تبریک پیش کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔

۳۔ انجمن سادات قریش ہردوئی، اور انجمن اتحاد و ترقی سادات قریش نگینہ کے الحاق کا معاملہ پیش ہونے پر سیکرٹری صاحب نے ایک استصواب کے جواب میں کہا۔ کہ مرکزی جماعت کے دستور العمل کی ایک ایک کاپی اور مطلوبہ کاغذات دونوں جماعتوں کو بھجوائے جا چکے ہیں۔ اول الذکر انجمن کے انتخاب، عہدیداران کی فہرست طلب کی گئی تھی۔ لیکن ہنوز موصول نہیں ہوئی۔ ثانی الذکر انجمن کی طرف سے کوئی مزید رپورٹ نہیں آئی۔ لہذا تجویز ہوا۔ کہ آئندہ اجلاس تک انتظار کی جائے۔ اور الحاق کی تجویز معرض التوا میں رہے۔

۴۔ ۱۹، درخواست ہائے ممبری پیش کرتے ہوئے سیکرٹری صاحب نے کہا۔ کہ ان میں پانچ وہ درخواستیں بھی شامل ہیں۔ جو ۲۰ اپریل کے اجلاس میں پیش ہو کر بدیں وجہ زیر غور رکھی گئی تھیں۔ کہ مطلوبہ کاغذات اور نقول نسب نامجات ان کے ساتھ شامل نہیں ہیں۔ امیدواران کو مجلس کے منشاء اور فیصلہ سے مطلع کر دیا گیا۔ لیکن ہنوز جواب موصول نہیں ہوئے۔ باقی ۱۴ نئی درخواستیں ہیں۔ جن میں ۱۲ مصدقہ ہیں اور کاغذات باقاعدہ شامل ہیں۔ پیر نور الہی سکنہ منٹگمری اور قاضی عبدالکریم صاحب سکنہ شام چوراسی کی درخواستیں نامکمل ہیں۔ بحث و تمحیص کے بعد پہلی پانچ درخواستیں داخل دفتر کر دی گئیں۔ بارہ منظور کر لی گئیں اور متذکرہ دو سے کاغذات طلب کرنے کی ہدایت ہوئی۔

۵۔ قریشی فضل الرحمن صاحب بی اے (آنرز) سکرٹری انجمن قریشیان صوبہ بہار کا ایک مکتوب جس میں اسلامی جماعتوں کے افتراق و تشتت کو ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف قرار دیتے ہوئے اتحاد و اتفاق سے کام لینے کی تحریک کی گئی تھی۔ اور "ندوۃ القریش" کو من حیث الجماعت آواز اٹھانے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ پڑھا گیا۔ تبادلہ خیالات کے بعد حسب ذیل رزولیوشن پیش ہوا۔ جو باتفاق رائے منظور ہوا۔

"ملک کی اسلامی جماعتوں کی کشمکش ملت اسلامیہ کے نقصان کا موجب ہے۔ اس سے افتراق و تشتت کی خلیج وسیع ہونے کا امکان ہے اور . . . .

. . . .

. . . . ۔ اب جبکہ دشمنان اسلام ہر ممکن طریق سے اسلامیان ہند کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ اجلاس احرار، خاکسار اور دیگر اسلامی

جماعتوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ ملی مفاد کے پیش نظر مسلم لیگ
میں مدغم و مخلوط ہو کر متفقہ و متحدہ مساعی سے کام لے کر
عند القوم مشکور و عند اللہ ماجور ہوں"۔

۶- پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی قریشی فرید پوری کا
مکتوب جس میں آپ نے اپنے والد محترم کی وفات کی اطلاع
دی ہے پڑھا گیا۔

پیر علی احمد صاحب موصوف "القریش" کے قدیم معاون
اور ندوۃ القریش کے محرک اول ہیں۔ قوم کے اصلاحی امور میں
آپ کو گہرا شغف ہے۔ قوم کے ارتقائی معاملات میں آپ عملی حصہ
لیتے رہے ہیں۔ فاضلکا کے شاندار اجلاس کے انعقاد میں آپ
کا بہت بڑا حصہ ہے۔ استقبالیہ کمیٹی کے اولین سکرٹری
آپ ہی تھے۔ قومی مفاد کیلئے آپنے مختلف مواقع پر دورے
کی تکالیف برداشت کیں۔ آپ کے والد بزرگوار پرانی وضع
کے نیک سیرت فرشتہ خصلت بزرگ تھے۔ آپ کے دل
میں قومی درد کا ایک دریا موجزن تھا۔ (مجھے آپ سے ذاتی
تعارف کا فخر حاصل تھا۔ مرنجان مرنج، حسن اخلاق کے مجسمہ
اور وضعدار بزرگ تھے۔ آذوق)

آپ کی وفات قومی نقصان کے مترادف ہے۔ حاضرین
نے مرحوم کے لئے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل
کی دعا کی۔

۷- قریشی عبدالخالق صاحب علوی انبالوی کی تحریک
پر ان صاحبدل حضرات کا شکریہ ادا کیا گیا۔ جنہوں نے کاغذ
کی پریشان کن گرانی کے پیش نظر اپنے قومی جریدہ کی ماہوار
مالی اعانت کا اقدام فرمایا ہے۔ قریشی محمد ایزد بخش صاحب
ہاشمی منشی فاضل انسپکٹر ریلوے اس نیک تحریک کے محرک
ہیں۔ اس لئے ان کی خدمت میں بخلوص ہدیۂ تبریک پیش
کیا گیا۔ علوی صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ کہ القریش کی
امداد قوم کی اعانت کے مترادف ہے۔ لہذا ہر بہی خواہ
قوم کا فرض ہے کہ اپنے اس اصلاحی آرگن کو جاری رکھنے
کے لئے امکانی مساعی عمل میں لائے۔

۸- سیکرٹری صاحب کی تحریک اور حاضرین کی متفقہ تائید
سے قریشی جلال الدین صاحب رئیس بیرسٹر ایٹ لا دکے
اعزازی خطاب پر جو انہیں حکومت کی طرف سے گذشتہ
دنوں عطا ہوا ہے۔ بالفاظ ذیل رزولیوشن منظور ہوا۔

یہ اجلاس محترم قریشی جلال الدین صاحب رئیس اعظم
بیرسٹر ایٹ لا حصار کو حکومت کی طرف سے "خانصاحب"
کا معزز خطاب ملنے پر ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہے
اور حکومت کی اس قدردانی پر طمانیت کا اظہار کرتا ہے۔
خانصاحب موصوف سے امید کرتا ہے۔ کہ قوم کے اصلاحی
و ارتقائی امور میں کارکنان "ندوۃ القریش" کے ممد و معاون
ثابت ہو کر عند القوم مشکور ہوں گے"۔

انا للہ

کرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کی نانی
صاحبہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۱ء کو بوقت صبح بمقام چک ملتانی
(جالندھر) دار بقا کو رحلت کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مرحومہ حاجیہ تھیں، میری
والدہ کے سوا ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ والدہ ام ۱۹۱۴ء
میں رہگرائے عالم جاودانی ہوئیں۔ محترمہ نانی صاحبہ نے مجھے
پرورش کیا اور شفیق والدہ کی طرح مجھے پالا پوسا۔ ان کی
وفات میرے انتہائی قلق و اضطراب کا سبب ہوئی۔

اور میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ میری والدہ اب فوت ہوئی ہے۔ آہ جن کی دعائیں ہر وقت میرے شامل حال تھیں وہ مجھے داغ جدائی دے گئیں، خدا مرحومہ کو جنت الفردوس عطا کرے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ (اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحومہ کو مغفرت عطا کرے آمین

ایڈیٹر)

متمولین قوم کی بے حسی

کاغذ کا نرخ بہت تمام بڑھ رہا ہے اور القریش کی اشاعت گھٹ رہی ہے۔ یہ وقت تھا کہ بہی خواہان قوم دست اعانت بڑھاتے اور بذل اشتراک سے اصلاحی صحیفہ کو جاری رکھنے میں ممد و معاون ہوتے لیکن ہو یہ رہا ہے کہ معتمدر، رؤساء اور صاحب ثروت حضرات تین روپے سالانہ یا چار آنہ ماہوار کے لئے سلسلہ تعاون قطع کرتے چلے جا رہے ہیں۔ مئی گذشتہ کے تذکرہ برادری میں "تین متمول" کے تحت نہایت افسوس کے ساتھ واپسی وی پی کا ذکر کیا گیا تھا لیکن اب معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ وبا عام ہو گئی ہے۔ اور متمولین نکر فرداً میں گھٹے جا رہے ہیں۔ جولائی میں نو متمولین کے نام وی پی بھجوائے گئے تھے۔ جن میں صرف تین کی قومی حمیت بروئے کار آئی۔ باقی چھ حضرات تین روپے ادا کرنے کے متحمل نہ ہو سکے۔ اور وی پی واپس آ گئے۔ جنہیں قوم کے مفاد و نفاد سے کوئی سروکار نہیں۔ قوم کے لئے ان کا عدم وجود برابر ہے۔ قادر و توانا کو اگر القریش کا جاری رکھنا منظور ہے تو کشائد بہ فضل و کرم دیگرے، مگر ہمیں اس تمول پر بیحد افسوس ہے۔ اور یہ ثروت و دولت کسی

کام کی نہیں۔ جس کا قوم و ملت کے اصلاحی و ارتقائی امور میں کوئی حصہ نہ ہو۔ ایسے حضرات کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ:۔

اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

یہ کون ہیں؟

پچھلے دنوں لاہور سے ایک خط موصول ہوا تھا ہر چند غور کے باوجود ہمیں کاتب کی شخصیت و حیثیت کا پتہ نہیں چلا۔ ناظرین میں سے کوئی صاحب راقم خط کو پہچانتے ہوں تو مطلع کر کے مشکور کریں۔ لکھا ہے۔

"میں عنقریب شملہ سے واپس آیا ہوں۔ مجھے اپنے پرائیویٹ سکرٹری مسٹر گوپال کرشن تلواڑ سے یہ سنکر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے اس کی چٹھی کا جواب نہیں دیا۔ جس میں اس نے میری آمد کے متعلق تحریر کیا تھا، نیز اس امر کا ذکر کیا تھا۔ کہ کسی قریبی تاریخ کو "ندوۃ القریش" کے جملہ نمائندگان کا ایک اجلاس بلایا جائے۔ اور مجھے بھی اس کی اطلاع دی جائے۔ تاکہ میں شامل ہو سکوں"

اس شان یکتائی کے اظہار کے بعد آپ تحریر کرتے ہیں۔ کہ:۔

"ہٹلر نے امن کی زندگی کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ اور ہر انصاف پسند انسان کا پہلا فرض ہے۔ کہ وہ ہر اس قوم کی ہاں میں ہاں ملائے جو ان کی حفاظت کے لئے سر بکف ہو کر میدان میں آ کودی ہے"

انصاف اور امن کا بہترین داعی اسلام کا پجاری (بقیہ پر ۱۹)

واقعات و حوادث

مرکزی کونسل کی توسیع نے سیاسی جماعتوں میں ایک خلفشار پیدا کر دیا ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ اور کانگریس کو شکایت ہے کہ یہ توسیع ان کی مرضی کے خلاف کی گئی ہے۔ اور دونوں جماعتوں کے بعض ممبران اپنی اپنی جماعتوں کے اصول و آئین کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کونسل میں شامل ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔ مسلم لیگ کے اکثر اراکین اور خیر اندیش ممبر آئین شکن ممبران کے خلاف تادیبی کارروائی پر زور دے رہے ہیں۔ مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کی طرف سے اعلان بھی ہو گیا ہے۔ کہ ۲۴ر اگست کو بمبئی میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوگا۔ عام خیال ہے کہ اس میں کونسل میں جانے والے مسلم لیگی ممبران کے متعلق بحث ہوگی۔ اس سلسلہ میں پنجاب اسمبلی کے مسلمان ارکان اور مسلم لیگ کے معتمد ممبران کا ایک اجلاس منعقد ہو چکا ہے۔ جس میں تجویز کیا گیا ہے۔ کہ نواب صاحب ممدوٹ کی قیادت میں ایک وفد قائد اعظم کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ ہندوستان کا غیر مسلم پریس اس پر بغلیں بجا رہا ہے۔ چنانچہ پرتاپ کہتا ہے۔ کہ:-

"کچھ مسلمان ایمانداری سے مسٹر جناح کے ساتھ ہو سکتے ہیں اور کچھ سر سکندر کے۔ لیکن کچھ بے پیندے کے لوٹے ایسے ہیں جو مسٹر جناح کے ساتھ ہیں نہ سر سکندر کے اور دونوں کے ساتھ بھی ہیں۔ انہیں دونوں پر مکمل اعتماد ہے۔ حالانکہ ان میں بعد المشرقین ہے۔ درحقیقت ان کا کوئی دین و ایمان نہیں۔ ہے تو پیسہ۔ قوم جائے بھاڑ میں انہیں اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔ مسٹر فضل الحق مسٹر جناح کو چیلنج دے رہے ہیں اور مسٹر صدیقی کی صدارت میں کلکتہ کے مسلمان دونو پر اپنے اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں۔ کوئی بتائے کہ ان لوگوں کا دین و ایمان کیا ہے۔"

ہندوستان کے طول و عرض میں مختلف اسلامی جلسوں میں قائد اعظم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے۔

ایک اخباری اطلاع مظہر ہے کہ مسٹر گاندھی وائسرائے سے ملاقات کی تدبیر کر رہے ہیں۔ سکھوں میں اپنی نیابت کے لئے ہل چل مچی ہوئی ہے۔ وہ بھی کئی سبھائیں رچا چکے ہیں۔ اور دھواں دھار تقریروں میں صدائے احتجاج بلند کر چکے ہیں۔

دارالامرا لندن میں ہندوستانی مسائل پر جو بحث ہوئی اس میں ایک لبرل امیر نے کہا۔ کہ :-

"آزاد ہندوستان کی طرف بڑھنے کا طریقہ یہی ہے کہ صوبائی حکومتوں کو مزید توسیع دی جائے۔ بجائے اس کے مرکز میں ایک مضبوط حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔"

اس سلسلہ میں ایک نیشنل امیر نے کہا۔ کہ

"مجھے ان تبدیلیوں پر بہت تعجب ہوا۔ ہمیں بتایا تو یہ گیا تھا۔ کہ جب تک سیاسی جماعتیں اپنے اختلافات کو ختم کر کے کسی سمجھوتہ پر نہیں پہنچ جاتیں۔ اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امید رکھنی چاہیئے تھی۔ کہ ان مسائل کا حل

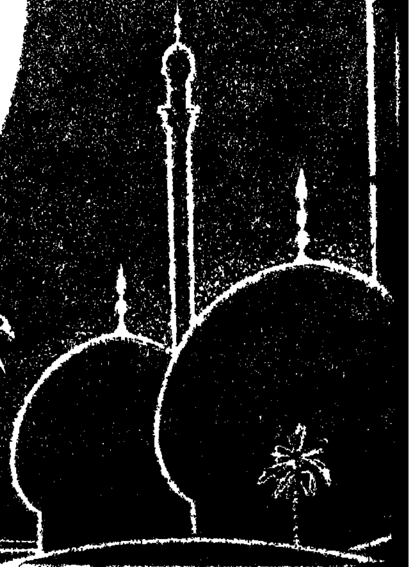
سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



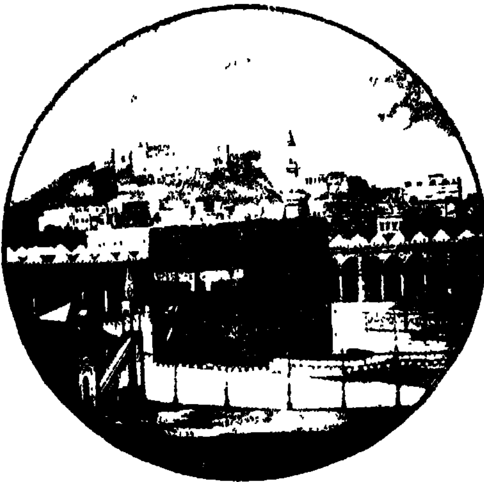
القریش

امرتسر





ایڈیٹر — محسن القوم محمد علی صدوق



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"القریش" امرتسر

اکتوبر ۱۹۴۱ء
رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

جلد ۲۸ —— نمبر ۱۰

خطرہ

(نتیجۂ فکر جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی)

آج ہر فردِ بشر ہے جانِ من خطرے میں ہے
جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں وطن خطرے میں ہے

جان کے لالے پڑے ہیں اور تن خطرے میں ہے
مختصر یہ ہے کہ ہر موئے بدن خطرے میں ہے

دم بخود تنظیم ہے تو سنگٹھن خطرے میں ہے
شیخ سہما جا رہا ہے برہمن خطرے میں ہے

اُس طرف غیروں کی نظریں ہیں فراتؔ و دجلہ پر
اس طرف یہ وادیٔ گنگ و جمن خطرے میں ہے

کوئی اب گرجے کو بھی محفوظ کہہ سکتا نہیں
پادری تشویش میں ہے اور نن خطرے میں ہے

پہلے تو خطرہ کفن چوروں سے تھا ہر فرد کو
اب کفن چوروں کی اپنی انجمن خطرے میں ہے

دہریت کے زہر سے مسموم ہے ساری فضا
تیری دُنیا اے خدائے ذوالمنن خطرے میں ہے

آج دنیا میں نظامِ نو کا چرچا ہے مگر
اس نظامِ نو سے آئینِ کہن خطرے میں ہے

جمع جس کو عمر بھر کرتا رہا سرمایہ دار
خوبیٔ قسمت تو دیکھو اب وہ دھن خطرے میں ہے

جس کے نغمے گونجتے تھے طول و عرضِ ملک میں
آجکل وہ محفلِ شعر و سخن خطرے میں ہے

جو بھی اس دورِ ستم پرور میں آتا ہے نظر
نوجوان و طفل و پیر و مرد و زن خطرے میں ہے

فصلِ گل جانے لگی آنے لگا دورِ خزاں
آشیاں کا ذکر کیا سارا چمن خطرے میں ہے

مردِ محبوب ہے جو کھیلتا ہے موت سے
حق تو یہ ہے زندگانی کی پھبن خطرے میں ہے

شذرات

قومی جرائد کا انجام

کسی خاص فرقہ یا قوم سے تعلق رکھنے والے مخصوص مقاصد کے جرائد کا انجام قابل صد ستائش خدمات کے باوجود بھی بخیر نہیں ہوتا۔ قوم کو مغاک ضلالت سے اُبھار کر گریوۂ عروج و ارتقا پر لانے کے لئے اسکی مساعی خواہ کتنی ہی قابل قدر کیوں نہ ہوں قوم کی خاطر میں نہیں آتیں۔ اور بعض اوقات تو یوں بھی ہو جاتا ہے۔ کہ حاسدوں کی ایک جماعت پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے ہو لیتی ہے۔ اور اس وقت تک اپنے نیک عزائم سے باز نہیں آتی۔ جب تک کہ قوم اور قوم کے اصلاحی ادارہ کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی جائے۔

"کشمیری میگزین" کی احسن ترین خدمات دنیا جانتی ہے، "آل انڈیا کشمیری کانفرنس" اسی کی کاوش و کوشش کا ثمر شیریں تھا۔ لیکن اسے بند ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ کانفرنس ختم کر دی گئی۔ اب کشمیریوں میں اصلاح و فلاح کے وہ چرچے نہیں، اِنَّا لِلّٰہِ،

"کشمیر" اٹھا، کچھ برق آسا رواں دواں رہا۔ بڑھا، چڑھا، لیکن پھلنے پھولنے سے قبل اس کی گردن دبانے کی صورتیں پیدا کر دی گئیں۔ چنانچہ اسے بھی گہری نیند سلا دیا گیا۔

"مسلم راجپوت" جاری ہوا، قوم کی اصلاحی ضرورتوں کے پیش نظر ایک انجمن قائم ہوئی۔ جلسے ہوئے مقتدرین قوم میدان عمل میں آئے۔ تو فوراً ایک جماعت مدمقابل آ گئی، ایک اور "مسلم راجپوت" پیدا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب مٹ گئے اور مسلم راجپوت برادری وہیں کی وہیں رہ گئی،

"بلوچ" "گل سادات" - "ارائیں میگزین اور الراعی" "افغان گلے زئی"، "وزیر اول گزٹ" وغیرہم کئی رسائل و جرائد اصلاحی اغراض لے کر اٹھے۔ اور افراد قوم کی بے التفاتی و بے اعتنائی کی نذر ہو گئے۔ بڑے بڑے کارنامے بھی انکی زندگی کا سہارا نہ بن سکے۔ قوموں نے ان کی قیمتی خدمات کو یوں اس طرح مسخ کر کے رکھ دیا۔ کہ کوئی نشان تک باقی نہ رہنے پایا۔ سلطان العلوم اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کا شاہانہ لطف و کرم شامل حال نہ ہوتا تو سادات قریش کا اصلاحی آرگن "القریش" بھی عرصہ سے مٹ گیا ہوتا۔ اب گرانیٔ کاغذ کی مصیبت میں زندہ دلان قوم کی حمیت و حمائت کے امتحان کا وقت آیا۔ تو دیکھ لیا۔ کہ یہاں بھی بے حسی کا وہی خمار طاری ہے۔ خدمات جلیلہ کا اعتراف ہونے کے باوصف وابستگان "القریش" صمت و سکوت کی اوڑھنی میں دبکے ہوئے ہیں۔ اور اس آڑے وقت میں زراعانہ تو خیر زربدل کی ترسیل میں بھی ہچکچاہٹ سی محسوس کر رہے ہیں خدا انجام بخیر کرے آمین!

حوادث جنگ

گذشتہ دو سال سے سلاطین یورپ تلاطم خیز حوادث سے دوچار ہیں، جرمنی کا ڈکٹیٹر خونخوار بھیڑیئے کی طرح اٹھا اور دنیا کے خرمن امن پر فتن و فساد کی آگ برساتا چلا گیا۔ کتنی مخلوق موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔ کتنے قریئے قصبے اور شہر تباہ و برباد ہو گئے۔ سلاطین پایۂ تخت چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اس آشوب جو ہوش کی وجہ سے کتنی راحت و عشرت پسند ہستیاں بے خانماں ہو کر بے کسی و بے بسی میں زندگی کی تلخ گھڑیاں گذار رہی ہیں اور نہیں کہا جا سکتا۔ کہ

آئندہ کس سے کیا کچھ ہونے والا ہے۔

ممالک اسلامیہ میں سے "ایران" کو خواہی نخواہی اس انقلاب انگیز طوفان سے دوچار ہونا پڑا۔ جس کے نتیجہ میں تاجدار دولت ایران اعلیٰحضرت رضا شاہ پہلوی تخت و تاج سے جدا ہونے پر مجبور ہوئے۔ ان پر نقدی اور جواہرات اپنے نام جمع کرا رکھنے کا الزام لگایا گیا۔ اسی سلسلہ میں بندر عباس میں آپ کے سامان کی تلاشی بھی ہوئی۔ اور سامان کی فہرست بھی بنائی گئی۔ اب آپ حکومت انگلستان کی اجازت سے جزائر میں زندگی کی تلخ گھڑیاں بسر کر رہے ہیں۔ دو ماہ قبل آپ ایک اقلیم کے تاجدار تھے۔ اور اب؟ "تلک الایام نداولہا بین الناس"۔ ہندو پریس اور بعض دیگر عاقبت نااندیش لوگ ایران کے اس انقلاب پر بغلیں بجا رہے ہیں۔ اور مسرت و شادکامی کا اظہار کرتے ہوئے جامے میں نہیں سماتے۔ کوتاہ اندیشی سے ان کی نگاہ قدرت کی نیرنگیاں دیکھنے سے قاصر ہے۔ ورنہ یہ کوئی مقام تفاخر نہیں۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ

(غرور کر - اترا کر نہ چل۔ تکبر اور شیخی کرنے والے کو اللہ دوست نہیں رکھتا) قرآن پ ۲۱ ۲/۱۱

ہندوستان کا سیاسی مد و جزر

حالات کے تغیر اور واقعات کے مد و جزر سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ سیاست ہند میں پھر ایک انقلاب آنے والا ہے کانگرسی خیمہ میں ایک طوفان خیز ہیجان ہے۔ جو اس انقلاب کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کانگرس وزارتیں سنبھالنے کیلئے مناسب تدابیر سوچ رہی ہے۔ مسٹر ٹولیپائی مسٹر ستیہ مورتی اور مسٹر آصف علی نے وار دھا کے ساحر کو مسحور کر لیا ہے۔ وہ کچھ نیم رضا مند معلوم ہوتا ہے۔ پنڈت جواہرلال نہرو اور مولانا آزاد کے خیالات و افکار سے بھی واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے۔ ستیہ گرہ کی ناکامی نے کانگرس کے ارباب حل وعقد کو بساط کا رخ بدلنے کیلئے مجبور کر دیا ہے۔ اگر کانگرس برسر اقتدار آگئی۔ تو تلافی مافات اس کا اولین فرض ہوگا۔ جس سے سیاست ہند میں حیرت انگیز انقلاب ہوگا۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے،

آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانان ہند کی وہ نمائندہ جماعت ہے۔ جسے سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کا اعتماد کامل حاصل ہے۔ حالات کی نزاکت اور واقعات کی رفتار کے پیش نظر اس جماعت کی مجلس عاملہ اور کونسل کا اجلاس ۲۶ اکتوبر کو دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں صدر امریکہ اور وزیر اعظم انگلستان کے اوقیانوسی منشور کی روشنی میں ہندوستان اور مسلمانان ہند کے مستقبل پر غور کرنے کے علاوہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طے شدہ حکمت عملی کا نہایت واضح اعلان کرنے کیلئے ایک کھلا اجلاس بلانے کی تجویز کی جائے گی۔ ان حالات میں مسلم لیگ ایک راہ پر گامزن ہونے کیلئے مجبور ہوگی۔ جس سے سیاست ہند میں اہم انقلاب رونما ہو جائیگا۔

ہندو سبھا والے بڑے گرم مزاج واقع ہوئے ہیں۔ ان حالات میں خاموش رہنا ان کی عادت کے موافق نہیں۔ لہذا نئے جال لائے پرانے شکاری کے مصداق ساورکر صاحب نے نئی دہلی میں نئے انداز میں ایک تقریر کی ہے۔ جس میں پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ "یہ خیال کرنا غلط ہے کہ پاکستان کسی تیسری پارٹی کی اختراع ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے مطالبہ تقسیم ہند کی ذمہ داری کانگرس کی حکمت عملی پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ کانگرس نے کبھی ایک دفعہ میں مسلمانوں کی جارحانہ روش کی مذمت نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ پر

تذکرہ برادری

کاغذ کی گرانی اور عدم دستیابی نے موقت الشیوع جرائد میں قیامت برپا کر رکھی ہے۔ گذشتہ اشاعت کے افتتاحیہ میں "قحط القرطاس" کے تحت اپنی مشکلات پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ مزید صراحت کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام میں سے بعض دردمندان قوم کے دل متاثر ہوئے اور انہوں نے اپنے فرض کا احساس کرتے ہوئے دست اعانت بڑھایا جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔ لیکن جن پر توقع تھی۔ جن سے کچھ امیدیں وابستہ تھیں۔ جنہیں اس اپیل میں مخاطب کیا گیا تھا۔ ان کا سکوت اور مضبوط ہو گیا۔ حالانکہ سوا سو روپے کا یہ مطالبہ ان دس حضرات کے معمولی اشارے پر پورا ہو سکتا تھا۔

کاغذ کا نرخ دمبدم بڑھ رہا ہے۔ اور نایاب بھی ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اشاعت بھی آٹھ ہی صفحہ پر مشتمل ہے کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ نومبر کا "القریش" اسی حالت میں بحیثیت میں صوری و معنوی خوبیوں کے ساتھ شائع ہو۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہماری مساعی بار آور ہونگی۔ آپ کی دعائیں ہمارے شامل حال رہنی چاہیئے۔ اور اگر کچھ توسیع اشاعت کے سلسلے میں یا کسی دوسری صورت میں آپ ہمارا ہاتھ بٹا سکتے ہوں تو دریغ نہ کریں۔ وما اللہ بتوفیق!

خطوط و مراسلات

ستمبر کی اشاعت کے بعد جو خطوط موصول ہوئے ان کا مختصر حصہ قارئین کرام کی واقفیت کیلئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں،

۱- ستمبر کا ایڈیشن دیکھ کر تو میں حیران ہی رہ گیا۔ میں سمجھا کہ آپ نے کوئی اشتہار بھیجا ہے۔ اگر یہی لیل و نہار رہیں تو خدا حافظ، واقعی قحط القرطاس کے اس دور میں بڑے بڑے کثیر الاشاعت اخبارات کے مالکوں کا پتہ پانی ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کا حامی ہو اور قوم کے متمول صاحب ثروت اور اہل زر حضرات کو اس نازک دور میں مالی اعانت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۲- پیر غلام الثقلین صاحب ہاشمی بسوہ دار تحریر فرماتے ہیں۔

ستمبر کا "القریش" آٹھ صفحہ میں "قحط القرطاس اور القریش" پر دردناک مقالہ، اور "عزورد اپیل" کے تحت موثر الفاظ کے بعد خواجہ فیض لدھیانوی کی "داستان الم" دردمند قلوب کو سزا دینے کے لئے کافی ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ "القریش" کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ قوم کی گردن اس کے احسانات کے بار سے ہمیشہ ہمیشہ جھکی رہے گی۔ کیا یہ حقیقت نہیں۔ کہ پچیس تیس سال قبل "سادات قریش" کے نام لیوا دیگر اقوام میں مدغم و مخلوط ہونے میں فخر خیال کرنے لگے تھے۔

اقوام عالم کی فہرست سے "قریش" کے نام پر خط نسخ کھینچ دیا گیا تھا۔ قریشی کہیں "گوندل" اور کہیں "راعی" بن رہے تھے۔ یہ "القریش" کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ کہ آج "قریش" کا زندہ اقوام میں شمار ہے۔ اور وہ اپنے اندر ایک روح تازہ محسوس کرنے لگے ہیں۔ سادات قریش مالی معاونت

سے بھی کچھ ایسے گئے گذرے نہیں۔ پھر "القریش" ایسے آرگن کا گرانی کاغذ سے اسقدر متاثر ہونا موجب حیرت ہے خدا کی قسم یہ حالت دیکھ کر میں عرق ندامت میں غرق ہو گیا۔ قوم کی بے مروتی پر آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے۔ افسوس ہے سوس روپے کی حقیر رقم ارسال ہے قبول فرمایئے۔ توسیع اشاعت کیلئے کوشش کرونگا۔ (شکریہ۔ ایڈیٹر)

۴۔ مولوی عبدالحق صاحب ہزاروی لکھتے ہیں کہ قارئین "القریش" کیا اتنے ہی بے حس ہو گئے ہیں۔ کہ اب ان کا قومی و اصلاحی آرگن کشمکش حیات میں مبتلا ہے۔ اور اس کی پیہم اپیلوں پر کان نہیں دیا جاتا۔ اس قومی حمیت پر جتنا رو دیا جائے تھوڑا ہے۔ پتہ ذیل پر القریش وی پی کردیں مزید کے لئے کوشش جاری ہے۔ (جزاک اللہ۔ ایڈیٹر)

ایک اور نئی جماعت کی تشکیل

قریشی محمد یامین صاحب سہارنپور سے لکھتے ہیں۔ کہ "القریش" کے تذکرہ برادری میں "ندوۃ القریش" اور دیگر قومی جماعتوں کی کاروائیاں نظر سے گذرتی ہیں۔ قریش میں احساس بیداری اور جذبۂ اصلاح و ترقی قابل صد شکر ولائق صد فخر ہے۔ اراکین ندوہ اور کارپردازان "القریش" قوم کی بہترین رہنمائی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قوم کو قدرشناسی کی توفیق عطا کرے۔

سنہ گذشتہ سے یہاں بھی ایک اصلاحی جماعت کے قیام کی تجویزیں ہو رہی تھیں، عدیم الفرصتی مانع رہی، حالات مساعد نہ ہوئے۔ میں یہ اطلاع دیتے ہوئے اب خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ کہ آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید۔ یعنی یہاں بھی "ندوۃ القریش ڈسٹرکٹ کمیٹی" کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل ہو گئی ہے [illegible] عہدیداروں کا انتخاب [illegible] آچکا ہے۔ انتظامی جماعت کے انتخاب کا حق ہر دو حضرات کو قوم کی طرف سے تفویض ہو چکا ہے۔ القریش میں شائع کرکے مشکور کریں۔ مفصل کاروائی پھر ارسال خدمت ہوگی۔

(اللہ تعالیٰ آپ کے عزائم میں استقلال و برکت دے اور قومی خدمت کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ ایڈیٹر)

(ص۳ سے آگے) گویا مسلمانوں کی روش کی مذمت عین خدمت وطن ہے۔ اور ساورکر صاحب اس کیلئے فضا ساعد کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر گوکل چند نارنگ طبیعت سے مجبور ہیں۔ آپ ایک نیا ڈھونگ رچا بیٹھے ہیں، "پنجاب ریجانس سوسائٹی کے نام سے ہندوؤں اور سکھوں کی مشترکہ جماعت" آپ کی صدارت میں قائم ہوئی ہے۔ جو پنجاب کے سیاسی امور پر نگاہ رکھنے، حکومت پنجاب کے منظور کردہ قوانین پر تنقید کرنے، اقلیتوں کی شکایات دور کرنے اور ہر قسم کی طرح کے مقاصد انجام دے گی۔ گویا مسلمانوں کے خلاف یہ ایک منظم محاذ قائم کرنے کی کوشش ہے۔ جس سے سیاست ہند میں محیر العقول انقلاب کی توقع ہے۔

برطانوی ارباب حل وعقد ہندوستان کو مزید اعلانات یعنی آزادی دینے پر آمادہ ہیں۔ لیکن فرقہ وارانہ تفضیلیں کو ختم کرنے کے بعد، مگر ہندوستان کے فرقے اور تفضیلے خدا کی پناہ، اگر یہی بیل دہنار ہیں تو روز قیامت تک ختم نہ ہونگے۔ بہرحال سیاست ہند یہ کا پہلو نمایاں طور پر پلٹا لینے کو ہے۔ دیدہ باید۔

اطلاع:۔ انشاء اللہ تعالیٰ نومبر کا القریش حسب معمول بہترین صورت میں شائع ہوگا۔ جن احباب کے ذمہ چندہ واجب الادا ہے ارسال کرکے اعانت فرمائیں۔ (منیجر)

مُراسلت

اکثریت و اقلیت کا فتنہ

(از پیرزادہ آفاق احمد تبسّم ہمی رہتکی)

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نوگرفتار ہوں

ہندوستان کی ترقی و اتحاد کے بعض پرجوش حامیوں کا خیال ہے۔ کہ فرقہ وارانہ اختلاف کی وہ صورت جو اس وقت موجود ہے۔ اس ملک میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی تعجب ہے کہ جو اہل ملک اس وقت فرقہ وارانہ امتیاز کے سب سے زیادہ حامی ہیں۔ وہ بھی اس خیال سے اتفاق رکھتے ہیں۔ اور ملک کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی ہنگاموں کو جدید اختلافات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ میرا قطعی یقین ہے۔ کہ نہ ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد و اتفاق نے کبھی وہ صورت اختیار نہیں کی جس کی ہم سب کو تمنا ہے۔ اور نہ دنیا بھر کی تاریخ میں کسی ایسے ملک میں جس کی آبادی مختلف الوضع اور مختلف المذہب کے لوگوں پر مشتمل ہو کبھی کامل فرقہ وارانہ اتحاد پیدا ہوا۔ بلکہ میں کہونگا۔ کہ کامل اتحاد کی توقع قوانین فطرت کے صریح خلاف ہے۔

جذبۂ اختلاف، کی تاریخ قدیم کا پتہ لگانے سے پایا جاتا ہے کہ اختلاف کا آغاز فرشتوں سے ہوا۔ جنہوں نے خدائے عزوجل کے ارادۂ تخلیقِ آدم پر یہ اعتراض کیا۔ کہ خداوندا! کیا دنیا میں تو ایسے شخص کو رکھیگا جس سے وہاں فتنہ و فساد برپا ہو اور خونریزیاں پیدا ہوں حالانکہ ہم تیرے ہی نام کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں۔

اس اختلاف کا نتیجہ اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کے شر کا شائبہ تک نہ تھا۔ کیونکہ جب خدائے ذوالجلال نے فرشتوں کو اس کے اسباب و مصالح سمجھا دیئے۔ تو وہ اس بارہ میں اپنی لاعلمی کا عذر و اعتراف کرتے ہوئے خاموش اور رضامند ہو گئے۔ مگر اختلاف کی ایک اور نظیر ہے۔ جو شر اور نفسانیت سے مملو تھی۔ اور جس کا آغاز شیطان سے ہوا۔ جس نے آدم کے سجدہ کے بارے میں کٹ حجتی کی اور خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ جس کی وجہ سے مردودِ بارگاہ ربانی ٹھہرا۔

ان ہر دو واقعات سے اختلاف کی حالت، نوعیت اور حیثیت پر بنظرِ تعمق غور کرنے سے بوضاحت پایا جاتا ہے۔ کہ کونسا شر اور فتنہ و فساد پھیلانے کی سپرٹ اپنے اندر موجود رکھتا ہے۔ اور کونسا اختلاف بے شر اور ترقی و کامیابی بلکہ مقاصد ہستی کے پورا کرنے کے لئے لازمی ہے۔

تمدن اقوام کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے یا آسکتی ہے۔ کہ جوں جوں دنیا کا تمدن بڑھتا گیا۔ مختلف الاغراض مختلف الخیال اور مختلف المذاق قومیں (NATI ONS)

یک دوسرے کو مغلوب کرنے اور اپنی عظمت وطاقت
کے بڑھانے کیلئے باہمہ معروف بیکار ہو گئیں قتل و
خونریزی کا بازار گرم ہوا صفحۂ ہستی پر بے شمار جنگیں وقوع
میں آئیں-جن کے نتیجے میں عام طور پر دو گروہ بن گئے-
ایک حق پر اور ایک باطل پر-

تاریخ بتلاتی ہے کہ بارہا زمانہ کے آلام ومصائب
نصرت وکامرانی کا موجب بھی ہوئے-رامچندر جی کی
جلاوطنی ان کی عظمت وحق شناسی کے اظہار کا باعث
ہوئی- مہابھارت کا جنگ عظیم پانڈؤں کے اظہار جوہر
اور کوروں کی بدنفسی وبدکاری کی سزا کا باعث ہوئی-
آتش نمرود میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی صداقت
وسچائی کا وہ سدا بہار گلزار بنا کہ رہتی دنیا تک سرسبز
رہے گا-یوسف علیہ السلام کی جلاوطنی آل اسرائیل کی
اقبال مندی اور اہل مصر کی ہدایت کا پیش خیمہ ہوئی-
مسیح پر جو مظالم ہوئے سب حق کیلئے تھے-نہ اس لئے
کہ دنیا کو نقصان پہنچے- پیغمبر اعظم جناب محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم اگر مکہ معظمہ سے ہجرت کی زحمت گوارا
نہ فرماتے تو آفتاب توحید کی کرنیں اقصائے عالم میں
نہ جھلکتیں-

پس کفرستان ہند میں زمانہ حال کی ہندو سنگھٹن
اور شدھی اور ہندی پرچار کی جدید تحریکات اسلام
کے لئے کسی حیرت واستعجاب کا موجب نہیں ہو سکتیں
بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ از یاد رفتہ خواب یاد دلانیکا موجب
ہونگی اور ازدیاد اسلام کا باعث-

ظاہر ہے کہ ان تحریکات نے ملکی اتفاق اور باہمی
اعتماد کو بہت بڑی حد تک نقصان پہنچا دیا-اور باہمی
مغائرت ومنافرت کی خلیج کو پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا ہے

مگر بادی النظر میں ان تحریکات کا مقصد مسلم قومیت اور
توحید پر غلبہ حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں پایا جا
سکتا-لیکن اس سے قبل مرہٹہ اور سکھ تحریکات تبدیل
نوعیت کے ساتھ اسلام کے خیال جس شدت سے انہیں
اور جس تیزی کے ساتھ اسلام کی دشمنی کی اگ میں جلکر
بھسم ہو گئے ہیں-ان کا اندازہ کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے
کہ ؎

ہمارے مٹانیوالے نہ خود ہی مٹ جائیں آخر اکیدن
کہ بارہا ہم نے یوں بھی ہوتے ہے چرخ کا انقلاب دیکھا

یہ اظہر من الشمس ہے کہ آٹھ سو سال تک اسلام
کا فاتحانہ پرچم پوری شان وشوکت کے ساتھ سرزمین
ہند پر لہرایا گیا اور ہندو حکومت کو پلٹ دینے
اور ملک پر قابض ہو چکنے کے باوجود سوائے اس کے
کہ رعایا سے ملکی خراج لیا جائے- ان کے مذہب کے
ساتھ تعرض نہ کیا گیا- اور ان کی قومی ہستی برقرار رکھی
گئی-جس کے نتیجہ میں آج وہ بائیس کروڑ سے زیادہ
کی تعداد میں موجود ہیں-

جب زمانہ نے پلٹا کھایا اور تاریخ کا ایک نیا باب
شروع ہوا تو قسام ازل کے دفتر سے ہمارا نوشتۂ
تقدیر یوں نکلا-کہ ہم اور عہد اسلام کی وہ دیرینہ
مفتوح اور محکوم قوم دونوں باعتبار محکومیت مساوی الزمہ
حالت پر آجائیں-جس پر ہم راضی برضا ہیں-کیونکہ ؎

ازل سے ہوتے آئے ہیں دنیا میں انقلاب
اک طرح پر کسی کا زمانہ رہا نہیں
ہم بھی اگر زمانہ کی گردش میں آ گئے
تقدیر وبخت وچرخ سے کوئی گلہ نہیں
گر سلطنت گئی تو گئی کیا مضائقہ

کیا اس بغیر کوئی جہاں میں جیا نہیں
برسوں رہے ہیں ہم پہ کرم ہائے کردگار
اک بے رُخی پہ روٹھنا شرط وفا نہیں

لیکن اس وقت ہمارے اور اس قوم کے درمیان قلیل التعداد اور کثیر التعداد کے حقوق کی تعین اور حفاظت کا محیر العقول مسئلہ پیش آچکا ہے۔ جس میں ہماری قومی بقا دفنا کا راز مضمر ہے۔ اس لئے ہم غیر کو اپنے حقوق کی غاصبانہ دستبرد کے لئے اجازت نہیں دے سکتے اور چاہتے ہیں۔ کہ بہر نہج اپنی جداگانہ مسلم ہستی کو برقرار و قائم رکھیں جو کہ ہمارا طغرائے امتیاز ہے۔

قلیل التعداد ہونے کے باوجود ہم نے فراخ حوصلگی کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ کیونکہ ایک ہزار سال سے ہندوستان کو ہم اپنا وطن اور مستقل دار الاقامت قرار دے چکے ہیں۔ اس لئے ہماری قوم اور شہری ذمہ داریاں تمام مناسب اور جائز ملکی مسائل میں کسی دیگر قوم سے کم نہیں۔ مگر اس دوستی کے نتیجے کی جب پڑتال کی جاتی ہے تو نہائت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ؎

دل دیا، مال دیا، پیار کیا ان کو مگر
ان بتوں کو وہی کاوش ہے میرے دین کیسا

حالانکہ کوئی عقلمند اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستان کی فلاح و بہبود کا دار و مدار ان دونوں قوموں کے باہمی اتفاق پر ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جسقدر اتفاق کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ بھی نظر آتا جاتا ہے۔ کہ سچے اتفاق کا ہونا دشواری کی حد سے متجاوز ہو کر غیر ممکن کی حد تک پہنچ رہا ہے۔ اور یہ شرمناک بات ہے کہ باہمی تصادم کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ جن کی روک تھام اگرچہ گورنمنٹ کی جانب سے کی جا رہی ہیں۔ مگر ہمارے لئے من حیث القوم باعزت زندگی بسر کرنیکا سوال روز بروز زیادہ اہمیت کے ساتھ قابل غور اور واجب الطے ہو رہا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ ایک امر ظاہر ہے۔ کہ باعتبار اپنی اکثریت دولت اور تعلیم کے اس بات کا استحقاق خیال رکھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ ان کی خواہشات کو پورا کرنے پر مجبور ہو اور جو کچھ ان کو دے وہ انکی قوت و عظمت کا حق ہے۔ اور ہماری علمی و اقتصادی کمزوریوں کا مآل کار یہ ہے کہ گورنمنٹ جو کچھ ہم کو دے وہ اسکی فیاضی اور مہربانی ہے۔ بلکہ بالفاظ دیگر کہا جا سکتا ہے کہ کسی اچھے نوکر یا نیک غلام کو انعام دینے کے مترادف،

مگر غور طلب یہ ہے کہ باضابطہ جمہوری سلطنتوں میں بمقابلہ "مہربانی اور انعام" کے حقوق کا زیادہ لحاظ اور خیال کیا جاتا ہے۔

پس اندریں حالات اگر ہم زیادہ مستعدی اور زیادہ امن پسندی کے ساتھ علمی قابلیت و صلاحیت کے پیدا کرنے تجارت میں اپنی حالت کو سنبھالنے اور اقتصادی پہلو میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش نہ کریں۔ اور "بھیک مانگنے" کی پالیسی اختیار کر کے ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ کے مذاق سے دور رہتے جائیں۔ جس کے سایہ میں ہمیں اپنی قومی زندگی بسر کرنا ہے تو پھر سوچنا چاہیئے کہ ہمارا مستقبل کیا ہوگا ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق
او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

عذر قلیل الاشاعت جرائد کیلئے کاغذ کی بہم رسانی ایک مصیبت ہے۔ اسی سبب القریش تاخیر سے شائع ہوا ہے۔ (مینجر)

منیر ہند پریس واقع لال بازار امرتسر میں محمد علی روق پرنٹر و پبلشر نے باہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقع شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر محمد علی روق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"القریش" امرتسر

نومبر ۱۹۴۱ء
شوال ۱۳۶۰ھ

جلد ۲۸ ——— نمبر ۱۱

شذرات

اپیل

اخباری کاغذ کی تشویشناک گرانی اور عدم دستیابی پر متعدد شذروں اور افتتاحیوں میں قارئین کرام کو توجہ دلائی جا چکی ہے۔ لیکن ان کا نتیجہ صدائے برنخواست کے سوا کچھ نہیں ہوا۔ معدودے چند بہی خواہانِ قوم نے اس اہم ضرورت کی جانب توجہ معطوف کی اور بس!

اب جبکہ قحط القرطاس کے سبب کثیر الاشاعت سے کثیر الاشاعت روزنامے سرمایہ دار جرائد اور بے پناہ ذرائع آمدن رکھنے والے اخبارات دم توڑ رہے ہیں۔ القریش ایسے قلیل الاشاعت اور بے بضاعت ماہنامہ کا جاری رہنا بعید از قیاس ہو رہا ہے قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے احباب اور "القریش" کی خدمات جلیلہ کے معترف حضرات کا فرض ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ اس ضرورت کا احساس کرتے اور "القریش" کو جاری رکھنے میں بکشادہ دلی مالی اعانت کرتے، قارئین کرام سے قوم کے نام پر مخلصانہ اپیل ہے۔ کہ وہ ہمارے ان شذروں اور نوٹوں کو بغور مطالعہ فرماویں۔ اور قومی مفاد کے لئے قومی جریدہ کو جاری رکھنے کیلئے توسیع اشاعت میں تابحد امکان سعی کرنے کے علاوہ مالی امداد سے ہماری دستگیری کرنے سے دریغ نہ کریں۔

بعض احباب کی رائے ہے کہ "القریش" کو بہر صورت جاری رکھنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ آٹھ صفحہ کا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ عین دور اندیشی ہے۔ لیکن پھر بھی قارئین کی حمایت و اعانت لازمی و لابدی ہے۔ کچھ آپ ہمت کریں اور کچھ ہم کوشش کریں گے۔ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ قادر و توانا کے ہاتھ ہے اور وہ کسی کی محنت اور سعی و کوشش ضائع نہیں کرتا۔

گذشتہ تین چار ماہ میں جن احباب کے وی پی واپس آچکے ہیں۔ ان کی خدمت میں ہم مکرر وی پی جاری کر رہے ہیں۔ ان کی حمیت قومی کا اقتضا یہ ہے۔ کہ وہ وصول کر کے عند اللہ ماجور و عند القوم مشکور ہوں۔ تین روپے سالانہ کا ایثار قومی مفاد کیلئے کوئی ناقابل برداشت رقم نہیں

وباللہ التوفیق!

سنڈے نیوز کی دریدہ دہنی

امریکہ کے اخبار "سنڈے نیوز" نے ایک آرٹیکل میں پیغمبر عالم روحی فداہ کی شان میں اسقدر گستاخی کی ہے کہ کوئی راسخ العقیدہ مسلمان اسے برداشت نہیں کرسکتا۔ دریدہ دہن اخبار نے لارڈ لوتھان آنجہانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

"خون آشام طبیعت کا مالک ظالم ہٹلر نپولین نہیں بلکہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشابہت رکھتا ہے۔ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بنی نوع انسان کو صرف چند افراد کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے۔ اور ہٹلر کی بھی یہی خواہش ہے"

اس مضمون میں توہین آمیز لب و لہجہ کے علاوہ واقعات کو ایسے غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نویسندہ کو تاریخ سے بالکل مس نہیں۔ اور اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس طرح اور کن حالات میں ہجرت فرمائی۔

اس اخبار نے ساری دنیائے اسلام کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ اور اسلام و سرور دو عالم کی توہین کرکے اپنے خبث باطن کا ثبوت دیا ہے۔ اس سلسلہ میں سر عبدالحلیم غزنوی نے مرکزی اسمبلی میں ایک تحریک التوا پیش کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ "سنڈے نیوز" کے اس مضمون کے خلاف موثر احتجاج کرنے میں حکومت ہند کی غفلت پر بحث کی جائے۔ خدا کرے کہ اس تحریک التوا کا نتیجہ خاطر خواہ مترتب ہو۔

سکندری وزارت کے خلاف سازش

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے آخر ان خفیہ سازشوں کا راز افشا کردیا۔ جو پنجاب میں اندر ہی اندر سر سکندر حیات خاں کی اتحاد پارٹی کی وزارت کا تختہ الٹنے کے لئے کی جا رہی ہیں۔ پنجاب اسمبلی کی اکالی پارٹی اس کوشش میں ہے کہ خالصہ نیشنلسٹ پارٹی کے سکھ ممبروں اور اتحاد پارٹی کے بعض مسلمان اور ہندو ممبروں کو توڑ کر ایک ایسی پارٹی بنالی جائے۔ جو کانگرس پارٹی کی مدد سے نئی وزارت قائم کرسکے۔ نئی وزارت کا بنا لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ صرف ووٹوں کی اکثریت پر موقوف ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اتحاد پارٹی کے مخالفوں میں کوئی درجن بھر یا اس سے بھی زیادہ ایسے لوگ ہیں۔ جو وزیر اعظم بننے کی امنگیں اپنے دماغوں میں لئے پھرتے ہیں۔ اور مخالفین کی اکثریت میں سے ہر شخص اپنے کو کم ازکم وزیر بنائے جانے کا مستحق سمجھتا ہے۔ ان حالات میں نئی وزارت کی تشکیل کچھ مشکل سی نظر آتی ہے۔

پنجاب اسمبلی کے جو دس بیس مسلمان ارکان اتحاد پارٹی کی جگہ اکالی پارٹی کی حکومت قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں جلد سے جلد اپنے عزائم کا اعلان کردینا چاہیئے۔ کیونکہ مسلمانان پنجاب کے لئے ان لوگوں کو جاننا بے حد دلچسپی کا موجب ہوگا دیکھنا یہ ہے۔ کہ پنجاب اسمبلی کا کون سر دیمان پنجاب میں سندھ کے سے حالات پیدا کرکے یہاں کا "خان بہادر اللہ بخش" بننے کی کوشش کرتا ہے۔

جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا ضروری ہے۔ (مینیجر)

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

مکرمی پیر غلام فرید صاحب ہاشمی سیوہارہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" کی قومی خدمات کے پیش نظر قوم کا فرض اوّلین یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اس کی اشاعت بڑھانے کے لیئے اتنی کوشش کی جاتی۔ کہ وہ کم ازکم ہفتہ وار ہو جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جو قوم کی سردمہری، بے اعتنائی پر دال ہے "القریش" کا مفاد عین قومی مفاد ہے۔ لہٰذا ہماری متفقہ متحدہ کوششیں "القریش" کی توسیع اشاعت کیلئے وقف ہو جانی چاہئیں تھیں۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اور اب جبکہ کاغذ کی پریشان کن گرانی اور عدم دستیابی صحافت حاضرہ کے لئے سوہان روح ہو رہی ہے۔ "القریش" کی حمایت و اعانت ہم پر اور بھی واجب ہو جاتی ہے۔ بخلاف اس کے حیرت و تعجب سے سنا جاتا ہے۔ کہ امداد و اعانت کے بجائے دل شکنی کے اسباب پیدا کئے جا رہے ہیں۔ سلسلہ تعاون قطع ہو رہا ہے۔ اور بڑے بڑے وکیل، تھانیدار اور خان بہادر صاحبان تین روپیہ سالانہ کے لیئے منہ موڑ رہے ہیں"

پیر صاحب نے اس مکتوب میں زندہ اقوام کی بیداری پر ایک طویل تبصرہ کرتے ہوئے، اخیر پر نام لیوایان قریش سے پُرزور اپیل کی ہے کہ وہ اپنے قومی جریدہ کو ان صعوبات سے بچانے کیلئے فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے علیٰ قدر حیثیت مالی امداد دیں۔ تاکہ سادات قریش کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ حوادث ارضی سے تہ و تند نہ ہو جائے۔ اور قوم ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونے سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

پیر صاحب نے اپنی طرف سے مبلغ دس روپے کاغذ فنڈ میں ارسال فرما کر تین احباب کے نام اجرائے وی پی کا ایماء فرمایا ہے۔ جس کیلئے ہم آپ کے بدل مشکور ہیں۔ بہی خواہان قوم سے پُرزور اپیل ہے کہ وہ ہماری دردمندانہ اپیل پر عملی توجہ دے کر ممنون القوم مشکور ہوں۔ اور پیر صاحب کی تقلید میں القریش کی اعانت سے ہمیں شکریہ کا موقعہ دیں۔

۲۔ مولانا فیض الحسن صاحب قادری نجیب آبادی مولوی ایزد بخش صاحب (انسپکٹر) کی تحریک کے بے دامن زیر ہونے کا افسوس کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ کہ القریش کی امداد و اعانت ہمارا قومی فرض ہے۔ القریش زندہ ہے تو قوم زندہ ہے۔ خدانخواستہ "القریش" بند ہو گیا۔ تو قوم پھر اسی ورطہ ضلالت میں گر کر رہ جائے گی۔ افراد قوم کو اس اہم ضرورت کی جانب متوجہ ہونا چاہیئے۔ آپ نے دو احباب کے نام وی پی جاری کرنے کا ایما فرمایا ہے۔

قلت گنجائش کی وجہ سے دیگر مراسلات کی اشاعت ملتوی کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ بہی خواہان قوم قومی مفاد کے پیش نظر قحط القرطاس کی مصیبت سے عہدہ برآ ہونے میں ہمارا ہاتھ بٹا کر اپنے ایک اہم فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کریں گے۔ وباللہ التوفیق!

ندوۃ القریش کا اجلاس

"ندوۃ القریش" کی مجلس منتظمہ کا اجلاس حسب معمول

۱۴ر نومبر کی شام کو منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کاروائی تصدیق ہونے کے بعد حسب ذیل رزولیوشن باتفاق رائے منظور ہوئے۔

۱۔ یہ اجلاس خان بہادر خواجہ غلام صادق بیرسٹر، رئیس اعظم امرتسر کے سانحہ ورتحال پر انتہائی رنج وملال کا اظہار کرتا ہے۔ خدائے تبارک وتعالی مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین،

۲۔ یہ اجلاس علامہ مشرقی کی تشویشناک حالت پر جو موصوف کی مقاطعہ جوئی کے سبب سے پیدا ہو گئی ہے فکر واضطراب محسوس کرتا ہوا حکومت سے ان کی رہائی کے لئے پرزور اپیل کرتا ہے۔ اور درخواست کرتا ہے کہ سیاسی اسیروں کی رہائی کے سلسلہ میں خاکسار اور دیگر مسلم سیاسی اسیروں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دے۔

۳۔ یہ اجلاس فرقہ دارانہ فسادات کے اس تواتر کو جو کانپور، بمبئی اور بعض دیگر مقامات پر وقتاً فوقتاً مفسدین کی طرف سے جاری رکھنے کی صورتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ملکی نظام امن کے سراسر خلاف سمجھتا ہوا حکومت سے استدعا کرتا ہے۔ کہ وہ اس کو یکسر ختم کر دینے کی موثر تدابیر عمل میں لائے۔

اس کے بعد چند مراسلات پیش ہوئے۔ سیکرٹری صاحب کو مناسب جوابات نوٹ کرائے گئے۔ اور تاکید کی گئی کہ ماتحت کمیٹیوں کو یاد دہانی کرائی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں سرگرمی کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں۔ اور مرکزی دفتر میں مفصل رپورٹیں ساتھ ساتھ ارسال کرتے رہا کریں۔ سہارن پور، اور نگینہ کی جماعتوں کے الحاق سے متعلقہ کاغذات تکمیل کے بعد آئندہ اجلاس میں پیش کرنے کی ہدایت کی گئی۔ تجویز ہوا کہ ریزولیوشن اخبارات کو بغرض اشاعت اخبارات میں بھجوائے جائیں۔ (جوائنٹ سیکرٹری)

کثرت رائے

بہت سے مراسلات عدم گنجائش کے سبب سے شائع نہیں کئے گئے۔ ان میں سے اکثر حضرات کی رائے ہے کہ "القریش" کو ہر نوع جاری رکھا جائے۔ پریشانی اور گرانی کاغذ کے اس دور میں یہ ضروری نہیں۔ کہ رسالہ معقول ضخامت کے ساتھ اگر شائع نہ ہو سکے۔ تو اسے بالکل بند ہی کر دیا جائے۔ اشاعت کا تواتر و تسلسل جاری رکھنے کے لیے اگر آٹھ صفحہ پر ہی نکلتا رہے تو بڑی بات ہے۔ اور قومی خدمات کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ غیر ضروری مضامین و مراسلات نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔ واقعات وحوادث، مختصرات اور دیگر ہمہ قسم مضامین نظر انداز کر دیئے جائیں تو کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ ٹھوس شذرات اور تذکرہ برادری پر رسالہ مشتمل ہو خواہ آٹھ ہی صفحہ کا ہو۔ حالات مساعد ہونے پر حجم بڑھایا جا سکتا ہے۔ القریش پہلے بھی چالیس صفحات میں بہترین معلومات اور قابل قدر علمی، تاریخی اور مذہبی مواد پیش کرتا رہا ہے۔ وقت آنے پر صوری ومعنوی خوبیاں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ اس وقت صرف اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ احباب اگر سے ہی اس کی اعانت وحمایت سے لاپرواہ ہو جائیں۔ بلکہ ان کے دست تعاون کی وسعت اور زیادہ ہو جانی ضروری ہے۔ وباللہ التوفیق۔

فرخندہ بنیاد حیدرآباد

قلمرو آصفیہ شاہراہ ترقی پر

سلطان العلوم، ہزاگزالٹڈ ہائنس اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ فرمانفرمائے دکن و برار کی توجہات شاہانہ سے قلمرو آصفیہ عالیہ روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ علمی سرگرمیاں جاری و ساری ہیں۔ ایک تازہ رپورٹ مظہر ہے۔ کہ

ممالک محروسہ سرکار عالی میں سرکاری اور خانگی طور سے شائع شدہ کتابوں کی تعداد میں ۱۳۴۹ف کے دوران میں بہت ہی حوصلہ افزا اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس سال اشاعتوں کی تعداد (۷۰۰) تھی۔ حالانکہ ۱۳۴۸ف میں ان کی تعداد (۲۴۷) تھی۔ اور اس سے ایک سال قبل تو یہ تعداد صرف (۱۲۷) تھی۔ جدید اشاعتوں کا بیشتر حصہ مختلف موضوعات پر مستند کتابوں کے ترجموں پر مشتمل ہے۔ اور طبع زاد تحریروں کی تعداد بھی کافی ہے۔

موضوعات

ان کتابوں میں سب سے زیادہ تو مختلف قسم کی نصابی کتابیں ہیں۔ جن کی تعداد ۸۰ ہے۔ ان کے علاوہ دیگر موضوعات سے متعلق کتابوں کی تعداد حسب ذیل ہے:۔

اسلامی فقہ اور الٰہیات (۶۳) نظم (۳۰) اخلاقیات (۲۴) سوانح (۲۱) طب (۲۰) ڈرامہ (۱۸) تاریخ (۱۶) افسانے وغیرہ (۱۴) سیاسیات (۱۰) علم ہندسہ (۵) زراعت (۴) فلسفہ (۳) فلکیات (۲) ان کے علاوہ نفسیات معاشیات حفظان صحت۔ ورزش جسمانی۔ موسیقی اور فرہنگ نویسی پر ایک موضوع پر ایک ایک کتاب شائع ہوئی اور متفرق موضوعات پر جو کتابیں شائع ہوئیں۔ ان کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے

لسانی تقسیم

زبانوں کے اعتبار سے ان کتابوں کی عددی تقسیم حسب ذیل ہے:۔

اردو (۴۸۴) تلنگی (۴۶) مرہٹی (۲۹) انگریزی (۲۱) ہندی (۲۱) کنڑی (۱۷) عربی (۱۵) فارسی (۷) ان کے علاوہ تقریباً ایک سو کتابیں ان میں سے دو یا اس سے زیادہ زبانوں میں مشترکہ شائع ہوئی ہیں۔

دوسری کتابیں

مندرجہ بالا کتابوں کے علاوہ دار الطبع سرکار عالی نے اس سال اردو میں (۴۵) اور انگریزی میں (۸۶) کتابیں شائع کیں جن میں سے سات کتابیں علم حفظان صحت سے متعلق ہیں۔ تین زراعت اور سیاسیات سے اور ایک ایک معدنیات اور انجینیری سے۔

اس عرصہ میں دار الترجمہ سرکار عالی اور دائرۃ المعارف نے بھی دس دس کتابیں شائع کیں۔ دار الترجمہ کی شائع کردہ کتابوں کا تعلق تاریخ۔ تعزیجی ادب۔ نفسیات معاشیات طب فلکیات اور علم ہندسہ سے ہے۔

اعلیٰحضرت کی کرم گستری

حضور نظام عالی مقام کی ذات ستودہ صفات نے جہاں عام رعایا سے شاہانہ تلطفات کا سلسلہ جاری فرما

رکھا ہے۔ وہاں زراعت پیشہ افراد کی تکالیف کے پیش نظر حضور نے خاص مراعات فرمائی ہیں۔ یعنی کورٹ فیس ایکٹ کی دفعہ ۱۰ میں ترمیم منظور فرمائی ہے۔ اس ترمیم کی رو سے جب کبھی زراعت پیشہ افراد مالیہ کے متعلق کوئی درخواست ریونیو افسران کی خدمت میں پیش کریں گے۔ تو انہیں کورٹ فیس نہیں لگانا پڑیگا۔ یہ بہت بڑی رعائت ہے۔ اور اس سے غریب زمیندار طبقہ کو بیشقدر فوائد ہوں گے۔ زراعت پیشہ افراد حضور کی اس کرم گستری پر مسرور و شادکام ہے۔

حیدرآباد اکاڈیمی

نومبر کے عشرہ اول میں حیدرآباد اکاڈیمی کا افتتاح فرماتے ہوئے شہزادہ برار نے فرمایا۔ کہ "علم ہی وہ نعمت ہے جو انسان کو دوسری مخلوق خدا پر فوقیت بخشتی ہے۔ علم کی توسیع اور ادبی خدمات کی حوصلہ افزائی بہترین خدمت ہے مقام مسرت ہے کہ اعلیحضرت حضور نظام کے عہد سعادت افروز میں علم کی شاہرائیں سب کے لئے یکساں طور پر کھلی ہیں اور ہر قسم کی علمی و ادبی تحقیقات کے لئے سہولتیں مہیا ہیں حیدرآباد سے باہر بھی آپ کے کام کی تعریف ہوتی ہے۔ میری دعا ہے۔ کہ آپ کی اکاڈیمی کامیاب ہو"

امتناع شراب

شہزادہ صاحب ممدوح الشان نے تحریک امتناع شراب کے سلسلہ میں فرمایا۔ کہ حیدرآباد ترقی کے مختلف دوران میں سے گذر رہا ہے۔ ضروری ہے کہ شراب نوشی کی بدی کے خلاف جدوجہد کے لئے تدابیر اختیار کی جائیں۔ اور اس تحریک کو جس کا عوام کی فلاح اور بہبودی پر گہرا اثر ہے کامیابی نصیب ہو۔

یہ وہ الفاظ ہیں جن کے ساتھ ہز ہائی نس شہزادہ برار نے نواب کمال یار جنگ ٹمپرنس ہال کا افتتاح کیا۔ واضح رہے کہ یہ ہال نواب کمال یار جنگ بہادر صدر کمال یار جنگ تعلیمی کمیٹی اور ڈائرکٹر اورینٹ پریس کے عطیہ سے تیار ہوا ہے۔ شہزادہ برار نے کہا کہ انسان کی معاشری زندگی کے ساتھ اس تحریک کا گہرا تعلق ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ تحریک امتناع شراب کے اثر سے عوام میں یہ بدی بہت کم ہو جائے گی۔

شہزادہ معظم جاہ کو اعزازی ڈگری

۱۱ر نومبر کو عثمانیہ یونیورسٹی کی تاریخ میں ایک شاندار واقعہ ہوا۔ جب کہ حضور نظام کے دوسرے صاحبزادے شاہزادہ معظم جاہ کو عثمانیہ کی طرف سے ڈاکٹر آف لاء کی اعزازی ڈگری دی گئی۔ نواب چھتاری چانسلر نے اس تقریب کی صدارت کی۔ نواب مہدی یار جنگ نے تقریر کرتے ہوئے عثمانیہ یونیورسٹی کی ترقی کی تاریخ بیان کی۔ اور فرمایا کہ ابتدائی ایام میں حضور نظام نے سلطان العلوم کی ڈگری قبول کر کے یونیورسٹی کی عزت کو چار چاند لگا دیئے پچھلے سال اسی دن شہزادہ برار نے ڈاکٹر آف لاء کی اعزازی ڈگری قبول فرمائی۔

علاج چشم حیدرآباد میں موتیابند کے مریضوں کے لئے صدر المہام سررشتہ امور مذہبی کی توجہ سے شفاخانہ قائم ہو رہا ہے مشہور ڈاکٹر معتمر اوس معالج ہوں گے۔ غریبوں کا علاج بغیر کسی معاوضہ کے کیا جائیگا۔ اور جو مریض بالکل نادار ہوں۔ انکی مفت نگہداشت کی جائیگی اور ان کیلئے خوراک۔ دوائیں عینک اور ہر ایسی چیز جو ان کے علاج کو کامیاب بنانے کیلئے ضروری ہو مفت مہیا کی جائیگی۔

واقعات و حوادث

قائد اعظم اور آزادی ہند

چند روز ہوئے۔ قائد اعظم مسٹر جناح نے علی گڑھ مسلم لیگ کانفرنس کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے علی گڑھ کی بیداری اور سیاسی شعور پر تحسین آفریں اظہار کیا اور فرمایا:۔

"اگرچہ ابھی مسلمانوں کے سامنے ایک دور کی منزل ہے۔ لیکن یہ حقیقت واضح ہے۔ کہ مسلمان ہر چیز کو ایک صحیح اور سچے تخیل کے ماتحت دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان نے اپنی ترقی کا پہلا زینہ طے کر لیا ہے۔ اسلامی ہندوستان نے اپنی عمارت پائدار بنیادوں پر تعمیر کر لی ہے۔ یہ بھی ایک حیرت انگیز کامیابی ہے۔ کہ اس خطرناک لمحے میں جو حال ہی میں گذرا۔ سارا اسلامی ہندوستان مسلم لیگ کی پشت پر تھا۔ غیر ممالک میں مسلم لیگ کی آواز کو پھر ایک زبردست اہمیت حاصل ہو گئی ہے"

دنیا میں ہمیشہ حق و انصاف کی فتح ہوتی ہے۔ محض سر بکف مساعی اور صبر و استقامت کی ضرورت ہے۔ اگر صداقت کے بے پناہ سیلاب کو باطل کا خس و خاشاک روکنے کی کوشش کرے تو وہ خود ہی اس کے پُر زور ریلے کے ساتھ بہ نکلتا ہے اور سیلاب اپنے قدموں کو تیز گامی کے پر لگا کر منزلوں آگے نکل جاتا ہے۔ اب اسلامی ہندوستان کی عمارت آئے دن زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتی چلی جائیگی۔ کاش تمام مسلمانان ہند بلا امتیاز عقیدہ و مسلک اتفاق و تنظیم کی حبل المتین کو تھام لیں۔ اور سب مل کر منزل آزادی کی طرف گامزن ہوں۔ پھر مقابلے کی کوئی سخت سے سخت چٹان بھی ان کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی

قائد اعظم نے فرمایا:۔

"پاکستان وہ واحد مقصد ہے۔ جسے ہر مسلمان نے اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے۔ جہاں کہیں گئے ہر ایک کا جواب یہی رہا۔ کہ وہ دل سے پاکستان کا حامی ہے۔ میں آپ حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ اب ترقی کے کام اور قومی تعمیر کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ منزل مقصود بہت زیادہ قریب آ جائیگی"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ ہندوستان کو آزادی کامل صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے۔ کہ اس میں بسنے والی تمام مختلف اقوام اپنے اپنے جائز حقوق سے بدرجہ اتم مستفید ہوں اور کسی قوم کو یہ شکایت نہ رہے۔ کہ فلاں قوم نے اس کا حق غصب کر لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو آئینی نظام اس حقیقت کی روشنی میں مرتب ہوگا۔ وہی صحیح معنی میں نظام آزادی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اسے پاکستان کہو یا کسی اور نام سے موسوم کر لو۔ اصل مقصود بہرحال تحفظ حقوق ہے۔ چونکہ مسلمانان ہند کا واحد مقصد اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ لہذا وہ اس سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر ہٹ نہیں سکتے۔ اور یقیناً اسے حاصل کر کے رہیں گے۔

سیاسی قیدی اور مسٹر گاندھی

سیاسی حلقوں میں مسٹر گاندھی کے اس بیان پر تعجب کا

اظہار کیا جا رہا ہے۔ کہ بعض لوگوں کی طرف سے ستیہ گرہی قیدیوں کی رہائی اور کانگرس اور حکومت کے درمیان ملاپ کرانے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں۔ انہیں ہندوستان کے سیاسی مہاتما کی اشیرباد حاصل نہ ہو سکے گی۔ مسٹر گاندھی نے کہا ہے کہ ان کرمفروضوں کو ستیہ گرہی قیدیوں کی رہائی کیلئے کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے بجائے اگر وہ یہ کوشش کریں۔ کہ جیل خانوں میں گاندھی کے ان سپاہیوں کے ساتھ اچھا سلوک ہو۔ اور انکی خاطر و مدارات نہائت اچھے طریق سے کی جائے۔ تو بہت اچھا ہو۔ کہتے ہیں کہ مسٹر گاندھی کے اس بیان پر غور کرنے کیلئے وائسرائے کی نئی اگزکٹو کونسل کو بھی خاص جلسہ کرنا پڑا۔ اور مرکزی اسمبلی کے برآمدوں میں بھی اس بیان کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ کیونکہ مسٹر جوشی ستیہ گرہی قیدیوں کی رہائی کیلئے باقاعدہ تحریک پیش کرنے والے ہیں۔ اور عام طور پر یہ خیال کیا جا رہا تھا۔ کہ باہر کے چند کانگرسی اور اگزکٹو کونسل کے ممبروں کی باہمی ملی بھگت کا نتیجہ اس خوشگوار شکل میں برآمد ہوگا۔ کہ حکومت ہند مسٹر جوشی کی تحریک کو منظور کر کے ستیہ گرہی قیدیوں کی رہائی کا اعلان کر دیگی۔ لیکن مسٹر گاندھی کے بیان کے بعد یہ مشکل آن پڑی ہے۔ کہ اگر حکومت کا یہ اقدام بھی کانگرسی پری کو شیشے میں اتارنے سے ناکام رہا۔ تو ایسا کرنے کا فائدہ کیا ہوگا۔ کیونکہ مسٹر گاندھی نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ جن ستیہ گرہیوں کو رہا کیا جائیگا۔ وہ انہیں دوبارہ جیل جانے کیلئے کہیں گے۔

مسلم لیگ پارٹی کا واک آوٹ

مرکزی اسمبلی سے مسلم لیگ پارٹی کے واک آوٹ کے بعد لیگ کے ممبروں نے کونسل آف سٹیٹ کے موجودہ اجلاس کا بائیکاٹ بھی کر دیا ہے۔ اس واک آوٹ کا مقصد بھی حکومت ہند کی روش کے خلاف مسلمانوں کے اس جذبۂ ناراضی کا اظہار ہے جو اس نے وائسرائے کی اگزکٹو کونسل کی تشکیل کے سلسلہ میں مسلمانوں کے تعاون کی اہمیت کو نظر انداز کرنے اور ان کی نمائندہ سیاسی مجلس مسلم لیگ سے بے اعتنائی کرنے میں اختیار کی۔

کانگرس اور عہدے

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں ایک اطلاع شائع ہوا۔ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگرس عہدے قبول کر لیگی اور لاہور کے باخبر حلقوں کا بھی یہی خیال ہے۔

مشترکہ وزارت کے قیام کے منصوبے

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ پنجاب اسمبلی کی اکالی پارٹی کانگرس پارٹی کے ساتھ مل کر یہ کوشش کر رہی ہے۔ کہ اتحاد پارٹی کے مسلمان ہندو اور سکھ ممبران کو ورغلا کر اتنی طاقت پیدا کرے۔ جو اتحادی وزارت کی جگہ مخلوط وزارت بنانے پر منتج ہو۔ اس خبر کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا۔ کہ اسمبلی کا ایک ممتاز مسلمان ممبر اس ساز باز میں پوری سرگرمی سے حصہ لے رہا ہے اور اس نے اکالیوں کو یقین دلایا ہے۔ کہ درجن کے قریب مسلمان ممبر تو پہلے ہی اس کے ہم نوا ہیں۔ اگر اکالی پارٹی ذرا ہمت سے کام لے کر ہندو اور سکھ ممبروں کو اکٹھا کر لے تو وزارت بنانے کے لئے انہیں مزید مسلمان ممبر بھی مل جائیں گے۔

سر سکندر کا شرف باریابی

۱۷ر نومبر کل شام حضور نظام نے سر سکندر حیات خاں وزیراعظم پنجاب کا دوبارہ شرف باریابی بخشا۔ نواب میر اکبر علی خاں صاحب نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان لنچ دیا۔

درسِ حقیقت

(۱)

ازل کیا ہے؟ ابد کیا ہے؟ فنا کیا ہے؟ بقا کیا ہے؟
عدم قبل از بقا کیا ہے؟ بقا بعد از فنا کیا ہے؟
ہماری اصل کیا ہے؟ روح کیا؟ روزِ جزا کیا ہے؟
بہشت و نار کیا؟ حور و ملائک کیا؟ خدا کیا ہے؟

(۲)

جہاں یہ کب سے ہے؟ آخر جہاں سے پیشتر کیا تھا؟
اگر تھا لامکاں تو لامکاں سے پیشتر کیا تھا؟
نہ تھا کچھ بھی تو کیا تھا؟ بے نشاں سے پیشتر کیا تھا؟
خدا کیسا خدا تھا؟ انس و جاں سے پیشتر کیا تھا؟

(۳)

نظامِ آفرینش ہو اگر برہم تو کیا ہوگا؟
رہے یوں ہی برابر گردشِ عالم تو کیا ہوگا؟
اگر مٹ جائیں دنیا سے بنی آدم تو کیا ہوگا؟
نہ ہوتے ہم تو کیا ہوتا؟ نہ ہونگے ہم تو کیا ہوگا؟

(۴)

سُن اے ناآشنا! محدود علم دا دعا والے!
خبر معلوم کر سکتے ہیں کیونکر مبتدا والے!
نہ کر چون و چرا اس امر میں چون و چرا والے!
ارے ناداں خدا کو جان سکتے ہیں خدا والے!

(۵)

جو ہیں اہلِ معانی کب وہ لفظوں کو پکڑتے ہیں!
بقولِ حضرتِ اکبر یونہی ایماں پکڑتے ہیں!
جہاں ہستی ہوئی محدود لاکھوں پیچ پڑتے ہیں!
عقیدے عقل عنصر سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں!

(۶)

عناصر جن سے تو نے پائی ہے ترکیب جسمانی
انہی کی آج تک پوری حقیقت جب نہ پہچانی
تو کیونکر تو سمجھ سکتا ہے یہ اسرارِ روحانی
کجا تخئیلِ انسانی، کجا آیاتِ ربّانی

(۷)

نہ ہو جس علم میں کچھ دسترس پھر اسکی حاجت کیا
کہ اس میں عقل آرائی کریں ایسی بھی عادت کیا
نہیں جب آشنا اس سے کہ طب کیا ہے طبابت کیا
تو کیونکر جان سکتے ہیں یہ مرض کیا ہے علامت کیا

(۸)

جو ہیں نافہم وہ کب علم والوں کے برابر ہیں
بحدِ قابلیت علم کے درجے مقرر ہیں
یہ باتیں اس لئے اب تک سمجھ سے تیری باہر ہیں
ابھی تو عبد ہے اور یہ رموزِ ربِّ اکبر ہیں

(۹)

خدا کو مان بے دیکھے ہوئے ایمان پیدا کر
پھر اس ایماں میں حسنِ عمل کی شان پیدا کر
تعیّن چھوڑ دے اس علم میں امکان پیدا کر
زباں کو بند کر اور قلب میں عرفان پیدا کر

(۱۰)

فنا ہو کر رضا میں تو نے جب طاعت گذاری کی
حقیقت تجھ پہ کھل جائیگی ہر اک رازِ باری کی
مگر پہلی ہدایت ہے یہ علمِ کردگاری کی
ضرورت رازدانی کیلئے ہے رازداری کی

نہ داند آنکہ گوید ہر کہ داند آں نمی گوید
اگر گوید کسے اندر رموزِ عاشقی گوید

ایک مسلم درویش اور اورنگ زیب

(۱)

اورنگ زیب عالمگیر جیسا دیندار اور متشرع بادشاہ تھا۔ اس سے دنیا واقف ہے۔ اس نے توہم پرستی کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا۔ اور بنے ہوئے فقیروں کا تو وہ جانی دشمن تھا۔ لیکن باوجود اس کے وہ اہل اللہ کی جستجو میں رہتا۔ اور ان کی بے حد عزت کرتا تھا۔ اس کی عادت تھی۔ کہ وہ رات کو بھیس بدل کر نکل جاتا۔ شہر کی گلیوں میں تنہا مارا مارا پھرتا۔ لوگوں کے دکھ سکھ کی خبر رکھتا اور حاجتمندوں کی حاجت پوری کرتا۔ مظلوموں کی دادرسی کرتا۔ اور ظالموں کو سزائیں دیتا۔

ایک روز ۱۲ بجے شب وہ حسب معمول گشت کرکے بہار کل (جسے اب بھرد کل کہتے ہیں) کے دروازے پر پہنچا۔ سنتریوں کو پاس دکھا کر کھڑکی کے راستے سے شہر میں داخل ہوا۔ اور تیز قدم قلعہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ اس کے قریب جامع مسجد میں اس نے اِلَّا اللہ کی ضرب کی آواز سنی اپنا راستہ چھوڑ کر جامع مسجد کی طرف مڑا اور دروازے سے جھانک کر دیکھا کہ شاہی بگھی خانہ کا ایک گاڑیبان ذکر میں مشغول ہے۔

اورنگ زیب نے پاس جا کر اس سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ گاڑیبان نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ میں دکن کا بادشاہ ہوں۔ اورنگ زیب نے کہا۔ دکن کا بادشاہ تو عالمگیر ہے۔ گاڑیبان نے جواب دیا۔ وہ جسموں پر حکومت کرتا ہے۔ مجھے اللہ نے روحوں پر حکومت دی ہے۔

عالمگیر نے کہا۔ بادشاہ تو نوکری نہیں کرتے۔ خدا کے سوا کسی کی اطاعت نہیں کرتے۔

گاڑیبان بولا۔ خداوند عالم نے اجسام کی حکومت عالمگیر کے سپرد کی ہے۔ اور جسم خاکی پر اس کی اطاعت فرض کر دی ہے۔ اس نے جو کام سپرد کیا ہے وہ انجام دیتا ہوں۔

عالمگیر۔ عالمگیر بادشاہ تو جابر و غاصب ہے۔

گاڑیبان۔ ہوا کرے جمہور یہ اسلام نے اسے بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ اس کی دینداری کی گواہی دے دی ہے۔ مجھے بھی شرع کے خلاف اس کا کوئی فعل نظر نہیں آتا۔ مجھ پر اس کی اطاعت واجب ہے۔

عالمگیر۔ اگر تم ارواح پر حکومت کرتے ہو تو کیوں حکم نہیں دیتے کہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں؟

گاڑیبان۔ میں بادشاہ ہوں۔ خدا نہیں ہوں۔ جب خدا نے مومن و زندیق کا تفرقہ رکھا ہے تو مجھے کیا حق ہے کہ اس کے نظام میں دخل دوں؟

عالمگیر۔ جب خدا نے کفر اور اسلام میں تفریق کر دی ہے۔ تو کفر کی سزا کیوں ہے؟

گاڑیبان۔ ایک غلام کو کیا حق حاصل ہے۔ کہ وہ آقا کے فعل پر اعتراض کرے۔ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ۔

عالمگیر۔ تو عمل بیکار ہو گا جو تقدیر میں ہے وہی ہو گا۔

گاڑیبان۔ جد و جہد ہمارا کام ہے۔ اس کی تکمیل خدا کے ہاتھ ہے

مزدور کو مزدوری مزدور ہی ملتی ہے۔

(۲)

اورنگ زیب کے محافظ دستہ فوج میں قزلباشوں کا رسالہ بھی تھا۔ یہ رسالہ دراصل شاہجہان نے مرتب کیا تھا۔ اور دارا شکوہ کی خدمتگزاری کیلئے مامور تھا۔ دارا شکوہ کی بربادی کے بعد اورنگ زیب نے اپنی خدمت کیلئے مخصوص کر لیا تھا۔ اور قلعہ میں اس کا پہرہ رہتا تھا۔ نامدار خاں اس قلعہ کا سپہ سالار تھا جس کی گود میں سلیمان شکوہ نے پرورش پائی تھی۔ ان دنوں اورنگ زیب نے تعزیہ داری کی ممانعت کر دی تھی۔ جس سے قزلباش سخت برہم ہو گئے تھے۔ اور خفیہ سازشیں ہو رہی تھیں۔ کہ اورنگ زیب کو قتل کر دیا جائے۔ اورنگ زیب کا پرچہ نویس خود اس سازش میں شریک تھا۔ اور سخت کوشش کی گئی تھی۔ کہ بادشاہ کو اس کا سن گن نہ ملے۔ اورنگ زیب اس فتنہ سے بےخبر مرہٹوں کو سرکوبی کے لئے تیاری کر رہا تھا۔ اور یہ تجویز تھی۔ کہ عید قربان کے بعد خود اس مہم پر روانہ ہو۔ سازشیوں نے سوچا۔ کہ جب دولت آباد میں پڑاؤ پڑے۔ تو وہیں اورنگ زیب کو قتل کر کے قلعہ دیوگڑھ میں دوسرے بادشاہ کو تخت نشین کر دیا جائے۔

چنانچہ خیمہ و خرگاہ روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن بادشاہ روانہ ہونے والا تھا۔ رات کو عالمگیر نے خواب دیکھا۔ کہ دربار رسالت آراستہ ہے۔ اور تمام اکابر ملت صف بستہ ہیں۔ حضرت امیرؑ سے جب رسالت مآب نے فرمایا قزلباش ہمارے بندہ خاص عالمگیر سے برسر فساد ہیں۔ ان کا انسداد ضروری ہے۔

جناب امیرؑ نے ایک شخص کی طرف خطاب کیا جسے عالمگیر نے فوراً پہچان لیا۔ کہ وہی گاڑیبان ہے۔

جناب امیرؑ نے گاڑیبان سے کہا۔ یہ علاقہ تمہارے ماتحت ہے۔ تم انتظام کرو۔

عالمگیر کی آنکھ کھل گئی۔ چونکہ وہ واقعات سے ناواقف تھا۔ اس خواب سے سخت متحیر ہوا۔ حکم دیا کہ اصطبل شاہی کے گاڑیبان حاضر ہوں۔ خان دوران جن کی نگرانی میں بگھی خانہ تھا۔ بڑے متحیر ہوئے۔ مگر فرمان شاہی سے سرتابی کی مجال نہ تھی۔ سب گاڑیبان حاضر کئے گئے۔

اورنگ زیب نے معائنہ کیا۔ تو وہ گاڑیبان نظر نہ آیا اس نے خان دوران سے پوچھا۔ اب تو کوئی گاڑیبان باقی نہیں۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ چار گاڑیبان خرگاہ کے ساتھ گئے ہیں۔

عالمگیر اس شوق میں مہم پر روانہ ہو گیا۔ کہ دیوگڑھ پہنچکر اس گاڑیبان سے ملے۔ جسے اس نے بحالت خواب دربار رسالت میں دیکھا تھا۔ جب وہ اپنے خیمے میں گیا اور پرچہ نویس اخبار سنانے کو حاضر ہوا۔ تو منور خاں نے آکر عرض کیا۔ کہ نامدار خاں صف شکن خاں اور علی یار خاں قدمبوس ہونا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے پرچہ نویس کی طرف دیکھا اور ان امراء کو باریابی کی اجازت دی۔ نامدار خاں اور صف شکن خاں نے اندر آتے ہی بادشاہ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا۔ پیرو مرشد جو سزا دیں ہم اس کے سزاوار ہیں۔ بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ لیکن نامدار خاں نے نہایت شرمساری کے لہجہ میں اپنی سازش کا اقبال کیا اور سب حال من وعن بیان کر دیا۔

بادشاہ یہ ماجرا سن کر دم بخود رہ گیا۔ اور پھر اس گاڑیبان کی یاد ہوئی۔ مگر اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ شام کو عالمگیر خلد آباد گیا۔ تو راستے میں وہ گاڑیبان ملا۔ بادشاہ گھوڑے سے اترا۔ اپنی گاڑی پر سواری کی اور خلد آباد جاکر گاڑیبان سے تنہائی میں کہا۔ تم نے میری جان بچائی۔ گاڑیبان نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ آپ کی جان نہ میں نے بچائی نہ کسی اور نے۔ خدا قادر و توانا ہے۔ وہ جس بندے سے جو کام چاہتا ہے لیتا ہے آپ کو اس نے دنیا کی بادشاہت دی مجھے مامور فرمایا۔ کہ میں ارواح کو آلودگیوں سے پاک کروں۔ میں نے ان کے حالات معلوم کئے اور ان کی ارواح کو فساد سے پاک کیا۔ وہ تائب ہو کر آپ کی خدمت میں عفو تقصیرات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ بھی والکاظمین الغَیظَ والعَافِین عَنِ الناس پر عمل کیجئے۔

عالمگیر نے خود تو مہم پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے بجائے راجہ رستم سنگھ کی سرکردگی میں امداد خاں اور صف شکن خاں وغیرہ کو لڑائی پر بھیجا یا جنہوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے کہ مرہٹوں کا قافیہ تنگ کر دیا۔ اور وہ اطاعت پر مجبور ہوئے۔ یہ گاڑیبان آج حضرت منتجیب الدین زری زربخش کے پاس مصروف خواب ہے۔

نعرۂ حق

(از جناب محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کے قلم سے)

اعلان لا الہ کئے جا رہا ہوں میں
یوں طے خودی کی راہ کئے جا رہا ہوں میں

میرا مقام بامِ فلک سے بھی ہے بلند
تسخیر مہر و ماہ کئے جا رہا ہوں میں

قائم رہے جہان میں اسلام کا وقار
یہ آرزو یہ چاہ کئے جا رہا ہوں میں

سینے میں میرے جذبۂ ایماں ہے موجزن
الحاد کو تباہ کئے جا رہا ہوں میں

قربانیوں سے ملّتِ بیضا کے واسطے
سامانِ عز و جاہ کئے جا رہا ہوں میں

قرآن کا پڑھا کے سبق اہلِ دہر کو
پابندِ رسم و راہ کئے جا رہا ہوں میں

لاتا نہیں ہوں حرفِ شکایت زبان پر
ضبطِ فغان و آہ کئے جا رہا ہوں میں

اپنے کرم سے داورِ محشر کرے معاف
بھولے سے کچھ گناہ کئے جا رہا ہوں میں

حق بات ماننے میں پس و پیش ہے جنہیں
دور اُن کا اشتباہ کئے جا رہا ہوں میں

اخلاص میں دل سے آکر مٹے قوم پر نثار
سب کچھ خدا گواہ کئے جا رہا ہوں میں

وہ ہوں میں غیرتِ مہتاب آفتاب
جن ذرّوں پر نگاہ کئے جا رہا ہوں میں

حق پر ہوں چھا رہا ہوں زمانے پہ اس طرح
باطل کو بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں

محبوب ابھی ہیں بے خبر انجام کار سے

بصائر و عبر

بادشاہوں کے آخری لمحے

ظاہر بین آنکھیں سمجھتی ہیں۔ کہ دولت اور حکومت انسانی ترقی کی معراج ہے۔ لیکن مشاہدات بتاتے ہیں۔ کہ انسان کو نہ دولت سے سکون حاصل ہوتا ہے نہ حکومت سے بلکہ اس کیلئے کسی اور شئے کی ضرورت ہے۔ ذیل میں ہم چند بادشاہوں کے وہ کلمات درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے مرتے وقت کہے تھے۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ یہ دنیا اور اس کا تمول کیا حقیقت رکھتا ہے۔ رجاء بن حیوٰۃ سلیمان بن عبدالملک کا سب سے بڑا معتمد تھا۔ رجاء بن حیوٰۃ کا بیان ہے کہ جب سلیمان پر موت کی مایوسی طاری ہوئی۔ تو اس نے کہنا شروع کیا۔

"میں اسی تمنا اور آرزو میں رہا کہ مجھے زندگی میں کبھی اطمینان حاصل ہو سکے۔ اور میں اس اطمینان کے بعد اپنی زندگی عبادت الٰہی میں صرف کر سکوں۔ مگر مجھے اپنی عمر کا ایک دن بھی ایسا یاد نہیں۔ جس روز مجھے سکون حاصل ہوا ہو۔ میں بے اطمینانی کی موت مر رہا ہوں۔ میں دنیا میں کچھ نہ کر سکا۔ لیکن مجھے مسرت ہے کہ میں ایک نیک کام کر کے جا رہا ہوں۔ وہ نیک کام یہ ہے۔ کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا ہے۔"

ان الفاظ کو کہتے ہوئے سلیمان بن عبدالملک نے جان دے دی۔ سلیمان بن عبدالملک جیسے بلند مرتبہ فرمانروا کے مندرجہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ دنیا اور دنیا کی حکومت کیا حقیقت رکھتی ہے۔

سلیمان بن عبدالملک کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت پر بیٹھے۔ آپ بادشاہ نہیں تھے۔ بلکہ ایک ولی تھے۔ جن کے سر پر حکومت کا بار رکھ دیا گیا تھا۔ آپ نے دو برس اور پانچ مہینے تک حکومت کی۔ قتادہ کہتے ہیں۔ کہ مرنے سے ذرا پہلے آپ نے اپنے خلیفہ مابعد یزید بن عبدالملک کو ایک رقعہ بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا۔

"میں یہ خط تمہیں اپنے کرب کی حالت میں لکھتا ہوں میں ڈرتا ہوں کہ مجھ سے میرے عہد حکومت کی نسبت سوال ہونے والا ہے۔ اور وہ سوال کرنے والا دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ میں اس سے اپنا کوئی بھی عمل پوشیدہ رکھ سکوں۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا۔ تو میری نجات ہو جائے گی۔ ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ تمہیں لازم ہے کہ خدا سے ڈرو۔ اور رعیت کے ساتھ رعایت کرو۔ کیونکہ میرے بعد تم بھی زیادہ دن دنیا میں نہ رہو گے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز نہایت عابد و زاہد تھے لیکن اس کے باوجود موت کے خوف نے اور عاقبت کے ڈر نے آپ پر کس قدر ہیبت طاری کر رکھی تھی۔ اس کا اندازہ آپ کے

الفاظ سے ہو سکتا ہے۔

خلیفہ مامون رشید جب روم کے سفر سے آرہے تھے تو بذیدون کے کنارے قیام کیا۔ یہیں آپ کو بخار ہوا۔ اور یہیں آپ کا انتقال بھی ہو گیا۔ مرنے سے پہلے علما و فقہا کو اپنے روبرو بلا کر کہا۔

میرے مرنے کے بعد زیادہ رونا دھونا نہیں کیونکہ ہر انسان جو دنیا میں آیا ہے۔ اسے مرنا ہے۔ تم کو اگر اندازہ ہو کہ میں نے زندگی میں کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ تو تم رونے کی بجائے مرنے پر خوش ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں خدمت خلق نہ کر سکا میں چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح جیتے جی سکون حاصل ہو جائے۔ مگر معلوم ہوا کہ یہ ناممکن ہے۔"

اس کے بعد آپ نے ابواسحٰق معتصم کو جسے ولی عہد سلطنت بنا چکے تھے۔ بلا کر نصیحتیں کیں۔ اور ہدایت کی کہ رعایا کے ساتھ اولاد سے بھی بہتر سلوک کرنا۔

بادشاہوں کے مندرجہ بالا آخری وقت کے کلمات صاف بتا رہے ہیں۔ کہ یہ دنیا اور دنیا کی حکومتیں کیا ہیں۔ اور حکمرانوں کی زندگی کسقدر کرب اور بے چینی میں بسر ہوتی ہے۔

وہ آنکھیں جو ظاہر کی باتوں کو دیکھتی ہیں یہ سمجھتی ہیں۔ کہ بادشاہ حکمران اور امرا عیش میں ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ حقیقی عیش صرف ان کو حاصل ہے۔ جو دولت اور حکومت سے بے نیاز ہیں۔ اور جن کی زندگی کا مقصد خلق خدا کی خدمت ہے۔

"ہمایوں"

بہی خواہان قوم سے گذارش

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے وہ از رہ حمیت قومی سال آئندہ کیلئے اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے عند القوم مشکور ہوں۔ اور

جن حضرات کے وی پی واپس آچکے ہیں۔ وہ بھی قومی مفاد و القریش کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر اپنا زر اعانت ارسال کر دیں۔ تاکہ القریش کو جاری رکھنے میں ان کی مالی امداد و ہمدرد و معاون ہو سکے۔ امید ہے کہ بہی خواہان القریش ہماری اس دلچسپی استدعا کو درخور اعتنا سمجھ کر تشکر و امتنان کا موقعہ دیں گے۔

مدیر

رنگ برنگی حیوانِ ناطق

(ابوالفضل احسان اللہ صاحب عباسی)

ہندوستان کے بازار کیا ہیں. عجائب خانے ہیں. جنہیں بھانت بھانت کے حیوان ناطق نظر آتے ہیں۔ ایک کا ملبوس دوسرے سے جدا۔ اور ایک کا خال وخط دوسرے کے خال وخط سے بالکل علیحدہ۔ مثلاً جتنے پاؤں ہیں اتنی ہی قسام کی جوتیاں ہیں۔ کچھ لوگ برہنہ پا بھی ہیں۔ جامہ ہائے زیرناف یعنی ستر عورت کے چھپانے کو لنگیاں۔ دھوتیاں۔ تہمدیں۔ گھٹنے ڈھیلی مہری کے پانڈلیوں میں پھنسے ہوئے پائجامے پتلون جانگئے غرقیاں لنگوٹیاں ہیں۔ جامہ ہائے زیر گلو بھی مختلف اقسام کے ہیں۔ شلوکہ کرتہ۔ بنیان۔ قمیض۔ اچکن۔ شیروانی انگرکھا بٹن دار یا بند دار۔ عبا۔ کوٹ چھوٹا یا بڑا۔ صدری ویسٹ کوٹ برہنہ تنوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ لیکن ان میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے گلے میں ایک سوت نہیں ہے۔ اور بعض کے گلے میں رومال بندھا ہوا ہے یا زنار کے تار پڑے ہوئے ہیں انگرکھوں یا کرتوں میں کسی کا چاکِ گریباں داہنے جانب ہے اور کسی کا بائیں جانب ہے۔ بٹن کے کاج اور گھنڈیوں کے تکمے بھی کسی کے داہنے جانب ہیں اور کسی کے بائیں جانب ہیں پیشانی کسی کی صاف ہے اور کسی کی پیشانی پر قشقہ ہے۔ اور قشقے بھی مختلف رنگ اور مختلف وضع کے سفید۔ زرد۔ سرخ۔ سیاہ۔ صندلی۔ گول۔ لانبے۔ چھوٹے۔ بڑے مختلف مذہبی خیالات کا پتہ دے رہے ہیں۔ علیٰ ساتب سر عمامے مندیلیں۔ پھینٹے پگڑیاں یا ٹوپیاں۔ پگڑیاں مختلف رنگ اور مختلف وضع کی ہیں۔ ٹوپیاں ململ اور تنزیب کی گول قبہ دار۔ نکتے دار۔ کاشی دال چوگوشیہ یا گرم کپڑوں کی فیلٹ کیپ۔ ٹرکی ٹوپیاں۔ ایرانی ٹوپیاں۔ ہیٹ۔ منکی کیپ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے بھی بہت سے نظر آئیں گے۔ جو لیک سرے سے ان جھگڑوں ہی سے پاک ہیں۔ اور برہنگی کو وضعداری سمجھتے ہیں۔ خال وخط بھی ایک کے دوسرے سے جدا ہیں۔ کسی کا سر منڈا ہوا ہے تو کسی کے سر اور داڑھی کا خط بنا ہوا ہے اور کسی کے سر پر تمام عمر کے بالوں کا بار لدا ہوا ہے۔ کسی کی مونچھیں بڑی ہیں اور داڑھی ندارد ہے تو کسی کی مونچھیں غائب اور داڑھی کے بال ناف تک لٹکے ہوئے ہیں۔ داڑھی کی بھی ایک وضع نہیں۔ کسی کی خشخشی کسی کی رسولی۔ کہیں داڑھی کا سرا کانوں کی لو میں بندھا ہوا ہے۔ اور کہیں زیر زنخداں گرہ میں الجھا ہوا ہے۔ کسی کے سر میں پیشانی کے قریب بال بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی گدی پر کھانے کے کھر کے برابر یا چند بال تبرک کے طور پر نمایاں ہیں۔ غرضیکہ تمام ہندوستان کیا کسی صوبہ کسی شہر کسی محلہ کا ایک خاندان یا ایک گھر کا بھی لباس یا خط وخال یکساں نہیں ہے۔

ہندوستانی درسگاہوں میں جائیے تو کہیں داہنے ہاتھ سے بائیں جانب قلم چلتا ہے۔ اور کہیں بائیں سے داہنے جانب قلم چلتا ہے۔ ہر حصہ ملک میں جدا جدا زبانیں پڑھائی جاتی ہیں۔ اور مختلف حروف استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلوں

کے زمانے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک زبان فارسی با اثر لوگوں کی زبان تھی۔ تقریر میں نہ سہی تو تحریر میں ضرور تھی۔ اب بجائے اس کے انگریزی ہے لیکن انگریزی کی طرف اتنی توجہ قوم کی نہیں ہے۔ جتنی کہ مختلف باتوں کے الگ الگ پھیلانے کی فکر ہے۔

پریس میں جائیے تو جہاں ایک زبان بولی جاتی ہے۔ وہاں بھی کہیں اخبارات فارسی حرفوں میں چھپتے ہیں۔ اور کہیں ناگری حرفوں میں چھپتے ہیں۔ ملک میں دو حرفوں کا قومی زبان میں مستعمل ہونا چنداں مضائقہ نہیں رکھتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان حرفوں کے ساتھ ایک نئی زبان غیر مانوس اختراع کی جاتی ہے۔ جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے ہمزبان ہونے کے مخالف ہے۔ ایک تو گویا یہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ ملک کی زبان بھی اہل ملک کیلئے ایک نہ ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ اخبار کی اشاعت بڑھانے کیلئے قومی اور مذہبی اختلافات کی تشریح بہترین مضمون اڈیٹران اخبار خیال کرتے ہیں۔

مختلف مذاہب کے باشندے جتنے ہندوستان میں ہیں اتنے شاید کسی اور حصہ دنیا میں نہونگے۔ عیسائی، یہودی، مسلمان، سکھ، جینی، ہندو اور ہندوؤں میں ہیں۔ بڑی تقسیمیں فقرا، سناتن دہرم اور آریونکی ہیں۔ گو عیسائی اور یہودی کم ہیں اور ان میں اختلاف مذہب بھی بہت کم ہے۔ لیکن اور مذاہب میں بہت سی ضمنی تقسیمیں ہیں۔ اور ان تقسیموں میں بے انتہا تعصبات اور اختلافات ہیں۔ اور جب تک یہ قائم ہیں ہندوستان میں قومیت ناپید

نقد و نظر

گل و بلبل

قاضی محمد صادق قریشی ایم۔ اے رمداسی نے اس نام سے ایک ادبی مرقع شائع کیا ہے۔ جسے آپ نے اپنی "ادبی تخلیقات" کی اولین کڑی سے تعبیر کیا ہے "پیش لفظ" کے تحت جو سطور قلمبند کی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سلسلہ "ارمغان بہار" کی یہ پہلی کڑی ہے۔ اور ہر سال بہار کے نوروز پر اس سلسلہ کی کتاب شائع ہوا کرے گی۔ مختلف النوع کہانیوں اور دلچسپ داستانوں سے گل و بلبل کو مزین کیا گیا ہے کتابت و طباعت عمدہ۔ کاغذ مصعب ترین گرانی کے باوصف بہترین لگایا گیا ہے۔ سرورق رنگین خوشنما اور دیدہ زیب ہے۔ [illegible] کتاب جو کے سائز کے ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) [illegible] منیجر تاجران کتب لاہور۔

ضرورت رشتہ

ایک قریشی نوجوان تعلیم یافتہ، امور خانہ داری سے واقف، سلیم الطبع، ناکتخدا لڑکی کے لئے شریف مزاج، برسر روزگار قریشی رشتہ کی ضرورت ہے۔ دریافت طلب امور کی بذریعہ خط و کتابت وضاحت کی جا سکتی ہے۔ جملہ خط و کتابت بصیغہ راز رکھی جائیگی واجب ہوگا۔ کہ ضرورتمند حضرات اپنے کوائف صحیحہ اور دریافت طلب امور کی صراحت کر دیں۔

خط و کتابت

بنام ایچ۔ ایم۔ ڈی معرفت ایڈیٹر صاحب

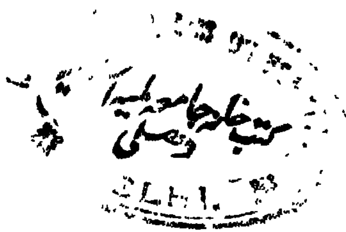
"القریش"

شریف گنج امرت سر کی جائے۔

[illegible]

Regd- No. L. 1474

"Al Quraish"







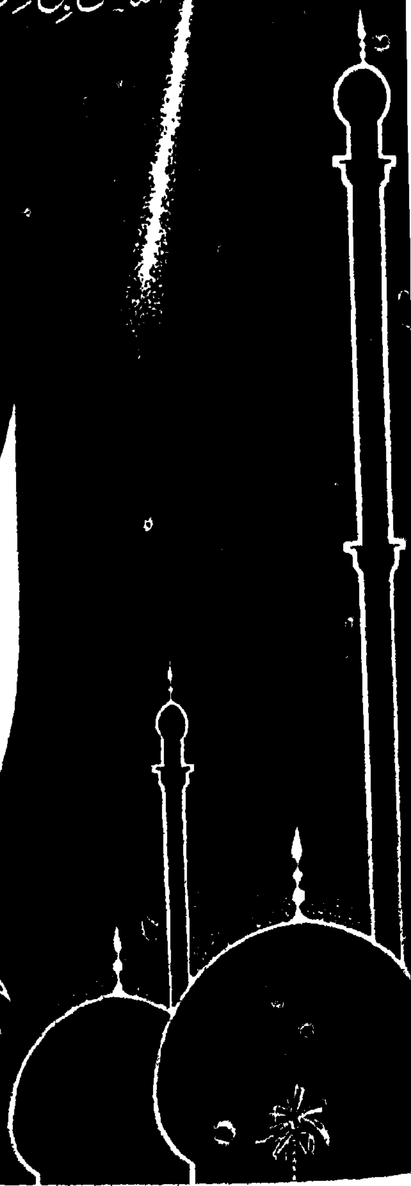
Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, SharifGanj, Amritsar.

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیف



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر







ایڈیٹر محسن القوم محمد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

دسمبر ۱۹۴۱ء
ذوالحج ۱۳۶۰ھ

جلد ۲۸ ——— نمبر ۱۲

خاتمہ جلد بست وہشتم (۲۸)

شکوۂ احباب اور اپیل

خدائے بزرگ و برتر و اکبر عزاسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم سے اس اشاعت کے ساتھ "القریش" کی اٹھائیسویں جلد کی تکمیل ہوتی ہے یہ جلد کاغذ کی انتہائی گرانی اور عدم دستیابی کے باوصف ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ستائیسویں جلد ۴۲۰ صفحات پر مشتمل تھی۔ لیکن اس وقت کاغذ نہ اسقدر گراں تھا۔ اور نہ اس طرح نایاب۔ دو آنے پونڈ کا کاغذ اب پندرہ آنے پونڈ پر بھی میسر نہیں آتا۔ قحط القرطاس کی اس وبا میں بے شمار رسائل و جرائد صفحۂ ہستی سے معدوم ہو چکے ہیں۔ حالات دمبدم نازک تر صورت اختیار کر رہے ہیں۔ واقعات کی سبک رفتاری ایک بھیانک منظر پیش کر رہی ہے۔ اس لئے یہ اندازہ کرنا محالات سے ہے۔ کہ مستقبل قریب کن حوادث کو ساتھ لانے والا ہے۔ اور طباعت و مطبوعات کی کیا حالت ہو کے رہیگی۔

ناظرین کرام سے مخفی نہیں۔ کہ "القریش" ان جرائد و رسائل میں سے نہیں جو نفع اندوزی کیلئے تجارتی اصولوں پر چلائے جاتے ہیں اور نہ اسقدر کثیر الاشاعت جو سرمایہ داری کے بحران آفریں کا مقابلہ کی توانائی رکھتے ہیں۔ یہ محض ایک قوم کا اصلاحی آرگن ہے۔ جو اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل پر اپنی تمام قوتیں صرف کرتا رہا ہے۔ اور قوم جس سے وابستہ ہونے کا اسے شرف حاصل ہے۔ اصلاحی امور میں اس کی دلچسپی کسی صراحت و وضاحت کی محتاج نہیں۔ خدائے مسبب الاسباب کا بہت بڑا فضل و کرم ہے۔ کہ اسے سلطان العلوم، ہز اگزالٹڈ ہائی نس، اعلحضرت حضور نظام خلداللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کی شاہانہ توجہ اس کے شامل حال ہے اور وہ ہر مصیبت میں آڑے آجاتی ہے۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

"القریش" نے اپنے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل کے لئے کٹھن سے کٹھن مشکلات کا ثبات قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے فرائض مفوضہ میں عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی۔ حساس افراد قوم نے ہماری خدمات کو بنظر استحسان دیکھا۔ اعتراف بھی کیا لیکن وہ توقعات جو قوم سے من حیث المجموع وابستہ تھیں۔ پوری نہ ہو سکیں، اور "القریش" بکمال سعی اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ ہو سکا۔

"القریش" کے انتھک اور مسلسل سعی و جہد کے نتیجہ

یں سادات قریش کی مرکزی جماعت " ندوۃ القریش " کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے تحت صوبۂ پنجاب اور دیگر حصص ملک میں قومی شاخوں کا ایک جال بچھا دیا گیا۔ اور تنظیمی پروگرام کی تکمیل کیلئے ایک ٹھوس لائحہ عمل تجویز کر دیا گیا۔ نکتہ رس حضرات قوم خوب جانتے ہیں۔ کہ اس طریق عمل سے قریش کو وہ فوائد ہوئے جن کی من حیث القوم شدید ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ قوم کے سرمایہ داروں نے ہمارا ساتھ دینے میں ہمیشہ بے اعتنائی ولاپرواہی روا رکھی۔ وہ ہماری دردمندانہ اپیلوں کو درخور اعتنا سمجھنا ہمیشہ اپنی کسر شان خیال کرتے رہے سوائے اس کے کہ صرف دو حضرات معاون نمبر ۲۲۶ (اظہار نام کی اجازت نہیں) اور مولانا کشفی شاہ نظامی ایسے ہیں۔ جو قوم کے سپاس و تشکر کے مستحق ہیں۔ اول الذکر بھائی نے بکمال کشادہ دلی سو سو روپیہ سالانہ اور ثانی الذکر نے وقتاً فوقتاً پچاس پچاس روپے کی امداد سے القریش کو اپنے فرائض انجام دینے میں امداد فرمائی اور بس! تمام معاونین میں سے معدودے چند حضرات نے توسیع اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ اور یہی وہ ستون ہیں۔ جن پر " القریش " کے احیا و بقا کا انحصار رہا ہے۔ القریش نے جو اہم خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے پیش نظر ساری کی ساری قوم کا فرض یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ دل کھول کر اس کی حمایت پر مستعد ہو جاتی۔ مگر

قبر میں ہی اترے گا کیا اپنی غفلت کا خمار
یعنی خواب مرگ ہی سے ہوں تو ہوں بیدار ہم

آغاز جنگ ہی سے اگرچہ کاغذ کی گرانی ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۳۹ء میں تو بالکل نایاب ہونے لگا۔ نرخ اسقدر بڑھا دیئے گئے کہ خدا کی پناہ۔ " القریش " نے ان حالات کے پیش نظر بہی خواہان قوم سے متعدد اپیلیں کیں۔ یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سال جاری رہا۔ لیکن صد افسوس بر نخوت، ایک مولوی محمد ایزد بخش اور مولانا نجم الدین صدر انجمن قریشیان صوبہ بہار کی رگ حمیت میں حرکت ہوئی۔ اور انہوں نے کاغذ فنڈ میں کچھ رقوم ارسال فرمائیں۔ اول الذکر بھائی کی طرف سے تجویز پیش کی گئی کہ قارئین القریش میں سے بیس حضرات ایک سال کیلئے پانچ پانچ روپیہ ماہانہ کی امداد سے القریش ایسے مفید قومی جریدہ کو ان حوادث سے بچانے کیلئے میدان میں آئیں۔ لیکن اس پر بھی توجہ نہ دیگئی۔ اس بے رخی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمارے پائے ثبات میں بھی تزلزل آنے لگا۔ حالات کے مقابلہ کی تاب نہ رہی۔ چنانچہ ستمبر کی اشاعت صرف آٹھ صفحہ پر شائع ہوئی۔ اور اکتوبر نومبر کا رسالہ ۲۴ صفحات پر توام شائع کرنا پڑا۔

تو گویا سارا سال امید و بیم میں گذر گیا۔ تاہم القریش کی تحریک پر نگینہ، ہردوئی اور سہارنپور کے مقامات پر تین نئی قومی جماعتیں معرض وجود میں آئیں۔ جو اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ سال زیر رپورٹ میں " ندوۃ القریش " کے صرف چھ اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں ملحقہ جماعتوں کی کارگذاریوں پر تبصرہ ہوا۔ مناسب ہدایات جاری ہوئیں۔ قومی مفاد کے لئے چند ریزولیوشن منظور ہوئے۔ اور تقریباً ستر نئے ممبران کی درخواستیں منظور کی گئیں۔

مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی۔ قاضی عبدالرحمن صاحب۔ ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی۔ حاجی کرم الٰہی صاحب فاروقی اور قریشی فضل الرحمن صاحب علوی نے قلمی اعانت فرمائی۔ جس کیلئے ہم ان حضرات کے بصدق دل مشکور ہیں۔ مضامین کے لحاظ سے یہ جلد بھی بفضل خدا اپنے اندر بہترین اصلاحی اور علمی مواد رکھتی ہے۔ اور بہمہ وجوہ مکمل ہے۔ القریش کی انتیسویں جلد جس کا آئندہ اشاعت سے آغاز ہونے والا ہے۔ بظاہر حزن مہیب اور پر خطر حالات میں شروع ہونے والی ہے۔ روز روشن کی طرح

میاں ہے۔ زندہ دلانِ قوم بہی خواہان القریش نے ہماری اٹھائیس سالہ خدمات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اگر ہمارا ہاتھ بٹایا۔ اور گورنمنٹ کے کنٹرولر نے اخباری کاغذ کے لئے حسب توقع کوئی انتظام کردیا۔ تو القریش علی حالہ جاری رہیگا اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں امکانی مساعی عمل میں لانے سے دریغ نہ کرے گا۔

اخیر پر ہم ان حضرات کی خدمت میں جن کے ذمے کچھ رقوم واجب الادا ہے اور وہ امروز فردا پر ٹال رہے ہیں۔ گذارش کرینگے۔ کہ اس موقعہ پر وہ ہماری مزید پریشانیوں کا موجب نہ ہوں۔ بلکہ موجودہ رقوم اور بقایا چندے بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے عنداللہ ماجور و عندالقوم مشکور رہوں۔ نیز جن احباب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ سال آئندہ کیلئے محض اس خیال سے کہ ان کا قومی جریدہ حوادث سے مامون و محفوظ رہ سکے۔ اپنا اپنا زرِ چندہ ازخود بذریعہ ڈاک بھجوا کر ہمیں مرہونِ منت فرمائیں۔ وباللہ التوفیق!

خسروِ دکن خلد اللہ ملکہٗ

(از سید صادق علی صادق بخاری شہزادہ بخارا۔ کوہ مری)

حشر تک چرچا ہے دنیا میں آصف جاہ کا
ربِّ اکبر اس کو بخشے اوج مہر و ماہ کا

اس سیہ باطن پہ دوزخ آگ برسایا کرے
منزلِ ہستی میں جو کانٹا ہو اس کی راہ کا

ساری دنیا میں لقب ہے اسکا سلطان العلوم
اس پہ سایہ ہو جہاں میں دو جہاں کے شاہ کا

سُن کے جل جائے جو آصف جاہ کی توصیف کو
صید ہو جائے وہ یارب آفتِ ناگاہ کا

اس کی عظمت کو پہنچنا سر بسر دشوار ہے
حاسدوں کے دستِ ناقص نارسا کوتاہ کا

دشمنوں کو اس کے یارب کر جہاں میں تو ذلیل
رو سیہ ہو اس کے ہر دشمن کا ہر بدخواہ کا

می بساید آسماں بر نالہ زارانِ حضور
تشنہ کامم گرچہ من زارے بدورانِ حضور

تذکرۂ برادری

کاغذ کی صعب ترین گرانی کے اس دور میں "القریش" کو جاری رکھنے کے لئے قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے حوزہ رہ کہ از اپیلیں کی گئیں۔ رقیق القلب ہی تو اان ان سے متاثر ضرور ہوئے۔ ندوۃ القریش اور ملحقہ جماعتوں کی طرف سے بھی تائیدی اپیلیں کی گئیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ نتائج حسب توقع مترتب نہ ہوئے۔ اگر مقتدر اور صاحب ثروت حضرات کچھ ایثار اور حمیت سے کام لیتے اور صرف سوا سو روپے کی رقم جمع ہو جاتی۔ تو آئندہ سال کیلئے کاغذ کا ذخیرہ بہم پہونچانے میں سہولت ہو جاتی۔ اور قوم کا اصلاحی جریدہ جاری رکھنے میں مشکلات بڑی حد تک کم ہو جاتیں۔ مگر وقت امید و انتظار کی نذر ہو گیا۔ اب دو آنے پاؤنڈ کا کاغذ پورے سولہ آنے پاؤنڈ پر بھی نہیں ملتا۔ حکومت ہند کی طرف سے اخبارات کے لئے کچھ انتظامات کئے گئے ہیں۔ اور کاغذ کی خرید کیلئے اخبار نویسوں کو لائسنس دیئے گئے ہیں۔ تاکہ مقررہ فرموں سے کاغذ حاصل کر سکیں۔ لیکن نرخ کے متعلق کچھ طے نہیں ہوا۔ بہرحال کاغذ بہم پہونچانے کی صورت کر دی گئی ہے۔ اس تجویز سے بھی وہی جرائد و رسائل زندہ رہ سکیں گے جو کاغذ خریدنے کی سکت رکھتے ہوں۔ اس لئے بہی خواہان "القریش" کا فرض ہے۔ کہ اپنی ذمہ داری محسوس کریں۔ اور قومی مفاد کے پیش نظر دست اعانت اس کشادہ دلی کے ساتھ دراز کریں۔ کہ "القریش" میں اس مہیب ماحول کے مقابلہ کی سکت پیدا ہو جائے۔

جن حضرات کی خدمت میں بذریعہ خطوط اپیل کی گئی ہے وہ بالخصوص اور دیگر حضرات بالعموم توجہ فرمائیں۔ اور اپنے زر چندہ کے علاوہ کاغذ فنڈ میں معقول زر اعانت ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔

مکرم سید اکرام الدین صاحب ترمذی درویش (چترال) قاضی امان الحق صاحب صدیقی بی اے بی ٹی [illegible] قاضی مرید حسین صاحب پوسٹل پنشنر لاہور نے بحیثیت قومی ہماری اپیل پر توجہ فرما کر زر اعانہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے تشکر و امتنان کا موقعہ دیا ہے۔ پیر حاجی محمد عبد الحق صاحب رئیس پیر میاں عطا اللہ صاحب رئیس سرانواں اور پیر عبد العزیز صاحب سب انسپکٹر پولیس ضلع منٹگمری نے وی پی وصول کر کے اعانت فرمائی ہے۔ جس کے لئے ہم ان احباب کے بدل مشکور ہیں۔

مکرمی قاضی منظور حسین صاحب ہاشمی تحصیلدار اظہار ہمدردی فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، کہ

"آپ کی اپیل اور مراسلہ کے مطالعہ سے متاثر ہوا۔ خیال تھا۔ کہ امدادی رقم ارسال کرونگا۔ لیکن بوجوہ تاخیر ہو گئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اوائل جنوری میں جسقدر ممکن ہوا امدادی رقم ارسال ہو گی۔ رسالہ کے چندہ کے برابر رقم ارسال کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہوں۔ اس لئے وہ نہیں بھیج رہا۔ امید ہے کہ تاخیر کو خیال میں نہ لائیں گے۔"

آپ قوم کے اصلاحی امور سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کا وجود قوم کے لئے مغتنمات سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بیش از پیش توفیق عطا کرے اور جزائے خیر دے۔ آمین!

مکرم سردار محمد اکبر خاں صاحب عباسی رئیس جاگیردار، چھپاپلی کے فرزند ارجمند سردار خان محمد خانصاحب عباسی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" کا وی پی واپس ہو جانے کا افسوس ہے۔ محترم والد صاحب بندہ گو ارباہر تشریف لے گئے

ہوئے ہیں۔ ان کی تشریف آوری پر رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہوگی۔ "القریش" کی قومی خدمت کا اعتراف ہے اور والد صاحب ان خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ القریش برابر جاری رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ زر اعانت ارسال کردیا جائے گا۔ وی پی کی واپسی سے جو نقصان ہوا ہے وہ آپ کا نہیں بلکہ ہمارا نقصان ہوا ہے۔ بفضل خدا یہ کمی بھی پوری کر دی جائے گی۔

محترم سردار محمد اکبر خاں صاحب عباسی ایک حساس بزرگ ہیں۔ قومی احساسات سے آپ کا سینہ شرابور ہے آپ کے فرزند رشید بھی علم دوست اور ہمدرد قوم واقع ہوئے ہیں۔ القریش آپ کی توجہات کا مشکور ہے۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا

مکرم پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی فاروقی فیروزپوری نے ایک مکتوب میں القریش سے گہری محبت و موانست کا اظہار فرماتے ہوئے اوائل جنوری میں دوگنی رقم ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کے لئے ہم بدل مشکور ہیں۔ خدا ایفائے عہد کی جلد توفیق دے۔ آمین!

قومی جلسے

جوائنٹ سیکرٹری صاحب "ندوۃ القریش" اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ جلسوں کی کارروائیوں کی تکمیل و تعمیل اور دیگر متفرق کام کی کثرت کے سبب اس مہینہ میں مرکزی جماعت کا کوئی اجلاس منعقد نہیں ہوا۔ لہذا ان احباب اور جماعتوں کو بذریعہ اعلان ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ موصولہ رپورٹیں اور مکتوب آئندہ اجلاس میں پیش کرنے کے بعد مناسب جواب دیا جائیگا۔ تصدیق استقبالات کے سلسلہ میں آمدہ درخواستیں تشخیص کمیٹی کی خدمت میں برائے رپورٹ بھجوائی جا چکی ہیں۔ متعلق احباب آئندہ اجلاس تک انتظار کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

انجمن سادات قریش احمد آباد۔ ندوۃ القریش کمیٹی بنگلور۔ اور "فلاح القریش" فیض آباد کی انتظامیہ کمیٹیوں کے غیر معمولی جلسوں کی کارروائیاں موصول ہوئی ہیں۔ جس سے قومی کارکنان کی مستعدی اور جذبۂ حمیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ انجمن سادات قریش احمد آباد کی یہ دوسری رپورٹ موصول ہوئی۔ جو کارگذاری کے لحاظ سے نہایت اہم اور قابل تعریف ہے۔ رپورٹ مظہر ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس جماعت نے نامساعدت حالات کے باوصف خاطر خواہ ترقی کی ہے۔ بنگلور اور فیض آباد کی جماعتوں کی سرگرمی بھی قابل ستائش ہے۔ گذشتہ رپورٹوں کے مطالعہ سے ان کی حالت و حیثیت عیاں ہے۔ دونوں جماعتوں نے قلیل سی مدت میں اپنے حلقہ میں جو رسوخ پیدا کر لیا ہے۔ وہ ان کی کامیابی کی دلیل ہے۔ "القریش" کی موجودہ ضخامت مفصل رپورٹوں کی اشاعت کے متحمل نہیں۔ ورنہ قارئین کرام کو اپنے قومی بھائیوں کے جذبۂ خدمت گذاری کا اندازہ ہو جاتا۔ امید ہے کہ وابستگان انجمن ہائے ہماری اس اختصار پسندی پر ہمیں معذور سمجھیں گے۔

ایک سوال اور اسکا جواب

میاں فیروز الدین صاحب ضلع رہتک سے تحریر فرماتے ہیں کہ وسط ۱۹۲۹ء سے وسط ۱۹۳۰ء تک تو قریش کی نمائندہ جماعتیں حشرات الارض کی طرح پیدا ہوگئی تھیں۔ بلند بانگ دعاوی کے ساتھ اخبارات میں پر فریب عنوانات کے تحت کارروائیاں پڑھی جاتی تھیں۔ لیکن بعد ازاں ہوا کا یکسر رخ بدل گیا۔ نہ وہ "جمعیۃ القریش" سنی جاتی ہے۔ اور نہ وہ آل انڈیا قسم کی کوئی جماعت باقی معلوم ہوتی ہے۔ وہی "القریش" اور "ندوۃ القریش" میدان عمل میں نظر آتے ہیں۔ آخر یہ جھمیلا کس برتے پر تھا؟ محترم میاں صاحب کا مکتوب اگرچہ طویل ہے۔ لیکن دلچسپ ہے۔

من و من شائع کرنے کی گنجائش نہ پاتے ہوئے ماحصل درج کر دیا گیا ہے۔ اور بالاختصار جواب یوں عرض ہے۔ کہ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہوا۔ وہ "جمعیتہ القریش" وغیرہ تو مراسیوں اور قصابیوں کا ڈھونگ تھا۔ اور وہ آل انڈیا قسم کی جماعت ایک شرارت تھی۔ جس کی تعمیر محض حسد و بغض کی بنیادوں پر کھڑی کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ اس میں زیادہ تر ہمارے "بی بوڈ فرنڈ" کے خرابیٔ دماغ کا نتیجہ تھا۔ افسوس! یہ چیزیں موسم بہار میں کبھی کبھی روئیدگی کے ساتھ ساتھ پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ لہذا ہمیں ان کی تصریح و تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ عمل و محنت اپنے اندر خاص قوت کشش رکھتی ہے۔ "القریش" اور "ندوۃ القریش" کی انتھک مساعی اور اہم ترین خدمات نے اصل و نقل اور قول و فعل کا امتیاز ازالم نشر کر دیا ہے۔ حقائق آشکار ہو چکے ہیں۔ اور اب قوم کسی دھوکا میں آنے کی نہیں۔ اور نہ اس قسم کے معاملات میں بال کی کھال کھینچنے کی چنداں ضرورت ہے دعا کریں کہ خدائے بزرگ و برتر خادمان قوم کو خدمات کی بیش از پیش توفیق عطا کرے۔

شذرات

حضور نظام کی رعایا نوازی

اعلیٰحضرت حضور نظام تاجدار دکن و برار خلد اللہ ملکہ کی برکت سے حیدرآباد میں اللہ تعالےٰ عزاسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم کے رحمت کی بارشیں موسلا دھار ہو رہی ہیں ظلِ ہمایونی میں ملک دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ رعایا خوشحال و فارغ البال ہے۔ علمی و ادبی چرچے المضاعف ہیں۔ شاہ ذی جاہ کو رعایا برایا کی بہتری و برتری اور اُن باہمی اتحاد و سلوک کا حامی رہتا ہے۔ پچھلے دنوں جہاں پناہ نے باشندگان حیدرآباد سے اتحاد و اتفاق کی اپیل کی۔ اور ایک مقامی جریدہ میں بزبان فارسی ایک نظم شائع فرمائی۔ جس میں واضح فرمایا۔ کہ ریاست میں ہندو اور مسلم برابر کے شریک ہیں۔ لہذا اتحاد کے لئے دونوں کو یکساں جد و جہد کرنی چاہیئے۔ کتنا ہمدردانہ مشورہ ہے۔ جو ایک تاجدار کی طرف سے رعایا کو دیا جاتا ہے۔ اسی طرح "ویمن کانفرنس" کے گذشتہ اجلاس میں عالم پناہ نے بالفاظ ذیل ایک پیغام ارسال فرمایا تھا۔

"نہ صرف آپ میں وحدت فکر و عمل ہونی چاہیئے۔ بلکہ مردوں پر بھی اثر ڈالئے۔ تاکہ زندگی زیادہ مسرت بخش اور زیادہ پرامن ہو سکے۔ آپ ملک پر اور خصوصاً آئندہ نسلوں پر احسان کریں گی۔ اگر بچوں کی تربیت پر تمام تر توجہ مبذول کریں۔ دنیا کا مستقبل انہیں بچوں کے ہاتھ میں ہے۔ غریبوں کی امداد کے لئے آپ نے جو اپیل کی ہے۔ وہ بڑی قابل تعریف ہے۔ خصوصاً ضرورت کے اس موقع پر تو انسانیت کی محبت کے خیال سے یہ اپیل اور اہم ہو جاتی ہے میری حکومت اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ لیکن ہر خوش حال شہری کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بدقسمت ہمسایوں کی بہتری کا خیال رکھے"

خواتین کو اعلیٰحضرت کے زرّیں پیغام کا لفظ لفظ آویزۂ گوش بنا لینا چاہیئے۔ واقعی ہر قوم کے درخشاں مستقبل کی

بنیادیں اس کے بچوں کی اعلیٰ تربیت ہی سے استوار ہوسکتی ہیں۔ عورت کی گود وہ گہوارہ ہے۔ جس میں قوم کی آئندہ امیدیں پرورش پاتی ہیں۔ یہ وہ سانچا ہے۔ جس میں قوم کی تقدیر ڈھلتی ہے۔ کانفرنس اپنی اس خوش نصیبی پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ کہ حضور ممدوح نے اسے اپنی حکومت کی طرف سے ہر ممکن امداد کا یقین دلایا ہے۔

رعایائے حیدرآباد کس قدر خوش نصیب ہے۔ کہ اُسے ایک ایسے ہمدرد و خیراندیش بادشاہ کی رعیت ہونے کا موقع میسر ہے۔ جو اس کے ہر حالت میں نگہبان و محافظ اور بہی خواہ ہے

زندہ باد حضور نظام پائندہ باد دولت آصفیہ۔

اعلیٰحضرت کی جنگی حمایت

تحفظ رعیت و مملکت کے پیش نظر جہاں پناہ نے جنگ جیتنے کیلئے دولتِ برطانیہ کی بیش قدر شاہانہ امداد فرمائی ہے فوج اسامان جنگ کے علاوہ زر نقد کی پیشکش ایک طویل فہرست کی محتاج ہے۔ برطانیہ کی طرف اس اعانت کیلئے بار ہا تشکر و امتنان کا اظہار کیا گیا ہے۔ گذشتہ دنوں اعلیٰحضرت نے روسی جنگ میں امداد کیلئے دو ہزار پونڈ کا گرانقدر عطیہ دیا جس پر ڈیوک آف گلاسٹر کی طرف سے اعلیٰحضرت کی سپاس گذاری کی گئی علاوہ ازیں حال ہی میں دولت آصفیہ کی طرف سے ریلوے فائٹر پلین فنڈ میں ۸۰۲۸۰ روپے دیئے گئے۔ یہ فنڈ نظام سٹیٹ ریلوے کے نظم و نسق کی طرف سے قائم کیا گیا ہے۔ اس میں سے پانچ ہزار اسٹرلنگ کی رقم بہت خاص قسم کے شکاری طیاروں کے واسطے مخصوص کی گئی ہے۔ ان طیاروں کا نام ایچ۔ ای نظام سٹیٹ ریلوے ہوگا۔ دعا ہے۔ کہ خدائے تبارک و تعالیٰ جہانپناہ کی ان مساعی کا نتیجہ حسب دلخواہ نیک مترتب ہو۔ اور اعلیٰحضرت کا سایہ ہما پایہ رعایا اور مسلمانان ہند پر تا دوام قائم رہے آمین!

دو مولویوں کا راہ عمل

بنگال کے وزیراعظم مسٹر فضل الحق صاحب "مولوی" کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے سرگرم اور متنفذ رکن تھے۔ شروع شروع میں تو آپ جمعیت اسلامی کا خوب مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن اس پر زیادہ دیر تک ثابت قدم نہ رہ سکے۔ پائے ثبات میں لغزش آئی۔ اور مسلم لیگ کے سامنے ڈٹ گئے۔ الٹے سیدھے بیانات شائع کرائے۔ اور بالآخر مخلوط وزارت قائم کرنے کیلئے ایک "کو ایلیشن" بنا کر مجوزہ راہ عمل سے بدک گئے۔ آپ کی موجودہ روش نے مسلمانوں کی کشتی کو ایسے ہولناک طوفان کی لہر میں دھکیل دیا ہے۔ کہ خدا ہی کرے تو بیڑا پار ہو۔ کل تک تو مولوی صاحب فرما رہے تھے۔ کہ نئی "پروگریسو پارٹی" کی رہنمائی انہوں نے قبول نہیں کی۔ لیکن نہ صرف انہوں نے اس کی قیادت قبول کر لی ہے۔ بلکہ فخر و مباہات کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔ کہ اس پارٹی کا قیام تاریخ ہند کا ایک بے مثال واقعہ ہے۔

یہ پارٹی تقریباً ڈیڑھ سو ارکان پر مشتمل ہوگی۔ جن میں مسلمانوں کی تعداد پچاس سے زائد نہ ہوسکیگی۔

دوسرے مولوی وہ بزرگ ہیں۔ جنہیں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی کہا جاتا ہے۔ آپ متبحر عالم ہیں۔ اور ایک مسلمہ شخصیت کے حامل بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن آپ سیاست حاضرہ کی رو میں بہ کر ملت اسلامیہ سے بالکل بیگانہ ہو رہے ہیں۔

جمنا، نربدا، سندھ ساگر پارٹی آپ ہی کی اختراع ہے۔ جو اب آپ نے لاہور میں قائم کر دی ہے۔ اس پارٹی کے اغراض و مقاصد قابل ملاحظہ ہیں۔ ۱۔ اہنسا کی پابندی سے پورا سوراجیہ حاصل کرنا۔ ۲۔ ایسے جتن کرنا کہ ہندوستان

ابعاً دولت مشترکہ برطانیہ کا جزولاینفک بنا رہے۔ ۴۔ اس بات کی کوشش کرنا کہ تمام ہندوستانیوں کو یکساں شہری حقوق حاصل ہوں۔ وغیرہ۔

یہ ہے مولوی صاحبان کا راہِ عمل اور یہ ہے مفاد ملی کے لئے ان کی قابل صد ستائش مساعی، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کھری کھری باتیں

پچھلے دنوں اسلامیہ کالج لاہور کے ٹینس لان میں سر عبد القادر بالقابہ کی زیر صدارت مسلم طلبہ کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا جس میں مسٹر ایم این رائے نے فرقہ وار مسئلہ آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد لاہور۔ اکھنڈ ہندوستان کانگرس کے طرز عمل اور مسٹر ایمری کے بیان پر ایک مدبرانہ اور بے لاگ تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قرارداد لاہور میں ایک محدود الانتہا مرکزی وفاقی حکومت داخل کر دی جائے تو کوئی صحیح العقل شخص اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

"اکھنڈ ہندوستان" کے متعلق آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سکیم قطعاً ناقابل عمل ہے۔ اس کے حق میں جتنا پروپیگنڈا ہوگا۔ اتنا ہی اس کا حصول ناممکن ہو جائیگا۔ جو لوگ بار بار ہندوستان کو تاریخی اعتبار سے ناقابل تقسیم قرار دیتے ہیں۔ وہ لفاظیوں کے بل پر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔

مسٹر رائے کانگرسیوں سے سوال کرتے ہیں۔ کہ "تم ہر روز حق خود اختیاری کا ڈھول پیٹتے رہتے ہو۔ اگر تم یہ حق اپنے لئے مانگتے ہو۔ تو دوسروں (مسلمانوں) کو یہی حق دینے سے کیوں گھبراتے ہو۔ اگر تم ہندو مسلم اتحاد دل سے چاہتے ہو تو تمہیں اس کی قیمت ادا کرنی پڑیگی۔ تم ہندو مسلم اتحاد کے لئے مرنے کو تیار ہو لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ مسلم لیگ کی خواہش کے مطابق مسلمانوں کو نظم ونسق حکومت میں نصف حصہ دے دو۔ اور قربانی دیئے بغیر ہندو مسلم اتحاد کا ڈھول پیٹنا گندم نمائی جو فروشی ہے؟

مسٹر ایمری کے بیان سے متعلق مسٹر رائے فرماتے ہیں "ان کا قول صحت وصداقت پر مبنی ہے کہ ہندوستانی کسی دستور پر متفق نہیں ہوئے۔ اسلئے برطانیہ انہیں مزید اختیارات دینے سے قاصر ہے۔ برطانی حکومت نے ہمیں چیلنج دیا ہے۔ کہ ہم کوئی متفقہ دستور پیش کریں۔ ہمیں یہ چیلنج منظور کر لینا چاہیئے۔ اور مسٹر ایمری یا برطانیہ پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے آپ میں اتفاق پیدا کرنا چاہیئے"۔

ہندوستان کے آئندہ دستور کے متعلق مسٹر رائے نے ایک سکیم تیار کی ہے۔ جس کا مجمل خاکہ یہ ہے۔ کہ "ملک کو مذہبی تمدنی اور لسانی بنیادوں پر بھی الگ کیا جا سکتا ہے۔ میں کسی ایسی کمل آزادی کا قائل نہیں۔ جو علیحدگی کے حق پر مبنی نہ ہو۔ تمام صوبوں کی ایک محدود الاختیارات مرکزی وفاقی حکومت ہونی چاہیئے"

آخر میں مسٹر رائے نے فرمایا: "آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد اور میری سکیم میں نہایت معمولی فرق ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ مسلم عوام اس دستور کو قبول کرنے سے کیوں احتراز کرینگے اس میں کوئی دھوکا نہیں اور سب باتیں صاف ظاہر ہیں"۔

مسٹر ایم این رائے ملک کے بہترین سیاستدانوں میں سے ہیں۔ اور باشندگان ہند بلا امتیاز قوم ومذہب انہیں ایک صائب الرائے اور بالغ نظر محب وطن سمجھتے ہیں۔ ان کے یہ زریں ارشادات برادران وطن کی چشم بصیرت کیلئے سرمے کا حکم رکھتے ہیں۔ اگر وہ ایک لمحے کیلئے وسعت مشرب اور عالی ظرفی سے کام لے کر مسلم لیگ کی قرارداد لاہور پر غور کریں۔ تو نہایت آسانی سے ہندو مسلم اتحاد کی بنیادیں استوار ہو سکتی ہیں [illegible] انہیں مضبوط بنیادوں پر آزادی کا عالی قصر فلک بوس تعمیر ہو سکتا ہے۔

بصائر و عبر

(مولانا عبدالماجد صاحب بی۔اے دریابادی)

انتشارِ اُمت

حج کے موقع پر منیٰ میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا۔ کہ آپ نماز قصر ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت صدیق رضؓ اور حضرت فاروق رضؓ کا بھی اپنے اپنے عہدِ خلافت میں یہی طریقہ رہا۔ جب حضرت عثمان غنی رضؓ کی نوبت آئی۔ تو ابتداد میں آپ کا بھی اسی پر عمل رہا۔ بعد کو کسی مصلحت یا ضرورت سے آپ نے پوری نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اس وقت جو صحابہ منیٰ میں موجود تھے۔ ان میں ایک حضرت عبداللہ بن عمر بھی تھے اُن کا زہد و ورع عالم آشکار تھا۔ اتباع سنت کا ذوق اس درجہ بڑھا ہوا تھا۔ کہ لوگوں کی نظر میں والہانہ جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ صرف عبادات و مجاہدات ہی میں نہیں، رسول کریمؐ کی اتفاقی اور بشری عادات تک کی پیروی میں انہماک تھا۔ حج کیلئے نکلتے تو جن جن راستوں سے حضور انور گزرے تھے۔ خود بھی گذرتے۔ جہاں جہاں حضورؐ نے منزلیں کی تھیں خود بھی منزل کرتے اور انتہا یہ ہے۔ کہ جس جس مقام پر حضورؐ نے طہارت فرمائی تھی وہیں تو بھی طہارت کیلئے بیٹھ جاتے۔

ایسے عاشق صادق ایسے پیروِ کامل کے دل پر نماز جیسی اہم ترین عبادت کے معاملہ میں سنت رسول سے علیحدگی (خواہ وہ کیسی ہی مصلحت پر مبنی ہو) دیکھ کر کیا کچھ دلگرفتگی ہو گی؟ لیکن اہل سیر متفق ہو کر یہ روایت لکھتے ہیں۔ کہ یہی ابن عمرؓ منیٰ میں جب تنہا نماز پڑھتے تو حسب معمول و حسب سنت رسولؐ قصر ہی کرتے۔ لیکن جب امام وقت، خلیفہ امام وقت خلیفۂ رسول کی اقتداء میں شریک جماعت ہوتے ہیں۔ تو خود بھی سب کے ساتھ چار ہی رکعتیں پڑھتے ہیں۔ اور جب اس پر لوگ حیرت سے سوال کرتے ہیں۔ تو جواب میں فرماتے ہیں۔ "الخلاف شر" اختلاف و تفریق پیدا کرنا بڑی بری بات ہے۔ اللہ اکبر! امت میں تفریق اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے سے کتنی نفرت تھی۔ اور اس کی کیسی اہمیت دل میں جاگزیں تھی۔

اس مقدس و برگزیدہ صحابی نے اتفاق و اتحاد کے فوائد پر کوئی طویل لکچر نہیں دیا۔ نا اتفاقی کے نقصانات پر کوئی "مقالہ افتتاحیہ" تحریر نہیں فرمایا۔ محض اپنے عمل سے اپنے کردار سے، اپنے آپ کو دوسرے کے تابع کر کے دکھا دیا کہ امت کو تفریق و اختلاف سے بچانا، کس قدر ضروری ہے اور اس غرض کیلئے ہر ایثار کس قدر پسندیدہ ہے۔

آج زبانوں پر سب کے اتحاد، اتحاد، اتفاق، اتفاق کی پکار ہے۔ لیکن کوئی صاحب بھی دوسرے کے آگے جھکنے دوسرے کی بات کے سامنے اپنی بات کے دبا دینے۔ دوسروں کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے کے مغلوب کر لینے پر آمادہ ہیں؟ افسر سب بننا چاہتے ہیں۔ کیا کسی کو محض سپاہی بن کر رہنا بھی گوارا ہے؟

دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔ ورنہ جواب سے معذور سمجھیں

"منیجر"

تاریخِ اسلام کا ایک ورق

کفر و ایمان کی جنگ

عظمت قیاصرہ اور شوکت اکاسرہ کو مظاہرات سرفروشی سے پارہ پارہ کرنے کے لئے راسخ العزم اور جانباز احرار اسلام کارزار موتہ میں عساکر رومی کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ تین ہزار احرار — اور دو لاکھ جرار اعدا کی یلغار — بظاہر چیونٹی کا ہاتھی سے مقابلہ دل ذوق غزا سے معمور آنکھیں مئے ایمانی سے مخمور۔ نورانی چہروں پر مسرت و انبساط کی لہریں رقصاں مقلوب دامن صبر و استقلال سے ہمکنار۔ حوادث حربیہ سے دوچار۔ تعبیر مقصود کی طرف گامزن — ان کا جوش ملی خون مقدس کی لہریں بن کر حریفوں کے استعمار کو خس و خاشاک کی طرح بہائے جا رہا تھا۔

ہاں۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ ان کی فنا میں قومیت کی حیات مضمر ہے۔ ان کو معلوم تھا کہ مقتضیات وقت کی قربان گاہ پر مفاد ذاتی کی بھینٹ ملت کی آبرو ہے۔ ان پر اچھی طرح واضح تھا کہ ان کی خون پاشی ہی تمرد اعدا کی بلندیوں کو فنا کی تحت الثریٰ میں پہنچا سکتی ہے۔

جیوش احرار شرجیلی عساکر اور ہرقلی سورماؤں کے ساتھ نبرد آزما مصائب و آلام کا بہادرانہ مقابلہ کر رہے تھے۔ ٹھیک اس وقت جب سورج کی شفق آلود کرنیں سطح ارض پر منتشر ہونے والی تھیں۔ آفتاب عالم تاب اپنی آخری منازل طے کر کے محوِ آرام ہونا چاہتا تھا۔ ہاں اس وقت جب لیلائے شب کی سیاہ زلفوں کا پردہ افق عالم پر گر کر کائنات کو فضائے خاموشی میں ساکت کر دینے کا منتظر تھا۔ عبداللہ ابن رواحہؓ نے مستقر عسکر میں جیوش احرار کے روبرو شمشیر بکف ہو کر کہا۔

احرار اسلام! تمہاری رگوں میں وہ مقدس خون دوڑ رہا ہے جس کی تخلیق انوار رسالت کی تنویر سے ہوئی۔ جو بعثتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پر اسرار حقیقتوں کا حامل ہے۔ تمہارا واحد نعرہ توحید جمعیت کفار کو منتشر کر دے گا۔ بڑھو اور مخالفین پر ثابت کر دو کہ قلتِ تعداد تمہارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔

زیدؓ ابن حارث شہادت کی سعادت کے متمنی۔ ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے میں رایت اسلام۔ قلب لشکر کے عین آگے داد شجاعت دے رہے تھے۔ ان کا ہر وار اس اٹل حقیقت کے انکشاف کا حامل تھا۔ کہ قصر باطل کے استحکام کو انہدام کلی کا مورد بنا دینا غلامانِ محمدؐ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ زیدؓ کشتوں کے پشتے لگاتے جوشِ مردانگی میں پیشقدمی کرتے اپنے ساتھیوں سے منقطع ہو گئے۔ کفار کے غول بیابانی نے آپ کو نرغے میں لے لیا۔ یہاں تک کہ عروس شہادت آپ سے ہم آغوش ہو گئی۔ جعفرؓ یہ دیکھ کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ بڑھے اور پرچم اسلام سنبھال کر کفار پر جھپٹے۔ معاً ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا۔ لیکن پائے استقلال کو سر مو لغزش نہ ہوئی۔ اور پا پیادہ ہو کر انہوں نے شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے۔ کہ دشمن ہکا بکا ہو گئے۔ یکبارگی سنبھل کر جمعیت رومی نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اور انتہائی نامساعد حالات کے تحت آپ کی جفاکشی۔ قوت اور شوکت بھی اتصال شہادت سے مشرف ہوئی۔

دار فتگان جہاد پر ایک پُر اسرار کیفیت۔ ایک مذ خود

رفتگی اور جوش شجاعت کے تاثرات کا تسلط تھا۔ اب وہ گرد و
پیش کے حالات سے بالکل بے خبر ہو کر لڑ رہے تھے۔ غیرت و
حمیت کے نشے سے سرشار شمع اسلام کے تحفظ کی خاطر پروانہ وار
—— دیوانہ وار آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی فراخ پیشانیوں میں
حب اسلام کا وہ نور چمک رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں تنویر حریت
کے ان رازہائے سربستہ کی جھلملاہٹ تھی جو خرمنِ الحاد و استعمار
کیلئے ہیبت برق کا اثر رکھتے تھے۔

سرفروشوں کی یہ مختصر جمعیت مصروفِ پیکار تھی ——
بے راہ نما سالار کے بغیر۔ یکایک ان کی جمعیت میں انتشار پیدا
ہونے لگا۔ سرداروں کی پے درپے شہادت کے تاثرات نے ان کے
احساسات و جذبات پر جمود کی کیفیت طاری کر دی۔ ان کے ہاتھ
ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ وہ باوفا اور حساس دل رکھتے تھے۔ جذبات
شجاعت و استقلال سے معمور۔ جنہیں وہ ناموس اسلام کی بھینٹ
چڑھا سکتے تھے۔ یقیناً وہ احرار تھے۔ اور ان میں وہ تمام صفات
موجود تھیں۔ جن کی ایسے نازک مواقع پر ضرورت ہو سکتی ہے مگر
کسی جہاندیدہ اور تجربہ کار امیر کے بغیر ان کی طاقت و قوت کا صحیح
استعمال محالات سے تھا۔

ثابت بن اکرم رضہ دور کھڑے تمام حالات کا بغور مطالعہ
کر رہے تھے۔ ان پر ایک پر اسرار اضطرار کی کیفیت طاری تھی
وہ غم و غصہ سے تھرا رہے تھے۔ نہایت عجلت کے ساتھ
انہوں نے علم اٹھایا۔ اور مستقر عسکری میں پہنچ کر پرجوش لہجے
میں کہنے لگے۔

مسلمانو! ضروریات وقت مقتضی ہیں کہ کسی ایک
شخص کو امیر منتخب کر لو۔ ورنہ ناکامی کی ظلمتوں اور خشوہ
طرازیوں کا شکار بن کر ہر طرح نامراد رہ جاؤ گے۔

یکبارگی خالد بن ولید کے نام کے لرزہ آور نعروں
سے محشر بپا ہو گیا۔ خالد مستعدی۔ فرض شناسی اور
ایثار کا مجسمہ تھے۔

سنگستانوں کو روئی کے گالے بنا کر اڑا دینے والے
بہادر وہ ذاتی وجاہت کے حصول میں سست تھے۔ لیکن
خدمتِ اسلام اور خدمت قوم کی خاطر دنیا کی بہترین آسائشوں
پر لات مار دینے میں چست۔

خالد رضہ اپنی فولادی گرفت میں رایت اسلام لئے
ہوئے بڑھے۔ غصے اور رنج کے مارے ان کا چہرہ
انگاروں کی طرح دہک رہا تھا۔ ان کی آنکھوں سے آتش
غضب کی چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ وہ ایک غضبناک
شیر کی طرح بڑھے۔ مجاہدین کو للکارا۔ اور ان کی ترتیب
اور نقل و حرکت کو قابو میں رکھتے ہوئے اعدا کے عساکر
پر دھاوا بول دیا۔ آپ کی قیادت مردانگی و شجاعت اور
فصاحت و بلاغت نے حریت کے ان علمبرداروں کی رگ
رگ میں بہادری و استقلال کا خون بھر دیا۔ آناً فاناً جنگ
کا رخ بدل گیا۔ کفار مجاہدین کے حملے کی تاب نہ لا کر بدحواس
باختگی میں فرار ہونے لگے۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے
ان کا تعاقب کیا گیا۔ اور چند ساعت کے اندر رومی فخر و
استعمار اور طاقت و قوت آوازۂ موہوم بن کر رہ گئی۔

(اختر شیرانی خائنت اسلام)

تذکرۃ السّلف

سلطان سکندر لودی

سلطان سکندر لودی کے امرائے عظام میں ایک ملک آدم بھی تھے۔ جو پٹھانوں کی مشہور قوم کاکڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ جب سلطان سکندر کے دربار میں آتے تو سلطان ان کو دور سے دیکھتے ہی کھڑا ہو جاتا۔ اور تا لب فرش استقبال کیلئے آگے بڑھ کر آتا۔ اور ہاتھ پکڑ کر ہمراہ لے جاتا۔ اور اپنی برابر تخت پر بٹھاتا۔ کسی دوسرے امیر کو کسی بادشاہ کے دربار میں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔ ملک آدم کاکڑ ایک زبردست سپہ سالار اور اعلیٰ درجہ کے مدبر اور ذی علم شخص تھے۔ عام نگاہوں میں ملک آدم کی یہ عزت و توقیر ان کی شجاعت وبہادری قابلیت سپہ سالاری اور علم و دانائی کے سبب سمجھی جاتی تھی۔ لیکن سلطان سکندر لودی اور ملک آدم کاکڑ کا روحانی تعلق بھی تھا۔ سلطان سکندر لودی اور ملک آدم کاکڑ دونوں اپنے زمانہ کے غوث یا ابدال تھے۔ اس زمانہ کی مادی دنیا میں جبکہ روحانی پیشوائی کے مدعی اور صوفی کہلانے والے سب سے زیادہ مادیت کی آلائشوں میں نظر آ رہے ہیں۔ کسی بادشاہ اور وزیر کے باخدا ہونے کا تذکرہ لوگوں کے لئے سامان تمسخر سے زیادہ کوئی مرتبہ نہیں رکھتا۔ لیکن "مسلمان در گور، مسلمانی در کتاب" کا مقولہ اگر اس زمانہ پر صادق آسکتا ہے۔ اور لفظ کتاب کے مفہوم میں تاریخی روایات کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ تو اس بات کا ثابت کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ مسلمانوں میں ایسے صاحب تخت و تاج بھی بکثرت گذر چکے ہیں۔ جو کسی درویش دلریش اور فاقہ مست عابد شب زندہ دار سے خدا شناسی کے معاملہ میں ہرگز کم نہ تھے۔ سلطان سکندر لودی اور ملک آدم کاکڑ کے حالات تاریخوں میں بڑی تفصیل و تشریح کیساتھ مندرج ہیں۔ جو ان کی پاک باطنی و خدا آگاہی پر دال ہیں۔ میں اسوقت ایک ایسی حکائت سنانی چاہتا ہوں۔ جو ان دونو بزرگوں سے یکساں تعلق رکھتی ہے۔ اور جس کو نعمت اللہ ہروی نے اپنی کتاب مخزن افغانی میں بیان کیا ہے۔ یہ حکایت کسی دوسری کتاب میں بھی میری نظر سے گذر چکی ہے۔ لیکن اس وقت میرے سامنے صرف مخزن افغانی ہے۔ اور میں اسی سے نہائت اختصار کے ساتھ ترجمہ کر کے نقل کرتا ہوں نعمت اللہ ہروی کے الفاظ جو اس حکایت کی تمہید میں اس نے لکھے ہیں یہ ہیں۔

" واز اکثر مردم متدین تحقیق پیوستہ ہر دو بزرگ (سلطان سکندر و ملک آدم) بمرتبۂ غوثیت رسیدہ بودند و از احوال سلطان سکندر بوضوح پیوست کہ از ولائت بہرہ تمام داشت و کشف حقائق و اطلاع بر مغیبات از انجا بود و اوصاف حمیدہ اخلاق پسندیدہ ملک آدم زچنداں است کہ بتقریر و تحریر راست آید۔ لاجرم بیک نقل از خوارق ایشاں اقدام می نمائید "

اس کے بعد جو واقعہ بیان کیا ہے یہ ہے۔ کہ ایک ہندو دھوبی بیانہ میں رہتا تھا۔ اس کی بیوی بہت خوبصورت تھی۔ لوگ دھوبن کے دیکھنے کے لئے اکثر آتے رہتے۔ اور ارد گرد چکر لگاتے ہوئے دیکھے جاتے تھے۔ دھوبی اور دھوبن دونوں بیانہ والوں کی اس نظارہ بازی اور غیر شریفانہ طرز عمل سے عاجز آ گئے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ بیانہ کی سکونت ترک کر کے دارالسلطنت آگرہ میں جا رہیں۔ چنانچہ ایک

روز وہ سامان سفر مرتب کر کے بیانہ سے آگرہ کی جانب روانہ ہوئے تھوڑی دُور چلے تھے۔ کہ چار مسافر پیچھے سے آئے۔ اور پوچھا۔ کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ دھوبی نے کہا "میں غریب دھوبی ہوں آگرہ جا رہا ہوں کہ وہیں اقامت گزیں ہو کر اپنا کاروبار شروع کروں"

اِن چار مسافروں نے کہا کہ ہم بھی آگرہ کی طرف جا رہے ہیں۔ آؤ سب مل کر ایک قافلہ کی صورت میں سفر طے کریں۔ دھوبی کو ان کی نسبت کچھ شبہ ہوا۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ اپنا سفر بدستور جاری رکھیں۔ میری ہمراہی کا خیال نہ فرمائیں۔ مَیں بطورِ خود جس طرح میرا جی چاہے گا۔ اپنا سفر طے کروں گا۔ آپ لوگوں کی معیت مجھ کو درکار نہیں یہ کہ کر اسباب بقچہ کمر سے اتار کر راستے کے کنارے بیٹھ گیا انہوں نے دھوبی کی یہ باتیں سنکر خدا کی قسمیں کھائیں۔ اور کہا کہ ہم تیرے ساتھ ہرگز دھوکا نہ کریں گے۔ اور تیرے خلاف منشا کوئی حرکت ہم سے سرزد نہ ہو گی۔ بلکہ ہم تجھ کو بحفاظت آگرہ تک پہنچا دیں گے۔ دھوبی ان سے قول و قرار اور خدا کی قسمیں لے کر ہمراہ ہو گیا۔ رات کو ایک مقام پر ٹھیرے جب آدھی رات گزر چکی۔ تو انہوں نے دھوبی کو اٹھایا۔ کہ چلو صبح ہو گئی۔ دھوبی نے ہرچند کہا کہ ابھی رات بہت ہے۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ مجبوراً دھوبی اپنا اسباب اٹھا کر ان کے ہمراہ چل دیا۔ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ان میں سے ایک نے دھوبی کے پیچھے سے آکر ایسی تلوار ماری کہ اس کی گردن کٹ کر سر الگ جا پڑا۔ دھوبن نے شور مچانا چاہا تو اس کو ڈرا دھمکا کر خاموش کیا۔ اس کے اسباب پر قبضہ کر کے عورت کے ساتھ نرمی اور دلاسے کی باتیں کیں۔ اور اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ عورت بیچاری بحالت لاچاری ان کے ساتھ روانہ ہوئی۔ مگر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی تھی۔ ان بدبختوں نے کہا کہ تو اپنے شوہر کا حال دیکھ چکی ہے۔ خدا کا شکر ادا کر۔ کہ محنت مزدوری سے تو نے نجات پائی۔ اب ہمارے ساتھ رہنے پر رضامند ہو۔ پیچھے پھر کر کسے دیکھتی ہے؟ دھوبن نے جواب دیا۔ کہ میں اس خدا کو دیکھتی ہوں۔ جسے تم لوگوں نے اپنے اور میرے شوہر کے درمیان بطور ضامن پیش کیا تھا۔ اور میرے شوہر نے اسی کے بھروسے پر اپنی جان دی۔ میں دیکھتی ہوں۔ کہ وہ خدا کہاں ہے اور اس کو اس واقعے کی خبر بھی ہوئی یا نہیں وہ عورت یہ کہہ ہی رہی تھی۔ کہ سامنے سے دو شخص نیلے گھوڑوں پر سوار نمودار ہوئے۔ انہوں نے آتے ہی ان چاروں کی گردنیں اڑا دیں۔ اور دھوبن سے کہا کہ جلد بتا تیرے شوہر کی لاش کہاں پڑی ہے؟ دھوبن ان کو دھوبی کی لاش پر لے گئی۔ ان سواروں میں سے ایک گھوڑے سے اترا۔ اور دھوبی کا سر اس کے دھڑ سے ملا کر دعا کیلئے اپنے ہاتھ بلند کئے۔ اس کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ دھوبی زندہ ہو کر بیٹھ گیا۔ سوار پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور دونوں سوار یہ کہکر چل دیئے۔ کہ اپنے اسباب کو سنبھال لو۔ اور اپنا راستہ اختیار کرو۔ دھوبی اور دھوبن نے اپنے سامان کے ساتھ ان چاروں مقتولین کے قیمتی ہتھیار بھی اٹھا لئے آگرہ پہنچکر ہتھیار قاضی کے پاس پہنچائے۔ اور تمام حال سنایا۔ لوگ ہر طرح سے دھوبی کے دیکھنے کو جمع ہوئے۔ شہر آگرہ میں شہرت ہو گئی۔ کہ ایک دھوبی مرنے کے بعد زندہ ہوا ہے۔ بیانہ میں دھوبن کو دیکھنے کے لئے لوگ آتے تھے۔ آگرہ میں دھوبی کے دیکھنے کو مخلوق آنے لگی۔ قاضی شہر نے سلطان سکندر کے دربار میں دھوبی اور دھوبن کو لے جا کر پیش کیا۔ جب دونوں سلطان کے سامنے پہنچے تو سلطان کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ اسی اثناء میں

ملک آدم کاکڑ دربار میں آئے۔ اور سلطان نے حسب دستور ان کو اپنی برابر تخت پر بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب دونوں کو ہوش آیا۔ تو ان کے حالات دریافت کئے گئے۔ جب ان دونوں سواروں کی نسبت پوچھا گیا تو تم ان کو پہچان سکتے ہو؟ تو دھوبی اور دھوبن دونوں نے بے اختیار آگے بڑھ کر سلطان اور ملک آدم کاکڑ کے دامن پکڑ لئے۔ اور کہا کہ تمہیں دونوں تھے۔ اور تمہیں نے ان چاروں شخصوں کو قتل کیا ہے۔ اور ملک آدم سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تمہیں نے گھوڑے سے اتر کر سر کو دھڑ سے ملایا اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ یہ سنتے ہی تمام دربار میں سناٹا چھا گیا۔ ملک آدم نے سلطان سے کہا کہ کیا آپ اس دنیا میں شہرت اور نیکنامی کے خواہاں ہیں؟ یہ سنتے ہی سلطان مطلب سمجھ گیا۔ اور فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے فرشتے ہم دونوں کی شکل میں نمودار ہوئے ہونگے۔ یہ کہکر دونوں نے اپنے دامن چھڑا لئے۔ اور دھوبی دھوبن دونوں کو دربار سے رخصت کیا۔

واقعات و حوادث

سنہ ۱۹۴۲ء کیلئے ہمارا فرض

سال سنہ ۱۹۴۱ء اپنے پیشرو سال کی طرح اپنے حوادث و مصائب کے اثرات چھوڑ کر ختم ہو گیا۔ اس سال میں جنگ کے شعلے دنیا کے مختلف حصص میں پھیلتے گئے۔ برسوں اور صدیوں کی آبادیاں ویران و سنسان ہوتی گئیں۔ خلق خدا ایک خونی منظر دیکھنے پر مجبور ہوئی۔ کہ الامان والحفیظ۔

سال سنہ ۱۹۴۲ء شروع ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ خدا جانے یہ کس قسم کے فتنے اپنے ساتھ لا رہا ہے۔ لیکن سنہ ۱۹۴۱ء کے آخری ایام جنگ کے شعلوں کو ہندوستان کی سرحدات پر لے آئے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ نیا سال ہندوستان کے لئے تشویش و پریشانی کا موجب ہو۔ لہذا اہل ہند کو دعا کرنی چاہیئے کہ خدا انہیں شورش فتن سے محفوظ رکھے اور جنگ کے شعلے سرحدات ہند سے باہر ہی نیست و نابود ہو جائیں۔

بہر کیف خطرات جنگ سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس کے اثرات بکمال سرعت ملک میں پھیل رہے ہیں۔ ضروریات زندگی گرانی اس پریشانی کو المضاعف کر رہی ہے۔ لہذا باقتضائے حالات ضرورت داعی ہے۔ کہ کفایت اور دور اندیشی سے کام لیا جائے۔ اور ان مصائب سے عہدہ برآ ہونے کیلئے اہلیان ہند اپنے تمام فروعی فتنہ و فسادات کو ہٹا کر یکجہتی و اتحاد کی قوت سے کام لینے کی جانب متوجہ ہوں۔ ہندوستان وطن عزیز ہے۔ اس کی حفاظت اپنے جان و مال کی حفاظت ہر ہندوستانی کا فرض اولیٰ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس فرض کی ادائیگی کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

کانگرس کے منصوبے

مسٹر گاندھی کانگرس کی رہنمائی سے علیحدہ ہو گئے لیکن کانگرس کمیٹی کی مجلس عاملہ نے وزارتیں قبول کرنے کیلئے نئی راہ نکال لی ہے۔ اکثر معتقدین کانگرس حکومت سے

سمجھوتہ کرنے کی تدابیر پر غور کر رہے ہیں۔ ایک اطلاع ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد وائسرائے سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح نے اس سلسلہ میں کہا ہے۔ کہ اگر یہ مفاہمت مسلمانوں کے حقوق سے چشم پوشی کرکے کی گئی۔ تو مسلمان اس کو برداشت نہیں کر سکینگے

دو نئے آرڈی ننس

معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند نے دو نئے آرڈینینس جاری کئے ہیں۔ پہلے آرڈینینس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ خاص علاقوں میں ضرورت پیدا ہونے پر ایسے لوگوں کو سزائے موت یا اس کی بجائے سزائے تازیانہ دی جائے۔ جو لوٹ مار انتشار اور خطرناک آلات سے مسلح ہو کر شدید نقصان پہنچاتے ہوئے دیکھے جائیں۔ بلوہ کرنے اور سرکاری ملازم کو روکنے والوں کو تازیانہ کی سزا دی جائیگی دوسرے آرڈینینس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وہ کسی علاقہ کے اندر خاص عدالتیں قائم کریں یہ عدالتیں ایسے جرائم کے متعلق مقدمات کی سرسری سماعت کریں گی۔ جن کی توضیح صوبائی حکومتیں کرینگی۔ ان آرڈینینسوں کی وجہ نفاذ یہ بتائی گئی ہے۔ کہ کسی علاقہ میں دشمن کے حملہ سے ہنگامی حالات پیدا ہونے پر بعض گروہ امن شکن اقدامات کیا کرتے ہیں۔ اس امر کا یقین دلایا گیا ہے۔ کہ مذکورہ بالا آرڈی ننسوں کا نفاذ عام نہیں ہوگا۔ صرف ان علاقوں میں کیا جائیگا۔ جہاں دشمن کے حملہ یا حملہ کے خطرہ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہوں۔ جن میں انصاف کا فوری نفاذ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ آرڈینینس ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر نافذ نہیں کیا گیا ہے۔

کوائف جنگ

کڑی سردیوں اور برف باریوں کے باوجود جنگ پوری تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ لیکن جرمن سپاہ اب روس میں پسپا ہو رہی ہیں۔ لبیا میں بھی اسے شدید نقصان ہو رہا ہے۔ اخباری اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ لبیا میں ۱۸ ر نومبر سے اس وقت تک اڑھائی لاکھ جرمن اور اطالوی سپاہی گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب سمولنسک میں ہٹلر نیا فوجی ہیڈ کوارٹر بنانے کی فکر میں ہے۔ کاکیشیا میں کامل خاموشی ہے۔ جاپانی افواج سیام، ہانگ کانگ اور سنگاپور پر فضائی حملے کر رہی ہے۔ لیکن اس کی مدافعت پوری قوت و طاقت کی جا رہی ہے۔ امریکہ کی طرف سے روس کو مالی امداد دی جا رہی ہے۔ گویا نازیوں کی فتوحات کی پیشگوئیوں اور خوابوں کی بھیانک تعبیر سامنے آ رہی ہے۔ خدا انتائج بخیر کرے

اعداد و شمار مردم شماری

گذشتہ مردم شماری کے اعداد و شمار شائع ہو گئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کی مردم شماری میں معتدبہ اضافہ ہوا ہے۔ یعنے

یکم مارچ سنہ ۱۹۴۱ء کو ہندوستان کی کل آبادی ۳۸ کروڑ ۸۸ لاکھ تھی۔ اس میں ۴ کروڑ ۳۷ لاکھ اور بائیس ہزار نفوس پڑھے لکھے ہیں۔ پچھلی مردم شماری میں پندرہ فیصدی اضافہ ہوا ہے، شہروں میں آبادی نسبتاً زیادہ بڑھی ہے۔ شہروں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ صوبوں میں سب سے زیادہ آبادی صوبہ سرحد کی بڑھی ہے یعنی ۲۵ فیصدی۔ بنگال دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ یعنی ۲۰ فیصدی بنگال میں پڑھے لکھے سب صوبوں سے زیادہ ہیں۔ (۹۷۲۰۰۱۱) مدراس اور کالا پانی کے جزائر میں پڑھے لکھوں کی بیحد کمی ہے۔ دہلی میں جو حکومت کا پایہ تخت ہے۔ اور چیف کمشنر کا صوبہ ہے

آبادی چالیس فیصدی بڑھی ہے۔ برطانیہ ہند میں اضافہ ۱۵ء۲ اور ریاستوں میں ۲۳ء۴ فیصدی ہے۔ کانپور کی آبادی دس سالوں میں دگنی ہو گئی ہے۔

---

۱۹ نومبر کو پنڈت گوبند ولبھ پنت نے نینی تال میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ

"مسٹر چرچل اور ان کے ہم خیال ہماری راہ میں لاکھ مشکلیں حائل کریں۔ ہم عنقریب مکمل آزادی حاصل کر لیں گے۔"

اسی روز مسٹر ایمرے وزیر نے مانچسٹر میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ۔

"آزادی کے نعرے لگانے سے ہندوستان کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہندوستانیوں کو آپس میں ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کرنا چاہیئے۔ آپ نے پوچھا کہ کونسی جماعت ہندوستان کی طرف سے متحدہ مطالبہ پیش کر سکتی ہے؟"

بیگم شاہنواز نے شہری دفاعی کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ "ہندوستانی لڑکیوں اور عورتوں کو موجودہ صورت حال میں کام کرنے کے کافی موقع نہیں دیئے جاتے لہذا ومینز والنٹری سروس قائم کی جائے۔ موصوفہ نے یہ بھی کہا کہ اگر ہر سول ڈیفنس کمشنر کو ایک خاتون اسسٹنٹ کمشنر کی امداد حاصل ہو جائے۔ تو ہوائی حملوں سے بچاؤ کے سبق عورتوں میں پھیلانے میں مدد ملے۔ یہ اسسٹنٹ کمشنر عورتیں تربیت یافتہ کام کرنے والیوں کے ادارے بنائینگی اور پھر وہ تربیت یافتہ خواتین عوام عورتوں میں کام کرینگی خاتون اسسٹنٹ کمشنر ارتباطی افسر کی حیثیت سے کام کریگی۔ اور اس طرح اے۔ آر۔ پی، کے ادارہ کو ملک کے اس حصّہ سے وابستہ کر دیگی۔ جس کو یہ ادارہ تربیت دینا چاہتا ہے۔"

پنجاب کے مصالحتی بورڈوں کی سالانہ کارگذاری کے متعلق حکومت پنجاب کا اعلان شائع ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۸ اپریل ۱۹۳۵ء سے یہ بورڈ قائم ہوئے ہیں۔ دسمبر ۱۹۳۹ء کے اختتام تک ان بورڈوں نے ۲۰۴۲۶۰۰۸ کے قرضوں کے بارہ میں فیصلے کئے اور ان قرضوں کے متعلق ۸۶۷۷۴۵۱ روپیہ پر مصالحت ہوئی۔

اس رقم میں سے جس پر مصالحت ہوئی۔ مقروضین نے ۵۶۳۶۷۳ روپے فوراً نقدی یا جنس کی صورت میں ادا کر دیا۔ ۸۱۱۳۶۷۸۰ روپیہ کی بقایا رقم کی ادائیگی کا آسان قسطوں یا چارہ مویشی اور زمین کی فروخت یا دوسرے طریق پر انتظام کیا گیا۔ قرضہ کے مصالحتی بورڈوں نے جو قسطیں مقرر کیں۔ ان پر کوئی سود نہیں لگایا گیا۔

دسمبر ۱۹۳۹ء کے اختتام تک صوبہ میں ۲۹ بورڈ اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۹ء تک پنجاب میں قرضہ کے مصالحتی بورڈوں کے پاس مقروضین اور قرضخواہوں کی کل ۶۷۷۸۰ درخواستیں آئیں۔ ان میں سے ۴۰۷۲۰ درخواستیں مقروضین کی طرف سے ۵۶۲۴۲۲۱۶ روپے کے قرض کے متعلق اور ۲۷۰۶۰ درخواستیں قرضخواہوں کی طرف سے ۲۷۱۰۰۴۴ روپیہ کے قرض کے متعلق تھیں۔ نتیجۃً مصالحتی بورڈوں کے قیام سے مقروض جماعتوں کو بہت امداد ملی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جنوری ۱۹۴۲ء

محرم ۱۳۶۱ھ

افتتاحیہ

انتیسویں (۲۹) جلد کا آغاز

جلد ۲۹ —— نمبر ۱

بہ فضل اللہ تعالیٰ اس اشاعت کے ساتھ "القریش" کی انتیسویں[۲۹] جلد شروع ہوتی ہے۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا شکر ہے۔ کہ اس کے فضل وکرم سے حوادث وفتن کے پر آشوب دور میں آپ کا یہ اصلاحی جریدہ اپنے فرائض مفوضہ کی انجام دہی کیلئے زندہ ہے۔ اور قومی خدمات کیلئے بارگاہ ایزدی سے بیش از پیش توفیق کا متمنی، اور بخلوص قلب داعی ہے کہ خدائے قادر و توانا عزاسمہٗ وسبحانہٗ قارئین کرام، معاونین عظام اور اس کے مربی ومحسن عظیم سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ وحشمتہٗ فرمانفرمائے دولت آصفیہ عالیہ کو اپنے حفظ امن میں رکھے۔ اور ان کی ہمدردیاں "القریش" کے ساتھ المضاعف ہوں، آمین ثم آمین!

"القریش" نے سالِ گذشتہ میں حوادثِ روزگار کا مقابلہ کرتے ہوئے کاغذ کی صعب ترین گرانی اور نایابی کے باوصف اپنے فرائض جس خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیئے ہیں۔ ہی خواہان قوم اس سے خوب آشنا ہیں۔ یہاں ان کی صراحت وضاحت کی ضرورت نہیں۔ قارئین کرام دعا فرمائیں۔ کہ خدائے عزوجل آئندہ بیش از پیش خدمات انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور انتیسویں جلد کے آغاز کی یہ تقریب خیر و برکت کا موجب ہو۔

"القریش" جن اہم ترین مقاصد اور عزائم کی تکمیل چاہتا تھا۔ اور قومی مفاد کیلئے جو ماحول بنانے کی تمنائیں اس کے پیش نظر تھیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ وہ کما ینبغی پوری نہیں ہوسکیں۔ قارئین کرام نے اس کی دردمندانہ اپیلوں پر معنوی طور پر توجہ دینے سے احتراز روا رکھا۔ بلکہ وہ احباب جن سے امداد واعانت کی بیشتر توقع تھی اپنا زرچندہ ادا کرنے سے بھی قاصر رہے، کاغذ کی گرانی بدرجہ اتم بڑھتی چلی گئی۔ اور حصول زر کے ذرائع محدود ومسدود ہوتے گئے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا ہی تھا۔ کہ "القریش" حیات ومات کے گرداب میں گھر جائے۔ چنانچہ یہی ہوا، "تا آنکہ آٹھ صفحہ کا رسالہ شائع کرنے کی نوبت آئی۔ اور اتنے اخراجات کی کفالت بھی دشوار ہوگئی۔ دعا فرمائیں کہ خدائے برتر واکبر کا فضل وکرم شامل حال رہے۔ مصائب ونوائب کے

بادل پھٹ جائیں۔ کارپردازان القریش اور معاونین کرام کو قوم کے اصلاحی امور میں عملی دلچسپی کی توفیق ہو۔ تاکہ اشتراک عمل سے کام لیتے ہوئے ہم مقاصد عظمیٰ کی تکمیل میں عہدہ برآ ہو سکیں۔

اخیر پر ہم ناظرین کرام سے بخلوص قلب اپیل کرینگے کہ وہ از رہِ حمیت قومی دست اعانت فراخ دلی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ بڑھائیں۔ اور اپنے چندوں کی ترسیل اور توسیع اشاعت میں سعی سے ہماری مالی اعانت فرمائیں۔ تاکہ ہم اس قومی ادارہ کو جاری رکھ سکیں۔ وَمَا علینا الا البلاغ۔

بہر خدا یہ سوچئے فرصت کے وقت میں
جاری ہے کس کے واسطے اخبار القریش

نوائے سروش

(پروفیسر حافظ محمد کریم صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل لاہور)

اُٹھ اے مسلم کہ تیرے امتحاں دینے کا وقت آیا
خدا کی راہ میں پھر مال و جاں دینے کا وقت آیا

ہلا دے قصر باطل نعرۂ اللہ اکبر سے
جہاں کے بتکدے میں پھر اذاں دینے کا وقت آیا

پریشانی سے تیری غیر نے پائی ہے جمعیت
ترے ضعفِ عمل نے بخش دی ہے اسکو یہ طاقت

ترا شیرازۂ ہستی کہیں برہم نہ ہو جائے
نکال اب تیغ حیدرؓ آزما فاروقؓ کی ہیبت

نکل بزم طرب سے عرصۂ پیکار پیدا کر
ثباتِ آہنی سے تیغ جوہر دار پیدا کر

ترے سینے میں رقصاں ہیں شرارے برقِ ایماں کے
جلا کر خرمنِ الحاد کو گلزار پیدا کر

محیطِ زندگی میں پھر کوئی طوفان پیدا کر
ڈبو دے کشتی بیداد وہ سامان پیدا کر

نہ گھبرا سحرِ باطل کے بھیانک اژدہاؤں سے
دکھا اعجاز موسیٰؑ کا وہی ایمان پیدا کر

فنا ہی میں بقا ہے اُٹھ سراپا جستجو ہو جا
توقف کر یہاں مانند شبنم اور بُو ہو جا

تجھے پالا ہے زندہ قوم کی آغوش غیرت نے
ادھر آ عشق کے مقتل میں تیغ سرخرو ہو جا

ترے ہر قطرۂ خوں سے ہوں انجم کہکشاں پیدا
تری مٹی کے ہر ذرے سے ہو باغِ جناں پیدا

مٹا کر دیکھ اپنے آپ کو راہِ محبت میں!
کہ مرگِ عارضی سے ہو حیاتِ جاوداں پیدا

تذکرہ برادری

عُذر

دسمبر کے رسالہ کی کاپیاں بالکل بروقت تیار ہو گئی تھیں۔ لیکن کاغذ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے طباعت میں تاخیر در تاخیر ہوتی چلی گئی۔ تا آنکہ آواخر دسمبر تک شائع نہ ہو سکا اس لئے اب جنوری کی اشاعت کے ساتھ ارسال ہو رہا ہے امید ہے کہ قارئین کرام اس مجبوری کیلئے ہمیں معذور خیال فرمائینگے

سپاس و تشکر

معاونین کرام میں سے جو احباب "القریش" کی خدمات سے واقف ہیں۔ اور قومی مفاد کے لئے اس کا جاری رہنا از بس ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ از روئے حیثیت قومی موجودہ حالات کے پیش نظر اس کی ہر ممکن امداد کے لئے دستِ اعانت بڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ اکثر احباب نے ہماری استدعا پر اپنے چندے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائے ہیں۔ اور باقی حضرات نے وعدے فرمائے ہیں۔ چند کرمفرما ایسے بھی ہیں جو امروز فردا پر ٹال رہے ہیں۔ انہیں بھی توجہ دے کر شکریہ کا موقعہ دینا چاہیئے۔

مکرم و محترم قاضی منظور حسین صاحب ہاشمی تحصیلدار کا ہمدردانہ گرامی نامہ دسمبر کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ آپ ایک معقول رقم کی ترسیل سے ہمیں تشکر و امتنان کا موقعہ دیں گے۔

عزیز سردار خاں محمد خاں صاحب عباسی فرزند رشید سردار محمد اکبر خاں صاحب عباسی جاگیردار، رئیس۔ گورنمنٹ کنٹریکٹر، چھانگلہ گلی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"آپ کے کارڈ کے بموجب مبلغ چھ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہیں۔ وصول کر کے مشکور فرماویں۔ اور بھی کوشش کر رہا ہوں توسیع اشاعت میں بھی امکانی مساعی عمل میں لاؤنگا۔ موسم بہار میں آپ کو مدعو کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ کافی خریدار مہیا ہو جائینگے والد بزرگوار کے نام رسالہ بدستور جاری رکھیں"

محترم سردار محمد اکبر خاں صاحب موصوف امیر کبیر ہونے کے باوصف قوم کے اصلاحی امور میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہماری خدمات کا بارہا اعتراف فرما چکے ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ عزیز سردار خاں محمد خاں نے یہ جوہر ورثہ میں پایا ہے خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں بیش از پیش توفیق عطا کرے۔ آمین۔

ندوۃ القریش کا اجلاس

۱۱ جنوری، اتوار، بعد نماز عشا مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ سال گذشتہ کی کارگذاری پڑھی گئی۔ ملحق جماعتوں کی کاروائیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کارکنان کو خراج تحسین ادا کیا گیا۔ آئندہ کیلئے لائحہ عمل پیش کیا گیا۔ جس پر مزید غور و خوض کیلئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی اس کے بعد سر اکبر حیدری بالقابہ کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے دعائے فاتحہ پڑھی گئی۔ اس کے بعد سکرٹری صاحب نے موصوف کی خدمات جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

آپ ۱۹۰۵ء میں فنانس سیکرٹری کی حیثیت سے حیدرآباد گئے۔ ۱۷ سال تک حیدرآباد ایگزیکٹو کونسل کے

نانس سیکرٹری کی خدمات انجام دیں۔ اور ۱۹۳۷ء سے اگست ۱۹۴۱ء تک حیدر آباد کونسل کے صدر رہے۔ اس کے بعد آپ وائسرائے کی دعوت پر توسیع شدہ ایگزیکٹو کونسل میں شریک ہوگئے۔ موصوف نے ۷۲ سال کی عمر پائی۔ اور وفات سے چند روز پہلے تک نہایت انہماک کے ساتھ کار سرکار بجا لاتے رہے۔ حیدر آباد کی اکثر اصلاحات اور ترقیات آپکی رہین منت ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی آپ ہی کی قائم کی ہوئی ہے افسوس ہے کہ آپ ۸ جنوری کو چند دنوں کی علالت کے بعد پونے چھ بجے شام دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

اس کے بعد چودہری افضل حق کے انتقال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی گئی۔ آپ تحریک خلافت میں زندگی میں داخل ہوئے۔ راجپال تحریک میں حصہ لیا۔ سائمن کمیشن کو بائیکاٹ کرنے میں پیش پیش رہے۔ نمک سازی میں اور پھر تحریک کشمیر میں قید ہوئے مجلس احرار کے سرکردہ لیڈر تھے۔ پنجاب کونسل میں منتخب ہوئے۔ "زندگی" "محبوب خدا" اور "جواہرات" وغیرہ چند کتابیں تصنیف کیں۔ ۸ جنوری کو ایک ماہ کی علالت کے بعد رحلت فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

فوجی بھرتی

کرمی سلطان محمد خاں صاحب علاقہ باغ غربی کا مراسلہ جس میں سردار محمد اکبر خاں صاحب عباسی رئیس جاگیردار گورنمنٹ کنسٹرکٹر کی طرف سے فوجی بھرتی دینے کا ذکر کیا گیا ہے پڑھا گیا۔

سردار صاحب پہلے بھی کافی تعداد میں گورنمنٹ کی فوجی ضروریات کیلئے فوجی بھرتی دے چکے ہیں۔ اور اب پھر انہوں نے ۱۹۔ دسمبر ۴۱ء کو رکروٹنگ آفسر کی آمد پر اپنے ان آرہ کشاں کو جنہیں انہوں نے اپنی بقایا رقوم چھوڑ کر مزید پیشگی رقوم دی ہوئی ہیں ترغیب دے کر بھرتی کرا دیا۔ بحالیکہ اس وقت سردار صاحب کا کام کوہ مری کے چار جنگلوں میں جاری ہونے کے سبب سے کاریگروں کی بڑی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنے نقصانات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مردانہ وار جرأت، دلیری سے کام لیا ہے۔ جس کیلئے وہ قابل تبریک ہیں۔ اس پر حاضرین نے سردار صاحب کی اولوالعزمی کی تعریف کی اور جلسہ برخاست ہوا۔

رشتہ وناطہ میں دقتیں

پیرزمان مہدی صاحب علوی (ریاست الور) تحریر فرماتے ہیں۔ کہ برادری میں رشتہ وناطہ کے سلسلہ میں دقتیں پیش آرہی ہیں۔ اکابرین قوم، قارئین القریش اور کارپردازان مرکزی جماعت نے اس کی طرف کبھی توجہ مبذول نہیں کی۔ فی زمانہ تعلیم نسواں پر بڑا زور ہے۔ یعنے بچیوں کو مروجہ تعلیم دلانے پر اتنا زور ہے کہ بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرائی جاتی ہیں۔ وہ انگریزی پڑھنے کے بعد نئی تہذیب کی دیوی بن نکلتی ہیں۔ چونکہ ان کی عمر کا قیمتی حصہ ادہر گذر جاتا ہے۔ اس لئے دینیات مذہبیات اور امور خانہ داری سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہیں رہتا۔ ڈگری یافتہ ہونے کی وجہ سے انہیں خادم اور خادمہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے وہ آزادانہ سیر و تفریح اور مجالس و محافل میں شرکت کی خوگر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ان کے حسب مزاج اور موافق حال لڑکوں کی تلاش ہوتی ہے اور برادری میں ایسے لڑکے نایاب ہوتے ہیں۔ اس لئے والدین اور کنبہ والوں کیلئے یہ لڑکیاں نئی مصیبت کا سبب ہو جاتی ہیں۔ گردو پیش کے حالات دیکھئے۔ عزیز و اقارب

کی آواز پر کان دیجئے۔ تو یہ الفاظ آپ کے کانوں میں پہنچیں گے کہ قابل لڑکا نہیں ملتا۔ جس ماحول میں میں رہتا ہوں۔ اس سے کچھ آگے نکل کر بھی جب حالات کا موازنہ کیا جاتا ہے۔ تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈگری یافتہ اناث کی تو کثرت ہے۔ لیکن ذکور قلت کی حد سے بھی بہت کم۔ لڑکے اکثر مڈل تک یا زیادہ سے زیادہ انٹرنس اور وہ بھی بیکار رہے۔ اب ان تعلیم یافتہ لڑکیوں کے رشتہ و ناطہ اور شادی و بیاہ کا انتظام کہاں اور کس طرح ہو۔ تعلیم یافتہ برسرِ روزگار لڑکے کہاں سے تلاش کئے جائیں یہ ایک الجھن پیچیدگی اور گہرے غور و فکر کی بات ہے۔ یہ ایک معمہ سا بن کے رہ گیا ہے۔ اور بظاہر اس کا کوئی صحیح حل نظر نہیں آتا۔ برادران قوم کی عاقبت نااندیشی سے الٹی گنگا بہ رہی ہے اس عقدہ کی گرہ کشائی کے لئے اکابرین قوم مقتدرین برادری ناظرین القریش اور ناظمان قومی جماعت کو فوراً متوجہ ہونا چاہیئے۔

(ایڈیٹر۔ یہ حقیقت ہے جو مختصر مگر جامع الفاظ میں پیر صاحب نے واضح کر دی ہے۔ لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے اور برسر روزگار کرنے کی جانب بہت کم احباب توجہ دیتے ہیں۔ لیکن لڑکیوں کی تعلیم پر بسا اوقات روپیہ صرف کر دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ جو رشتہ و ناطہ میں دقتوں اور پریشانیوں کا موجب بنی ہوئی ہیں۔ قارئین کرام اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ کہ کس طرح اور کس طریق سے اس عقدہ کی گرہ کشائی ہو سکتی ہے۔ جواب مختصر جامع اور معقول دلائل و براہین اور بہترین تجاویز کا حامل ہونا چاہیئے۔ اور ذاتیات سے بالاتر رہ کر اصلاح حال کے خیال سے لکھا جائے۔

الصلوٰۃ

سجدوں میں گرچہ گھس گئی تیری جبینِ شوق
سمجھا نہیں ہنوز مگر معنئ صلوٰۃ

ارشادِ مصطفٰے ہے کہ سجدہ نہیں قبول
جب تک نہ بے حجاب نظر آئے عینِ ذات

وردِ زباں ہے گو ترے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن
لیکن حریمِ دل میں ہے آباد سومنات

کر پہلے اپنا کعبۂ دل ان بتوں سے پاک
پھر دیکھ سجدہ ہائے عقیدت کی واردات

شہید ابن علی

واقعات وحقایق

کانگرس کا جنگی حربہ

فتنۂ جنگ ہندوستان کے ساحل پر ہے۔ وقت اور ضرورت کا اقتضا ہے۔ کہ اہالیان ہند اپنی متحدہ قوتوں کو بروئے کار لاکر اپنے وطن اور جان و مال کی حفاظت کیلئے حکومت کا ساتھ دیں۔ اور ان تدابیر کو عمل میں لائیں۔ جو مصائب جنگ کی روک تھام کرسکیں۔ مگر افسوس ہے کہ زعمائے ہند فضول اختلافات میں قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں۔ کانگرسی لیڈر اس وقت تک کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے۔ وہ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہیں۔ لیکن ٹھوس اور نتیجہ خیز کام کی جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ ایک شخص اگر اتحاد و اتفاق کی تلقین کرتا ہے۔ تو دوسرا پورے زور کے ساتھ اس کی تردید کر دیتا ہے۔ مسلم لیگ سے انہیں کدورت ہے۔ اس ضد میں وہ شدید ترین نقصانات برداشت کرنے پر آمادہ ہوسکتے ہیں۔ لیکن صلح قرین مصلحت نہیں سمجھتے۔ حکومت سے وہ سر جوڑ کر بیٹھنے میں اپنی کسر شان خیال کرتے ہیں۔ ان کے پاس مسٹر گاندھی کا دیا ہوا "عدم تشدد" کا ہتھیار ہے۔ جس کے بل پر وہ زمام حکومت ہاتھ میں لے کر نظام سلطنت قائم کرنے کی امید رکھتے ہیں۔ ارجن بابو اور مسٹر مہتاب نے جلگاؤں میں تقریر کرتے ہوئے اپنے اس لایعنی ہتھیار کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ "میرے خیال میں عدم تشدد ہی تمام جنگوں کو روک سکتی ہے"۔ معلوم نہیں ان لوگوں کے فہم و ادراک کو کیا ہوگیا ہے۔ اور وہ عدم تشدد کو کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔ کسی آفت اور مصیبت کا مقابلہ نہ کرنا اور بے دست و پا ہوکر نامردوں کی طرح بیٹھ رہنا دشمن کو بلا روک ٹوک اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے مترادف ہے۔ خدا ان نام نہاد ہمدردان وطن کو نیک و بد میں تمیز کا شعور دے۔

پٹھانستان کا ہوّا

"پاکستان کے بعد مہاسبھائی فتنہ پرور اشخاص نے صوبہ سرحد میں فرقہ وارانہ تفریق پیدا کرنے کے لئے اب "پٹھانستان" کا شوشہ چھوڑ دیا ہے، رائے بہادر مہر چند کھنہ نے پٹنہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ "صوبہ سرحد میں "پٹھانستان" بنایا جا رہا ہے۔ لیکن ڈاکٹر سی۔ سی گھوش ایم اے کی طرف سے اس کا فوراً ہی منہ توڑ جواب دے دیا گیا۔ آپ نے کھنہ صاحب کی تقریر کو غیر ذمہ دارانہ قرار دیتے ہوئے ایک بیان دیا ہے۔ کہ "پٹھانستان کا ہوّا صرف ہندو سبھائی لیڈروں کے دماغ پر مسلط ہے۔ اور وہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ ورنہ کسی اقلیت کو مسلمانوں کے خلاف کوئی شکایت نہیں۔ اور وہ بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندو بھی اپنے آپ کو پٹھان کہتے ہیں"۔

کتنا صاف، غیر مبہم اور مبنی برحقائق بیان ہے۔ جو ڈاکٹر صاحب نے دیا ہے۔ لیکن مہاسبھائی شورش پسند اس پر مطمئن نہیں ہوں گے۔ اور حسب عادت اپنی رٹ لگائے جائیں گے۔

ایک کانگرسی وزیر کی صاف گوئی

سابق کانگرسی وزیر مسٹر گوپال ریڈی فرماتے ہیں:۔

کانگرسی لیڈروں نے ابھی تک قومی نصب العین کے حصول کے لئے متحدہ محاذ پیش کرنے کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا۔

مسٹر جناح پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ مسلم لیگ کے تعاون کے بغیر سوراج کی حیثیت سراب سے زیادہ نہ ہوگی۔ اب سوراج ایک فرقہ کی حیثیت رکھے گا۔ کانگرس اس بات کا بار بار اظہار کر چکی ہے۔ کہ وہ اقلیتوں سے انصاف کرنا چاہتی ہے۔ مگر اس کے باوجود کانگرسی وزارتوں کے عہد میں تھوڑی بہت بے چینی ضرور پھیلی۔

یہ ایک کانگرسی لیڈر کے خیالات ہیں۔ جو حقیقت حال کو سمجھ چکا ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ کانگرس مسلم لیگ کے تعاون کے بغیر کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس نے کانگرس کو تنبیہ کی ہے۔ کہ کانگرس مسلمانوں کے خدشات کو دور کرے۔ اور ان کے شکوک کو رفع کرے۔ مسٹر ریڈی نے کانگرس کی توجہ اس حقیقت کی طرف منعطف کرائی ہے کہ کانگرس کے سلوک سے متاثر ہو کر بڑے بڑے مسلم رہنما جو کبھی پر جوش کانگرسی تھے۔ اب مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ تمام حقائق ہیں۔ اور اے کاش کہ کانگرس کے تمام لیڈران حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

بیوپاریوں کی ہڑتال

پنجاب کے بہت سے شہروں اور قصبوں کے دکاندار چند روز سے دکانیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ اور ان کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس ہڑتال کو اس وقت تک جاری رکھنا چاہتے ہیں جب تک پنجاب کی حکومت سرجھکا کر ان کے سامنے حاضر نہ ہو جائے یہ ہڑتال پنجاب اسمبلی کے بنائے ہوئے اس قانون کے خلاف مظاہرہ ہے۔ جس کی رو سے سال بھر میں پانچ ہزار روپے سے زائد کا مال بیچنے والے دکانداروں پر ٹیکس کی رقم عائد کی گئی ہے معلوم نہیں ان تاجروں کے نمائندے اور لیڈر اس وقت کہاں تھے جب یہ مسودہ قانون بننے کے مراحل طے کر رہا تھا اس وقت جبکہ قانون نافذ ہو چکا ہے۔ اس قسم کے حربے استعمال کرنا عوام کو نقصان اور تکالیف میں مبتلا کرنے کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ عوام ناقابل برداشت تکالیف سے مشتعل ہو کر ایسی حرکات پر آمادہ ہو جائیں۔ جو ان تاجروں اور دیگر لوگوں کے لئے بھی جانی و مالی نقصانات کا موجب بن جائیں۔ تدبر اور دور اندیشی سے کام لینے کی بہت جلد ضرورت ہے۔

حکومت پنجاب کے اعلانات

حکومت پنجاب نے ایک اعلان کے ذریعہ گندم۔ آٹا سوجی اور میدا کی برآمد ممنوع قرار دیدی تھی۔ لیکن اب ترمیم کر دی گئی ہے۔ یعنے فوجی ضرورت کے لئے جو آٹا اور گندم برآمد ہوگی وہ اس سے مستثنےٰ قرار دیگئی ہے۔

ایک اعلان میں بتایا ہے۔ کہ جنگ کے متعلق غلط افواہ پھیلانے والے لوگوں کو گرفتار کیا جائیگا۔ اور سزائیں دی جائینگی۔

دارالعوام میں ہندوستان کا ذکر

برطانی اخبارات کے اس مشورہ پر کہ ہندوستان کے متعلق برطانیہ کی حکومت کو اپنی روش میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے۔ تاکہ ہندوستان کے لوگ اس جنگ کو اپنی جنگ سمجھنے لگیں۔ انگلستان کی پارلیمنٹ کے دارالعوام کے متعدد ممبروں نے وزیر اعظم پر سوالات کر کے یہ دریافت کرنے کی کوشش کی کہ برطانیہ کی حکومت ہندوستان کے مسئلہ پر کیا کر رہی ہے اور کیا چاہتی ہے۔ جواب میں وزیر ہند مسٹر ایمرے نے جو کچھ کہا اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وزیر ہند بدستور سابق ہندوستان کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے بہت کچھ کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ہندوستان کی سیاسی جماعتیں ہی ابھی کسی ایک صورت حال پر متفق نہیں ہوتیں۔

کانگرس پاکستان کے حق میں

کانگرس کی مجلس عاملہ کے ایک ممتاز رکن مسٹر آصف علی نے اورینٹ پریس کے نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ اگر پنجاب کے وزیراعظم سر سکندر حیات خاں اور بنگال کے وزیراعظم مسٹر فضل الحق پاکستان بنانے کے معاملہ میں قائداعظم کی طرح پُرجوش ہوں تو کانگرسی لیڈر مسٹر راج گوپال اچاریہ اس مطالبہ کا خیر مقدم کریں گے۔

مسٹر آصف علی نے یہ بھی کہا۔ کہ وارد ہا میں اس وقت آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا جو اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ اس میں کانگرس کی طرف سے مسلم لیگ کے اس مطالبہ کی تصدیق کی جائیگی۔ یہ بھی کہا کہ کانگرس کمیٹی کا یہ اجلاس ہندو مسلم مسئلہ کا حل ڈھونڈنے کی پوری کوشش کرے گا۔

اگر مسٹر آصف علی کے یہ ارشادات کانگرسی طبقہ کے سیاستدانوں کے جذبات و خیالات کا آئینہ ہیں۔ تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں۔ کہ کانگرسی لوگ در بدر ٹھوکریں کھانے کے بعد راہِ راست کی طرف آرہے ہیں۔ اور نمرود و فرعونیت کے آسمان سے نیچے اتر کر ملکی مسائل اور وقت حاضر کی مقتضیات کا صحیح طور پر جائزہ لینے کے قابل بننے لگے ہیں۔ کانگرسی حلقوں میں خیالات کی یہ تبدیلی ملک کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔ بشرطیکہ کانگرسی لیڈر مسلم لیگ کی وساطت سے مسلمانوں کے ساتھ انصاف کرنے کی خواہش میں مخلص ہوں۔ اور حسب عادت کوئی نئی پیچ کھڑی کر کے کام کو خراب نہ کر دیں۔

علامہ مشرقی کی رہائی

حکومت ہند علامہ مشرقی کی رہائی کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ حکومت مدراس کی وساطت سے خاکساروں کے نام ایک حکم جاری کیا ہے۔ کہ خاکسار نہ بیلچہ اٹھائیں اور نہ وردی پہنیں اور نہ ڈرل کریں۔ کیونکہ زمانہ جنگ میں اس سے حکومت کو پریشانی ہوتی ہے۔ امید ہے کہ حکومت ہند علامہ صاحب اور دیگر خاکسار قیدیوں کی رہائی کا جلد اعلان کر دے گی۔

حضور نظام کی مذہبی رواداری

حیدرآباد دکن۔ حضور نظام نے جین مت کے پیروؤں کے جذبات کی پاس خاطر پارسی ناتھ کے جین مندر سے تین میل کے دائرہ کے اندر شکار کی ممانعت کر دی ہے۔ یہ مندر تعلقہ کلدم ضلع عثمان آباد میں ہے۔

جوار پر کنٹرول

حیدرآباد دکن۔ ۱۴ر جنوری۔ جوار کی فصل کے خراب ہو جانے پر برآمد کی کثرت کے باعث حکومت حضور نظام نے عارضی طور پر ڈیفنس رولز کے ماتحت ریاست حیدرآباد دکن سے برآمد کی ممانعت کر دی ہے۔

ایک اعلان

دُور افتادہ مقامات پر رہنے والے ناظرین القریش کے اصرار و تقاضہ پر ”القریش“ میں ”واقعات و حوادث“ کے تحت اہم ترین واقعات اور خبروں کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا لیکن اب جبکہ کاغذ کی عدم دستیابی کے سبب سے رسالہ کا حجم تقریباً آدھا رہ گیا ہے۔ یہ سلسلہ کچھ غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ بعض ضروری اور مفید ترین مضامین محض اس وجہ سے نظرانداز کر دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ اس سلسلہ سے قارئین کرام کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ”القریش“ ایسے ماہانہ رسالہ کے مقاصد میں یہ داخل ہے۔ اسلئے ہم آئندہ اشاعت سے اس سلسلہ کو قطعاً ترک کر دینگے۔ اور اس کے بجائے کوئی دوسرا مفید عنوان قائم کرینگے۔ جو قومی اور دینی نکتہ نگاہ سے کارآمد ہو۔ امید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس رائے سے اتفاق کرینگے۔

تذکرۃ العارفین

خواجہ ابوالحسن خرقانی رح کہا کرتے، خدایا دو فیصلے میری پوری کرنا۔ ایک یہ کہ قبض روح کے لئے میرے پاس ملک الموت کو نہ بھیجنا۔ ناحق مجھ سے جھگڑا ہو پڑیگا۔ کیونکہ میں نے اس سے جان نہیں پائی۔ کہ اس کو پھیر دوں۔ تو نے دی ہے تو ہی مانگ اور دیکھ کہ میں کیسی ہنسی خوشی سے واپس دیتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ قبر میں نکیرین تشریف نہ لائیں نہ سوال و جواب کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ میں ایک بار جواب دے چکا ہوں۔ جب کہ اَلَستُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی کا امتحان لیا گیا تھا وہی جواب میرا اب بھی ہے۔ یہ نتیجہ ہے ابرار و اتقیا کی نیک روشی کا۔

شام میں خلیفہ منصور رح نے ایک بدوی سے کہا۔ شکر کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں محض ہمارے زیر حکومت ہونے کے باعث طاعون سے محفوظ رکھا ہے۔ بدوی نے کہا۔ خدا لگتی پوچھتے ہو۔ تو تمہاری حکومت اور طاعون دونوں ہمارے لئے برابر ہیں۔

جب خلیفہ منصور رح حج کو گیا۔ تو مقام منیٰ میں حضرت سفیان ثوری رح کو زبردستی بلوا بھیجا۔ انہوں نے جاتے ہی کہا خدا سے ڈر۔ دنیا تیرے ظلم و تعدی سے بھر گئی ہے۔ منصور نے کہا۔ کوئی خواہش ہو تو بیان کیجئے۔ حضرت سفیان رح نے کہا۔ جن لوگوں کی تلوار نے تجھے اس مرتبے پر پہنچایا ہے۔ انہیں کی اولاد بھوکوں مر رہی ہے منصور نے کہا۔ اپنے لئے کچھ طلب کیجئے۔ فرمایا حضرت عمر رض نے حج کے دوران میں دس درہم کے قریب خرچ کئے تھے۔ لیکن تیرے پاس اسقدر روپیہ ہے۔ کہ باربرداری بھی اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

ابو عبید اللہ مہدی جو پہلے طبقہ کے بزرگوں کے سرکردہ ہیں۔ ایک دن اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دن اندھا ان کے سامنے سے یہ آیت پڑھتا ہوا گذرا۔ اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (اس دن کی بادشاہی رحمٰن کے لئے ہوگی) ابو عبید اللہ کے کانوں تک جب یہ خدائی الفاظ پہنچے۔ تو وہ جو ان کے ہاتھ میں تھا گر گیا۔ بیخود ہو کر گرم لوہے کو ہاتھ میں انہوں نے اٹھا لیا۔ شاگرد جو پاس ہی بیٹھا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر کہ گرم لوہے کے اٹھانے سے انہیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ ششدر رہ گیا۔ آپ نے پوچھا کہ کام کیوں نہیں کرتے۔ اور یہ حیرانی کیسی ہے اس نے کہا کہ آپ کے ہاتھ میں تپا ہوا لوہا ہے۔ اور آپ کو درد محسوس نہیں ہوتا۔ آپ یہ سمجھ کر کہ اب بھید کھل گیا۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور دوکان چھوڑ دی۔

درگزر

ایک عرب کی حیرت انگیز عالی ظرفی

(از جناب "الف" کے قلم سے)

انتہائے مروت

جس زمانے میں اسلام کا آفتاب عالمتاب ہسپانیہ کے طول و عرض کو اپنی تنویر سے منور کر رہا تھا۔ اور عربوں کی زبردست حکومت اس سرزمین پر قائم تھی۔ اسی زمانے کا ذکر ہے۔ کہ ایک ہسپانوی عیسائی اور ایک نوعمر مسلمان عرب میں کسی بات پر لڑائی ہو گئی۔ بیچارے عرب کے زخم کاری لگا۔ اس لئے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور اسی وقت جان بحق تسلیم ہو گیا۔

اس قتل کی خبر بجلی کی طرح محلہ والوں اور شہر کے لوگوں میں پھیل گئی۔ اور سب لوگ اپنے اپنے کاروبار چھوڑ کر قاتل کو قتل کرنے کیلئے بے تحاشا دوڑ پڑے۔

قاتل بھاگا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح اپنے گھر پہنچ جائے مگر ہر راستے کی ناکہ بندی کر لی گئی۔

قتل کا محل وقوع ایک باغیچہ تھا۔ چاردیواری باغیچہ کی جانب چھوٹی تھی۔ مگر دوسری جانب گہری ہسپانوی دوڑتے دوڑتے فصیل کے پاس پہنچا۔ اور دوسری جانب کود پڑا اتفاق کی بات کہ وہاں گھورا تھا۔ اس نے گھبراہٹ میں اسی کو غنیمت سمجھا۔ اور لیٹ کر اپنے آپ کو کوڑے کرکٹ میں چھپا لیا۔ اس وقت اس کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ اور [illegible] سے ہانپ رہا تھا۔ پیٹ میں سانس نہیں سماتی تھی خوف کے مارے خون خشک ہوا جاتا تھا۔ حواس باختہ سا ہو رہا تھا۔ اور اپنے آپ کو اب بھی امن کی جگہ میں نہیں سمجھتا تھا۔ یہ اسی حیص بیص میں تھا۔ کہ ادھر ایک بوڑھے عرب کا گذر ہوا۔ جس کا مکان یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ اور اپنی آن بان سے غیر معمولی جوانمرد معلوم ہوتا تھا۔ قاتل کو اس وقت جو دھن بندھی تو لپک کر اس کے قدموں پر گر پڑا عرب نے اس اچانک حرکت پر متحیر ہو کر اس سے پوچھا۔ کیوں کیا معاملہ ہے۔ کس لئے تم بدحواس ہو رہے ہو۔ وہ بے اختیار چلانے لگا۔ امان۔ امان۔ اے پیرمرد! امان۔ اس وقت مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ لوگ مجھے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے پا لیا۔ تو ضرور مار ڈالیں گے۔ اس لئے آپ سے رحم کا خواستگار ہوں۔ امان دیجئے۔ عرب نے اسے غور سے دیکھ کر کہا۔ ہرگز مت ڈرو۔ چونکہ تم اپنے برے فعل سے پشیمان ہو کر مجھ سے التجا کر رہے ہو۔ اس لئے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ تمہیں چھپانے اور تمہاری جان بچانے میں کسی ممکن کوشش سے دریغ نہ کرونگا۔ میرے گھر چلے چلو۔ وہاں آرام سے رہو۔ قاتل نے شکریہ ادا کیا۔ اور عرب کے مکان میں آ کر چھپ رہا۔

آدھ گھنٹے کے بعد عرب کو خبر ہوئی کہ کسی ہسپانوی کے ہاتھ سے جو شخص مارا گیا ہے۔ وہ میرا ہی بیٹا ہے۔ یہ خبر

بجلی کی طرح اس کے ہوش وحواس پر گری - اور تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا - اس کی جو ناگفتہ بہ حالت ہوئی - اس کا ادا کرنا الفاظ کی مدد سے ممکن نہیں - وہ بخوبی سمجھ گیا - کہ میرے بیٹے کا مار ڈالنے والا یہی شخص ہے - جسے میں نے پناہ دی ہے اس کا یہی اکلوتا بیٹا تھا - جو نور نظر لخت جگر اور اس کی دنیوی زندگی کا پختہ ثمر تھا - تھوڑی دیر تک سکوت وحیرت کے عالم میں رہنے کے بعد اس کے دل میں انتقام کا صحیح جذبہ پیدا ہوا - لیکن اس کی عالی ظرفی - غیرت - حق میزبانی اور راست بازی نے اجازت نہ دی - آخر کار وہ اپنی سب قوتوں پر غالب آگیا - اور اسی حالت میں قاتل سے ڈانٹ کر کہا - "اس ناقابل عفو اور قبیح حرکت سے جو تم نے ابھی میرے ساتھ کی ہے کسی بات کا کوئی اثر باقی نہ رہا - اس لئے کہ ایسے ناگوار موقع پر تمام عہد و پیمان پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں - خیریت اسی میں ہے - کہ یہاں سے بہت جلد چلے جاؤ"

قاتل نے اس تسکین بخش گفتگو سے خوش ہو کر عرب کے قدموں پر سر رکھ دیا - اور ہاتھ چومنے کی کوشش کی - عرب نے ہاتھ جھٹک کر نہائت حقارت سے گھورا - اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے - غصہ کے مارے کانپنے لگا اور کہا -

ملعون - مردود - خبیث! ان ناپاک ہاتھوں سے جن میں میرے لخت جگر کا گرم خون ابھی ٹھنڈا ابھی نہیں ہوا - کس جسارت سے میرے ہاتھ چھوتا ہے - جا - ہٹ جا - نابکار! میری جانفشاں آنکھیں تیری منحوس صورت دیکھنا نہیں چاہتیں -

ہسپانوی اس غضبناک گفتگو سے سہم گیا - خوف کے مارے اس کے جسم کا خون برف کی طرح جم گیا - اور حسرت سے عرب کی صورت دیکھنے لگا - اسے یقین ہو گیا - کہ میں نے اسی عرب کے لڑکے کو قتل کیا ہے - اس وقت یہ زندگی سے بالکل ناامید ہو کر موت کا انتظار کرنے لگا - بدن میں لرزہ ہاتھ پاؤں میں رعشہ پیدا ہو گیا - وہ سمجھنے لگا کہ موت نے مجھے انتقام کے جال میں پھنسا دیا ہے - تھوڑی دیر کے بعد عرب نے پھر کہا " اے عیسائی! اس گناہ کبیرہ نے جو تجھ سے ابھی سرزد ہوا ہے - اگرچہ میرے قلب - روح حواس کو جاودانی عذاب میں مبتلا کر دیا ہے - اور میری فرحت و انبساط پر پانی پھیر دیا ہے - لیکن میرا وجدان اور میرا ظرف مجھے بدلہ لینے سے باز رکھتا ہے - جو وعدہ اور عہد کر چکا ہوں وہ توڑنا نہیں چاہتا - اور اس مقدمہ کو عدالت الہٰی کے سپرد کرتا ہوں" جب دنیا والوں کی عیب پوشی کے لئے رات کی تاریکی کا پردہ موجودات پر پڑ گیا - تو ہسپانوی کو بھاگنے کا موقع ہاتھ آیا -

بوڑھے عرب نے نہ صرف اپنے جگر پارہ کے خون سے درگزر کی - بلکہ ایک صبا رفتار اونٹ بھی قاتل کی سواری کے لئے دیا - تاکہ وہ آرام سے اپنے گھر پہنچ جائے

(حمائت اسلام)

سرخ نشان } جن معاونین کرام کو سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے - جداگانہ اطلاعی خطوط سے بار سے بچنے کیلئے ان حضرات کی اطلاع کے لئے اسی صفحہ پر سرخ پنسل کا نشان کر دیا گیا ہے - احباب وی پی کا انتظار نہ فرماویں - اور اپنے قومی جریدہ کو علی حالہ قومی خدمات کی انجام دہی کیلئے جاری رکھنے کیلئے اپنا اپنا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور فرماویں - جو احباب کسی وجہ سے مجبور ہوں - وہ اپنے ارادہ خریداری و عدم خریداری سے مطلع کر کے مشکور کا موقع دیں -

"مینجر"

حیدرآباد کا نادر ذخیرہ

دکن کے قدیم سکے

ایک ہزار سال قبل مسیح سے زمانۂ حال تک کے نمونے

مسکوکات کی کل ہند کانفرنس کا اجلاس حیدرآباد میں عنقریب منعقد ہونے والا ہے۔ یہ اجلاس دکن کی سکہ سازی کی تاریخ سے جو بلحاظ قدامت تمام ہندوستان (کی تاریخ) میں ممتاز جگہ رکھتی ہے۔ بیحد دلچسپی پیدا کردیگا۔ نمائش گاہ حیدرآباد کی الماریوں میں رکھا ہوا سکوں کا ذخیرہ جس کا ہندوستان کے بیش بہا ذخیروں میں شمار ہے۔ بیان بالا کی تائید کرتا ہے۔ تعداد اور اقسام کی کثرت کے علاوہ ان سکوں سے عصری تاریخ پر جو انکشافی روشنی پڑتی ہے۔ وہ اس ذخیرہ کی اعلیٰ قدر و قیمت کا سبب ہے۔ اس میں سونے چاندی تانبے پوٹین اور سیسے کے ابتدائی تاریخی زمانہ سے حال تک کے سکے شامل ہیں۔

سوراخ دار سکے

اس ذخیرہ میں تقریباً ایک ہزار سوراخ دار سکے ہیں۔ جو تین سو مختلف اقسام پر مشتمل ہیں۔ یہ سکے ہندوستان کے قدیم ترین اصلی سکے شمار کئے جاتے ہیں۔ اور خیال ہے کہ ان کا تعلق اس زمانے سے ہے۔ جس کے متعلق کوئی اور تاریخی تحریر یا دستاویز موجود نہیں۔ موجودہ مورخین اور ماہران علم مسکوکات ان کے سنہ کی نسبت قیاس آرائیوں کی حد سے بڑھ نہیں سکے۔ تاہم اس فن کے بعض مستند اصحاب کی رائے ہیں یہ سکے سنہ ۱۰۰۰ ق م سے سنہ ۵۰۰ ق۔م کے درمیانی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی شکل سے یا ان کی علامتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان پر بیرونی اثرات نے کام نہیں کیا۔ بعض نمونے اس اعتبار سے بالکل عدیم المثال ہیں کہ نہ تو ان کی پہلے اشاعت ہو چکی ہے۔ اور نہ وہ دنیا بھر میں کہیں مل سکتے ہیں۔ کنڈاپور کی حالیہ کھدائیوں میں بھی نادر قسم کے تقریباً تیرہ سوراخ دار سکے زمین کی نچلی تہوں سے برآمد ہوئے ہیں۔

آندھرا دور کے سکے

بلحاظ قدامت مذکورۂ بالا سکوں کے بعد آندھرا راجاؤں کے سکوں کا شمار ہونا چاہیئے۔ ان راجاؤں نے دکن میں سنہ ۳۰۰ ق۔م سے سنہ ۳۰۰ء تک حکومت کی تھی۔ نمائش گاہ میں اس دور کے سکے کافی تعداد میں موجود ہیں۔ قدیم آندھرا سلطنت کی راجدھانی یعنی کنڈاپور میں (۱۸۰۰) سکے برآمد ہونے کے باعث آندھرا دور کے سکوں کا ماہرین تحقیقی مطالعہ کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے اکثر تو انہیں اقسام کے سکے ہیں۔ جن کی اشاعت عمل میں آچکی ہے۔ البتہ بعض سکے ایسے ہیں۔ جن کی کہیں اشاعت نہیں ہوئی۔ ان میں گوتمی پترا کے جو دوسری صدی عیسوی میں حکمران تھا۔ اور دوسرے آندھرا راجاؤں کے سکے شامل ہیں۔ تیسری صدی عیسوی سے مسلمانوں کی فتح تک دکن میں جتنے خاندانوں نے حکومت کی۔ ان سب کے سکے بھی نمائش گاہ کی الماریوں میں موجود ہیں۔

مسلمانوں کا عہد حکومت

اسلامی عہد کے سکوں کا بھی نمائش گاہ میں قیمتی
ذخیرہ ہے۔ یہ سکے ان دارالضربوں میں ڈھالے گئے تھے
جو اب بھی ممالک محروسہ سرکار عالی کی حدود میں واقع ہیں
محمد شاہ تغلق کے سکے جو دولت آباد اور ورنگل میں مسکوک
ہوئے تھے۔ اس لئے بطور خاص دلچسپ ہیں۔ کہ اس فرمانروا
نے زر علامتی لائج کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگرچہ آخرکار
اسے ناکامی ہوئی۔ دوسری طرف بہمنی بادشاہوں کے سکے
جو اس ذخیرہ میں شامل ہیں۔ مورخین کے نزدیک بڑی
قدروقیمت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مدد سے اس عہد کے
متعلق جو مباحث پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا تصفیہ ہو جاتا
ہے۔ مثلاً فیروز شاہ بہمنی اور احمد شاہ ولی البہمنی کی
ولدیت کے بارے میں بہمنی دور کے مورخین میں اختلاف
رائے ہے۔ لیکن ان سکوں سے اس امر کی شہادت فراہم
ہوتی ہے۔ کہ وہ دونوں احمد خاں بن علاء الدین حسن کے
بیٹے تھے۔ اس طرح مورخین کی اور بہت سی غلطیاں رفع
ہو چکی ہیں۔ مثلاً یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ داؤد شاہ بہمنی کے
جانشین کا نام محمد شاہ تھا نہ کہ محمود شاہ جیسا کہ مورخین
نے لکھا ہے۔ ان سکوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ ہمایوں
شاہ بہمنی کے بعد نظام شاہ نہیں بلکہ احمد شاہ ثالث
حکمران ہوا تھا۔ کلیم اللہ شاہ بہمنی کی معزولی کے متعلق
بھی مورخین کی غلط بیانی کی اصلاح ہو چکی ہے۔ ان کا
بیان تھا کہ یہ واقعہ ۹۳۱ھ میں یا اس کے قریب وقوع
پذیر ہوا۔ لیکن نمائش گاہ حیدرآباد کے اس عہد کے
سکوں سے ثابت ہے کہ کلیم اللہ ۹۵۲ھ تک حکمران
تسلیم کیا جاتا تھا۔ کیونکہ سنہ مذکور تک اس کا نام
سکوں پر درج ہوتا تھا۔

محکمہ آثار قدیمہ کی تحقیقات

محکمہ آثار قدیمہ سرکار عالی نے بہمنی بادشاہوں کے
دارالضربوں کے سلسلہ میں کافی تحقیقاتی کام کیا ہے۔
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان حکمرانوں کے ایک اور دارالضرب
کا پتہ چل گیا۔ پہلے صرف دو دارالضربوں کا حوالہ ملتا تھا
جو حسن آباد (گلبرگہ) اور محمد آباد (بیدر) میں واقع تھے۔
لیکن اب تیسرے دارالضرب موقوعہ فتح آباد (دولت آباد)
کا اضافہ ہوا ہے۔ اس دارالضرب کے سکے محمد شاہ اول
(۱۳۵۸ء تا ۱۳۷۵ء) نے جاری کئے تھے۔ یہ سکے بھی نمائش
گاہ کے ذخیرہ میں شامل ہیں۔

بہمنیوں کے بعد کا زمانہ

بہمنی سلطنت کے انتزاع کے بعد پانچ چھوٹی چھوٹی
سلطنتیں یعنی عادل شاہی، عماد شاہی، نظام شاہی، قطب
شاہی اور برید شاہی وجود میں آئیں۔ ان کے سکے بھی اس
ذخیرہ میں مل سکتے ہیں۔ برید شاہی خاندان کے متعلق عام
طور پر سمجھا جاتا تھا۔ کہ اس نے اپنے سکوں کی ترویج
نہیں کی۔ مگر یہ خیال بے بنیاد ہے۔ کیونکہ نمائش گاہ کے
ذخیرہ میں اس خاندان کے سکے بھی پائے جاتے ہیں۔

مغلیہ دور

مذکورہ بالا پانچ حکومتوں پر مغل شہنشاہوں نے فوج
کشی کی تھی۔ آخر کار اورنگ زیب کے زمانے میں تمام علاقہ دکن
مغلوں کے زیر نگیں ہو گیا۔ انہوں نے دکن میں متعدد مقامات
پر دارالضرب قائم کئے جن کے ڈھالے ہوئے سکے بھی
اس ذخیرہ میں شامل ہیں۔ مغلوں کے بعد دکن کی سرزمین
پر حیدرآباد کا موجودہ آصف جاہی خاندان سربرآرا ہوا
اس خاندان کے ابتدائی زمانہ حکومت میں کئی دارالضرب قائم
ہوئے تھے۔ جن کے سکو کہ سکے بھی موجود ہیں جناب غلام یزدانی
صاحب یزدانی صاحب ناظم محکمہ آثار قدیمہ کی ماہرانہ نگرانی میں ان

تاریخ اسلام کا ایک ورق

بدر کی خونی داستان

آج جبکہ دنیا کے ایک بڑے حصہ میں سیلابِ خون موجیں لے رہا ہے۔ آج جبکہ رجالِ امم کی تعدادِ کثیر تہذیب و قومیت کیلئے مصروف ہنگامۂ خونی ہے۔ آج جبکہ قوتوں کی تعداد باہم متصادم ہے آج جبکہ جنگ کے سامانوں اور مخترعات و ایجادات کی گوناگوں ندرتوں پر ہی جنگ کی اہمیت کا انحصار ہے تو کیا دنیا ایک تعمق کی نظر اس سادہ اور اُمّی انسان کی شخصیت پر ڈالے گی۔ جو جغرافیائی تغیر ملکی انقلاب کے لئے نہیں بلکہ اعمال و معتقدات میں تہلکہ عظیم پیدا کرنے کے واسطے مبعوث ہوا۔ پھر دیکھئے کہ تنہا ہے۔ اور جماعت قلیل جنگی سامان نام کو نہیں۔ مگر اظہار عبدیت اور عجز انسانی اور امید فضل خدا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ناظرین کے لئے اقتضاء وقت کے لحاظ سے جنابِ پاکؐ کے غزوات میں سے جنگ بدر کے کچھ تاثرات پیش ہیں۔

مشرکین مکہ نے کوئی تکلیف اٹھا نہ رکھی، کوئی اہانت چھپا نہ چھوڑی۔ جو رسول خدا اور اس کے صحابیوں پر ختم نہ کر دی۔ اور اسلام کا نام مٹانے کی خاطر کوئی کوشش نہ تھی۔ جو چھوڑ دی۔ آخر کہاں تک اتنے سارے مشرکین نے مٹھی بھر دوستداران خدا کو پریشان کر مارا۔ اب جبکہ مسلمان دشمنان اسلام سے تنگ آ گئے اور حق اتمام حجت پوری طرح ادا کر دیا۔ تو اپنے لئے نہیں بلکہ جان سے زیادہ اُس عزیز شئے کیلئے جو دُنیا بھر کیلئے نسخۂ سعادت بنکر آیا ہے یعنی اسلام کی حفاظت کیلئے تیار ہوئے۔

ہجرت کا دوسرا سال اور رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ کہ سپہ سالار عرب اک جماعتِ قلیل کو ساتھ لے کر اپنے بادشاہ کے حکم سے با فرمان اسلام مشرکین عرب سے صداقت و تہذیب روحی کا فیصلہ کرنے کے واسطے مدینہ منورہ سے روانہ ہوتا ہے۔

سپاہیوں کو شریک جنگ ہونے میں کیا کیا ارمان ہیں۔ آپس میں حجتیں ہو رہی ہیں۔ اک پر اک فوقیت شہادت چاہتا ہے سفارشیں پیش ہو رہی ہیں۔ باہم قرعہ اندازیاں فیصلہ کر رہی ہیں۔

سعیدؓ و خشیمہؓ بیٹے و باپ میں تکرار ہے۔ خشیمہ مصر ہے کہ بیٹا سعیدؓ تم گھر رہو اور عورتوں کی حفاظت کرو۔ سعید ملتجی ہے باپ آپ گھر رہیئے، مجھے اجازت دیجئے، خدارا مجھ تشنۂ شہادت کو رخصت کیجئے۔ اچھے باپ آپ کیسے ہیں۔ مجھے اچھی چیز پہلے نہیں دیتے۔ آخر قرعہ پڑا اور سعید کا نام نکلا۔ عمیر بن ابی وقاصؓ ۱۶ سال کی عمر میں دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ اور اجازت "شرکِ جہاد" چاہتا ہے۔ مگر کم عمری کے باعث اجازت نہیں ملتی۔ چپکے سے ساتھ ہو لیا۔ آخر اس قلیل جماعت میں کب تک روپوش رہتا کھل گیا۔ حضورؐ کے روبرو جائزہ لیا گیا۔ اور اس کی زاری اور رونے پر اجازت ملتی ہے۔ اسی طرح اور چند نوخیز لڑکے منت و سماجت سے جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کرتے ہیں۔

میدان میں محاسبہ ہوتا ہے تو اس جماعت حق، ان مجاہدین اسلام کی کتنی تعداد معلوم ہوتی ہے؟ کل ۳۱۳ نفوس اور ٹرانسپورٹ میں ۱۷۰ اُونٹ اور دو گھوڑے۔ کیا سامان ہے؟ کیا وصوم وصام؟

مگر اس سپہ سالار عسکر اسلامی نے اقلیم معرفت کے شہنشاہ کے نام بے تار کا پیام ارسال کیا کہ :-

"اے بادشاہ! یہ جماعت قلیل تیرے حکم سے

جہاد کرنے جاتی ہے۔ ان کے پاس سواری کا سامان
کافی نہیں۔ ان کو سواری دے۔ یہ برہنہ ہیں۔
ان کو لباس دے۔ یہ گرسنہ ہیں۔ ان کو سیر کر۔ یہ
محتاج ہیں۔ ان کو اپنے مراعات و عنایات سے
غنی کر اور دشمنوں پر غلبہ دے۔"

بادشاہ کا نائب جب یہ تار دے چکا۔ تو انتظامات ظاہری پر نظر کی۔ اور اونٹ چونکہ تھوڑے ہیں یہ تجویز کیا کہ کچھ آدمی سوار ہو جائیں اور کچھ پا پیادہ ساتھ ہولیں۔ اور باری باری سوار و پیادہ ہوتے رہیں۔ خود سپہ سالار بھی اس دستور العمل پر عامل ہوتا۔ اور منزلیں طے کرتا ہوا چاہِ بدر پر پہونچگیا۔ جماعت تو بیشک قلیل ہے۔ مگر سب خدا اور اس کے نائب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں پاس کچھ نہیں ہے مگر اتفاق، ایثار، ہمت، صداقت، صبر و شکر شجاعت و قناعت کے نشہ میں مست ہیں۔ ان کی اصلاح میں موت کے معنی حیات ہیں۔ اور رزم کے معنی بزم۔ فاقہ ان کے ہاں روزہ ہے۔ اور موت شہادت کیا اس سے زیادہ جان برکف رکھنے والوں کا اور کوئی خطبۂ حقیقت ہو سکتا ہے؟ کفارِ عرب کا وہ قافلہ جو شام سے واپس آرہا ہے جس میں وہ لوگ بہت سے ہیں جو رسولِ خدا اور اس کے دوستوں کو اذیتیں دیتے ہیں۔ جن کے باعث اسلام سخت صعوبت میں ہے۔ ابھی راستہ میں ہی تھا۔ کہ سالارِ قافلہ ابو سفیان کو اطلاع مل گئی۔ کہ اک جماعت مسلمانوں کی راستہ میں ان سے مزاحمت کرنے والی ہے۔ اس لئے اس نے ایک نہائت تیز رفتار اونٹنی معہ سوار مکہ بھیجدی۔ تاکہ اہل مکہ جلد ان کی امداد و حفاظت کو آجائیں۔ جب وہ شخص مکہ میں پہنچا۔ تو ایک گھبراہٹ پھیل گئی۔ اور عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل اور دیگر سرداران مکہ ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر جس میں بڑے بڑے نامی و گرامی جنگجویان عرب زرہ پوش شامل تھے۔ ڈبل کوچ کرتے ہوئے چاہِ بدر پر پہونچگئے۔

سپہ سالارِ اسلام! یا ایہا الاخی، شام کے آنے والے قافلہ کی بجائے فی الحال مکہ کے جنگجو اور باساز و سامان سرداروں سے مقابلہ پیش آیا ہے، کیا رائے ہے؟

جماعت اسلام! اے ہمارے سردار، اے رسول برحق، دشمنوں کی تعداد اگرچہ زیادہ ہے اور سامان حرب بھی گو ان کے پاس بہت ہے۔ مگر ہماری جانیں حضور پر تصدق اور قربان ہیں۔ ہم کو جو حکم حضور دیں گے۔ ہم دل و جان سے بجا لائیں گے ہم حضرت موسیٰ کی امت کی طرح نہیں۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہدیا تھا کہ جا تو اور تیرا رب دشمنوں سے مقابلہ کرتے پھرو۔" بلکہ ہم اللہ کے راستے میں اپنی جانیں قربان کرینگے۔ اور شہادت کے جام پئیں گے :

لشکر مشرکین میں سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا۔ اور مبارز طلب ہوا۔ تینوں سر سے پیر تک آہن پوش لوہے میں غرق ہیں۔ ادھر سے تین جوانان انصار نکلے۔ مگر عتبہ نے للکارا۔ اور قومیت کی تعلّی لی کہ ہمارے لئے قریش ہمرتبہ جنگجو آئیں۔ انصار واپس آئے۔ اور مہاجرین میں سے حضرت حمزہ رضؓ بن عبد المطلب۔ حضرت علی رضؓ بن ابی طالبؓ اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب میدان میں آئے۔ شیرِ خدا، شیرِ رسول نے حسب و نسب بتائے اور باہم جنگ چھڑ گئی۔

عتبہ نہائت جنگجو اور چالاک ہے۔ مگر مقابلہ میں بھی شیرِ رسولؐ حضرت حمزہؓ ہیں جن کی تلوار کی سنبھال مشکل۔ ابلو وہ حضرت کی تلوار عتبہ کو معہ زرہ سر سے کاٹتی کمر سے نکل گئی۔ ادہر حضرت علی رضؓ بھی ولید کو تمام کر چکے۔ مگر آہ شیبہ نے چالاکی کی جناب عبیدہؓ کی پنڈلی صاف کٹ گئی ہے۔ خون بہہ رہا ہے۔ شکل پر اضمحلال ہے۔ مگر تیور وہی ہیں۔ ہاں ہاں بہت خوب وہ جناب حمزہؓ شیبہ کے مقابل ہوگئے۔ تو آن واحد میں شیبہ کا سر تن پر نہیں ہے۔

مشرکین میں تہلکہ پڑ گیا۔ ادھر نعرۂ اللہ اکبر بلند ہوا جس سے گنبد فلک گونج اٹھا۔ جب ابو جہل نے لشکر کو سہما ہوا دیکھا تو یکبارگی حملہ کا حکم دے دیا۔ کئی بار سخت حملے ہوئے مگر جناب حمزہؓ اور جناب علیؓ اور دیگر صحابۂ کرام کی بہادری و شجاعت نے تمام رد کئے۔ سعیدؓ بن خثیمہ شہید ہو گئے۔ ادھر ابو جہل زخمی ہو کر گر پڑا۔ اہل مکہ سرداران لشکر کے مارے جانے پر سخت بے دل و بے حوصلہ ہو رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک زور شور کی آندھی آئی آندھی کیا تھی۔ فیض خدا کہ اور رہے سہے ہوش مشرکین کے اڑ گئے۔ اور اوسان باختہ بھاگے۔ اسلامیوں نے تعاقب کیا اور ستر آدمی قید ہوئے۔

تمام لڑائی میں مشرکین ۴۹ قتل اور اہل اسلام چودہ شہید ہوئے جن میں آٹھ انصار، اور ۶ مہاجرین۔

کفار کا تمام سامان ہاتھ آیا۔ اب وہ تار جو کمانڈر نے دیا تھا۔ اثر لایا۔ وہ دعا جو ایک برگزیدہ انسان کی تھی پوری ہوئی۔ وہ وعدہ جو سچے خدا نے کیا تھا۔ ایفا ہوا۔ جو پیادہ تھے۔ ان کے پاس دو دو اور تین تین اونٹ ہو گئے۔ جو ننگے اور بھوکے تھے۔ ان کو لباس اور کھانے مل گئے۔ جو تنگدست تھے وہ خوشحال ہو گئے۔ اور اسلام کی بنیاد ایک مضبوط چٹان پر جم گئی۔

سچ کہنا یہ فتح ارتقائی حیثیت سے قرین عقل و قیاس ہے؟ نہیں یہ مآثر روحانی ہیں۔ یہ تصرفات حقیقت ہیں۔ یہ صداقت کی بلندی ہے۔ یہ روحانیت کا توجہ ہے۔ آہ آؤ ہم تم اسی کا ترانہ گائیں۔ جو ایک وحشی و جنگ جو قوم پر فتحیاب ہوا۔

آؤ آؤ ہم تم اسی کی تابعداری کریں۔ جو مساوات اور جنگ نفس کی تلقین کرتا ہے۔ آؤ آؤ ہم تم اسی کے ہو جائیں۔ جو جس کا ہو گیا اسی کا بیڑا پار ہو گیا۔

—٭—

جذباتِ احسن

نہ صنم کدے سے وہ شاد ہے نہ حرم کی آب و ہوا سے خوش
وہ ہے خود پسند اک آدمی نہ بتوں سے خوش نہ خدا سے خوش

مرضِ محبت گل رخاں جسے ہو گیا وہ ہے شاد کام
کہ علاج ہے تو وہ خستہ جاں نہ دوا سے خوش نہ دعا سے خوش

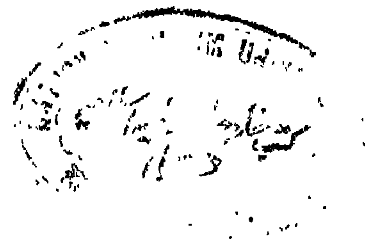
یہ بجا کہ وہ ہے پیامبر نہیں روک ٹوک کہیں مگر
جو نہ لا کے دے کبھی کچھ خبر تو ہو خاک کوئی صبا سے خوش

کبھی صلح ہو کبھی جنگ ہو کبھی موم ہو کبھی سنگ ہو
جو یہ ہر گھڑی ترا ڈھنگ ہو تو ہو کون ایسی ادا سے خوش

نہ کرم کرے نہ وفا کرے مری یاد اس کو رہا کرے
جو کبھی کبھی یہ ہوا کرے تو ہو احسن اسکی جفا سے خوش

(احسن مارہروی)

Regd. No. L. 1474.



Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر

ایڈیٹر: محسن القوم محمد علی



کلام الملوک ملوک الکلام

دربارِ مدینہ

(اعلیحضرت جلالت مآب سر میر عثمان علی خان شاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ)

عشقے بدلم ہست ز سردارِ مدینہ — یارب سرِ من کن بہ سرِ کارِ مدینہ

چون مسکنِ آن مطلعِ انوارِ خدا ہست — نوریست عیاں از در و دیوارِ مدینہ

یک نفحۂ عنبر بد ماغم برساں زود — اے بادِ صبا زاں گُلِ بیخارِ مدینہ

اے شیخ ترا جنتِ فردوس مبارک — با شمِ من شوریدہ و گلزارِ مدینہ

از بہرِ خریداریٔ رحمت ملک آیند — پا ساختہ از سر سوئے بازارِ مدینہ

اے ساقیٔ کوثر ز فیوضِ تو بخواہد — این تشنہ دہن شربتِ دیدارِ مدینہ

از عرش بہر شام و سحر بحرِ زیارت — افواجِ ملائک شدہ حضّارِ مدینہ

عمریست کہ ہستم بدل و جان مِن شیدا — جویندہ و مشتاق و طلبگارِ مدینہ

باشد چہ فلک عرشِ برین نیست ستائش — اے صلِّ علیٰ رفعت و انوارِ مدینہ

ہر خاک نشین تخت نشین ست در آنجا — چتر است بہ سر سایۂ اشجارِ مدینہ

از لطفِ عمیمِ شہِ لولاک عجب نیست
عثماں برسی گر تو بہ دربارِ مدینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

مارچ - اپریل ۱۹۴۲ء
ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۹ —— نمبر ۲ و ۳

شذرات

قصابوں کے سرغنہ و سردار "خان بہادر" اور "صاحبزادہ" جناب رشید الدین میرٹھی نے "آل انڈیا صدر" بننے کیلئے میرٹھ میں "جمعیۃ القریش" کے نام سے ایک انجمن قائم کر رکھی ہے۔ جس کا مقصد وحید آل انڈیا قصاب برادری کو "قریشی النسل" ظاہر کر کے حکومت اور عوام کو دھوکا دینا اور سادات قریش کے سیاسی، اقتصادی اور زرعی حقوق پر چھاپہ مارنے کی کوشش کرنا ہے۔ دنیا راز درون پردہ سے ناآشنا نہیں۔ اور حکومت کے ارباب بست و کشاد بھی اصلیت سے کما حقہ واقف ہیں۔ لیکن جناب جی نے [illegible] لگائے جانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ آپ اور آپ کی جماعت کا دعویٰ ہے۔ کہ آپ کی جماعت یعنی "جمعیۃ القریش" آل انڈیا قریشیوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ اور آپ کی شہرۂ آفاق جمعیۃ القریش کے رجسٹرڈ ممبران کی تعداد تو نوے لاکھ ہے۔ بحالیکہ سنہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رو سے ہندوستان میں سادات قریش کی تعداد سترہ لاکھ سے زائد تر تھی۔ اور اب یعنی سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۱۹ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ "دروغ گو را حافظہ نباشد"

قریشیان ہند کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" نے صاحبزادہ صاحب اور ان کے حواریوں کے اس دعویٰ کو بارہا سرتاسر باطل، لغو اور پرفریب قرار دیتے ہوئے ان کے اس ادعا کی کہ قصابوں کی نام نہاد "جمعیۃ القریش" ہندوستان کے تمام قریشیوں کی نمائندہ اور قومی جماعت ہے، پر زور تردید کی ہے۔ ہندوستان کے سادات قریش اسے قصابوں کا ایک ڈھونگ سمجھتے ہیں۔ جو محض غیر آئینی طور پر دھوکہ و فریب سے زرعی حقوق سے متمتع ہونے کے لئے رچا رکھا ہے۔

برکت سبزیانی مراسی کی قوم کے سر پر تبدیل قومیت کا جنون سوار ہوا۔ تو "جمعیۃ القریش" کا ڈھول پیٹنے لگی۔ گوشت فروشوں کے مزاج میں خلل آیا تو سادات قریش کے حقوق کو کند چھری سے ذبح کرنے کیلئے "جمعیۃ القریش" کی طرح ڈالدی اس حربہ کو استعمال کرنے کیلئے ہر جگہ وہ پیش پیش نظر آتے ہیں

الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس عام منعقد ہونا ہے تو قصابوں کی "جمعیۃ القریش" بھی "جناح چمن" میں اپنا جھنڈا کھڑا کر دیتی ہے۔ اور نوے لاکھ رجسٹرڈ ممبران کی تعداد کی نمائندگی کا دم مارتی ہے۔ بحالیکہ قریش کی تعداد ہندوستان میں ۱۹ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ یہ تو خیر ان کی کرم بخشی ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کی صحیح سیاسی جماعت مسلم لیگ کے ساتھ ہے۔ اور قائد اعظم مسٹر جناح سے عقیدت کا اظہار کرتی ہے۔ مگر ہندوستان کے ۱۹ لاکھ سادات قریش کے حقوق پر بلا واسطہ یہ دست درازی کہاں کی دانشوری ہے۔ ہم اس دیدہ دلیری کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کرنا اپنا قومی فرض سمجھتے ہیں۔ اور صاحبزادہ بھیا جی اور ان کی انجمن کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ اس قسم کے بے بنیاد اور لغو ادعا سے احتراز روا رکھیں۔

امرتسر میں بھی چند نفوس پر مشتمل آل انڈیا قسم کی ایک جماعت ہے۔ جو ہندوستان کے سادات قریش کی نمائندہ ہونے کی دعویدار ہے۔ اور الحاج حضرت مولانا ابو الفضل اولیا مشرب "لوڈ فرینڈ" کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے نعرۂ ہاؤ ہو بلند کرنے میں بڑی مشاق ہے۔ لیکن اس کی یہ مشاقی اس وقت بروئے کار آیا کرتی ہے۔ جبکہ اس کی قوم من حیث المجموع یا من حیث الجماعت میدان عمل میں آتی اور ترقی کے زینہ پر قدم رکھ دیتی ہے۔ زینہ کو کھینچنے کیلئے وہ دانت پیس کر آستین چڑھا کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور کچھ اس طرح واویلا شروع کر دیتی ہے۔ کہ گویا ان کی تباہی و بربادی کا طبل بج چکا۔ اور ان کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں۔ اسی مقصد کے لئے وہ زندہ ہوتی ہے۔ اور اسی رنج میں بر محل کفن اوڑھے پڑی رہتی ہے۔ وہ قصابوں اور مراسیوں کے ادعائے باطلہ کے خلاف کبھی حرکت نہیں کرتی۔ اور نہ یہ اس کے مقاصد عظمیٰ میں داخل ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہندوستان کو آزادی کی شاہراہ کے قریب تر لانے کیلئے کچھ مراعات دینے کی غرض سے سر سٹیفورڈ کرپس کی تشریف آوری کی خبر پاکر یہاں کی سیاسی جماعتوں میں ایک ہڑبونگ مچ گیا۔ اور اسلامیان ہند کے حقوق پر ضرب کاری لگانے کیلئے جہاں ہندوؤں کی سیاسی و غیر سیاسی جماعتیں نہایت بے جگری کے ساتھ بیک وقت حرکت میں آئیں کانگرسی علمائے کرام نے بھی اپنا پارٹ ادا کرنے کیلئے مہلت پائی اور لاہور کے مقام پر اپنے علم و فضل کے جوہر دکھانے کیلئے سٹیج آراستہ کی اور انتہائی قابلیت کے ساتھ کمال لسانیت دکھا کر حق نمک خواری ادا کیا۔ ہندوستانی جلاہوں کی ایک مختصر مگر سرپھری جماعت کانگرس کے اشارہ پر رقص کرنے کیلئے "مومن کانفرنس" کی شکل میں نمودار ہوئی۔ سیمار جاپانی اور دولت برطانیہ کے ایوان پر اثر ڈالنے کیلئے لنڈن میں ایک تار دیدیا۔ کہ ہم "مومن" ہیں۔ اور سات کروڑ سے بھی کچھ اوپر ہیں لیکن مسلم لیگ سے ہم متفق نہیں۔ (سبحان اللہ) "مومن" اور مسلمانوں کے مفاد کے منہ بولے دشمن،

یہی کیفیت ہمارے "بی لوڈ فرینڈ" کی اس جماعت کی ہے جو آل انڈیا قریشیوں کی نمائندگی کی دعویدار ہے۔ لیکن ان کے قومی مفاد سے دور کا واسطہ کا فساد رکھتی ہے۔ اِنّا للہ وَاِنّا الیہ راجعون! لبی تلے تل سوتی ہے لیکن اٹھتی ہے تو قوم اور قومی جماعتوں کے مفاد کی راہ میں روڑا اٹکانے کیلئے،

آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

مسلم لیگ کے اجلاس کی بعض خصوصیتیں

۲۳، ۲۴ اپریل کو آل انڈیا مسلم لیگ کا عظیم الشان اجلاس الٰہ آباد کے مقام پر منعقد ہوا۔ اسلامیان ہند جوق در جوق شامل ہوئے۔ قائد اعظم کا انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ شاندار استقبال کیا گیا۔ وہ "مومن" جن کی نام نہاد "مومن کانفرنس" نے آل انڈیا مسلم لیگ کے خلاف ملت کش پراپیگنڈا کرنے کیلئے اجلاس منعقد کئے اور اکابرین دولت برطانیہ کو تار دیئے تھے۔ کہ "ہندوستان کے پانچ کروڑ مومن مسلم لیگ کے خلاف ہیں۔ اور اسے اپنی نمائندہ جماعت نہیں سمجھتے۔ ہزاروں کی تعداد میں جلوس و استقبال میں شریک ہوئے اور قائد اعظم اور مسلم لیگ سے اعتماد و عقیدت کا عملی ثبوت پیش کر کے "مومن کانفرنس" کے منہ پر ایسی چپت رسید کی کہ بس کانفرنس حواس باختہ ہو کے رہ گئی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

دوسری بات قابل صد آفرین اور موجب صد تشکر و امتنان یہ ہے کہ تیس ہزار روپیہ کے علاوہ جو قائداعظم کے اعلان پر بند چندہ میں موصول ہوا۔ دہلی کے ایک رضاکار کی طرف سے ایک تلوار پیش کی گئی جسے سر عبد اللہ ہارون رئیس کراچی نے ۱۱ ہزار روپیہ میں خرید لیا اسی طرح بتیا کی ایک خاتون نے پاکستان کا نقشہ جو کشیدہ کاری کا بہترین نمونہ تھا۔ قائد اعظم کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ بھی میونسپل کارپوریشن کے نائب الرئیس مسٹر اصفہانی نے دس ہزار روپیہ میں خرید لیا۔ گویا اس طرح سے اکتالیس ہزار روپیہ کی پیشکش سے قائد اعظم کی عزت افزائی کی گئی۔

صدارتی تقریر

قائد اعظم نے خطبہ صدارت میں فرمایا۔ کہ

"مسلمان جس نازک دور میں سے گذر رہے ہیں۔ اس کی نظیر گذشتہ دو صدیوں کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن گذشتہ تین چار سال کی جد و جہد سے ہم نے خود کو اس قابل بنا لیا ہے کہ اب نہ تو انگریز ہمیں اپنا غلام بنا سکتا ہے اور نہ ہندو۔ اب کلید ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اس پلیٹ فارم سے کوئی سکیم پیش کریں۔ اور اسے اسلامی ہندوستان کی متحدہ تائید حاصل ہو۔ تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مسترد نہیں کر سکتی۔ ہم منزل مقصود تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ وقت آگیا ہے کہ آپ تیار ہو جائیں۔ لیگ کو مضبوط بنائیں۔ آپ کی تنظیم کمال تک پہونچ جائے۔ آج مسلم لیگ سینکڑوں یا ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ہمارا منتہائے مقصود پاکستان اور صرف پاکستان ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ کہنا بکواس ہے۔ کہ مسلم لیگ فرزندان توحید کی نمائندہ جماعت نہیں ہے بلکہ سرمایہ داروں کی انجمن ہے۔ اس میں خطاب یافتہ نواب اور عہدوں کے متلاشی شامل ہیں۔ اس قسم کا پراپیگنڈا برابر ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے ہمارے مومن بھائی ایک ہی دن میں چالیس لاکھ سے ساڑھے پانچ کروڑ ہو گئے ہیں۔ انگریزوں نے ہمارا مطالبہ مان لیا ہے۔ مگر دوسرے لوگ اپنا وقار خود کھو رہے ہیں۔ اور دوسروں کو مغالطہ کا شکار بنا رہے ہیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ اسلامی ہندوستان سے عام استصواب رائے کر کے دیکھ لیں۔

قرار دادیں

قائد اعظم کو لیگ کے آئندہ اجلاس تک کیلئے خاص اختیار تفویض کیا گیا۔ تاکہ مقاصد کو تقویت پہونچانے کے لئے مناسب اقدام کر سکیں۔ نیز

۲۔ ایسی مجلس بنانے کا اختیار دیا گیا۔ جو مسلمانان ہند کے

جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کیلئے مناسب و موثر ہوں۔

۳۔ ملایا۔ سنگاپور۔ جاوا۔ سماٹرا اور برما کے ہندوستانی پناہ گزینوں سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔ اور

۴۔ بلوچستان کو ایک مستقل صوبہ قرار دیکر اسکی آئینی حیثیت کو دوسرے صوبوں کے برابر بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔

۵۔ ایک ریزولیوشن میں علامہ مشرقی پر سے نقل و حرکت، اور خاکسار تحریک پر سے پابندی دور کرنے اور خاکسار قیدیوں کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

بہرحال اسلامیان ہند کا یہ شاندار اجلاس نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام ہوا۔ اور مسلمانوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ انہوں نے قائداعظم کی قیادت و سیادت میں کسقدر ترقی کی ہے۔ ان کی مایوسیاں کسقدر پر اُمید ہو گئیں۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ آشوب حوادث زمن کے اس دور میں منظم ہونے کی انہیں کسقدر شدید ضرورت ہے۔ دشمنان اسلام کے خوفناک منصوبے ان کی معمولی سی سعی و کوشش کس طرح بیکار ہو کے رہ گئی ہیں۔ دعا ہے۔ کہ خدائے تبارک و تعالیٰ ملت اسلامیہ کا حامی و ناصر ہو اور انہیں ہر قسم کے فتنوں اور فسادوں سے مامون و محفوظ رکھے۔ اور وہ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق پائیں۔ آمین!

انجمن ترقی اردو (ہند)

انجمن ترقی اردو (ہند) سنہ ۱۹۰۳ء سے قائم ہے۔ اور مولانا عبدالحق صاحب کی کوشش و محنت سے اردو زبان کی بیحد خدمت کر رہی ہے۔ اس وقت انجمن کا محفوظ سرمایہ پچاس ہزار روپے کے قریب ہے۔ مطبوعات کا اسٹاک ساٹھ ہزار روپے سے کم مالیت کا نہیں۔ کتب خانے میں بیش قیمت کتابوں کا عمدہ ذخیرہ موجود ہے۔ انجمن کا سالانہ میزانیہ ۸۰ ہزار روپے کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ عمارت فنڈ میں ۲۰ ہزار روپے سے زائد رقم جمع ہے۔ انجمن کی مطبوعات کی تعداد ۱۷۰ تک پہنچ چکی ہے۔ اور اب انجمن سالانہ قریباً دو درجن نئی کتابوں کے ۴۰ ہزار نسخے شائع کرتی ہے۔ انجمن کی شاخیں ۲۲۳ ہیں۔ انجمن کی سرپرستی میں ابتدائی اور شبینہ مدرسے قائم ہیں۔ جن کی تعداد ستر سے کچھ ہی کم ہے۔ انجمن کے زیر اہتمام تین رسالے شائع ہوتے ہیں۔ سہ ماہی "اردو" ماہانہ "سائنس" اور پندرہ روزہ "ہماری زبان"۔

مولانا عبدالحق کا ایثار بے حد قابل تعریف ہے۔ کہ آپ نے ۴۸ ہزار روپے کی رقم جو آپ نے اپنی تنخواہ میں سے بچا بچا کر انجمن کیلئے جمع کی تھی۔ انجمن کے مستقل سرمائے میں منتقل کر دی ہے۔ اس سے اردو کے تمام حامیوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور اس انجمن کو مالی ضروریات سے بالکل بے نیاز کر دینا چاہیئے۔ جو اردو کی لامحدود خدمت انجام دے رہی ہے۔

عجیب اتفاق

پچھلے دنوں اخبار "کیتھولک ہیرلڈ" نے مندرجہ ذیل اعداد و شمار شائع کئے تھے۔ جو ناظرین القریش کی دلچسپی کیلئے شائع کئے جاتے ہیں۔

	ہٹلر	مسولینی	سٹالن	چرچل	روزویلٹ
پیدائش	۱۸۸۹	۱۸۸۳	۱۸۷۹	۱۸۷۴	۱۸۸۲
حصول اقتدار	۱۹۳۳	۱۹۲۲	۱۹۲۴	۱۹۴۰	۱۹۳۳
مدت اقتدار	۸	۱۹	۱۷	۱	۸
عمر	۵۲	۵۸	۶۲	۶۷	۵۹
میزان	۳۸۸۲	۳۸۸۲	۳۸۸۲	۳۸۸۲	۳۸۸۲

میزان سب کی برابر ہے اس سے آپ جو چاہیں نتیجہ نکال سکتے ہیں۔

بولنے والے پوسٹ کارڈ

سرخ فوج کے فوجی ڈاک خانے سپاہیوں کو بولنے والے پوسٹ کارڈ پہنچاتے ہیں، جو سپاہیوں کے گھروں سے آتے ہوتے ہیں۔ ماسکو میں ریکارڈ بھرنے کا اسٹوڈیو بنایا گیا ہے۔ یہاں سپاہیوں کے گھر والوں کی آوازیں سلولائڈ کے پوسٹ کارڈ پر ریکارڈ کی جاتی ہیں۔ اور یہ کارڈ معمولی کارڈ کی طرح ڈاک کے ذریعے بھیج دیئے جاتے ہیں۔ روسی فوج کی ہر یونٹ کے پاس ایک خاص گراموفون ہوتا ہے۔ جس سے یہ کارڈ سنے جاتے ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا،

تلطفات آصفیہ

دولت آصفیہ عالیہ سلطان العلوم، ہز اگزالٹیڈ ہائی نس خلد اللہ ملکہ وحشمتہ کے عہد سعادت عہد میں شبانہ روز شاندار ترقیاں کر رہی ہے اور رعایا برایا خوشحالی وفارغ البالی سے ظل ہمایونی میں بہاخت امن وچین کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اللہم زد فزد اعلحضرت، جہاں پناہ کی حکومت رعایا کی فلاح وبہبود کے لئے جہاں عام جہانبانی سے متعلقہ امور کی نگرانی کرتی ہے۔ وہاں متعدی امراض کی روک تھام اور عوارض مہلکہ کے کما ینبغی انسداد کے لئے قابل صد ستائش انجام دیتی ہے۔

پچھلے دنوں ضلع نظام آباد میں ملیریا کی وبا عام ہوئی۔ تو جہاں پناہ نے براہِ خسروانہ چھپن ہزار روپیہ سالانہ کی گرانقدر رقم منظور فرمائی۔ ایک سکیم بنائی گئی ہے جسکے تحت امدادی طبی دستے انسداد ملیریا کے لئے کام کریں گے۔

اعلحضرت نے بتلطفات خسروانہ رعیت کی اقتصادی حالت کو بہتر از بہتر اور بہترین بنانے کیلئے وقتاً فوقتاً جو سعی منداد تجاویز فرمائی ہیں۔ اس پر بطریق احسن عمل ہو رہا ہے۔ رعایا شاداں وفرحاں عالم پناہ کے نظام حکومت پر ستائش ونیائش کے پھول برساتی ہے۔ اور حضور کو دعائیں دیتی ہے۔ اعلحضرت کے تلطفات کریمانہ کا تسلسل وتواتر بدستور جاری وساری ہے چنانچہ اعلحضرت کی حکومت نے دستی کھڈیوں اور کرگھے کی صنعت کو فروغ دینے کیلئے چار لاکھ روپیہ کی بیش قدر رقم منظور فرمائی ہے۔ اس صنعت کو جنگ کی وجہ سے کافی نقصان پہنچا تھا اس لئے اس شاہانہ عطیہ سے ایک سکیم جاری کی جائے گی۔ جس کے ماتحت جولاہوں کو سستا سوت بھی مہیا کیا جائیگا۔ اور ان کے تیار کردہ کپڑا بیچنے کا انتظام بھی کیا جائے گا۔ اس غرض کیلئے پانچ مزید مرکز کھولنے کی تجویز زیر غور ہے۔

مفاد عامہ کی غرض سے اعلحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی حکومت نے اشیائے خوردنی، گندم، نخود، چاول اور مکی وغیرہ کی قیمتوں پر کنٹرول کرنے کا انتظام فرمایا تھا۔ اسی طرح مٹی کا تیل بیچنے والوں پر بھی پابندی لگا دی تھی کہ وہ خاص قیمت سے زیادہ مہنگا تیل فروخت نہ کریں دکانداروں کو قرض دیا گیا کہ وہ اجناس کا ذخیرہ کرلیں۔ حکومت کی تجویز سے عامتہ الناس اشیائے خوردنی کی بہم رسانی کی تکالیف سے بچ گئی۔

حیدرآباد میں پانچ ہزار گداگر ہیں۔ جو اپنے مذموم پیشہ کی وجہ سے عوام پر بار بنے ہوئے ہیں۔ اعلحضرت کی حکومت کو انہیں گداگری کی لعنت سے نجات دلانے اور عوام کو ان کے بار سے سبکدوش کرنے کیلئے انسداد گداگری میں سبقت فرمائی۔ اور تجویز کیا کہ ان میں جو تندرست ہوں ان کو زبردستی کسی کام پر لگایا جائے اور جو کمانے اور

کام کرنے کے اہل نہیں۔ یعنے اندھے، بوڑھے، اپاہج اور لنگڑے ہیں
ان کے کھانے اور رہائش کا انتظام ایک سب کمیٹی کے سپرد کیا جائے
مالی مشکلات کو رفع کرنے کیلئے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ سرکاری ملازم جو
پچاس روپے ماہوار سے زائد تنخواہ پاتے ہیں۔ ان سے ایک پائی فی روپیہ
کے حساب سے چندہ وصول کیا جائے لیکن یہ چندہ دینا رضاکارانہ ہوگا

دولت آصفیہ کے جدید وزیر خزانہ

ایک اطلاع مظہر ہے کہ اعلیحضرت خسرو دکن کے مسٹر غلام محمد کو
حکومت آصفیہ کا وزیر خزانہ مقرر فرمایا ہے۔ یہ تقرر نواب مہدی
یار جنگ کی جگہ ہوا ہے۔ جو اصل میں وزیر تعلیم ہیں۔ اور عارضی طور
پر وزیر خزانہ کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ مسٹر غلام محمد حکومت ہند
کے محکمہ سپلائی میں ماہر تھے۔ آپ اپنے جدید عہدہ کا چارج ماہ
مئی میں لیں گے۔

مداخلت فی الدین

ایک مصدقہ اطلاع مظہر ہے کہ ریلوے حکام بہاولنگر نے
ریلوے احاطہ کی ایک دیرینہ مسجد پر نہ صرف سالانہ کرایہ لگا دیا ہے
بلکہ اس کے ایک منبر والماری کو جس کی حال ہی میں تعمیر ہوئی
ہے گرا دینے کا حکم صادر کیا ہے ریلوے حکام کے اس ناجائز حکم
پر مسلمانان بہاولنگر میں سخت ہیجان و اضطراب پھیلا ہوا ہے۔
تفصیلات سے معلوم ہوا ہے کہ ایک مسجد جو ریلوے حدود میں
واقع ہے اور جہاں ریلوے ملازمین بالخصوص نماز ادا کرتے ہیں۔
بلحاظ ضرورت منبر اذان کو قدرے بلند کر کے اس کے ایک کونے
میں الماری بنائی گئی ہے۔ مگر ریلوے حکام نے مسجد کی ترمیم
میں مداخلت کرتے ہوئے اسے گرا دینے کا حکم نافذ کر دیا ہے۔
اور مسجد مذکور پر سالانہ کرایہ بھی لگا دیا گیا ہے۔ جو مسلمان ریلوے
ملازمین کی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کرایہ
اس زمین کا ہے۔ جس پر مسجد مذکور تعمیر ہے۔ حالانکہ یہ تمام زمین
بہاولپور گورنمنٹ کی ملکیت میں ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں
نے ہز ہائی نس نواب صاحب بہاولپور اور عالی مرتبت پرائم منسٹر
کی خدمت عالیہ میں درخواستیں بھیجی گئی ہیں۔ کہ حکومت بہاولپور
کو جلد از جلد مداخلت کر کے ریلوے حکام کو مسجد پر اس ناجائز
و خلاف شریعت پابندی کو ہٹایا جائے۔

ریاست کشمیر میں ذریعۂ تعلیم

پچھلے دنوں کشمیر کی حکومت نے ابتدائی تعلیم کے لئے
ذریعہ تعلیم "ہندی" قرار دیا تھا۔ اہالیان ریاست نے اس پر صدائے
احتجاج بلند کی۔ لیکن کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ جب تجربہ کیا گیا۔ تو
معلوم ہوا کہ ہندی زبان بہترین ذریعہ تعلیم نہیں ہو سکتا۔ اور
"اردو" ہی ایک شستہ و شائستہ زبان ہے۔ جو ابتدائی تعلیم کیلئے
بہترین ذریعہ تعلیم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حکومت جموں و کشمیر
نے اب ایک کمیٹی مقرر کی ہے۔ جو آسان اردو کی مجوزہ لغت
کا جائزہ لیگی۔ یہ لغت ڈاکٹر رگھو ویر نے تیار کی ہے۔ جو اس کمیٹی کے
صدر وزیر تعلیم ہونگے۔ خواجہ غلام السیدین ڈائرکٹر تعلیمات کے
علاوہ سات ممبران ہونگے۔ جن میں پانچ ہندو اور دو مسلمان
منتخب ہوئے ہیں۔ یہ کمیٹی نصاب کیلئے کتابوں کی اشاعت کے
متعلق بھی مشورہ دیگی۔ حکومت کشمیر کا یہ اقدام قابل صد
ستائش اور دیگر ریاستوں کیلئے قابل تقلید ہے۔ ہم حکومت
کشمیر کے ارباب بست و کشاد کو اس علم پروری کے لئے قابل
تبریک سمجھتے ہیں۔

قرآن اور قومی وحدت

(از علامہ سید رشید رضا مصری)

برکاتِ اسلام

انسانوں کی اجتماعی وسیاسی اصلاح کا صحیح اصول معلوم کرنے کیلئے تمام تعلیم یافتہ قومیں بے قرار ہیں۔ مختلف نظریئے دُنیا کے سامنے پیش ہیں۔ بحث ونظر کی ہنگامہ آرائیاں پورے شباب پر ہیں۔ مگر علم وعقل کی بے بسی کا یہ عالم ہے۔ کہ کافی غور وفکر کے بعد آج جس نظریئے کو چمکایا یا اچھالا جاتا ہے۔ دوسرے دن ہی مایوس ہو کر اس کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ مدبرین یورپ پچھلی نصف صدی میں کتنی کتنی تحریکیں ایجاد کر چکے ہیں امپیریلزم۔ سوشلزم۔ بالشویزم۔ کمیونزم مگر ان کی درماندگی کا یہ حال ہے۔ کہ ایک تحریک کو پیدا ہوئے چند ہی مہینے گزرتے ہیں۔ کہ دوسری تحریک سامنے آجاتی ہے۔ کوئی تحریک اُٹھتی ہے تو مزدور اور غربا خوشی سے ناچنے لگتے ہیں۔ اور امرا غم واندوہ میں غرق ہوجاتے ہیں۔ دوسری تحریک اٹھتی ہے تو امراء کے گھروں میں شادیانے بجنے لگتے ہیں۔ اور غربا کے جھونپڑوں سے غم واندوہ کی چیخیں بلند ہو جاتی ہیں۔ آپ دیکھئے کہ علم وعقل کی ہزاروں ترقیوں کے باوجود یورپ اور امریکہ اپنی بھول بھلیوں میں گرفتار ہیں۔

لیکن آج ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ایک نبی امی کے مقدس ہاتھوں سے دنیا کے سامنے ایک کتاب پیش کی گئی تھی اگر اس کے اصلاحی اور عالمگیر نظریوں پر دنیا آج عمل پیرا ہوجائے تو تمام مشکلات سے نجات پا جائے۔ امارت اور غربت کی خوفناک کش مکش کا خاتمہ ہو جائے۔ اور امپیریل ازم اور سوشلزم کی ہولناک دشمنی دوستی میں بدل جائے۔ دنیا کی تمام قوموں اور انسانوں کو ایک واحد برادری بنانے کیلئے اسلام کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ آٹھ باتوں میں سب مخلوق کو برابر سمجھا جائے۔ یعنی (۱) قومیت میں واحد (۲) نسل میں واحد (۳) دین میں واحد (۴) قانونی سلوک میں واحد (۵) روحانیت میں واحد (۶) سیاسی حقوق میں واحد (۷) عمل میں واحد (۸) زبان میں واحد جب اسلام نے دنیا میں قدم رکھا۔ تو انسان کی اجتماعی زندگی تباہ تھی۔ لوگ مختلف قومیت میں بٹے ہوئے تھے۔ کہیں حسب نسب اور نسل ورنگ کی بنا پر جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ کہیں سیاسی تعصب کے باعث فتنہ وفساد تھا۔ کہیں دین ومذہب کے نام پر لڑائی کی آگ روشن تھی۔ ان جنگوں میں انسان کٹ رہے تھے۔ اور بستیاں اجڑ رہی تھیں۔ اسی حالت میں اسلام نے اپنی انقلاب انگیز صدا بلند کی اور نفاق، پھوٹ، تعصب اور فرقہ پرستی کے ایک ایک چشمے کی تلاش کر کے بالکل بند کر دیا۔ جس سے دنیا میں ہمدردی اور انسانیت کی حکومت قائم ہوگئی کالے اور گورے کی تفریق مٹ گئی۔ مشرق ومغرب کے انسان ایک خاندان بن گئے۔ اسلام نے کس کس طرح اپنی انقلابی تحریک کو کامیاب بنایا۔ اور کن کن تدبیروں سے وحدت واجتماع کا نظام قائم فرمایا؟ ان سوالات کا جواب بہت لمبا ہے۔ یہاں ہم صرف وہ جامع اصول مختصراً پیش کرتے ہیں جس کے ذریعہ

تمام دنیا کے انسان ایک ہی قومیت ایک ہی شریعت اور ایک ہی حکومت کے سلسلے میں منسلک ہو کر اسی طرح ایک ہو سکتے ہیں جس طرح ان کی اصلیت ایک ہے اور انکا پروردگار ایک ہے۔

پہلا اصول ۔ قومی وحدت

سورہ انبیاء میں مختلف پیغمبروں کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت اسلام کو مخاطب کر کے یہ تعلیم دی ہے کہ:۔

اے لوگو! یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے
اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ (تمہاری وحدت
کا مرکز یہ ہے) کہ میری عبادت کرو۔

اسی طرح سورۂ مومنون میں تمام دنیا کے انبیاء کو پیغام سنایا ہے:۔

اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔
میں تمہارے کاموں سے آگاہ ہوں یہ تمہاری
امت ایک ہی اُمت ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار
ہوں پس مجھ سے ڈرو۔ (پ ۱۸ رکوع ۴)

اسلام سے پہلے پیغمبر کی امت اُسی کی اپنی قوم ہوا کرتی تھی۔ مگر پیغمبر اسلام کی امت تمام انسان ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

اے نبی! کہدیجئے۔ اے لوگو! میں سارے انسانوں
کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس غرض سے کہ تمام پہلے نبیوں کی اُمتیں آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ آپ نے ضروری قرار دیا۔ کہ مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء پر بھی ایمان لائیں۔ اور یہ بھی کہدیا کہ اگر ایک شخص کسی ایک نبی کو جھٹلاتا ہے۔ تو وہ قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ بقر میں مسلمانوں کو حکم ہے۔" اے مسلمانو! تم یوں کہا کرو ہم خدا پر ایمان لائے۔ اور قرآن کے علاوہ ان احکام پر ایمان لائے جو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اُتارے گئے ہیں۔ اور جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیئے گئے ہیں۔ اور جو بھی خدا کے نبیوں کو خدا کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں" اس آیت میں خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کا نبی بنا کر اور تمام انسانوں کے لئے تمام دنیا کے نبیوں پر ایمان لانا فرض قرار دیکر تمام انسانوں کو ایک قومیت کے رشتہ میں جوڑ دیا ہے۔ اور حضرت آدمؑ سے لیکر قیامت تک کل انسانوں کو ایک مذہبی حکومت کی رعایا بنا دیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ مختلف زمانوں میں مختلف نبی کیوں آئے؟ انہوں نے ایک دوسرے کے بعض احکام کیوں منسوخ کئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذہبی حکومت میں ان نبیوں کی حیثیت وہی ہے۔ جو کہ ایک سلطنت کے اندر مختلف گورنروں کی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے اپنے وقت کے مطابق قوانین حکومت میں حسب ضرورت ترمیم و تنسیخ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے سلطنت کی وحدت میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

دوسرا اصول ۔ نسل انسانی کی وحدت

قرآن پاک نے قوموں کی طرح انسانی قبیلوں اور خاندانوں کو بھی وحدت اور مساوات کا پیغام سنایا ہے اور یہ تعلیم دی ہے:۔

اے لوگو! ہم نے تم کو نر اور مادہ سے پیدا کیا
ہے اور خاندان اور قبیلے بنائے ہیں۔ صرف

اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ ورنہ
اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ
معزز وہ ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انسانوں کے سامنے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وحدت انسانی کی تبلیغ فرمائی تھی۔ اور مذکورہ بالا آیت پڑھکر یہ واضح کیا تھا۔ کہ کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں ہے۔ اسلام میں فضیلت پرہیزگاری پر موقوف ہے۔ نیز یہ کہ تعارف سے میل جول پیدا کرو اور پھوٹ ڈال کر زیادتی نہ کرو۔

تیسرا اصول (دینی وحدت)

دین اور مذہب کی وحدت قائم کرنے کیلئے یہ اصول پیش کیا۔ کہ تمام انسان ایک رسولؐ کی پیروی کریں۔ جس کے دینی اصول قانون فطرت کے مطابق ہوں۔ اور جسکی شریعت اصولی طور پر تمام نبیوں کی شریعتوں کی جامع ہو اگر کچھ فرق ہو تو محض اتنا کہ وہ پچھلی شریعتوں کو اس طرح مکمل کرکے پیش کرے کہ وہ تمام انسانوں کیلئے یکساں طور پر مفید ہو جائے۔ اور قیامت تک اس میں کسی ادنیٰ ترمیم کی بھی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام صلعم نے یہی اعلان فرمایا۔

اے پیغمبر! کہدیجئے میں تم سب کیلئے اللہ کا رسول ہوں تکمیل شریعت اور رسالت عامہ کے اعلان کے باوجود بھی یہ کہتا ہوں۔ کہ کسی کے ضمیر و عقیدہ کے بارے میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے۔

دین میں زبردستی نہیں۔ میں نے ہدایت اور گمراہی کے راہوں کو الگ الگ کرکے تم پر واضح کر دیا ہے۔ یہ اعلان اس لئے تھا کہ انسان ایک ہو جائیں

(دار الاسلام)

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ

(از مولانا ظفر علی خاں)

وہ ملت جو دنیا میں خیر الامم تھی
ارادہ تھا جس کا خدا کی مشیت

ہٹی ہند میں اپنے مرکز سے ایسی
کہ آج اس کا مذہب ہے لا مرکزیت

نہ خوفِ خدا ہے نہ شرمِ پیمبر
شریعت ہے بازیچۂ ذہنیت

بنایا تھا حیوان کو جس نے انساں
اس اُمت سے خود گم ہوئی آدمیت

نہ دنیا کی رفتار کا علم ہم کو
نہ اسرارِ دیں سے ہیں واقفیت

جسے بارہا کر چکے خس بدنداں
ہے اب ہم پہ بھاری وہی اکثریت

پرایوں سے پہنچا نہیں رنج اتنا
ملی ہم کو اپنوں سے جتنی اذیت

بدل جائیں جب خود طریقے ہمارے
تو پھر کیوں نہ بدلے حریفوں کی نیت

شاہ یمن کا خواب اور غفیرا کاہنہ

صدیوں پہلے بعثت سید المرسلین کی پیشگوئی

(از مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری)

غفیرا کاہنہ ایک دوشیزہ لڑکی تھی۔ جو ۱۹۵ھ میں ظاہر ہوئی صدق و صفا، عفت و پارسائی میں جواب نہ رکھتی تھی۔ اور اس کے لمعات جبیں فروغ ماہ سے خراج تحسین وصول کرتے تھے حسن دیدار اور لطف گفتار کے ساتھ فن کہانت میں بھی سرآمد روزگار تھی۔ اس کے عہد میں مرثد بن عبد کلال والئی یمن نے ایک نہایت خوفناک خواب دیکھا تھا۔ لیکن غایت دہشت سے صورت خواب صفحۂ خاطر سے محو ہو گئی۔ اس لئے مرثد نے اپنی ماں کے پاس جو علم کہانت میں کافی شہرت رکھتی تھی۔ آکر اپنے خواب کا واقعہ عرض کیا۔ والدہ نے جواب دیا۔ کہ مجھے علم کہانت میں اتنا دخل نہیں۔ کہ بھولا ہوا خواب اور اسکی تعبیر بیان کر سکوں۔ جب ماں کی طرف سے مایوس ہوا۔ تو اپنی تمام قلمرو میں احکام بھیجے۔ کہ جہاں کوئی کاہن موجود ہو ایک خواب کی تشریح کرنے کیلئے پایہ تخت میں تشریف لائے۔ ملک بھر کے کاہن جمع ہوئے مگر اس عقدہ کو کوئی حل نہ کر سکا۔ ناچار بادشاہ کو سکوت ورزی کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اور یہ مہم مبہم سی رہ گئی۔

ایک مرتبہ بادشاہ شکار کو گیا۔ شہر سے باہر بیابان کو عبور کر رہا تھا۔ کہ ایک ہرن دکھائی دیا۔ شاہ مرثد نے ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ جب بادشاہ اپنے آدمیوں سے دور ہو گیا۔ تو تکان اور پیاس نے غلبہ کیا۔ ایک طرف جو نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ دامن کوہ میں ایک غار کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہے۔ مرثد نے اس گاؤں کا رخ کیا۔ قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بڑھیا اس کی طرف آ رہی ہے۔ زن فرتوت مرثد کے پاس پہنچی۔ اور گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہنے لگی کہ بیٹا غریب خانہ پر چل کر پانی پی لو۔ اور تھوڑی دیر آرام کر لو شاہ یمن گھوڑے سے اتر کر بڑھیا کے ساتھ گیا۔ اور پانی پی کر بڑھیا کی دیوار کے سائے میں سو گیا۔

جب آنکھ کھلی تو اس کی نظر ایک لڑکی کے چہرے پر پڑی کہ ماہ و مشتری بھی اسے دیکھ کر شرمندہ تھے۔ بادشاہ کی آنکھیں تاب جمال نہ لا کر خیرہ ہو گئیں۔ حور وش لڑکی کہنے لگی۔ اے شاہ یمن اگر کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہو تو بے تکلف کہیئے میں آپ کیلئے تیار کر دوں۔

مرثد کو یہ سنکر اس بات کا خوف ہوا کہ مبادا یہ پہچان کے حق میں مضرت رساں ثابت ہو بادشاہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ شیریں مقال لڑکی کہنے لگی۔ بادشاہ اپنی شناخت کو نظر استکراہ سے نہ دیکھئے کیونکہ اس مامن میں آپ کو کوئی رنج نہیں پہنچ سکتا۔ آخر سفرۂ طعام بچھایا اور بادشاہ کھانا کھانے لگا بادشاہ نے پوچھا اے دختر نیک صورت تمہارا نام کیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا مجھے غفیرا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مرثد

نے کہا۔ تو نے مجھے کیونکر پہچانا۔ جو بادشاہ کہکر مخاطب کیا۔ غفیرا عرض پرداز ہوئی۔ کہ آپ مرثد بن عبد کلال ہیں۔ آپ نے ملک بھر کے کاہنوں کو خواب کا واقعہ بیان کرنے اور ان کی تعبیر بتانے کیلئے طلب فرمایا تھا۔ مگر آپ کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ مرثد نے کہا کیا تو اس مشکل کو حل کر سکتی ہے؟ غفیرا نے جواب دیا واقعی حل کر سکتی ہوں۔ آپ نے دیکھا تھا کہ آندھی اٹھی اور فضاء پر محیط ہو گئی۔ پھر اس میں سے آگ کے شعلے اور تیرہ فام دھواں ظاہر ہوا۔ اس اثنا میں نہایت صاف اور چاندی سے زیادہ چمکدار آب شیریں کا ایک چشمہ آشکار ہوا۔ اور آپ نے دیکھا کہ ایک مقدس انسان لوگوں کو اس آب مصفا کے پینے کی دعوت دے رہا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جو شخص اس چشمۂ شیریں کا پانی پئیگا اسے حیات جاوید کی نعمت نصیب ہوگی۔ اور جو کوئی اس سے اعراض کریگا۔ دنیا بھر کا نکال اور عقاب اس کے عائد حال ہوگا یہ ماجرا تھا جو والئی یمن نے خواب میں دیکھا۔

بادشاہ نے کہا واقعی یہی خواب تھا۔ مگر اس کی تعبیر کیا ہے؟ لڑکی کہنے لگی آندھی شاہانِ عالم ہیں۔ آگ تاریک دھواں اُن کا جور و جفا ہے۔ اور وہ چشمۂ زلال پیغمبر آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آئین و شریعت ہے۔ جو کوئی اس نبی کا اتباع کریگا۔ جنت الخلد میں جگہ پائے گا۔ ورنہ خدائے قادر و قاہر کی عقوبت ابدی میں گرفتار ہوگا۔ اس کے بعد اس مہ جبین نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک۔ مولد و منشاء علیہ سب کچھ بیان کیا۔

مرثد ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر غائبانہ ایمان لایا۔ اور ساتھ ہی اس نازآفرین لڑکی کے دیدار اور گفتار پر شیفتہ ہو گیا۔ اور ارادہ کیا کہ خواستگاری کر کے اسے اپنے سلک ازدواج میں منسلک کرے۔ مگر غفیرا بادشاہ کے اس دلی خطرہ پر مطلع ہو کر کہنے لگی۔ ہاں ہاں اے بادشاہ اس خیال سے باز آجا۔ کوئی شخص میرا ہمنشیں نہیں ہو سکتا جب مرثد کو یہ آرزو پوری ہوتی نظر نہ آئی تو ناچار چند الفاظ کہہ کر رخصت ہوا اور پایہ تخت میں واپس آکر بہت سا نقد مال اور نفیس چیزیں ہدیہ کے طور پر غفیرا کے پاس بھیجیں اور جب تک زندہ رہا تحائف و ہدایا بھیجتا رہا۔

ہادیٔ اعظم ؑ

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی نَبِیِّکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ

جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب

ختم شد بر نقش پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

جب سلسلہ انبیاء پر ایک وسعت کے ساتھ غور کرتے ہیں۔ تو پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ روحانی سلسلہ اپنے اپنے اوقات کی پابندی اور ضروریات روحانیت کے تقید کی وجہ سے وجہ بندیاں رکھتا ہے۔ دیکھو حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ اور ہمارے رسول مقبول کی بعثت تک کس حد تک وجہ بندیاں محفوظ رہی ہیں کہ ہر ایک نبی کا زمانہ بعثت اور ضروریات بعثت بجائے خود دوسرے نبیوں سے متمیز ہے۔ ہمارے حضرت ؐ سے پہلے سلسلہ نبوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ ؑ تشریعی نبی تھے۔ گو انجیل سے موجودہ عہد جدید میں صاف طور پر حضرت مسیح کا تشریعی نبی ہونا ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ اسی عہد جدید میں یہ بھی ارشاد کرتے ہیں کہ میں عہد عتیق یا توریت شریف کا ایک شوشہ بھی نہیں مٹا سکتا۔ اور یا ایک شوشہ مٹانے کے واسطے بھی نہیں آیا۔ تو کہا جائیگا۔ کہ حضرت عیسیٰ ؑ بھی ایک تشریعی نبی تھے لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح نے یہ بھی کہدیا۔ کہ میں نو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے آیا ہوں۔

حضرت موسیٰ گو تشریعی نبی تھے۔ لیکن ان کا دائرہ تبلیغ بھی قریباً بنی اسرائیل تک ہی رہا۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ کا درجہ نبوت اور حدود تبلیغ مقابلتہً پہلے نبیوں کے کس قدر جامع اور وسیع تھے۔ اسی لحاظ سے ان کی شان میں قرآن مجید میں وارد ہے۔ ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

یہ ہادی اعظم دنیا میں کب آیا۔ اور کب مبعوث ہوا۔ اور کیا فرائض لے کر آیا۔ اور اس کی بعثت اور حدود تبلیغ اس زمانہ کی اقوام کے مقابلہ میں کیا کچھ وسعت اور حیثیت رکھتی تھی،

یہودی گو پرستار اور تبلیغ کنندہ عہد عتیق و توریت شریف تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گذرنے کے بعد یہودیوں کی جو کچھ حالت اور کیفیت ہوئی۔ وہ حضرت مسیح کے آنے اور ان کے انکار ہی سے ثابت ہے۔ نہ صرف ان کا انکار کیا۔ بلکہ انہیں جان سے بھی مار دینا چاہا۔ تصدیق رسالت تو جدا رہی عظمت انسانیت کے اعتراف سے بھی گئے گذرے

جس عہد میں رسول عربی بعثت پذیر ہوئے۔ اس عہد میں دنیا کا اور دنیا کی اقوام اور مذاہب کا کیا حال تھا۔

(۱) یہودیوں کے اعتقادات مذہبی، اور توحید کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ عیسائیوں کی طرح خدا کا بیٹا ہی نہیں۔ بلکہ بیٹیاں کے بھی معترف ہوتے جاتے تھے گوسالہ پرستی تو ان کی زندگی ہی میں شروع ہو گئی تھی۔ عیسائیوں کی اس سے بھی بدتر حالت تھی۔ مذہب وحدود لے رہا تھا۔ جس کی آج خود عیسائی بھی عیسائی ہو کر پیروی کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ صابئین اور پارسیوں کا حال بھی مخدوش تھا۔ اس وقت ہندوستان کی حالت ناگفتہ

بہ تھی - وام مارگی یا وام مارگ مذہب کا دور دورہ تھا - وام مارگی مت کے مقاصد اس قدر حیا سوز تھے - کہ انہیں ظاہر کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے - مختصر یہ کہ ان کے ہاں مردوں کیلئے برہنہ عورت اور عورتوں کیلئے برہنہ مرد کی پوجا سے بڑھکر اور کوئی عبادت اور پوجا نہ تھی - ان میں بڑا عبادت اور پارسا وہی سمجھا جاتا تھا - جو ان کے بھیرول چکر میں سب سے زیادہ شراب پیتا اور سب سے زیادہ . . . کرتا - اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں - کہ ہمارے رسول مقبول کی بعثت سے پہلے نہ صرف عرب و افریقہ اور یورپ وغیرہ ہی کی حالت دگرگوں تھی - بلکہ ہندوستان کی حالت جس کے مہذب ہونے کا ہمارے ہندو دوستوں کا دعویٰ ہے - اس کی مجلسی، تمدنی اور معاشرتی حالت بہت ہی گئی گذری تھی -

ان حالات و کوائف میں ایک یتیم ہستی کا جامۂ رسالت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اورامیّ لقب رکھ کر عرب ایسے اجڈ خطے میں مبعوث ہونا کس کس ذمہ داری کا حامل تھا - ایک طرف اگر عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی - تو دوسری طرف دیگر اقوام کی حالت بھی خراب تھی - اگر بایں حالات اس ہستی عظیم الشان کو ہادی اعظم کے نام سے تعبیر نہ کیا جائے - تو اور کس کو کیا جائے؟ باوجود اس کے کہ بمصداق پیشین گوئی توریت شریف کہ "وہ ایک ایسا نبی بعد میں پیدا ہوگا - جس کا ہاتھ کل ہاتھوں سے الگ جائیگا" جس رواداری سے دوسرے مذاہب اور ادیان کے ساتھ آنحضرتؐ نے کام لیا - وہ رواداری اس قابل ہے کہ دنیا اس پر غور کرے اور انصاف سے دیکھے کہ یہ ہستی کیسی بے لاگ اور منصف واقع ہوئی تھی - اور اس ہستی اعظم کی سیرت حسنہ کیسی اعلیٰ تھی - آنحضرتؐ سب سے اخیر پر مبعوث ہوئے

ایسی ہستی اخیر پر ہوتی ہے - ہمیشہ وہ فطرت کی غلطیوں کی تحت پہلی ہستیوں سے ایک بڑی حد تک جداگانہ روش رکھنے پر مائل ہوتی ہے - ذرا انصاف سے کہو اس ہستی اعظم نے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں کیا کچھ کہا سنا - امتوں میں جس قدر نبی گذرے تھے - اور جن کی نبوتیں خود ان مختلف اُمتوں کے نقطہ کے تحت تھیں - ان کی تصدیق کی اور اس پر کہ اپنی آنے والی اُمت کو تصدیق کی تلقین کی - بمصداق لانفرق عہداً من رسل - اور اسی پر بس نہیں کی - بلکہ جو الزامات ایک قوم دوسری قوم کے نبیوں پر لگاتی تھی - اس کی بھی تردید کر کے دکھلا دی - یہودیوں کی نظر میں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کی جو کچھ حالت قیاس کی جاتی تھی - اس کو اس جرأت اور اس وسعت سے صادق رنگ میں ثابت کر دکھایا - کہ اور تو اور حضرت عیسیٰ بھی خود ایسا نہ کر سکے -

اگر حضرت (صلعم) ایسا نہ کرتے، اور یہودیوں کے اتہامات اور الزامات کی تردید نہ کرتے، تو اس کا نتیجہ کم از کم یہ ہوتا - کہ یہودی قوم ان کے ساتھ ہوتی - کیونکہ وہ تو یہ چاہتے تھے - کہ ان کا ساتھ کوئی ایسی عظیم ہستی دے - آنحضرت کا یہ غنیمت موقع چھوڑ کر صداقت کا پیرو ہونا ثابت کر رہا ہے - کہ یہ مبارک ہستی کس قدر صداقت پسند اور صادق البعثت تھی -

دوسرے مذاہب پر اس عظیم الشان ہستی نے یہ احسان کیا - کہ ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ دیا - کہ دنیا کی کوئی امت بھی اور کوئی ملک بھی ہادیوں کے آنے سے خالی نہیں رہا - ہندوؤں پارسیوں چینیوں وغیرہ وغیرہ اقوام کے مقابلہ میں یہ عام اعلان گویا آنحضرتؐ کی صداقت کا ایک بڑا نمونہ ہے -

اس کے علاوہ اگر ہم آنحضرت کی سادہ زندگی اور انکی

زندگی کے طریقِ عمل پر غور کریں۔ تو کہنا پڑیگا کہ یہ ہستی فی الواقع گروہ انبیاء میں سے ایک خصوصیت مآب تھی۔ اپنی زندگی کے شروع میں حضور کا بڑے بڑے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دینا باوجود انواع واقسام کی مشکلات کے دوسری اقوام اور دوسرے ملکوں کو اپنی بعثت اور بعثت کی ضروریات سے آگاہ کرنا تھوڑی بردباری اور حوصلہ کا کام نہیں۔ قریباً ڈیڑھ کروڑ قوم کے اندر ایک یتیم کا دعوٰی رسالت کرنا اور پھر اُسے اخیر تک ایک خاص خوبی کے ساتھ نباہنا کہ بدوں تائید غیبی کے ہوسکتا ہے۔ کفارِ عرب اور مشرکین عرب بارہا یہ التجا لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں۔ کہ جو کہو، سو منظور ہے۔ دولت، عظمت، ثروت۔ برکت آپ کے پاؤں چومیگی۔ اگر شہرت مطلوب ہے۔ تو سارا عرب آپ کے زیرنگیں ہونے کو تیار ہے۔ لیکن کس سادگی اور کس جرأت سے جواب ملتا ہے:۔

نہیں نہیں! ان سب انعامات اور ان سب برکات کا منہ تو میری طرف سے یہ ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بس اسی پر فیصلہ ہے؟ اس کے ساتھ ہی دیکھو، تو سہی، اپنی عبودیت کس رنگ میں اور کس خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔ واشہد ان محمد عبدہٗ ورسولہ۔ کیا یہ کلمات اور یہ باتیں کسی ایسی ہستی کے منہ سے بھی نکل سکتی ہیں۔ کہ جو یتیم ہوکر بے بس رہ کر صرف چند آدمیوں کی جماعت میں نشوو نما پاکر یہ حوصلہ اور یہ جرأت کرتا ہے۔

یہ ساری تکالیف اور سارے مصائب کیوں اور کس لئے قبول کئے گئے۔ صرف اس واسطے کہ لوگ اصنام پرستی چھوڑ کر موحد ہوجائیں۔ بے شک ان مصائب اور ان تکالیف کے ساتھ ہی خود اختیاری کے رنگ میں آنحضرتؐ کو بعض وقت مقابلہ میں بھی آنا پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لاتعداد کھوکر جو بردباری اور جو درگذر کا اسوۂ حسنہ اور سیرت حسنہ ملحوظ رہتی تھی۔ اس کی ایک بھی نظیر نہیں ہے۔ اور کس حالت میں جبکہ اپنی جماعت کم تھی۔ محدود چند آدمی تھے۔

آپ جنگ بدر پر جاتے ہیں۔

آپ جنگ بدر پر جاتے ہیں۔ مقابلہ میں، فرمان عربیل کا ایک ہزار کا مجمع آتا ہے۔ اس وقت آپ کو آدمیوں کی ضرورت تھی۔ لیکن جب ان کے پاس حذیفہ ابن یمان حاضر ہوتا ہے۔ تو آپ حکم دیتے ہیں۔ کہ واپس چلے جاؤ کیونکہ تم اقرار کے مطابق اس وقت ہماری مدد نہیں کرسکتے۔ چلے جاؤ مکہ میں اور حاضر ہوجاؤ، ان دشمنوں کے پاس جن کے ساتھ تم نے جنگ میں شامل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اور اسی طرح پر ابوجندل ابن سہیل جب حاضر ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تمہاری حاضری اس وقت شرائط صلح کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ جو شخص مدینہ میں آئے۔ وہ واپس کردیا جائے اللہ اکبر کس قدر عہد کی پابندی تھی۔ غریب ابوجندل کو حکم ہوتا ہے کہ تم پابزنجیر اسی طرح چلے جاؤ۔ جس طرح آئے تھے یہ ضرورت اور یہ پابندی عہد کہ لوگ جوق جوق آتے ہیں۔ اور آنحضرت اپنی بات پوری کرنے کیلئے حکم دیتے ہیں۔ کہ نہیں واپس جاؤ تم اس عہد کے پابند ہو، جو کیا گیا تھا۔ اس قسم کے پچاسوں نظائر مل سکتے ہیں۔

دیکھو، اس امین ہستی نے کس خوبصورتی اور کس پابندی سے معاہدات کا ایفا کیا۔ اور کس طریق عمل سے اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا کی پابندی واجب کرکے دکھلادی۔ کیا اس سے زیادہ بھی کوئی سیرت حسنہ اور اسوہ حسنہ ہوسکتا ہے؟

اور کن حالات میں ساری قوم دشمنوں سے گھری ہوئی ہے جاں نثار آتے ہیں مرنے کیلئے اور حکم ہوتا ہے کہ نہیں جو عہد کیا ہے۔ اس کو پورا کرنا ہے۔

اللہ اکبر کیسا دل گردہ پایا ہے اور کیا اعلیٰ اور نفیس دماغ حصّہ میں آیا ہے۔

بر لبش جاری ز حکمت چشمہ
قالبش پر از معارف کوثرے
بر حق داماں ز نیرش بر نشاں
ثانی او نیست در بحر و برے
تا ابد آں شمع باشد جلوہ گر
نے خطر نے غم ز باد صرصرے

مسلمانو! خدا کی مہربانی اور عنایت سے جو رسول ہمیں ملا ہے۔ اس کی سیرت حسنہ پڑھو۔ اور اس کے اسوۂ حسنہ پر غور کرو۔ تو تمہیں ثابت ہو جائیگا۔ کہ ہم پر کس قسم کی نوازش ہوئی ہے۔ اور ہمارا حصّہ اس ہستیٔ عظیم الشان کی بدولت روحانیت میں کہاں تک بڑھ چڑھ کر رہا ہے۔ علامہ اقبال کے شعر ذیل پر میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں ؎

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ست
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ست

تخلیقِ نور

(از جناب خواجہ محمد امین صاحب چشتی)

پستیوں میں مضمحل ضمیر کائنات تھا
مدتوں سے محو خواب بر ربطِ حیات تھا
ظلمتوں میں تار و مار بخت کشش جہات تھا
آدمی قتیلِ جورِ گیسوئے منات تھا
کوئی جانتا نہ تھا کہ مہر رہِ نجات ہے

ذلتوں کا چھایا ارضِ پاک پر غبار تھا
دامنِ نظام اس جہاں کا تار تار تھا
کشت و خوں قبائلوں کا رات دن شعار تھا
نیکیوں سے عار تھا بتوں کا دل میں پیار تھا
کوئی مانتا نہ تھا کہ ایک حق کی ذات ہے

فرد فرد خطۂ عرب کا بت پرست تھا
کوسوں دور ان سے خوف صاحبِ الست تھا

حضرتِ بشر کا حال پست سے بھی پست تھا | معصیت کے باغ کا شجر فنا بدست تھا
شاہد ان حقیقتوں کا خامۂ رواۃ ہے

یک بیک نگہِ کرم میں جوش ارتضا اُٹھا | رحمتوں کی آسماں پہ چھائی جانفزا گھٹا
ابرِ جود سوئے بو قبیس جھومتا چلا | پیدا بطنِ آمنہ سے نورِ کبریا ہُوا
اے قلم ادب کہ ذکرِ فخرِ کائنات ہے

بے حجاب خلد سے نسیم جانفزا چلی | بخشنے جہان کو نورِ مہر کی ضیا چلی
بابِ مستجاب سے پکارتی صبا چلی | بامراد عرش سے جلیلؐ کی دعا چلی
عاصیو چلو کہ آمدِ شہِ نجات ہے

رحمتوں کا ہے ظہور، راحتوں کا ہے ظہور | باغ و راغ برگ و گل پہ چھا گئی ضیائے طُور
ارض و آسماں پہ ہے محیط رفعتِ سُرور | ہوگیا طلوع آج ماہتابِ حُسن و نور
نور، نور، صحن نور بزمِ کائنات ہے

خلعتِ بہار پہنا دُلہنِ تراب نے | رشکِ خلد ارض کو بنا دیا سحاب نے
کر دیا گلوں کو سرخ شوخیِ شباب نے | فرطِ شوق سے کہا یہ نگہِ انتخاب نے
قدسیو یہ ساعتِ تحیۃ و صلوات ہے

آپ پر درود لاکھ اے ہمارے پیشواؐ | اُمّی و ابی نثار جسم و جانِ ما فدا
آپؐ نے نگاہِ کل کو حق شناس کر دیا | آپ ہی برائے انتفاعِ عام بر ملا
لائے وہ کتاب جو ضمانتِ نجات ہے

اے نشانِ حجّتِ خدا رسولِ انس و جاں | اے کہ تیری ذات کا خطاب رحمتِ جہاں
حق نے تیرے ہی لئے بنائے ارض و آسماں | لولاک کی حقیقتوں سے ہوتا ہے عیاں
تری ذاتِ پاک ابتدائے کائنات ہے

اے کریم غمگسار و دردمندِ بیکساں | ہند میں ہماری بیکسی کا دیکھئے سماں
کہہ رہی ہے مسلموں کی داستاں خونچکاں | وہ کہ جو کبھی تھے خشکی و تری پہ حکمراں
آہ آج اُن پہ تنگ عرصۂ حیات ہے

——(+)——

صادقین کا ذکرِ خیر

انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون۔

وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر جو کچھ فکر و تردد نہ کیا۔ اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ساتھ یہی لوگ صادق یعنی سچے ہیں۔

آنحضرت صلعم کا صدق اگر آپ شان صدق کو اپنی شان میں جلوہ گر دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیجئے۔ اور صدق و صفا کے اعلیٰ نمونے دیکھ لیجئے۔ مشہور واقعہ ہے۔ کہ جس زمانہ میں حضور تجارت کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے کسی تاجر سے کسی بات کا وعدہ کیا تھا کہ تمہیں یہیں ملونگا۔ وہ تاجر جب اپنے گھر گیا۔ تو اس وعدہ کو بھول گیا۔ جب تیسرے دن اسی مقام پر آیا۔ تو دیکھا کہ حضورؐ اسی وعدہ کے مطابق وہیں کھڑے ہوئے انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر کیا شان صدق تھی جو اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت اسمٰعیل اور حضرت ادریس کا صدق اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ بیشک وہ وعدے کے سچے تھے۔ آپ نے ایک شخص سے وعدہ کیا تھا۔ کہ جب تک تو واپس نہ آئے میں یہیں کھڑا رہوں وہ شخص تین دن کے بعد واپس آیا تو اسی جگہ کھڑا پایا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے پیارے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے خدا کی راہ میں ذبح ہوجانے پر صبر کا وعدہ کیا۔ اور اسکو پورا کر دکھایا۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے۔ کہ کچھ شک نہیں کہ وہ بڑے سچے نبی تھے۔ صفت صدق میں کچھ ان کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام وعدہ کے سچے تھے۔ لیکن یہ خدا کی مہربانی ہے کہ وہ کسی کی کسی وصف میں خاص طور پر تعریف کر دے۔

حضرت صدیق اکبر کی شان صدق حضرت ابوبکر صدیقؓ جس ایثار و خلوص اور صدق و صفا کا ثبوت دیا۔ اس کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وصدق بالحسنی اور سچا جانا پیغمبر کی شریعت کو اور نیک جزا کو جس کا بعد مرنے کے امیدوار ہے تو اس شخص نے ایسا کام کیا کہ ہر طرح سے اچھا ہے۔ اور اس میں برائی کا ذرا لگاؤ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق بڑے مالدار اور تونگر تھے۔ مگر آپ نے اپنا سب مال اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالا۔ ضعیف مسلمانوں کی امداد و دستگیری میں اپنے تمام مال کو قربان کر دیا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ کسی کے مال سے مجھے اسقدر فائدہ نہیں پہنچا۔ جسقدر ابوبکر کے مال سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔

پھر آپ نے جس صحیح اعتقاد تسلیم و رضا ایثار و خلوص اور اطاعت و قبولیت کا ثبوت دیا۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے اعتقاد کے بارہ میں کبھی رسول اللہ سے ثبوت طلب نہیں کیا۔ جب آپ کو معراج ہوئی تو سب سے

پہلے حضرت ابوبکرؓ ہی نے اس واقعہ کی تصدیق کر کے صدیق کا لقب پایا۔ اور دنیا کے صدیقوں کے سامنے صفت صدق کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم کر دیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صداقت شعاری

صفت صدق ایک ایسی اعلیٰ خوبی ہے۔ کہ اسکی نسبت رسول اللہؐ فرماتے ہیں۔ الصدق ینجی یعنی صدق نجات دیتا ہے۔ سچا آدمی اکثر بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات پاتا ہے۔ دیکھیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس صفت کی بدولت کیونکر ڈاکوؤں سے نجات پائی۔ اور سچائی کا ولولہ انگیز مظاہرہ کیا۔

جب آپ حصول علم کے لئے بغداد کو روانہ ہونے لگے۔ تو ان کی والدہ ماجدہ نے ان کے لباس میں بغل کے نیچے چالیس دینار سی دیئے تھے اور نصیحت کی تھی کہ بیٹا سچ بولنا۔ آپ نے اس نصیحت کو اپنے پلے باندھ لیا۔ جب آپ روانہ ہوئے تو اس قافلہ کو ڈاکوؤں نے آگھیرا اور ہر شخص سے جو کچھ مال و متاع ہاتھ لگا ہتھیا لیا۔ ان ڈاکوؤں نے آپ سے پوچھا۔ میاں لڑکے تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ کہا ہاں میری بغل کے نیچے چالیس دینار ہیں ڈاکوؤں کے سردار کو یہ سنکر بڑا تعجب ہوا۔ اور پوچھا کہ ایسے موقعوں پر تو لوگ اپنے مال کو چھپایا کرتے ہیں۔ اور تم نے سچ سچ کیوں اپنا مال بتلا دیا۔ فرمایا کہ میری ماں نے نصیحت کی تھی۔ کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ میں نے ان کی نصیحت پر عمل کیا اور اس کے خلاف کبھی نہیں کر سکتا۔ آپ کی اس سچائی کا ڈاکوؤں پر یہ اثر ہوا کہ ان سب نے توبہ کی۔ اور سب کے سب خدا کے نیک بندے بن گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ سچائی اپنے اندر ایک برقی تاثیر رکھتی ہے۔ بشرطیکہ صبر آزما موقعہ پر اس کا ظہور ہو۔ دیکھیے کہ حضرت قطبیت مآب نے سچائی کی بدولت نہ صرف اپنی صدق شعاری کا ثبوت دے کر نجات پائی بلکہ ڈاکوؤں کو بھی الہٰی رنگ میں رنگ دیا۔

صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ وان الرجل لیصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا۔

بیشک سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور انسان جب صدق صفت میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے۔

پس سچائی نیکی کی کنجی ہے اور جنت کی ضامن ہے۔ اور اسلامی زندگی کا وہ جوہر کہ اگر مسلمان اس کو حاصل کر لیں تو عظمت و اخلاق کی اس بلندی پر پہنچیں جس پر وہ پہلے تھے۔

حضرت حبیب عجمیؒ اور خواجہ حسن بصریؒ

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے حضرت خواجہ حسن بصری رحؒ کے شہید کرنے کا قصد کیا۔ آپ نے جب یہ خبر سنی تو آپ اپنے وقت کے ایک بزرگ حضرت حبیب عجمیؒ کے پاس چلے گئے۔ اور اپنے آنے کا اصلی سبب بیان کیا۔ حضرت حبیب عجمیؒ نے فرمایا۔ کہ آپ مطمئن ہو کر میرے عبادت خانے میں قیام فرمائیے۔ انشاءاللہ بحکم الہٰی دشمن سے مامون و مصئون رہیں گے۔ آپ اس عبادت خانہ میں مصروف عبادت ہو گئے۔ کسی مخبر نے حجاج بن یوسف کو خبر دے دی کہ آپ فلاں جگہ مقیم ہیں۔ اس نے یہ سنتے ہی بیس سپاہیوں کو روانہ کیا۔ کہ وہ جا کر حسن بصری کو گرفتار کر لائیں۔ سپاہی پہلے حضرت حبیب عجمیؒ کے پاس آئے اور پوچھا حضرت حسن بصریؒ کہاں ہیں؟ فرمایا میرے عبادت خانہ میں۔ وہ سپاہی اندر

گرفتار کرنے گئے۔ مگر قدرت خداوندی نے ان کی آنکھوں پر کچھ ایسا پردہ ڈالا۔ کہ ان کو آپ نظر ہی نہ آئے۔ اور ڈہونڈ کر واپس حضرت حبیبؒ کے پاس آکر کہا کہ بزرگ ہو کر جھوٹ بولتے ہو۔ سچ بتلاؤ ان کو کہاں چھپایا ہے۔ کہا میں بالکل سچا ہوں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ قدرت نے تمہیں اندھا کر دیا ہے یہ سپاہی پھر گئے مگر جھک مار کر چلے آئے۔ اور واپس حجاج بن یوسف کے پاس پہنچے۔ ان کے جانے کے بعد حسنؒ امام بصری نے ان سے کہا۔ آپ نے غضب کیا کہ میرے قاتلوں کو میرا پتہ بتلا دیا۔ حضرت حبیب عجمیؒ نے کہا کہ میرا اخلاقی فرض تھا کہ میں سچ بولوں۔ اور یہ اسی کی برکت و تاثیر ہے۔ کہ تم نے قاتلوں سے نجات پائی۔ مگر جھوٹ بولتا تو مارے جاتے۔

دیکھا آپ نے سچائی نے حضرت حسنؒ بصری کو کیونکر نجات دلائی۔ اور ارشاد رسول کی صداقت کس طرح خدائے قادر نے ظاہر کی۔

ایک صادق لڑکی حضرت عمر فاروقؓ ایک رات گشت لگاتے ہوئے ایک گھر کے قریب پہنچے۔ تو آپ نے سنا کہ ایک ماں بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کی ہدایت کر رہی ہے۔ لڑکی نے جواب دیا کہ یہ امیر المومنین کے حکم کے خلاف ہے۔ ماں نے کہا کہ امیر المومنین تو ہر وقت نہیں دیکھ رہا ہے۔ لڑکی نے کہا خدا تو دیکھ رہا ہے۔ صبح کو حضرت عمرؓ خطاب نے لڑکی کو بلا کر اپنے بیٹے عاصم کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

حضور رحمۃ للعلمین

(از ڈاکٹر سید شفاعت احمد صاحب تسنیم امرتسر)

رسولِ ہاشمی آیا جہاں کا رہنما ہو کر
اُجالا کر دیا آفاق میں بدر الدجےٰ ہو کر

لقب پایا خدا سے رحمۃ للعلمین جس نے
زمین کو فیضِ پا سے کر دیا عرش بریں جس نے

بنایا یک قلم اعدا کو اخواں جس کی تلقین نے
بہائم کو سکھایا خُلق انساں جس کی تلقین نے

یتیموں اور بیواؤں کی جس نے سرپرستی کی
بنا ہر جس نے کیں سطحیں بلندی اور پستی کی

شہنشاہِ عرب، ختم الرسل، اسلام کا حامِل
خدائے دو جہاں کے آخری پیغام کا حامِل

سراسر افتراقِ رنگ و خال و خد میٹا ڈالا
جہاں سے امتیازِ ابیض و اسود مٹا ڈالا

کیا فیضِ نفس سے عام نورِ علم و حکمت کو
دکھائی راہِ حق آوارگانِ جاہلیت کو

جو تھے رسوائے عالم بد دلی میں بدخصالی میں
وہی مشہورِ دوراں ہو گئے اخلاق عالی میں

حضور سرورِ کونین

مشاہیر عالم کے خیالات

ذیل میں علماء فرنگ کی چند اقوال شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں درج کئے جاتے ہیں۔

"آنحضرت کی سیرت و صورت انہیں لوگوں کو بری طرح معلوم ہوتی ہے جن کو ازل سے موعود ہونے کا تخیل چکا ہے۔ ہر ایک بانی مذہب کی سیرت سے اس کے تحریری مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیثیں امرِ حق کی جامع نصیحتیں ہیں۔ اور ان کے افعال نیکی کے نمونے،

حضور محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے (مورخ ایڈورڈ گبن تاریخ زوال روم جلد ۵ باب ۵)

(۲) جب ہم اس زمانہ کا خیال کرتے ہیں جس میں پیغمبر اسلام نے اپنی نبوت و رسالت کا علم بلند کیا۔ اور جس میں ایک ایسا کامل مجموعہ قوانین طیار کیا گیا۔ جو دنیا کی ملکی، مذہبی اور تمدنی ہدایت کیلئے کافی ہے۔ تو ہم حیران ہوتے ہیں کہ ایک ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا۔ (موسیو ادجین فلوکل)

(۳) اصول شرع اسلام میں سے ایک کو دیکھئے تو فی نفسہٖ ایسی عمدہ اور موثر ہے۔ کہ شارع اسلام کے شرف و فضیلت کو ثابت کرنے کیلئے تاقیامت کافی ہے۔ (مورخ ادکماٹ)

(۴) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت تیز فہم، عقیل صائب الرائے اور عالی خاندان تھے۔ آپ کو ہر وقت خدا ہی کا تصور رہتا تھا۔ طلوع آفتاب میں، برستے ہوئے پانی میں اور اُگتی ہوئی گھاس میں آپ کو خدا ہی کا پر قدرت نظر آتا تھا پانی کے شور اور جانوروں کے چہچہانے میں حمد الٰہی کا نغمہ سنائی دیا کرتا تھا۔ ویران میدانوں اجڑے ہوئے شہروں اور ٹوٹے ہوئے کھنڈروں میں خدا کے قہر و جلال کے آثار اور اس کے سطوت و جبروت کے جلوے نظر آیا کرتے تھے۔ (ڈاکٹر اسپرنگر "سیرت محمدی")

(۵) نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان عظیم الشان مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے اتحاد امم کی بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے فخر کیلئے یہ بالکل کافی ہے۔ کہ انہوں نے ایک وحشی قوم کو نورِ حق کی ہدایت کی۔ اس کو ایک امن و صلح اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والی قوم بنایا۔ اس کو خونریزی اور انسانی قربانی سے روکا۔ اور اس کیلئے ترقی و تہذیب کے راستے کھول دیئے اور پھر یہ کہ اتنا بڑا کام صرف ایک فرد واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔ (کاونٹ ٹالسٹائے روسی فلاسفر)

(۶) بعض لوگ تھوڑی سی عربی سیکھ کر قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر انہیں خوش قسمتی سے یہ موقع حاصل ہوتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فصیح زبان اور موثر لہجہ میں قرآن کی کوئی سورت پڑھ رہے ہیں۔ جس کا دلوں پر برقی اثر ہوتا ہے اور جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا ہے کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی نہ حاصل کر سکیں گے۔ تو وہ اپنی

معجزانہ قوت بیان سے اس کی توضیح فرما دیتے ہیں۔ تو یقیناً وہ لوگ بے ساختہ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور سب سے پہلی آواز ان کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی! پیارے رسول خدا۔ علیک الصلوٰۃ والسلام ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے۔ اور ہمیں اپنے پیروؤں میں شامل ہونے کی عزت مشرف کرنے میں دریغ نہ فرمائیے۔ (فلاسفر جان جوک روسو)

(۷) حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقط صاحب علم ہی نہ تھے۔ بلکہ صاحب عمل بھی تھے۔ انہوں نے اپنے اعمال کے نمونے سے امت کو عمل کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ جیسی انسانیت و مروت مسلمانوں میں ہے۔ شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے (مسٹر صاحب تذکرۃ المسیح)

(۸) اس سیاہ و روشن چشم فراخ حوصلہ، کریم النفس محافرت پسند اور درد بھرے دل والے بادیہ نشین (جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے۔ اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی۔ اور اس کا شمار ان لوگوں میں تھا۔ جن کا شعار سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں۔

(طامس کارلائل ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ)

(۹) بانی اسلام نے مذہب کا اصل الاصول خدا کی وحدانیت اور عظمت کو قرار دیا۔ رہبانیت اور خانہ نشینی کو موقوف کر کے بہادری اور جوانمردی قائم کی۔ غلاموں کے لئے ترقی کے راستے کھول دیئے۔ انسانوں میں باہمی اخوت قائم کی۔ اور فطرت انسانی کی ضروریات کو تسلیم کیا۔ جو صفتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو ادنیٰ درجہ کی اقوام بھی سمجھ سکتی ہے۔ مثلاً اعتدال، صفائی، عفت، انصاف، حلم، بہادری، احسان، مہمان نوازی، راستی اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کے اخلاق ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا، پرہیزگاری، خیرات راستی، باہمی اخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام نے ایک ایسی نظیر قائم کی ہے۔ جس کی اگر ہم تقلید کریں۔ تو ہمارے لئے بہت اچھا ہو۔ اسلام نے شرابخوری، قماربازی اور زناکاری جیسی برائیوں کو جنہوں نے ملکوں کو بالکل ذلیل اور خوار کر رکھا ہے۔ یکقلم موقوف کر دیا۔ (پادری کینن آئزک ٹیلر)

(۱۰) عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ جو بانی اسلام کی تعلیم میں پایا جاتا ہو۔ جب ایک فیلسوف اور حکیم سب مذہبوں پر غور کرتا ہے۔ تو وہ دین اسلام کی خوبی سادگی کو دیکھ کر دل ہی دل میں پشیمان ہوتا ہے۔ کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہوا۔ مجھ کو کوئی ایسا مذہب معلوم نہیں۔ جو سخت خرافات اور پیچیدہ مسائل پر نہ ہو۔ مگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب بہت سادہ اور حکیمانہ ہے۔ اور اپنی اصلی پاکیزگی و روحانیت میں بہت کم مشکلات رکھتا ہے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قانون کی رو سے ہر قسم کی قماربازی کی صاف ممانعت ہے۔ اس قانون کے مفید ہونے سے یقیناً کوئی منکر نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے اسکو انجیل سے نقل کیا ہے۔ لیکن میں نے اس برائی کی ممانعت کو نہ تو احکام عشرہ میں دیکھا ہے نہ انجیلوں میں (گاڈفری ہیگنس)

(۱۱) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرب کی عام تعلیم سے تمام دنیا میں تہذیب و شائستگی پھیلانے کیلئے ایک ایسا ارادہ قائم کیا۔ جو دوسرے مذہبوں کو نصیب نہیں۔ تینوں مذہب عیسائیت یہودیت اور اسلام ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ اور ان کی جڑ ایک ہے مجھے امید ہے کہ ایک دن

ایسا آئیگا۔ کہ جب عیسائی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکریم کرکے حضرت مسیح کو فخر کرنے کا موقع دیں گے۔ عیسائیت اور اسلام کے اصول ایک ہیں۔ اور وہ پکا عیسائی ہے۔ جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصول کو تعظیم کی نظر سے دیکھتا ہے۔

(۱۲) بانی اسلام کا مذہب دوسرے مذہبوں سے بہتر اور افضل ہے۔ جو لوگ اس میں عیب نکالتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں اسلام ایک جامع الکمالات قانون ہے۔ جس کو انسانی طبعی بجا اور درست ہے۔ زمانہ حال میں جتنے قوانین نوع انسانی کی فلاح کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ وہ سب اس مقدس مذہب میں پہلے سے مفصل موجود ہیں۔ اس قانون کو موسیو جول سیمون نے مذہب طبعی کا خطاب دیا ہے۔ "انما المومنون اخوۃ" کی معنی خیز آیت میں اشتراکیت کا بنیادی اصول نہائت لطیف پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس دین کے افراد لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے واقف کرتے۔ اور قرآن کی تفسیر سے مسلمانوں کو آگاہی بخشتے۔ تو بلا شبہ آج مسلمانوں کی قوم دنیا بھر میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ قوم ہوتی اور مسابقت بین الاقوام میں ان کو سب سے آگے نکل جانے کا شرف حاصل ہوتا۔ (موسیو لیون راس مترقی ایرنان اسلام)

(۱۴) میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دنیا کے عظیم الشان لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔ اور ان کی کماحقہ تعظیم و تکریم کرتا ہوں۔ (ڈاکٹر گیلبوس)

(۱۳) کوئی چیز عیسائیوں کو اس ضلالت اور گمراہی کی خندق سے جس میں وہ گر پڑے تھے۔ نہیں نکال سکتی تھی۔ سوائے اس آواز کے جو سرزمین غار حرا سے آئی۔ اور جس نے ایسا عملی پیرایہ میں اختیار کیا۔ جس سے بہتر ناممکن تھا۔ (پروفیسر مارلین)

(۱۵) بانی اسلام کی قوت اور طاقت کی بنا قرآن پر ہے قرآن ہی پیروان ملت بیضا کا قانون اساسی ہے۔ وہی ان کا دستور العمل ہے۔ اور وہی ان کے حقوق کی دستاویز ہے۔ اکثر اوقات اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ کہ اسلام نہ صرف ایک مذہب کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ وہ ایک نظام تمدن ہے۔ قرآن پر حملہ کرنا اس تار و پود کو بکھیر دیتا ہے۔ جس پر سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور اسی طرح اسلامی تمدن پر حملہ کرنا مذہب کو نقصان پہنچانے کے برابر ہے۔ (مسٹر ای، ڈی، مارل)

(۱۶) بانی مذہب اسلام کے دین میں یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ کہ وہ انسان کے عقائد پر چھا جاتا ہے۔ اس کے دل اور جسم دونوں پر قابض ہو جاتا ہے۔ نیز حمیت، غیرت اور جوش بھی پیروان اسلام کا وصف خاص ہے۔ (لیکچران اسلام بانی پروفیسر موسیو مونٹیٹ)

(۱۷) کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ ایک مذہبی شعلہ جو ایک بیابان سے اٹھا تھا۔ اور جس نے اس قدر حیرت انگیز قلیل مدت میں ساری دنیا میں ہدائیت کی آگ بھڑکا دی۔ وہ ایسے دل سے نکلا ہو۔ جس میں اس کی کچھ بھی سرگرمی موجود نہ ہو (مہلر مورخ)

(۱۸) ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ شارع اسلام نے اتہامات باطلہ کو جن کی تاریکی مدت سے دنیا پر چھا چکی تھی۔ ہمیشہ کیلئے کالعدم کر دیا۔ (سر ولیم میور لائف آف محمد)

(۱۹) اسلام کی حیثیت ایک ملکی نظام کی ہے صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ایک ایسا بانی مذہب تھا۔ جو بادشاہ بھی تھا۔ سپاہی بھی تھا۔ اور اس لئے گذشتہ و کوروں کا جامع

وہ اولوالعزمی کی جانب مائل تھا۔ تلوار اس کے اختیار میں تھی
اس نے قومی معاملات میں حق رسانی اور فتح میں رحم اور حکمرانی
میں اعتدال اور دوسرے مذاہب سے رواداری کے احکام
دیئے ہیں۔ ہم کو یہ بات تسلیم کرنی چاہیئے۔ کہ محمد تعظیم کا استحقاق
رکھتا ہے۔ اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی
نہیں کی۔ کسی کو ایذا نہیں پہنچائی۔ کوئی مذہبی عدالت اپنے
خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کیلئے قائم نہیں کی۔ اور
اسلام نے کبھی لوگوں کے مذہب کو جبراً تبدیل کرنے کا قصد
نہیں کیا۔ عقائد دینی اور امور مذہبی میں مداخلت بیجا کرنا
سراسر خلاف شرع اور حرام مطلق سمجھا جاتا ہے (الیٹ اینڈ ولسن)

(۲۰) حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب
میں اشاعت دین کے ساتھ ساتھ دلچسپی رکھنے کے علاوہ بیہودہ صفت
بھی پایا جاتا تھا۔ کہ وہ دوسرے اہل مذاہب کے ساتھ رواداری
اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ اہل اسلام کی مظفر و منصور
فوجوں نے خواہ ملک شام کو فتح کیا ہو۔ یا افریقہ میں علم تسخیر بلند
کیا ہو۔ یا بحر احمر کو عبور کر کے بحیرہ اسود میں قدم جمائے ہوں
غرض وہ جہاں کہیں بھی پہنچے۔ قرآن کی تعلیم ان کے ساتھ
ساتھ رہی جس کی وجہ سے انہوں نے اس بنا پر تہ تیغ نہیں کیا
کہ وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتی تھی۔ (ادون ابن حسابؔ)

(۲۱) ایک اہم واقعہ اسلام کو دنیا کے دوسرے مذاہب
سے ممتاز کرتا ہے۔ اسلام کے برگزیدہ اور جلیل القدر پیشوا
کے حالات زندگی میں ابہام یا اسرار کا کوئی ایسا عنصر ملا
ہوا نہیں پایا جاتا۔ جو دوسرے بڑے بڑے مویان مذاہب کی
شخصیت کے گرد حلقہ زن نظر آتا تھا۔ حضور کی زندگی کا
زمانہ وہ ہے۔ جسے تاریخی زمانہ کہا جاتا ہے۔ ساتویں صدی
عیسوی میں یہ جلیل القدر انسان منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔
اور روئے زمین کے اس خطہ میں اس نے اپنی زندگی بسر کی۔
جس کے تاریخی حالات روز روشن کی طرح آشکارا ہیں۔

پیغمبر اسلام کی مبارک زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں
ڈال کر دیکھی جا سکتی ہے۔ اور تاریخ روزگار اس کی شاہد ہے۔ وہ
لوگ جو حضور پر حملہ کرنے کے خوگر ہیں۔ جہل میں مبتلا ہیں۔

حضور کی زندگی، سادگی، شجاعت اور شرافت کی
تصویر تھی۔ اور اس کے کارنامے ان بڑے انسانوں کی
زندگیوں کی یاد دلاتے ہیں۔ جو اپنے نام تاریخ کے اوراق
پر چھوڑ گئے ہیں۔ آپ ہمیں تاریکی میں بشکل نور نظر آتے
ہیں۔ آپ کی زندگی ایسی شریفانہ اور سادہ تانہ دکھائی دیتی
ہے۔ کہ ہمیں صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ کیوں آپ ہی کو
اس غرض سے منتخب کیا گیا۔ کہ اپنے آقا کا پیغام تمام
دنیا تک پہنچائیں۔ وہ نام کیا تھا۔ جس سے مکہ کے تمام
مرد عورتیں اور بچے آپ کو موسوم کرتے تھے۔ وہ نام الامین
تھا۔ جس سے مراد ہے اعتماد کے لائق بھروسے کے قابل۔
مجھے الامین سے زیادہ معزز اور شریف لقب نظر نہیں آتا۔
پس جان لو کہ وہ شخص پیدائشی امام اور انسانوں کا معلم
ہے۔ (مسز اینی بیسنٹ)

۱۔ دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ ارسال کریں۔ ورنہ
عدم جواب کی شکایت معاف۔

۲۔ جن احباب کو بروقت رسالہ نہ ملے وہ آئندہ ماہ کی یکم
تک دوبارہ طلب فرمائیں۔ بعد ازاں دفتر ذمہ وار نہ ہوگا۔

(منیجر)

سیّدالشہدا رضہ

سیّدالشہدا جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت سے بہت سی مفید اور قیمتی باتوں کا سبق اہل دنیا کو دیا۔ اور سچ پوچھئے تو اپنے نانا جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے تتبع کی جیسی پاک تصویر آپ نے عملی رنگ میں دکھائی۔ وہ کسی دوسرے کے حصّہ میں نہیں آئی۔

ثابت قدمی۔ آپ نے باوجودیکہ ایک بڑے زبردست دشمن سے مقابلہ تھا۔ تمام دوست واحباب سمجھاتے تھے۔ ابوواقد لیثی جابر بن سعید خدری رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ عبداللہ بن عباس بھی بہت سمجھاتے تھے۔ مگر ثابت قدمی اور اولوالعزمی کا وہ پاک نمونہ دکھایا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر سے خاموش ہے۔

توکل واخلاص۔ آپ نے باوجود اکیلے ہونے کے اپنے معدودے چند ساتھیوں کے شہید ہو جانے کے بعد وہ شجاعت اور بہادری کہ دشمنوں کے دل کانپ گئے مخالفوں کے لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ دشمن لاکھوں کی تعداد میں ہوں اور ایک کس نرغہ میں گھرا ہوا ہو تو ایسے موقع پر کسی بہادر کا تمام دشمنوں سے مقابلہ کرنا کیا کچھ شجاعت وبہادری ہے؟ اللہ اللہ یہ سیدالشہدا جناب امام حسین علیہ السلام ہی کا حصّہ تھا۔ کہ آپ نے ثابت کر دیا۔ کہ بہادر کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں ہٹا کرتے۔

استقلال۔ آپ نے استقلال واستقامت اور خدائے تعالےٰ پر توکل واخلاص کا وہ سبق سکھایا کہ جس کی مثال ڈھونڈھنی امر محال ہے۔ ایسے موقع پر آپ کے خیمہ کے مقابل دشمن نے اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈالا۔ اور فرات پر فوج بٹھا دی۔ اور حکم دیا کہ آپ کے خیمہ میں پانی تک نہ جائے۔ اور یہاں یہ حالت تھی۔ کہ کھانے کو بھی کچھ موجود نہ رہا تھا۔ پانی تک بھی ختم ہو گیا۔ بھوک وپیاس کی شدت تڑپاتے تھے۔ پردیس کا معاملہ تھا۔ کوئی یار و مددگار نظر نہیں آتا تھا۔ ایسی حالت میں اگر نہایت دلیر اور خلاف معمول کوئی نہایت قوی دل انسان بھی ہو۔ تو اس پر بھی خوف ایسا مستولی ہو جاتا ہے۔ کہ اسکی ہر ایک حرکت سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے بہادروں کے واقعات پڑھے ہیں۔ لیکن ایسے موقعہ پر حیران کی حالت ہوئی ہے۔ اس کا حضرت سیّدالشہدا امام حسین علیہ السّلام کے واقعہ سے مقابلہ کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔

امر بالمعروف۔ آپ نے امر بالمعروف جیسے فرض کو ایسے وقت میں بھی پورا کر دکھایا۔ کاش مسلمان ان باتوں پر غور کریں۔ اور ان سے سبق سیکھیں۔ جب آپ اپنے خیمہ سے رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے۔ اور فوج اعدا کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تو بڑے دھڑلے سے ایک فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا۔ اور اپنی عظمت وشان اور بیقصوری وناچاری کا ذکر فرمایا۔ ظالموں کو ظلم وستم سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ اور ایسے نازک وقت میں بھی وعظ ونصیحت سے باز نہ رہے۔ اور فیض ہدایت کا سلسلہ تا انقطاع عمر منقطع نہ کیا۔ آپ نے سبق دیا۔ کہ حق کہنے والے دعوت ربّانی کی تبلیغ کرنے والے تلواروں کے سایہ میں بھی نہیں جھجکتے۔ اور اپنے فرض سے غافل نہیں ہوتے۔

اطاعت خدا وپابندی نماز۔ آپ نے خدا کی فرمانبرداری اور پابندی نماز کی وہ بے نظیر مثال قائم کی۔ کہ اگر اس پر مسلمان کچھ بھی خیال کرتے۔ تو نماز میں اسقدر سستی اور غفلت

نہ بہتے۔ جس قدر کہ آج ان میں موجود ہے۔ لکھا ہے۔ کہ جب ظالمین نیزہ و خنجر لے کر آپ کا سر مبارک کاٹنے کو تیار ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا "لوگو! اب میں تو تم لوگوں کے قبضہ میں ہوں۔ آخر قتل ہی کرو گے آج جمعہ کا دن ہے۔ اور دوپہر کا وقت ذرا اتنی فرصت دیدو۔ کہ دو رکعت نماز ادا کر لوں۔ آخری وقت اپنے مولا کی یاد کر لوں۔ آپ زخموں سے چور تھے۔ بدن سے خون جاری تھا۔ اٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ اس وقت بھی آپ کھسک کھسک کر نماز پڑھنے کے لئے قبلہ کا رخ درست کر رہے تھے۔ آپ پہلے ہی سجدہ میں تھے۔ کہ بدبختوں نے آپ کا سر مبارک جسم پاک سے علیحدہ کر دیا۔

اللہ اللہ کس قدر خدا تعالیٰ سے آپ کو سچا تعلق تھا۔ کہ ایسے وقت میں بھی آپ نے نماز کو ترک نہیں کیا۔ اور ہمیشہ کیلئے یہ مفید سبق پچھلوں کیلئے آپ نے چھوڑا۔ کہ فریضۂ نماز ایسی حالت میں بھی معاف نہیں۔ ان کے وہ نام لیوے ان کو رونے والے۔ ان کی محبت کا دم بھرنے والے کو جو چین و آرام کی حالت میں بھی بھولے سے کبھی اپنے خالق کے آگے سر نہیں جھکاتے۔ نمازوں کی بُری طرح سے بے حرمتی کرتے ہیں۔ خدا کے لئے ذرا غور کریں۔ اور دل میں شرمندہ ہوں۔ کہ کیا ہم اس امام پاک کی تتبع کر رہے ہیں۔

راہ حق میں جان دینا۔ آپ نے اپنی شہادت سے ثابت کیا۔ کہ حق پر مرنا اور راہ حق میں جان دے دینا زندگی سے بہتر ہے۔ دشمن کے ہر قسم کے دباؤ اور رعب ڈر اور ہیبت طمع اور لالچ دینے پر۔ اور باوجود اس درجہ کی مصیبت و تکلیف کے کہ جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ آپ نے اپنے تمام کنبہ کے لوگوں اور یار و انصار کے ساتھ وطن سے دور دشت کربلا میں تین دن بھوکے پیاسے بڑے ظلم سے قتل کئے جانے کو قبول کیا۔ اور جب جواب دیا تو یہی دیا

کہ "دنیا کی حالت متغیر ہو گئی ہے۔ حق کی جگہ باطل اور باطل کی جگہ حق ہو گیا ہے۔ اور حقانیت اٹھ گئی ہے۔ لیکن میں حق پہ مرنے کو سعادت جانتا ہوں۔ اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو جرم اور شقاوت سمجھتا ہوں (احیاء العلوم) سچ ہے ؎

سر داد نداد دست در دست یزید
واللہ کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؓ

صبر و رضا۔ شکر و تسلیم تو آپ کی شہادت کے خاص جزو ہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے صابر و شاکر پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے خدا کے بندے مقام شکر و تسلیم میں پہنچے۔ مگر جس اعلیٰ مقام پر آپ پہنچے اس کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے حالات میں بھی مشکل سے ملتی ہے۔ ننھے ننھے بچوں کا العطش کی فریاد کرنا۔ شیر خوار صاحبزادے حضرت علی اصغر کا آپ کی گود میں تڑپ تڑپ کر جان دینا کیا کچھ کم حوصلہ شکن بات تھی۔ مگر واہ رے آپ کا صبر و شکر۔ آپ نے ان مصیبتوں پر بھی صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ دیا۔ اور لکھا ہے کہ آپ نے اپنے پیارے بیٹے کی نعش کو زمین پر رکھ کر بیٹے کے خون ناحق سے رنگین ہو جانے والے ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیا۔ اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا "پروردگار حسین اب بھی صابر ہے۔ اور تیری مرضی پر راضی" مختصر یہ کہ آپ کی شہادت اس قسم کے بہت سے مفید اور عملی سبق اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس قدر اس واقعہ کی یاد تازہ ہے۔ اسی قدر اس سے مسلمان فائدہ اٹھاتے اور عبرت اور سبق سیکھتے۔ تو آج دنیا میں ان کی عزت و عظمت ہوتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی قوم انحطاط پذیر ہوتی ہے۔ اور اس سے آثار ترقی مفقود ہوتے جاتے ہیں۔ تو وہ ان ممتاز خصوصیات سے دستبردار ہو جاتی ہے جنہوں نے کبھی اس کو بام ترقی پر پہنچایا تھا۔ اور ان کو اس طرح کھو بیٹھتی ہے۔ جس طرح وہ کبھی اس قوم میں تھیں ہی نہیں۔ زمانہ نے اسلام پر بھی اس

کلیہ کا صادق کر دکھایا۔ جو صدیوں کی غفلت کے بعد اب کچھ بیدار ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے ترقی کیلئے وہ راہ اختیار کی ہے۔ جو اغیار و اجانب نے اپنے ملکی و مذہبی مقاصد کے لحاظ سے تیار کی تھی۔ کاش مسلمان اسی واقعہ شہادت امام حسینؑ پر غور کریں۔ کیا دنیا کا کوئی مشہور شخص آپ سے بڑھ کر ہمت و جوانمردی۔ شجاعت و بہادری۔ توکل اخلاص۔ صبر و رضا۔ استقلال و استقامت۔ ثابت قدمی و اولوالعزمی۔ امر بالمعروف۔ پابندی نماز و اطاعت حق۔ حق پر مرنا۔ اور راہِ خدا میں جان دینا۔ دنیا سے بے رغبتی وغیرہ امور میں بڑھ کر مثال پیش کر سکتا ہے۔

یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

طلوعِ آفتابِ حکمت و ارشاد کا دن ہے — زمینِ قلب پر ایمان کی بنیاد کا دن ہے
کمالِ افتخارِ عالمِ ایجاد کا دن ہے — کہ یہ دن صاحبِ لولاک کی میلاد کا دن ہے
بہارِ گلشنِ عالم کا روزِ اولیں یہ ہے — شمارِ عظمتِ آدم کا روزِ اولیں یہ ہے
غرورِ حسن کا دن ہے سرورِ عشق کا دن ہے — مبارک اے دلِ عاشق وفورِ عشق کا دن ہے

جلالِ فقر کا دن ہے۔ جمالِ علم کا دن ہے — زوالِ جہل کا دن ہے کمالِ علم کا دن ہے
اسی دن مطلعِ عالم پہ چمکا نورِ یزدانی — خودی کی آنکھ کو آئی نظر معراجِ انسانی
زمانے نے نبوت اور رسالت کی سند پائی — اور انساں نے کمالِ آدمیت کی سند پائی
بیانوں میں سرورِ ذکرِ حق کی چاشنی آئی — دماغوں میں شعورِ فکرِ حق کی روشنی آئی
ملا مجبور اور محکوم کو انعامِ عزت کا — غلامی اور یتیمی نے سنا مژدہ حکومت کا
جہانبانی کی خوشیاں روئے دہقاں پر نظر آئیں — فقیری کی نگاہیں قلبِ سلطانی میں در آئیں
یہ دن دامن میں لے کر دولتِ کونین آیا تھا — نظر کا نور لایا تھا۔ دلوں کا چین لایا تھا
اسی دن کی سحر صبحِ ازل پر مسکراتی ہے — اسی کی روشنی شامِ ابد تک بڑھتی جاتی ہے

ثنا اس دن کی کیا ہو۔ ختم ہر اعزاز ہے اس پر
خدائی کیا خداوندِ جہاں کو ناز ہے اس پر

کام کی باتیں

قرآن کریم کے ارشادات

صبر کا انعام۔ سورۂ بقر میں ارشاد ہوتا ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ فراعین مصر سے ایک بادشاہ کی بیٹی ہاجرہ نام تھی۔ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ مصر تشریف لے گئے۔ تو ان کی کرامات دیکھ کر فرعون مصر نے اپنی لخت جگر ہاجرہ ان کے نکاح میں دے دی۔ یہ لڑکی نوجوان خوبصورت اور کنواری تھی۔ جب یہ حاملہ ہوئیں۔ تو حضرت ابراہیمؑ کی عمر چوراسی برس کی تھی۔ پہلی بی بی سارہ نے سوتیا ڈاہ سے مجبور ہو کر بیچاری شہزادی کو نکلوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے پوچھا۔ کہ ہاجرہ کو بے قصور کیوں نکالا۔ عرض کی کہ بڑی بی بی رہنے نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جاؤ بڑی بی بی کو ناراض نہ کرو۔ اس صبر کا تم کو بڑا اجر ملے گا۔ ہاجرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کی اولاد تمام جہان کیلئے مشعل ہدایت ہوگی۔ آسمان کے ستارے اور ریت کے ذرے گننے میں آسان ہوں گے۔ مگر اس کی اولاد کا شمار کرنا مشکل ہوگا۔ اس لڑکے کی پشت سے ایسا عظیم الشان نبی پیدا ہوگا۔ جس کی عظمت و جلال کو دنیا کا کوئی بشر نبی یا مرسل نہ پہنچ سکیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب سارہ نے پھر ہاجرہ کو تکلیف دی تو حضرت ابراہیمؑ لڑکے کو لق و دق بیابان میں لے گئے اور وہاں چھوڑ دیا۔ ہاجرہ نے خاوند سے دریافت کیا کہ ہمیں کس کے سپرد کرتے ہو۔ آپ خاموش رہے پھر پوچھا کس کے حکم سے یہاں لائے۔ فرمانے لگے خدا کے حکم سے۔ بیشک بخت بی بی نے کمال صبر کا اظہار کیا۔ اور کہا جاؤ اب تمہاری امداد کی ضرورت نہیں۔ اس بی بی کے پاس اسوقت نہ مال تھا۔ نہ اسباب نہ مویشی تھے نہ نقدی نہ کھانے کا سامان نہ پینے کا پانی۔ بچہ بہت چھوٹا تھا نہ کوئی غمگسار تھا نہ خبر گیر۔ کوئی آبادی قریب نہ تھی۔ درندوں کا خوف و اسنگیر تھا۔ مگر صبر کا کیا نتیجہ نکلا۔ وہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔ آج وہاں ایک عظیم الشان شہر مکہ آباد ہے جو کروڑوں کا ملجا و ماوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آیت مندرجہ بالا میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو میری خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے صبر کریں گے وہ صفا و مروہ سے جاکر یہ شعور اور معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کے نتائج اور اس کے شعور کے حاصل کا ذریعہ ہے۔ جو حج کرنے جاویں۔ وہاں چل پھر کر دیکھیں کہ ہم کیسے قدردان اور صبر کا انعام دینے والے ہیں۔

رزق حلال۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً۔ یعنی جو اس زمین میں ہے اس کو کھاؤ۔ مگر دو شرائط ہیں۔ ایک حلال۔ حرام یا باطل رزق نہ ہو۔ پھر حلال کے ساتھ طیب بھی ہو۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ دال۔ ساگ۔ حلوا۔ گوشت سب کو ملا کر رکھ دیتے ہیں۔ جب بو پیدا ہو جاوے تو کھاتے ہیں۔ ایسا کھانا طیب نہیں رہتا۔ اس لئے کھانے کیلئے حلال اور طیب دونوں شرطوں کا پورا ہونا ضروریات سے ہے۔ خدا رسیدہ بزرگ صرف خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مالداروں سے چنداں لگاؤ نہیں رکھتے۔

خاندان چشتیہ کے بزرگ حضرت فضیل بن عیاض مکہ میں رہتے تھے۔ ہارون رشید عباسی کا زمانہ تھا۔ وہ جس بزرگ کی ملاقات کو جاتا۔ اُس کے مذاق کے مطابق اپنا کوئی معتمد ہمراہ لے جاتا۔ مکہ معظمہ میں وہ حضرت فضیل بن عیاض کی قدمبوسی کو گیا۔ اور ابن المبارک کو جو بڑے محدث اور اہل باطن۔ رفیع المنزلت خیال کئے جاتے تھے۔ ہمراہ لے گیا۔ ابن مبارک نے جاکر دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے۔ فرمانے لگے ابن مبارک ہوں فرمانے لگے مرحبا۔ باخی وصاحبی۔ پھر عرض کی میرے ساتھ ایک قریشی بھی ہے۔ انہوں نے کہا قریشی سے میں ملنا نہیں چاہتا۔ ابن مبارک نے اپنا ایک حق یاد کرایا۔ اور کہا کہ اسی طرح اس قریشی کا بھی مجھ پر ایک حق ہے۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ ہارون الرشید آداب بجالاکر خاموش بیٹھ گیا۔ فضیل اسے دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ یہ جوان بہت خوبصورت ہے۔ اللہ اس کو نار جہنم سے بچائے۔ پھر جہنم میں پڑنے کی وجوہات بتائیں جس پر ہارون رشید دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ یہ صرف رزق حلال کی قوت تھی۔ جو روئے زمین کے ایک جابر بادشاہ کو یوں ڈانٹ بتانے کی جرأت دے رہی تھی۔ پھر ایک بار ہارون رشید گیا۔ اور ایک ہزار دینار کی تھیلی پیش کی۔ فضیل اس زر کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے۔ اور فرمایا کہ اسے میرے سامنے سے اٹھا لو۔ یہ بیت المال کا روپیہ ہے۔ تمہیں بلاتحقیق ایسی بیدردی سے اس میں سے عطا یا دینے کا حق نہیں۔ ایک کنیز اندر سے نکلی اور کہنے لگی ہم کئی دن سے فاقہ میں ہیں۔ اور یہ بڑھا روپیہ لینے سے انکار کرتا ہے۔ آپ نے کنیز کو نرمی سے سمجھایا کہ کیونکہ رزق حلال سب سے بڑی نعمت ہے۔ ہارون رشید نے چاہا کہ یہ تھیلی گھر کے اندر بھیجدے مگر حضرت کی نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے بھی اسے لینے سے انکار کر دیا۔ جو رزق حلال کمانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو غیر معمولی حوصلہ دیتا۔ اور اپنی جناب سے رزق حلال عطا فرماتا ہے۔ اور کسی نہ کسی حیلہ سے حرام رزق سے بچا لیتا ہے۔

لڑکیوں کا ورثہ۔ پنجاب میں یہ وبا عام ہے کہ باپ کے ترکہ سے لڑکیوں کو کوئی ورثہ نہیں دیا جاتا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سورۂ نساء پارہ ۴ رکوع ۲ میں شریعت حقہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کیلئے دردناک عذاب مہین کی سزا بیان فرماتا ہے۔ عورتوں پر اس بارے میں جو ظلم ہو رہا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے۔ اور مسلمان حصہ نہ دینے سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے جاتے ہیں۔ پہلے جو لوگ ہزار گھماؤں اراضی کے مالک تھے اب ان کے پاس دس بیگہ بھی باقی نہیں رہا۔ باقی قرضہ میں فروخت ہو گئی ہے۔

وانفقوا فی سبیل اللہ۔ انفاق فی سبیل اللہ کے ثمرات ہمیشہ بار آور ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ بڑے بن جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق خاندانی وجاہت میں ابوجہل اور دیگر سرداران قریش سے بڑے نہ تھے۔ مگر صدیق اکبر نے سارا مال راہ خدا میں دے دیا۔ اور فاروق اعظم نے آدھا۔ وہ بڑے بن گئے۔ مہاجرین نے ہجرت کی۔ خدا کی راہ میں وطن، مکان اور جائداد کو چھوڑ دیا۔ مکانوں کے عوض ان کو سلطنت ملی۔ انصار نے اتنی قربانی نہ کی۔ ان کو اجر ان سے کم ملا۔ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ ایک صحابی نے دربار رسالت میں التماس کی۔ کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ اللہ کی راہ میں دیئے تھے۔ ان کا ثواب ملیگا یا نہیں۔ فرمانے لگے۔ "اسلمت علی ما اسلفت" اسی کی برکت سے تو مسلمان ہوا۔

ایک صوفی کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ وہ ہر صبح چڑیوں کو چوگا ڈالتا تھا۔ صوفی نے اس کو کہا کہ تیرے کفر کی وجہ سے کوئی فائدہ اس جود وسخا کا تجھ کو نہ ملیگا۔ تو اپنا مال ناحق ضائع کرتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد صوفی حج.

کو گیا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہ یہودی اس سے پہلے حج کا طواف کر رہا ہے۔ اس وقت صوفی کو معلوم ہوا۔ کہ یہ اسی خیرات کا اثر ہے۔

دہلی میں ایک بالاخانہ میں اپنے ایک بڑے امیر دوست کے ساتھ رنگ رلیوں میں معروف تھی۔ نیچے آدھی رات کے وقت کسی فقیر نے جو پیاس سے لاچار تھا۔ العطش العطش کی پکار کی۔ طوائف دوست کو اسی حالت میں چھوڑ کر نیچے آئی۔ اور فقیر کو ٹھنڈا پانی پلایا۔ اتنی سی انفاق فی سبیل اللہ کے عوض اللہ تعالیٰ نے اس طوائف پر اتنا فضل کیا۔ کہ اس نے اپنے ناشدنی اعمال سے اسی دن سے توبہ کر لی۔ اور پوری طرح سے مومنہ بن گئی۔ ایک اور بدکار نے ایک پیاسے کتے کو اپنے موزے سے کنوئیں سے نکال کر پانی پلایا۔ تو خدا نے اسے نجات کی راہ بتائی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ تین سال ہوئے حاجیوں کے جہاز "ایشیا" میں آگ لگ گئی تھی۔ جس کے باعث ایک سو بیس حاجی سمندر میں غرق ہو کر اور آگ کی لپٹوں میں پڑ کر شہید ہو گئے تھے۔ جس وقت یہ جہاز جل رہا تھا۔ اور جہنم کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ اسوقت حجاج بیت اللہ الحرام حمد و صلوٰۃ اور ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ بعض حجاج نے بچنے کی کوشش کی۔ مگر نہ بچ سکے۔ لیکن اکثر حجاج نے آتش زدہ جہاز میں رہکر زندگی کے باقی سانس حمد باری اور رکوع و سجود میں گذارے یہاں تک کہ آگ کی خوفناک لپٹوں نے ان کو محبوب حقیقی سے واصل کر دیا۔

جس وقت یہ جہاز جل رہا تھا۔ اس وقت فرانس کا ایک مشہور اخبار نویس "مسیو آلبر لونڈر" ایک دوسرے جہاز میں مشرق کا سفر کر رہا تھا۔ اور اس کا جہاز حاجیوں کے جہاز سے بالکل قریب تھا۔ اور مسیو آلبر اپنی آنکھوں سے اس دردناک منظر اور المناک واقعہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کو تعجب ہوا۔ کہ مسلمان اپنی جانوں کو بچانے کیلئے بارگاہ الٰہی میں تضرع و ابتہال میں مشغول ہیں۔ ان کے چہرے مطمئن اور ان کے حواس درست ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ مسلمانوں کی روحانیت کا قائل ہوتا۔ الٹا اس مادہ پرست نے مسلمانوں کی اس شان بے نیازی کا تمسخر اڑانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس نے اس واقعہ کے چشمدید مناظر پر فرانسیسی اخبار "پٹی پریزیان" میں ایک مقالہ لکھا جس میں حجاج کے جذبہ ایمانی کی تضحیک اور تعلق باللہ کے مرتبہ پر مکروہ حملہ کیا گیا۔ چنانچہ یہ ملحد اور مادہ پرست لکھتا ہے۔ کہ

"بجائے اس کے کہ حاجی لوگ اپنی جانوں کو بچانے کی تدابیر عمل میں لائیں۔ انہوں نے اپنے اوقات گرانمایہ کو دعا و گریہ اور نماز میں ضائع کر دیا۔ وہ آگ سے بچنے کیلئے وسائل اخلاص کے متلاشی نہ ہوئے بلکہ اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری میں معروف ہو گئے۔"

اللہ کی شان۔ اس مقالہ کے کچھ دنوں بعد مسیو آلبر کو ایک فرانسیسی جہاز میں سفر کرنا پڑا۔ یہ سفر نہایت راحت اور اطمینان کا سفر تھا۔ مگر مشیت ایزدی اسکو اس گستاخی کی سزا دینی چاہتی تھی۔ اس لئے جب یہ فرانسیسی جہاز "جارج ویلیاز" بحر احمر کے اس حصہ میں پہنچا۔ جہاں حجاج کے جہاز کو آگ لگی تھی۔ تو اس جہاز میں بھی آگ لگ گئی۔ آگ لگنے کے بعد موسیو آلبر پریشان ہو ہو کر چلاتے۔ مگر قدرت الٰہی نے آن کی آن میں اسکو جلا کر خاک کا ڈھیر بنا دیا۔ قریب کی کشتیوں کے آدمی موسیو آلبر کی چیخ پکار کو سنتے تھے۔ مگر کچھ نہ کر سکتے تھے۔ جن تدابیر پر موسیو کو ناز تھا وہ بھی کنارہ کش ہو گئیں۔ اور مادی طاقت پر بھروسہ کرنے والا کچھ نہ کر سکا۔ عبرت کا مقام ہے کہ جو شخص حجاج کی موت پر خوش ہو رہا تھا اور انکو ملامت کر رہا تھا کہ انہوں نے مادی اسباب کی جستجو کیوں نہ کی۔ وہ جب اس مصیبت میں گرفتار ہوا۔ تو کوئی تدبیر اس کو خدا کے فیصلہ سے نہ بچا سکی۔ (خوشہ چین خرمن تصوف)

تاریخ اسلام کا ایک زرّیں ورق

حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیثِ جمیل!

حضرت سلمان فارسیؓ علاقۂ اصفہان کے ایک دیہاتی کسان کے اکلوتے اور لاڈلے فرزند تھے۔ باپ دفورِ محبت میں لڑکیوں کی طرح گھر ہی میں جھکتا تھا۔ آتشکدہ کی دیکھ بھال سپرد تھی مجوسیت بڑے پختہ کار پجاری سے یکایک پختہ کار عیسائی بن گئے۔ اس طرح کہ ایک روز اتفاقاً ایک کھیت کو گئے۔ اثنائے راہ کے گرجے میں عیسائیوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر اس طرز عبادت پر والہانہ فریفتہ ہو گئے۔ باپ نے مقید کر دیا۔ مگر آپ کسی طرح بھاگ کر عیسائیوں کے ساتھ شام کو ایک پادری کی خدمت میں پہنچ گئے، جو بہت بداخلاق تھا۔ اور صدقہ کا تمام روپیہ خود لے کر رکھ لیتا تھا۔ زندگی میں تو کچھ کہہ نہ سکے مرا اور عیسائی اسے شان و شوکت کے ساتھ دفن کرنے پر تیار ہو گئے۔ تو آپ نے اس کا سارا پول کھول کر رکھ دیا۔ تصدیق کے طور پر سات مٹکے سونے چاندی سے لبریز دکھا دیئے۔ اور بطور سزا اس کی لاش صلیب پر چڑھا دی گئی۔

دوسرا پادری بہت متقی و عابد تھا، اور آپ سے محبت بھی کرتا تھا۔ مگر اسے جلد پیام موت آ گیا۔ آپ کے استفسار پر فرمایا۔ کہ اب تو میرے علم میں کوئی سچا عیسائی نہیں۔ جو تھے مر چکے دین میں بہت کچھ تحریف ہو چکی البتہ موصل میں ایک شخص ہے۔ اس کے پاس چلے جاؤ۔ اس کے پاس پہنچ کر کچھ ہی مدت رہنے پائے تھے۔ کہ اس کا بھی وقت آ گیا۔ اور وہ ایک اور پادری کا پتہ بتا گیا۔ یہ سب سے زیادہ عابد و زاہد تھا۔ عموریہ میں ایک شخص کا پتہ دے کر یہی راہی ملکِ بقا ہوا۔ لیکن جب اسقف عموریہ بھی جلد ہی بستر مرگ پر دراز ہوا تو آپ بہت افسردہ ہوئے۔ اسقف نے کہا۔ بیٹا اب تو دنیا میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا۔ جس کے پاس جانے کا میں تجھے مشورہ دوں۔ عنقریب ریگستان عرب میں پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے۔ جن کے دونوں شانوں کے مابین مہر نبوت ہو گی۔ اور صدقہ اپنے اوپر حرام سمجھیں گے۔ آخری وصیت یہی ہے۔ کہ ممکن ہو تو ان سے ضرور ملنا ایک عرصہ تک آپ عموریہ میں رہے۔ بکریاں چراتے پالتے اور اسی پر گزارہ کرتے رہے۔

اسلام و غزوات

ایک روز عربی تاجروں کے ایک قافلے کو ادھر سے گزرتا دیکھ کر ان سے کہا۔ اگر تم مجھے عرب پہنچا دو۔ تو میں اس کے صلہ میں اپنی گائیں اور بکریاں سب آپ کی نذر کر دوں گا انہوں نے وادی القریٰ پہنچتے ہی آپ کو غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ لیکن اس غلامی پر جو کسی کے آستانِ ناز تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ ہزار آزادیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ یہودی نے انہیں اپنے چچیرے بھائی کے ہاتھ جو مدینہ سے آیا تھا فروخت کر دیا۔ آثار و علائم سے سمجھ گئے۔ کہ شاہدِ مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے۔ اب کیا تھا۔ دیدارِ جمال کی آرزو میں شب و روز گزارنے لگے۔ آفتاب رسالت طلوع تو ہو چکا تھا۔ مگر ظلم و چیرہ دستی کی گھٹاؤں میں روپوش تھا۔ اتنی فرصت کہاں تھی کہ ارض مکہ پہنچتے۔ آخر صبح امید کا طلوع ہوا۔ مدینہ منورہ

میں آمد آمد کا شور ہوا۔
سنتے ہی مدہوش ہوگئے۔ آقا نے گھونسا رسید کیا خاموش ہوگئے۔ کچھ روز کے بعد تمام نشانات پاکر فریفتہ ہوگئے۔ رو کے اپنی سرگذشت سنائی۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ حضور کو آپ کی داستان حیات اس درجہ پسند آئی کہ تمام صحابہ کرام کو سنوائی۔ حضورؐ کے حکم پر تمام مسلمانوں نے معاوضہ دیکر آپ کو آزاد کرالیا۔ اور حضرت ابودردا سے مواخات کرادی۔ غزوات بدر و احد میں تو غلامی کی حالت تھی۔ غزدۂ خندق میں بڑی سرفروشی کے ساتھ لڑے۔ کھلے میدان میں لڑنا اور مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا مشورہ آپ ہی نے دیا تھا

انتقال و نصیحت

بدر و احد کے سوا تمام غزوات میں شریک رہے عہد صدیقی میں عراق چلے گئے۔ آپ کے مواخاتی بھائی ابودرداء نے اپنی خوشحالی کا حال لکھ کر شام میں سکونت کی دعوت دی تو لکھا۔ مال و اولاد کی کثرت میں کوئی خیر نہیں۔ خیر اس میں ہے۔ کہ تمہارے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ تمہارا تحمل زیادہ ہو۔ ارض قدس کا قیام بھی اس وقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک تمہارے اعمال اس قابل نہ ہوں عمل بھی ایسا کہ خدا دیکھ رہا ہے۔ اور خود کو مردہ سمجھو۔
عہد فاروقی میں محاذ ایران پر سرفروشانہ لڑے اور تبلیغی فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ پھر مدائن کی گورنری کے عہدے پر فائز ہوگئے۔ مقرب بارگاہ رسالت ہونے کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ آپ کی بہت عزت کرتے تھے عہد عثمانی میں مرغ روح قفس خاکی سے چھوٹ کر شاخ طوبیٰ پر پہنچا۔ اور ان علالت میں حضرت سعدؓ بن وقاص کو دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت سعدؓ نے کہا "یہ رونے کا وقت نہیں خوشی اور سرور کا وقت ہے۔ رسول اللہؐ تم سے خوش ہو گئے حوض کوثر پر ان سے ملوگے۔ بچھڑے ہوئے رفقا سے ملاقات ہوگی۔ فرمایا " نہ موت کا غم نہ دنیا کی حرص باقی۔ رسول اللہؐ سے عہد کیا تھا۔ کہ ہمارا دنیوی ساز و سامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ دیکھتے ہو میرے اردگرد کتنے سانپ ہیں؟ یہ سانپ کیا تھے! ایک تسلہ ایک بڑا پیالہ اور ایک لگن۔ عرض کی کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا کسی کام کے کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو۔

تبحر علمی

عرصہ تک صحبت نبویؐ میں رہنے سے علوم کے بحر بیکراں بن گئے۔ کتب سابقہ کا بھی پورا علم تھا۔ علمی حیثیت سے صحابہ میں درجہ اختصاص رکھتے تھے۔ اور فضلائے صحابہ میں آپ کا شمار تھا۔ احادیث کے بیان کرنے میں آپ بھی بہت محتاط تھے۔ جب حضرت ابوحذیفہؓ نے آپ سے جاکر کہا۔ آپ میری بیان کردہ احادیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا ابوحذیفہؓ رسول اللہؐ لوگوں کو کبھی خوش ہو کر کچھ کہہ دیتے تھے۔ اور کبھی غصہ میں زبان مبارک سے کچھ نکل جاتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم ان باتوں کو مسلمات کے طور پر لوگوں سے بیان کرکے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دوگے۔ کیا تمہیں اس کا علم نہیں۔ کہ حضور نبی کریم فرمایا کرتے تھے۔ خداوندا اگر میری زبان سے غصہ کی حالت میں کسی کے لئے کوئی برا کلمہ بھی نکل جائے۔ تو اسے بھی لوگوں کے حق میں خیر بنا دینا۔ باز آؤ ورنہ میں عمرؓ سے کہدونگا۔ ہم تو ابتدا سے یہی بتلاتے چلے آتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے قرآن پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ احادیث منزہ و مقدس ہیں۔ لیکن ان کی صحت کا اندازہ کر لینا چاہیئے

تقرب بارگاہ و ارشاد الرسالت

خدمت میں ہر زمانہ میں خدمت کے ساتھ کار فرما رہا۔

آتش پرستی عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں جب تک
رہے پختہ رہے، زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا۔ جس
کے بعد سے رہبانیت و ترک علائق کی حد شروع ہو جاتی ہے
اسلام کے نزدیک اگر رہبانیت حرام نہ ہوتی۔ تو آپ خانہ داری
کی الجھنوں میں بھی نہ پڑتے۔ نہ میدان جہاد میں شمشیر بکف نظر
آتے۔ اور نہ مدائن کی گورنری میں ملک کا انتظام کرتے۔ اور
علوم و حکم میں قدم بڑھاتے نظر آتے۔ پھر بھی آپ روحانیت کے
بلند منصب پر فائز ہوئے۔ ولائت کے اعلیٰ رتبے پر پہنچے۔
یہ اسی کا اثر تھا کہ زندگی بھر گھر نہیں بنایا یہ حالت رہی کہ جہاں
کہیں درخت یا دیوار کا سایہ مل جاتا پڑ رہتے۔ آخر بڑے اصرار پر
صرف اتنی سی جھونپڑی بنوانے پر راضی ہوئے کہ کھڑے ہوں تو
سر چھت سے لگ جائے۔ لیٹیں تو پاؤں دیواروں سے لگ جائیں
پھر گھر کا پورا اثاثہ چار پانچ روپے سے زیادہ نہ تھا۔ معمولی
سا بستر تھا دو اینٹوں کا تکیہ بنا رکھا تھا۔ لطف یہ ہے۔ کہ
اس پر بھی روتے تھے اور فرماتے تھے۔
"حضور نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ انسان کا تمام ساز و سامان
ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ اور میرا یہ حال ہے"
(مسند احمد بن حنبل جلد ۵)

اس وقت جب گورنر ایران تھے۔ پانچ ہزار تنخواہ پاتے
تھے۔ اور کم و بیش تیس ہزار نفوس پر فرمانروائی کر رہے تھے
آپ کے پاس صرف ایک عبا تھی۔ جس میں لکڑیاں جمع کرتے تھے
اسی کا نصف حصہ اوڑھ لیتے تھے۔ اور نصف بچھا لیتے۔ ہر شعبہ حیات
میں تکلف کے آب و رنگ کے سوا سادگی بہت غالب تھی گورنری
کے زمانہ میں اس ہیئت سے نکلتے کہ سواری میں گدھا ہوتا جس پر زین
بھی نہ ہوتی۔ ایک تنگ اور چھوٹی قمیص ہوتی اور ایک پائجامہ
جس سے ٹانگیں کھلی رہتی تھیں۔
لوگ اس ہیئت میں دیکھ کر گرگ آمد گرگ آمد کہتے۔
بعض اوقات لڑکے پیچھے لگ جاتے اور لوگ انہیں ڈانٹ کر
ہٹاتے۔ ایک دفعہ فوج کی قیادت سپرد ہوئی۔ تو سپاہی دیکھ کر
ہنستے تھے۔ کہ یہ امیر ہیں۔ ایک دفعہ ابو قلابہ نے دیکھا۔ بیٹھے
آٹا گوندھ رہے ہیں۔ خادم کام کو گیا ہے۔ استفسار پر فرمایا۔
مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اس سے دو دو کام لوں۔ ایک مرتبہ
مزدور سمجھ کر ایک شخص آپ سے چارہ اٹھوا کر لے آیا۔ راستے میں لوگ
دیکھ کر متحیر ہوئے۔ اور اس شخص کی ندامت و خوف کا تو کوئی
ٹھکانا ہی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس چارے کو اب تو اس
کے گھر ہی پہنچاؤنگا۔ مجھے اس میں نیک نیتی کا ثواب ملیگا۔

قابل تقلید خصوصیت

قابل اتباع خصوصیت یہ تھی۔ کہ خود تو اس سادگی کے
عالم میں رہتے تھے۔ اور اپنی پانچہزار کی تنخواہ ایک ایک پائی
اسی روز مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ فرصت کے اوقات میں
چٹائیاں بُن کر فروخت کیا کرتے تھے۔ اس آمدنی کو اپنی آمدنی
سمجھتے تھے۔ اور اسے اسی طرح خرچ کرتے تھے۔ جس طرح ایک
عاقل اور مآل اندیش انسان کو خرچ کرنا چاہیئے۔ اس آمدنی کے
کل تین حصے کر لیتے تھے۔ ایک تہائی اصل سرمایہ کے طور پر
جمع رکھتے تھے۔ ایک تہائی اہل و عیال پر خرچ کرتے۔ اور
ایک تہائی خیرات کرتے تھے۔ ہر انسان کو یہی شعار عمل اختیار
کرنا چاہیئے۔

آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جو کماتے ہیں اڑا دیتے
ہیں۔ حالانکہ رسول اکرم کی تعلیم ہے کہ آمدنی میں سے پس انداز
بھی ضرور کرنا چاہیئے۔ اگر وہ پس انداز کرنا شروع کر دیں
تو ان کی مالی و قومی حالت بہت مستحکم ہو جائے۔
اور وہ اقتصادی طور پر کسی کے غلام نہ رہیں۔

(ماخوذ)

مسلمان سپاہی

(مولانا وقار انبالوی کے قلم سے)

طلوعِ صبحِ سعادت کی یہ درخشانی
کہ ذرہ ذرہ ہے خاکِ وطن کا نورانی

نگاہ شوق ہے اور برقِ طور کے جلوے
یہ آفتابِ شجاعت یہ اس کی تابانی

نظر میں نیزۂ دلدوز کی سی طراری
ادا میں تیغِ جگر پاش کی سی عریانی

جبیں پہ معرکۂ کارِ زار کا نقشہ!
لب و زبان کی مصروفیت رجز خوانی

خیال آبروئے قوم سے جگر شاداب
جلال رزم سے دل میں سرورِ روحانی

پیام جوش و عمل قلب و نبض کی دھڑکن
سلام عزم و شجاعت نفس کی ارزانی

یہ تیوروں سے عیاں کوششِ جہانگیری
یہ جستجو دل میں نہاں خواہشِ جہانبانی

قدم سے لپٹی ہوئی ہے امید فتح و ظفر
کلائیوں سے عیاں زور کی فراوانی

یہ چال۔ دامن جنگاہ بچھ گیا آگے
یہ حال۔ خون عدو جس سے ہو گیا پانی

خوشا نصیبِ وطن، اے زہے نصیبِ وطن
کہ مشتِ خاک میں اس کی یہ عزم قربانی

نئے سپاہی خدا کی سلامتی تجھ پر
شریکِ حال رہے تیرے فضل ربانی

ہزار مرحبا اے مادرِ وطن کے سپوت
صد آفریں تجھے آبائے قوم کے جانی

شباب اور یہ ایثار ترکِ رنگ و بو
جوان! اور یہ اظہارِ جوشِ ایمانی

یہ شوقِ خدمتِ قوم و وطن جزاک اللہ
یہ ذوقِ حریت و آرزوئے قربانی

ترے خلوص سے قوم و وطن کی لاج رہے
تری مساعی ہوں تمہیدِ عیش سامانی

ترا جمال ہو آئینہ دارِ حسنِ عمل
ترا جلال ہو صد رشکِ فرِّ سلطانی

قدم قدم پہ ترے پاؤں چومے فتح و ظفر
نفس نفس میں ملے مژدۂ جہانبانی

ترے نقوشِ قدم رہنمائے ملت ہوں
منارہ نور کا بن جائے تیری قربانی

(۞)

تذکرۂ برادری

ندوۃ القریش کا اجلاس

مجلس منتظمہ کا اجلاس ۲۰ مقامی و غیر مقامی ممبران کی موجودگی میں ۸- مارچ (اتوار) کو منعقد ہوا- جناب صدر کی طرف سے پیرزمان مہدی صاحب علوی الوری کا وہ مکتوب جو "شتہ و ناطہ میں دقتیں" کے زیر عنوان جنوری ۱۹۴۲ء کے القریش میں شائع ہو چکا ہے- پیش ہوا، جسے سیکرٹری صاحب نے پڑھ کر سنایا- اور پرزور الفاظ میں تائید کرتے ہوئے کہا- کہ مرکزی جماعت کا فرض تھا کہ وہ اس اہم ضرورت کی جانب بہت پہلے توجہ دیتی، اور کسی نتیجہ پر پہنچکر اس دقت کو دفع کرنے میں عہدہ برآ ہوتی- مولانا ابوالقاسم اللہ صاحب گجراتی نے جوابی تقریر میں فرمایا- کہ پیشتر ازیں خان بہادر شیخ خان محمد صاحب آنریری مجسٹریٹ راولپنڈی (مرحوم) اور قریشی غلام احمد صاحب فاروقی رئیس اعظم ہانسی (مرحوم) نے یکے بعد دیگرے اس ضرورت کی جانب جماعت کو توجہ دلائی تھی- ثانی الذکر نے تو اپنی تجویز کے ساتھ ایک لائحہ عمل بھی تجویز کر کے ارسال فرمایا تھا- مگر افسوس ہے کہ دیگر مشاغل اور معروفیات میں جماعت اس طرف توجہ معطوف نہ کر سکی- مجھے یاد ہے کہ قریشی غلام احمد صاحب موصوف کا مجوزہ لائحہ عمل اور تجویز بالتفصیل "القریش" میں شائع بھی ہو گئی تھی- اس وقت افراد قوم خصوصاً قارئین "القریش" نے اس اہم ضرورت کا احساس تک نہ کیا- اور جماعت نے اس کے عملی پہلوؤں پر غور کرنے کی ضرورت نہ سمجھی، پیرزمان مہدی صاحب کا مکتوب قابل توجہ ہے- جماعت کا فرض ہے- کہ ملحق جماعتوں سے استصواب رائے کرنے کے بعد برادری کی اس اہم ضرورت کو بوجہ احسن پورا کرنے کیلئے فوری کوشش کرے آپ کے بعد دیگر حاضرین نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا- اور تجویز ہوا- کہ ملحق جماعتوں سے جلد از جلد استصواب کیا جائے

۲- سیکرٹری صاحب نے ضلع فیروزپور، حصار اور رہتک سے آمدہ مراسلات یکے بعد دیگرے پیش کرتے ہوئے بیان کیا- کہ ان اضلاع میں بعض ریونیو افسران کی عدم توجہی کی وجہ سے تصدیق انتقالات میں نہایت پریشانی کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ کاغذات مال میں جہاں خانہ قومیت میں "شیخ قریشی" یا "شیخ صدیقی" درج ہے وہاں زراعت پیشہ و غیر زراعت پیشہ کا سوال پیدا ہو جاتا ہے- اور "شیخ" کا لفظ جو دراصل "چودھری" "سردار" اور "ملک" وغیرہ کی قسم کا ایک امتیازی لفظ ہے- قریشیوں کے تصدیق انتقالات میں مانع ہو جاتا ہے- اور افسران کو ایک شبہ سا ہو جاتا ہے- ان مراسلات میں مرکزی جماعت کی مجلس منتظمہ سے درخواست کی گئی ہے- کہ وہ خواہ مخواہ کی اس مصیبت سے برادری کو نجات دلانے کی کوئی موثر تدبیر کر کے عند القوم مشکور ہو، مراسلات سننے کے بعد جناب صدر نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ دقت موجود ہے اور ہر ضلع میں ہر روز یہ الجھن پیدا ہو جاتی ہے- حالانکہ ۱۹۳۴ء میں سیشن جج بہادر امرتسر کی عدالت سے یہ قطعی فیصلہ ہو چکا ہے- کہ

۱- "شیخ" کوئی قوم نہیں، عہدہ ہے- اور

۲- "شیخ" "قریش" کا امتیازی و اعزازی خطاب ہے اگر کہیں وہ شیخ درج ہے یا ہوا- صرف اسی لئے کہ وہ قوم کا قریشی تھا- مناسب اندراج اگر ہو سکتا تھا تو وہ "قریشی شیخ" تھا-

یہ عدالتی فیصلہ اس مرافعہ کے سلسلہ میں ہوا۔ جو کلکٹر بہادر ضلع امرتسر نے سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا کی طرف سے سینئر سب جج بہادر امرتسر کی عدالت میں اس حکم کے خلاف دائر کیا تھا۔ جو چوہدری سلطان خاں سب جج امرتسر کی عدالت سے قاضی غلام مصطفےٰ سکنہ رمداس (امرتسر) کے حق میں بدیں مضمون ۲۰ اگست ۱۹۳۷ء کو صادر ہوا تھا۔ کہ "قاضی کوئی قوم نہیں عہدہ ہے" اور "شیخ" قریش کا اعزازی لقب ہے"۔ مرافعہ بدیں مطلب دائر ہوا کہ "عدالت ماتحت کا حکم غلط اور قابل تنسیخ ہے"۔ یہ مقدمہ دو اڑھائی سال علی التواتر جاری رہا۔ فریقین نے پیروی پر اپنی انتہائی کوششیں صرف کر دیں۔ عدالت نے پوری چھان بین سے کام لیا۔ اور ان کی پیش کردہ دلیلوں، تاریخی حوالوں اور دستاویزی ثبوتوں کا موازنہ کرنے کے بعد اپنے مبرہن، جامع و مانع فیصلہ میں ثابت کر دیا کہ "شیخ" کی معنوی حیثیت ایک اعزازی خطاب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور یہ ایک لفظ ہے جو قومیت کے معنوں میں کبھی مستعمل نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ نہ اس سے کسی خاص قوم یا ذات کی جانب کوئی اشارہ مترشح ہوتا ہے۔ فیصلہ کا اردو ترجمہ مئی ۱۹۴۰ء کے "القریش" میں شائع ہو چکا ہے۔ جو اس قسم کے ہر اعتراض کی بدیہی تردید کیلئے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو "قریشی" اور "شیخ قریشی" میں حدِ فاصل پیدا کرنے کیلئے پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اس فیصلہ کی ایک ایک نقل ہر گھر یا کم از کم ہر ڈسٹرکٹ کمیٹی کے دفتر میں موجود ہونی چاہیئے تھی۔ مگر افسوس ہے کہ اس کارآمد ریکارڈ کی ضرورت و اہمیت کی جانب توجہ نہیں دی گئی۔ مرکزی جماعت اس نقص کو رفع کرنے کی بہت زیادہ کارروائی کر چکی ہے حکومت تسلیم کر چکی ہے کہ "شیخ" واقعی ایک اعزازی لفظ ہے۔ عدالتی فیصلہ بھی واضح ہے۔ لہذا ان کی موجودگی میں کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہیں۔ جن حضرات کو تصدیق اطلاعات محض اس وجہ سے پریشانی ہوتی ہے۔ انہیں متذکرہ عدالتی فیصلہ حاصل کرنے اور استفادہ کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تجویز ہوا کہ جناب صدر کی اس تقریر کو کارروائی میں بالتفصیل شائع کر دیا جائے۔ اور مراسلات داخل دفتر ہوں۔

اس کے بعد حسب ذیل رزولیوشن باتفاق رائے منظور ہوئے

۱۔ سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس نواب سر محمد شاہنواز خاں ایم۔ ایل اے نواب آف ممدوٹ کی وفات حسرت آیات ملت و قوم کیلئے ناقابل تلافی صدمہ خیال کرتا ہوا انتہائی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ غفور الرحیم مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

۲۔ یہ اجلاس سر عبد القادر بالقابہ کے ریاست بہاولپور میں چیف جج کے عہدہ جلیلہ پر معمور ہونے پر انتہائی مسرت کے ساتھ ممدوح کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوا والئے بہاولپور کے حسن انتخاب کی قلبی گہرائیوں کے ساتھ تعریف و ستائش کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ خدائے برتر و اکبر سر ممدوح کی نصفت شعاری سے رعایائے بہاولپور کو تا دیر مستفید ہونے کا موقع دے۔ آمین۔

۳۔ یہ اجلاس سر عبد القادر موصوف کے اس فرمان واجب الاذعان کو جو انہوں نے بحیثیت چیف جسٹس عدالتی کاروبار انگریزی کی بجائے اردو زبان میں جاری کرنے کیلئے نافذ فرمایا ہے۔ زبانِ اردو پر احسان عظیم خیال کرتا ہوا آپ کی خدمت میں بصدق دل "مبارکباد" پیش کرتا ہے۔

۴۔ یہ اجلاس خان بہادر نبی بخش محمد حسین بالقابہ پرائم منسٹر آف بہاولپور کی خدمت میں ان کی یکسالہ توسیع پر دلی خوشی کا اظہار کرتا ہوا ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے

کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں نظام مملکت عباسیہ میں خدمات کا مزید موقع دے، آمین!

بعدازاں ۲۳ فارم رکنیت پیش ہوئے۔ جن میں سے صرف تیرہ درخواستیں بہ وجوہ مکمل ہونے کی وجہ سے منظور ہوئیں۔ اور باقی دس کی حسب قاعدہ تکمیل کیلئے سیکرٹری کو ہدایت کی گئی۔ منظور شدہ درخواستوں میں تین ضلع راولپنڈی دو فیروزپور چار رہتک اور چار ضلع حصار کی ہیں۔ ممبران کے نام درج رجسٹر کئے گئے۔ تجویز ہوا کہ ہر ممبر کو علیحدہ علیحدہ بذریعہ ڈاک اطلاع دی جائے بعدہٗ دعائے خیر کے ساتھ جلسہ برخواست ہوا۔

(جوائنٹ سیکرٹری)

قارئین کرام سے کچھ خاص باتیں

ماحول کے پیش نظر حکومت ہند نے براہِ خسروانہ اخبارات و جرائد کے لئے کاغذ بہم پہنچانے کی یہ صورت کی کہ Permit (لائسنس) جاری کر دیئے تاکہ وہ کاغذ کی بڑی بڑی فرموں سے حسب ضرورت کاغذ خرید سکیں۔ لیکن دوکاندار بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے تھے۔ انہوں نے قسم کھا لی کہ پرمٹ والے کو کاغذ ہی نہ دیا جائے۔ چنانچہ جہاں پرمٹ پیش کیا جاتا وہیں سے کورا چٹا جواب مل جاتا۔ کہ میاں صاحب کاغذ! توبہ توبہ کاغذ کہاں۔ انتظار کیجئے۔ مل جانے پر دیدیا جائیگا۔ گویا نہ کاغذ ملے اور نہ وہ دیں۔ اور نہ ہمارا کام چلے۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار،

فروری کا زمانہ تلاش و تجسس کی اس پریشانی میں گذر گیا۔ اور رسالہ شائع نہ ہو سکا۔ مختلف النوع وسائل و ذرائع، سفارشیں اور خوشامدیں بھی کوئی نتیجہ پیدا نہ کر سکیں۔ یہی زمانہ ہیوپارمنڈل کی شورش کے عروج کا تھا۔ دکانیں بند، بازار سنسان اور شہر ویرانہ ہو رہے تھے۔ اور تو اور دنیا آٹے کو ترس گئی۔ کاغذ کے ساتھ گندم بھی عنقا ہو گئی۔ اور اخبار نویس دوگونہ رنج و عذاب میں مبتلا ہو گئے عوام کو تو ایک آٹے کا رونا تھا۔ لیکن یہاں آٹے کے ساتھ کاغذ کا رونا بھی لاحق ہو گیا۔ ادھر معاونین کرام نے چپ سادھ لی۔ لب تک ہلانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ بقایاداروں پر سکر کا عالم طاری ہونا ہی تھا۔ دوسرے احباب بھی غیر متوقع طور پر ساکت و صامت ہو گئے۔ اب کیا ہوا۔ آٹا ناپید، کاغذ نابود اور وسائل آمدن القحط، اللہ اکبر، چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد،

امدادی رقوم عطا کرنے کا وعدہ کرنے والے، زربدل ادا کرنے والے، موسم بہار میں دورہ کی دعوت دینے والے توسیع اشاعت میں فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے امداد کرنے والے سارے کے سارے خدا جانے کہاں ہیں، کسی ایک کا بھی پتہ نہیں چلتا، فیروزپوری ایک دیرینہ کرمفرما کا تو خیر کیا کہیئے امروز فردا پر تین سال گذار دیئے اور قانونی میعاد گزر جانے سے معاملہ ٹائم باڈ ہو گیا۔ اب کوئی چارہ باقی نہیں۔ لیکن شکر گڑھ، حصار اور چھیانی کے وعدہ فرماؤں کو تو اپنے تازہ وعدوں کا لحاظ ہونا چاہیئے تھا۔ مسلسل یاد دہانیوں اور پیہم تقاضوں کے باوجود بھی ایسی خاموشی، کہ یاران فراموش کردند عشق، کی صورت ہے۔ خیر اسی فکر و تردد اور مہیب ماحول میں مارچ بھی گذر گیا۔ کاغذ نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔ اس اثنا میں محض کاغذ کی تلاش میں لاہور کے کئی چکر کاٹے۔ امرتسر کے بازار چھان مارے۔ مگر شاہد مقصود ہاتھ نہ آیا۔ آخر ایک دوکاندار نے کرمفرمائی کی۔ اور گورنمنٹ کے مقررہ نرخ سے دوچند رقم لے کر کاغذ دیا۔ اور کان میں کہہ دیا کہ چپکے سے لے جایئے۔ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے پائے۔ غنیمت جانا اور رقم چکا کر دو تین اشاعتوں کا کاغذ لے لیا۔ اب مارچ اور اپریل دو مہینوں

کا قوام رسالہ نہ ناظرین ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ
آئندہ اشاعت کا تواتر قائم رہ سکے۔ لیکن اس کے لئے
آپ کے ذمے بھی کچھ فرض عائد ہوتا ہے۔ آپ بھی اسے محسوس
کریں۔ یعنی صرف یہ کہ آپ اپنی اپنی زندگی رقوم اور زر چندہ بلا
تاخیر ارسال فرما دیجئے۔ تاکہ اجرائے رسالہ کے لوازم کی
بہم رسانی میں آسانی اور سہولت ہو۔ القریش نے آپ کی قومی
خدمات اپنی بساط سے بہت زیادہ انجام دی ہیں۔ اس کا
صلہ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ اسے تین روپے سالانہ یا چار آنہ
ماہوار کے لئے بند ہونے پر مجبور کر دیا جائے۔

اس موقعہ پر ہم اپنے محسن مقیم علاقہ کوئٹہ کی توجہ بھی
رسالہ کی اہم ضروریات کی جانب معطوف کرانا چاہتے ہیں۔
اور امید کرتے ہیں کہ وہ اپنی اولین فرصت میں ہمارا ہاتھ
بٹانے کی حسب عادت کوشش کریں گے۔

جن حضرات نے التوائے اشاعت کے ایام میں زر چندہ
کی ترسیل فرمائی ہے وہ ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔
خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین! اور
جن حضرات نے القریش کی اعانت قبول فرماتے ہوئے وی پی
وصول کئے لیکن پیش آمدہ حالات کے سبب انہیں رسالہ
نہیں پہنچ سکا۔ وہ ہمیں معذور خیال فرمائیں،

مولانا کشفی شاہ صاحب نظامی کے احباب خصوصاً
اور قارئین القریش عموماً یہ سنکر مسرور و شاد کام ہونگے۔ کہ
مولانا رنگون سے بخیریت تمام اپنے وطن چک قاضیاں ضلع
گورداسپور تشریف لے آئے ہیں۔ سفر کی کوفت حالات کی نزاکت
اور آب و ہوا کے تغیر کے سبب سے آپ کچھ علیل رہے ہیں۔ ابھی ابھی
آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
آپ بفضل اللہ تعالیٰ رو بصحت ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے عزوجل
آپ کو شفائے کامل عطا کرے۔ آمین!

بعض احباب کو اسی رسالہ میں ایک مطبوعہ فارم کی
صورت میں خاتمہ سال خریداری کی اطلاع دی جا رہی ہے
وہ بھی بحیثیت قومی زر چندہ کی ترسیل سے عنداللہ ماجور
و عندالقوم مشکور ہوں۔ وباللہ التوفیق!

استفسار

قریشی محمد زمان شاہ کھگہ ضلع منٹگمری سے تحریر فرماتے
ہیں۔ کہ "میری خواہش ہے کہ قوم قریش کی ایک مستند تاریخ
لکھی جائے۔ لیکن ہمارے پاس نہ کوئی ستاک کتب تاریخ
موجود ہے اور نہ ہی اس ہمارے علاقہ میں کوئی محقق مورخ
عالم ہے۔ لہذا ناظرین القریش میں سے کوئی صاحب ذیل کے
سوالات کے جوابات سے مشکور کریں۔

۱۔ حضرت بی بی زینب خاتون بنت علی کرم اللہ وجہہ از بطن
فاطمۃ الزہراؓ کس کے نکاح میں آئیں اور ان سے کتنے لڑکے
ہوئے اور ان کے کیا کیا نام ہیں۔ ان کا شجرہ نسب
جہاں تک معلوم ہو سکے تحریر فرمائیں۔

۲۔ اولاد حضرت جعفر طیار برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا شجرہ نسب مفصل لکھیں۔ اور ان کی اولاد کہیں ہندوستان
میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کہاں کہاں ہے؟

۳۔ خواجہ محمد عراقی جو عرب سے ہندوستان آئے وہ
کس سن میں آئے۔ اور وہ سید تھے یا قریشی اور ان
کے مرید حضرت شاہ جلال الدین صاحب ملقب بہ لقب
کھگہ جن کا روضہ ملتان میں ہے وہ کس بادشاہ کے عہد
میں ہوئے وہ سید تھے یا قریشی؟ ان کا اور ان کی اولاد
کا شجرہ حسب و نسب مفصل ہو۔

۴۔ مولانا محمد مسعود ملتانی جو کہ کبار علمائے زمانہ میں
سے تھے۔ وہ کس سن میں اور کس بادشاہ کے وقت میں

ہو گئے۔ ان کی اور ان کی اولاد کا شجرہ نسب اور سن ولادت و وفات اور ان کی تصنیفات کتب تاریخ و انساب سے مفصل لکھیں"

محمد زمان شاہ صاحب کے پیہم اصرار و تقاضہ کی بنا پر آپ کا فرستادہ استفسار بادل ناخواستہ شائع کر دیا گیا ہے۔ آپ کے ہاں نہ کوئی "محقق مورخ عالم" اور نہ "کتب تاریخ و انساب کا اسٹاک"۔ اور اس پر قریش کی قومی خدمت کرنے کا جذبہ اِلّا ماشاء اللہ۔ اور وہ بھی مستند تاریخ لکھنے کی صورت میں۔ ارادہ نیک، اولے و افضل، مگر آپ نے یہ نہیں سوچا کہ "مستند تاریخ" کی تکمیل اس قسم کے استفسارات پر کیونکر پورا ہو سکیگا۔ اور پھر جہاں علمی فقدان کی متاع کی کثرت ہو یہ جذبات کیونکر پورے ہو سکیں گے۔ محمد زمان شاہ صاحب کی خدمت میں ہم حکیمانہ رائے پیش کریں گے۔ اور وہ اس عزم اس وقت ملتوی کردیں۔ جب تک کہ انہیں "اسٹاک" مہیا نہ ہو جائے۔ اور اس "اسٹاک" سے کام لینے کی اہلیت پیدا نہ ہو جائے۔ اس قسم کے ہنمار دسے اور ایسی دشوار گذار منازل عبور کرنے کیلئے لوازم متعلقہ کی بہم رسانی اولین شرط ہے۔ اور بس! امید ہے کہ محترم محمد زمان شاہ صاحب اس رائے کی قدر کریں گے۔

رشتہ و ناطہ میں دقتیں

مکرمی پیر غلام غوث صاحب علوی گجراتی تحریر فرماتے ہیں کہ "جنوری کے القریش کے تذکرہ برادری" میں مخدومی پیر زمان مہدی صاحب الدی نے "رشتہ و ناطہ میں دقتیں" کے تحت جو قابل قدر سطور سپرد قلم فرمائی ہیں۔ اور برادری کی عین ضرورت کے موافق جو سلسلہ جنبانی کی ہے۔ وہ بہر نوع بزرگان قوم اور اصلاحی جماعتوں کی توجہ کی محتاج ہیں،

یہ عین حقیقت ہے کہ لڑکیوں کو مروجہ تعلیم دلانے میں ہم سب سے پیش پیش ہیں۔ اور لڑکیوں کا مستقبل درخشاں و تاباں بنانے کا ہمیں قطعاً خیال نہیں۔ جس کے نتیجہ میں رشتہ و ناطہ میں پریشان کن دقتوں کا سامنا لازم و لابد تھا میں لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ مگر یہ بھی نہیں چاہتا۔ کہ شرعی اصول و قانون کی حدیں پھاند کر بالکل مغربی تہذیب میں انہیں فنا کر دیا جائے۔ لڑکیاں صوم و صلوٰۃ، شرعی مسائل، اور خانہ داری اور اولاد کی تعلیم و تربیت کی تعلیم سے بہرہ ور ہونی چاہیئں۔ انہیں اس قسم کی تعلیم سے جو خورد و بزرگ کی تمیز سے بیگانہ کر دے، دین و مذہب سے ناآشنائے محض ہو کر اسقدر بے باک ہو جائیں۔ کہ نہ گھر کی رہیں اور نہ گھاٹ کی۔ وہ تو غیروں کی محافل و مجالس میں شریک ہوں اور کلائی میں کلائی ڈالے سر بازار نظارہ بازوں کو دعوت عام دیتی پھریں۔ اور لڑکے جاہل و کندۂ ناتراش رہکر ننگ قوم و ملت بن جائیں۔

میرے ملنے والوں میں میاں کریم الدین ایک شخص تھے۔ زمیندارہ اور پنشن پر آسودگی سے شریفانہ گذر کرتے تھے۔ اخبار و رسائل کے کیڑے، ہمہ وقت مطالعہ میں منہمک بحث و تمحیص میں سارا سارا دن بسر کر دیتے تھے۔ تعلیم نسواں کے حامی اور اتنے کہ وہ فلاح ملت کا راز لڑکیوں کی تعلیم میں مضمر سمجھتے تھے۔ اور کہا کرتے ہیں کہ قوم کے رہنما اسی گود میں پلتے ہیں، اسلئے لڑکوں کی تعلیم کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کہ لڑکیوں کی۔ دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کے باپ تھے۔ اپنے تینوں بچوں کو سکول میں داخل کرا رکھا تھا بڑی لڑکی نے میٹرک کیا۔ تو دوست احباب نے مشورہ دیا کہ اب برخوردار جوان ہے۔ اسے امور خانہ داری اور دینیات کی تعلیم دینی چاہیئے۔ لیکن آپ نے دوستوں کی رائے کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ اور نوجوان دوشیزہ کو کالج میں داخل

کرادیا۔ نیک باپ کی اس لڑکی پر نئی روشنی غالب آنے لگی اگرچہ وہ ایک زنانہ کالج میں داخل تھی۔ لیکن شوخیٔ طبع رنگ لائی وہ کالج کے نوجوانوں سے خلط ملط ہونے لگی۔ سینما۔ تھیٹر۔ کلب۔ ڈانسنگ ہال لوازم زندگی بن گئے کئی کئی دن اور راتیں سہیلیوں اور ہم جماعت طالبات کی دعوتوں کے بہانہ سے گھر سے غائب رہنے لگی۔ یہ رنگ اس کی چھوٹی ہمشیرہ پر بھی چڑھتا گیا۔ اور اپنے انداز میں وہ بھی بالکل نئے سانچے میں ڈھلتی گئی۔ بڑی صاحبزادی نے تو تھرڈ ائیر میں پہنچ کر ایک غیر مسلم سے آشنائی پیدا کرلی اور سول میرج کے طریق پر اس کی بیوی بن گئی۔ والد محترم معصوم لڑکی کی اس ناشائستہ حرکت اور رسوائے عالم فعل کی ذلت کی تاب نہ لا سکے۔ وہ مشاغل وہ امیدیں یکسر منقا ہو گئے۔ احباب کو کیا منہ دکھا سکتے۔ آخر انہوں نے زہر کھا کر خودکشی کرنے میں ذلت کی زندگی سے نجات پانے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ چھوٹی صاحبزادی کو موسیقی کا شوق چرایا۔ باپ کی وفات کے بعد وہ ضرورت سے زیادہ آزاد ہو گئی تھی۔ لہو لعب میں اسقدر غلطاں و پیچاں ہو گئی۔ کہ الیف اے کے امتحان میں کامیاب نہ ہو سکی۔ مذہبی تعلیم سے بیگانہ ہونے کے سبب سے وہ یگانہ و بیگانہ اور خورد و بزرگ کی تمیز سے عاری تھی۔ اماں جان کو پرانے زمانہ کی خبط باختہ بڑھیا سے زیادہ وقعت نہ دیتی تھی۔ بھائی سے اسے نہ محبت تھی اور نہ موانست، آخر وہ ایک ایکٹرس کی حیثیت سے سینما میں ملازم ہو گئی۔ وہ اسی پر فخر کرتی ہے۔ مرحوم کا لڑکا ساتویں جماعت سے آگے نہ بڑھ سکا۔ پہلے تو اراضی اور گھر کے اثاثہ کی فروخت پر گذر اوقات کرتا رہا۔ اب وہ ایک خراد کے کارخانہ میں ملازم یومیہ پر پڑا ہوا ہے اس دلخراش قصہ کو بیان کرنے سے مقصود ہے۔ کہ اندھی تقلید اور بالخصوص لڑکیوں کی تعلیم کے معاملہ میں آنکھیں بند کئے مغربیت پھاندنے کے عواقب و نتائج بیان کئے جائیں۔ اور تعلیم نسواں کے مفہوم کو غلط سمجھنے والوں کی خدمت میں استدعا کی جائے۔ کہ اصول و قانون کو ملحوظ رکھیں کہ قوم و ملت کو ذلیل و خوار نہ کریں۔ بلکہ عقلمندی و دانشوری سے اس شاہراہ پر چلنے کی توفیق پائیں۔ جو شریعت حقہ نے فلاح ملت کیلئے تجویز کر رکھی ہے اور جسے صراط مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اخیر پر میں کارپردازان ندوۃ القریش سے مخلصانہ اپیل کرنے کی جرأت کرونگا۔ کہ وہ اپنی اولین فرصت میں اس اہم ضرورت کی جانب توجہ دے کر کوئی لائحہ عمل تجویز کریں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

ہدیۂ تشکر

عدم دستیابی کاغذ کی وجہ سے "القریش" کی اشاعت گذشتہ دو ماہ معرض التوا میں رہی۔ لیکن دردمندان قوم و بہی خواہان "القریش" کی ہمدردیاں اس کے شامل حال رہیں چنانچہ بعض خیر اندیشان قوم نے "القریش" کی قومی خدمات کے پیش نظر اسے اس مہیب اور خوفناک ماحول سے محفوظ و مامون رکھنے کیلئے مالی امداد کی اور دست تعاون بڑھا کر علی قدر مناسبت رقوم ارسال فرمائیں۔ بعض حضرات نے معقول سے حوصلہ افزائی کی، خدائے تبارک تعالیٰ انہیں ایفائے عہد کی توفیق عطا کرے اور جزائے خیر دے۔ آمین! اس اثنا میں جن حضرات نے چندہ امدادی رقوم ارسال فرمائیں ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں۔ ہم ان احباب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تشکر کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

۱۔ قریشی شیر علی صاحب صدیقی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر امرتسر — دس روپے
۲۔ بابو غلام قادر صاحب قریشی سب پوسٹماسٹر لاہور — پانچ روپے
۳۔ ماسٹر حمید اللہ صاحب صدیقی بی اے انگلش ماسٹر گوجرانوالہ — تین روپے
۴۔ شیخ رونق علی صاحب علوی ریٹائرڈ انسپکٹر انبالہ — دس روپے
۵۔ میاں غلام فرید صاحب عباسی رئیس ضلع مظفر گڑھ — پانچ روپے

(فضیہ متحد پریس واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد علی تعلق پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔ ایڈیٹر محمد علی تعلق)

Regd. L. No. 1474

"Al Quraish"



Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.

مئی ۳۲ء



جریدہ القریش

امرتسر

Editor

"MOHSAN-UL-QAUM" MOHAMMAD ALI RAUNAQ.

Annual Subscription Rs. 3/- Per Copy As. -/4/-.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

مئی ۱۹۴۲ء

ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۹ ——— نمبر ۴

شذرات

تلطفات عثمانیہ

خسرو جہاں پناہ اعلیٰحضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ فرمانفرمائے دکن و برار کے تلطفات و تفقدات شاہانہ سے مملکتِ آصفیہ ہر شعبہ میں قابلِ صد ستائش ترقی کر رہی ہے۔ زرعی، تجارتی، اقتصادی اور صنعتی و حرفتی ہر حیثیت میں وہ گوئے سبقت لے گئی ہے۔ اور تعلیمی حالت میں تو ماشاء اللہ دیگر ریاستوں کے تعلیمی اداروں اور ہندوستان بھر کی تمام یونیورسٹیوں سے پیش پیش ہے۔ اس کی عدیم النظیر تعلیمی ترقی دیگر یونیورسٹیوں کیلئے تقلید و تتبع کا موجب بنی ہوئی ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی ہی ایک یونیورسٹی ہے۔ جس نے اپنے اعلیٰ نتائج اور طریق کار سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہر ملک کی تعلیمی ترقی اس اصول پر منحصر ہے۔ کہ ذریعۂ تعلیم اس کی اپنی زبان ہو۔ چنانچہ حال ہی میں ہندوستان کے مشہور ماہر ریاضیات ڈاکٹر رضی الدین صاحب نے عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبہ قدیم کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

> عثمانیہ یونیورسٹی کی ساری ترقی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اس یونیورسٹی نے اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم بنایا۔ یہ تجربہ اسقدر کامیاب ہوا ہے۔ کہ دوسری یونیورسٹیوں نے نہ صرف اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ اردو ہی بہترین ذریعۂ تعلیم ہے۔ بلکہ یہ یونیورسٹیاں عثمانیہ یونیورسٹی کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔
>
> "لکھنؤ یونیورسٹی بھی ۱۹۴۳ء سے بی۔اے اور بی ایس سی تک اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم بنا رہی ہے۔ اس فیصلے کا بڑا باعث عثمانیہ یونیورسٹی کے وہ شاندار نتائج ہیں۔ جن سے لکھنؤ یونیورسٹی متاثر ہوئی۔"

ہندوستان بھر کی یونیورسٹیوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک وہ اپنے ملک کی واحد و مشترکہ زبان اردو کو ذریعۂ تعلیم نہیں بنائینگی۔ ان کا خواب ترقی کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ان کیلئے لازم ہے۔ کہ عثمانیہ یونیورسٹی کی کامیاب مثال کی پیروی کر کے گوہر ترقی سے اپنا دامن مقصود بھر لیں۔

خانگی مدارس

محکمۂ تعلیمات کی سفارش پر حکومت سرکار عالی نے ان قواعد

میں بعض ترمیمات منظور فرمائی ہیں۔ جو ممالک محروسہ میں خانگی مدارس قائم کرنے سے متعلق ہیں۔

ترمیم شدہ قواعد کی رو سے مدارس تحتانیہ اور وسطانیہ کے قیام کے لئے اب محکمہ تعلیمات کی اجازت قبل از قبل حاصل کرنی لازم نہ ہوگی۔ لیکن مدارس فوقانیہ سے متعلق جو شرط مقرر ہے۔ وہ بدستور قائم رہے گی۔ یعنی ان کے قیام کیلئے محکمہ سرکار (صیغہ تعلیمات) کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہوگی۔ مدرسہ تحتانیہ یا وسطانیہ کے بانی یا بانیاں کے لئے یہ ضروری ہوگا۔ کہ وہ ایسے ادارے کے قیام کی نسبت پندرہ روز کے اندر اندر محکمہ تعلیمات کے متعلقہ افسر کو مطلع کریں۔ اور ایک مقررہ فارم پر ادارے کے اغراض و مقاصد نصاب اور دوسرے متعلقہ امور کے بارے میں تفصیلات مہیا کریں خانگی مدرسوں کے منتظمین پر یہ بھی لازم ہوگا۔ کہ وہ متعلقہ افسر کے پاس داخلے وغیرہ کے سالانہ اعداد و شمار پیش کریں۔

حکومت کی جانب سے ایک اہم شرط یہ عائد کی گئی ہے کہ ایسے مدارس کے نصاب کی تشکیل میں یہ احتیاط برتی ہوگی کہ وہ ان سے ایسے تمام سیاسی یا غیر سیاسی مضامین خارج رہیں۔ جن سے فرمانروا یا خانوادہ آصفیہ یا حکومت سرکار عالی کے متعلق غیر وفاشعارانہ احساسات کے پیدا ہونے یا ان کے بڑھنے کا امکان ہو۔ نیز یہ کہ ایسے تمام مذہبی مضامین کو بھی شامل کرنے میں انتہائی احتیاط برتی جائے گی۔ جن سے اعلیٰحضرت بندگان عالی کی رعایا کے کسی طبقے کے مذہبی احساسات کے مجروح ہونے کا امکان ہو۔

محکمہ تعلیمات کے افسروں کو اس کا حق حاصل رہے گا۔ کہ وہ ہر قسم کے خانگی مدارس کا معائنہ کریں اور ایسے مدارس کے منتظمین پر یہ لازم ہوگا۔ کہ وہ معائنہ کے لئے جملہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔

پرائمری مدارس

سلطان العلوم ہر اعلیٰ خسروانہ پرائمری مدارس کی ترقی تعالی کیلئے خاص طور پر گرانقدر رقوم سے دستگیری فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے ازرہ معارف نوازی ضلع رائچور میں پرائمری تعلیم کے نظام کو ترقی دینے کیلئے ایک لاکھ چھ دہ ہزار روپے کی رقم منظور فرمائی ہے۔ جس سے ضلع بھر کے پرائمری سکولوں کیلئے بیس نئی عمارتیں بنائی جائیںگی۔ اور ان میں سے پانچ عمارتیں طالبات کے سکولوں کیلئے ہونگی۔ زندہ باد حضور نظام پائندہ باد دولت آصفیہ۔

قلمرو آصفیہ میں فرقہ وارانہ تعلقات

حیدرآباد پولیس کی ایک رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حکومت کے حکام و عمال کی مصلحت اندیشی، دور بینی اور اخلاق و اعمال حسنہ کی وجہ سے قلمرو آصفیہ میں فرقہ وارانہ تعلقات نہائت خوشگوار ہیں۔ اور روزافزوں اتحاد و یگانگت کی رو پیدا ہو رہی ہے چنانچہ رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ مختلف اقوام کے باہمی تعلقات پہلے کی نسبت بہت خوشگوار ہیں۔ حوادث کی تعداد دن بدن کم ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت نظام نے عوام اور حکام کے مابین روابط و ضوابط پیدا کرنے کیلئے تجویز کی ہے۔ کہ ہر ضلع میں سالانہ کانفرنسیں ہوا کریں جس میں ضلع کی ضروریات پر غور کیا جائیگا اور یہ ضرورتیں حکام و عوام کے تعاون سے پورے کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ یقیناً یہ تجویز نہائت موثر و مفید ثابت ہو گی۔ دیگر ریاستوں کے لئے یہ تجویز قابل تقلید ہے۔

قومی زبان

ہندوستان میں زبان کا مسئلہ ایک لطیفہ بنا ہوا ہے۔ اور ہر شخص اپنی زبان کو دوسری زبان پر ترجیح دینے کیلئے تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر اپنے خیال کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں پروفیسر امرناتھ جھا نے "ہندوستان کی قومی زبان" پر کہا کہ

"صرف ہندی ہی ہندوستان کی قومی زبان ہو سکتی ہے کیونکہ یہ سنسکرت سے نکلی ہے۔ اور ملک کے تمدن و تہذیب کی حامل ہے۔"

ڈاکٹر تاراچند اس کی تردید میں "لیڈر" الہ آباد میں لکھتے ہیں کہ

"وہ جدید ہندی جس کو پروفیسر امرناتھ جھا نے ہندوستان کی قومی زبان قرار دیتے ہیں۔ ہرگز سنسکرت سے نہیں نکلی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ موجودہ قومی زبانوں میں سے کوئی بھی سنسکرت سے مشتق نہیں۔"

آگے چلکر ڈاکٹر صاحب نے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اردو زبان میں ہندوانی زندگی کے تمام پہلو پیش کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اپنشد۔ بھاگوت گیتا۔ سمرتی۔ رامائن۔ مہا بھارت۔ پران وغیرہ سب کتابوں کے ترجمے اردو زبان میں ہو گئے ہیں۔ اردو ادب سے کامل آگاہی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ اجنبی یا بدیسی ہونے کا یہ الزام کتنا ظالمانہ اور غلط ہے۔ نظم اور نثر دونوں کی کتابیں زبان حال سے اس الزام کی تردید کر رہی ہیں۔

پروفیسر صاحب کے اس قول سے متعلق کہ "ہندی کو ہندوستان کی تمام بڑی بڑی زبانوں سے نسلی تعلق ہے۔" ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "یہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ پھر دراوڑی زبانوں کے باب میں کیا کہا جائیگا؟ کیا اردو کا پنجابی سے ویسا ہی تعلق نہیں۔ جیسا ہندی کا پنجابی سے ہے"؟

اس کے بعد "ہندوستانی" پر پروفیسر صاحب کی رائے زنی کی نسبت ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ "ہندوستانی" کو برا بھلا کہنے میں انہیں خاص لطف آتا ہے۔ ایک بار انہوں نے "ہندوستانی" کو "دوغلا" جانور کہا تھا۔ اب وہ اسے ایک "مضحکہ خیز زبان" کہتے ہیں۔ عجب حیرت ہے کہ ان کے ذہن میں ہے کیا۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ دنیا کی کوئی زبان غیر مخلوط نہیں۔ اور خود ان کی محبوب زبان ہندی قدیم اور جدید دونوں صورتوں میں عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ پرتگالی دراوڑی۔ منڈا اور چینی الفاظ کی سرمایہ دار ہے"۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "اردو اور ہندی کو دو مختلف زبانیں ثابت کرنے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ سنسکرت ملی ہندی کا پروپیگنڈا کوئی صحت پرور قومی تحریک نہیں۔ کیونکہ اس سے علیحدگی کی پالیسی میں مدد ملتی ہے۔ ہندوستان کی مشترکہ لنگوا فرینکا میں ہندوستانی قومیت کے تمام اجزاء کی نمائندگی ہونی چاہیئے۔ اور اسی لئے ہر وہ کوشش ناکام رہے گی۔ اور تفرقہ برپا کریگی۔ جو ایسی زبان کو ملک کی قومی زبان بنانے کیلئے کی جائیگی۔ جس کی بنیاد ایک مخصوص تمدن کی روایات پر ہو"۔

"انہیں مشکلات کا اعتراف کر کے انڈین نیشنل کانگریس نے "ہندوستانی" کو ہندوستان کی قومی زبان کے طور پر اختیار کیا۔ پنڈت جواہرلال نہرو نے دقتوں کو صاف صاف محسوس کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"مجھے اب ذرا بھی شبہ نہیں کہ ہندی اور اردو کو

ایک دوسرے کے زیادہ قریب آجانا چاہیئے۔

حال ہی میں گاندھی جی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ :-

میں ایک ایسی انجمن بنانا چاہتا ہوں۔ جس کے
ارکان دونوں بولیاں اور دونوں رسم خط سیکھیں
اور اس کا پروپیگنڈا بھی کریں۔ اور یہ سب
اس امید پر کہ بالآخر دونوں ملکر "ہندوستانی"
کے نام سے ایک بین صوبائی زبان بن جائے
پھر مساوات یہ نہ ہوگی۔ کہ ہندی۔ اُردو =
ہندوستانی بلکہ یہ ہوگی کہ ہندوستانی = ہندی
اُردو ۔"

اس ساری معرکہ آرا بحث پر ناقدانہ اور محققانہ نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت آئینہ ہو جاتی ہے۔ کہ جو تنگ نظر لوگ ہندی کو سنسکرت کے بھاری بھر کم الفاظ سے گراں بار کر کے اسے ہندوستان کی مشترکہ زبان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ ملک و قوم کے بدترین دشمن ہیں۔ اور اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارنے کی خطرناک غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ایسے تعصب کیش لوگوں پر واضح رہنا چاہیئے۔ کہ " اُردو" جس کا صحیح ترجمان نہ "ہندی" کا لفظ ہے نہ ہندوستانی کا اب ترقی اس بام بلند پر پہنچ چکی ہے۔ کہ کسی فرقہ وار کوشش کی کمند اسے گز ند نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ جس قدر شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی جائے گی۔ اس سے زیادہ تیز رفتار کے ساتھ وہ روح کمال کی منزلیں طے کرے گی۔

بینامی ایکٹ اور حکومت پنجاب

پنجاب اسمبلی کے بنائے ہوئے قانون بینامی ایکٹ کے خلاف پنجاب ہائیکورٹ میں درخواست دی گئی تھی جس پر ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا۔ کہ پنجاب اسمبلی اس قانون کے بنانے کی مجاز نہیں۔ اس پر پنجاب گورنمنٹ نے فیڈرل کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی۔ جس پر فیڈرل کورٹ نے کیس واپس ہائی کورٹ پنجاب کو بھیج کر ہدائت کی ہے۔ کہ ضروری تنقیحات وضع کر کے تمام امور متنازعہ کا فیصلہ عدالت سماعت کنندہ کرے۔

یہ خبر اخبارات میں پہنچی۔ تو ہندو اخباروں نے اسے غلط پیرائے میں پیش کر کے لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کی۔ کہ حکومت پنجاب کو شکست ہوئی ہے۔ اور بینامی ایکٹ کو فیڈرل کورٹ نے لغو قرار دیا ہے۔ بحالیکہ فیڈرل کورٹ کے ایک جج نے اپنا فیصلہ الگ لکھا ہے۔ جس میں یہ قرار دیا ہے کہ بینامی ایکٹ جائز ہے۔ اور حکومت پنجاب کی اپیل منظور ہونی چاہیئے۔ تمام عدالتوں کا خرچہ فریق ثانی پر ڈالا گیا ہے۔ باقی دو ججوں نے جن کا فیصلہ فیڈرل کورٹ کا فیصلہ متصور ہوگا۔ مذکورہ بالا ہدایات کے ساتھ کیس واپس بھیج دیا ہے۔ کیونکہ پنجاب ہائی کورٹ نے تنقیحات قائم نہیں کی تھیں۔

ہندو اخباروں کی جرأت قابل ملاحظہ ہے۔ کہ انہوں نے ایک واضح خبر کو توڑ مروڑ کر اصل کے بالکل برعکس بنا دیا۔ اور کم از کم ایک آدھ دن کے لئے اپنے آپ کو تسلی دے لی۔

دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ ارسال کریں۔ ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔ (مینجر)

اصلاح الاخلاق والاعمال

وحدت و اخوت | حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحدت ومحبت کی خوبیاں بیان کیں۔ اور بنہایت موثر انداز میں ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضاً وَ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

(صحیح بخاری)

ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے۔ جیسے بنیاد کی اینٹیں کہ ایک سے دوسری کو قوت ملتی ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں بن سکتا۔ جبتک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی بات پسند نہ کرے۔ جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔ کہ وحدت ومحبت ایک افضل ترین نعمت ہے۔ مسلمان جب تک اس نعمت کی قدر کرتے رہے۔ فائز المرام رہے۔ لیکن جب سے انہوں نے اس نعمت کو ٹھکرایا ہے۔ وہ ہر جگہ ذلیل وخوار ہیں۔ کیسا پُرکیف تھا وہ زمانہ جبکہ مسلمان آپس میں متفق ومتحد تھے۔ اور آفتابِ اخوت کی شعاعیں مشرق سے مغرب تک حکومت کر رہی تھیں۔ اسلامی شان وشوکت اور اسلامی سطوت وعظمت کے سامنے ساری دنیا کی قوتیں ہیچ اور تمام عالم کی طاقتیں سرنگوں تھیں۔ لیکن آہ کہ آج مسلمان باہمی جنگ وپیکار میں مشغول ہیں۔ اور درس اخوت کو بھول گئے۔

آج مسلمانوں کا ہر گروہ اور ہر طبقہ نفس پرستی میں معروف ہے اور ہر شخص اپنے اندر یہ ناجائز خواہش رکھتا ہے۔ کہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل کرکے خود عزت دار بن جائے اور اپنے ذاتی فائدے کے لئے اپنے بھائی کو نقصان پہنچا دے۔ اب مسلمانوں کا امتیازی شعار وحدت ومحبت نہیں بلکہ عداوت ودشمنی ہے۔ اسی چیز نے ان کو تباہ کیا ہے۔ اور اسی نے اسلامی عمارت کو گرایا ہے۔ پھر کیا اب یاس وناامیدی کا وقت آگیا۔ اور کیا ہم کو امید کی نگاہیں بند کر لینی چاہئیں۔ ہرگز نہیں ہم ناامید نہیں ہوسکتے۔ ہم کو یقین ہے کہ مسلمان جلد اپنے اہم ترین فرض کو محسوس کریں گے۔ اور جلد از جلد اصلاح واتحاد کی طرف متوجہ ہوں گے۔ یہ زمانہ اتحاد واتفاق کا ہے۔ اب وہی قوم فائز المرام ہوسکتی ہے۔ جو اتحاد کی قدر وقیمت جانتی ہے۔ عزیز دوستو! متفق ہو جاؤ۔ اور ظاہری ماتم نہ کرو۔ یاد رکھو۔ رونے سے مردہ زندہ نہیں ہوتا۔ افسوس اور غم کھانے سے کوئی چیز نہیں ملا کرتی۔ سینہ کوبی اور خوں فشانی سے مصیبتیں نہیں ٹلا کرتیں۔ بلکہ عمل وکوشش سے انسان کامیاب ہوسکتا ہے۔ پس اتفاق واتحاد قائم کرو۔ اور اپنی تباہ شدہ عظمت حاصل کرو۔ تم میں سے ہر شخص کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بھائی کی حمایت وحفاظت کرے۔ اور اس کی اعانت کیلئے اپنی ساری طاقت قربان کردے۔ اس کی زندگی اپنی زندگی اور اسکی تباہی اپنی تباہی سمجھے۔ جس دن مسلمانوں میں یہ احساس پیدا

ہو جائے گا۔ اسی روز دنیا دیکھ لیگی کہ اسلام کی اصلی صورت کیا ہے۔ اور مسلم قوم کسقدر با عظمت قوم ہے۔ خدا کرے آپ جلد از جلد اپنے فرض کو محسوس کریں۔

اصلاح اخلاق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات مسلمانوں کو اصلاح اخلاق کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ایک دن ایک تقریر میں فرمایا:۔

اَیُّھَا الْمُسْلِمُوْنَ! اِجْتَنِبُوْا مِنَ الظَّنِّ فَاِنَّ الظَّنَّ اِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَکُوْنُوْا مِنَ الصَّالِحِیْنَ۔

(صحیح بخاری)

مسلمانو! حتی الامکان بدگمانی سے اجتناب کرو۔ بیشک بدگمانی گناہ ہے۔ اور دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ اور آپس میں بغض وعناد نہ رکھو۔ اور متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

امام شیخ عبدہٗ محدثؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدگمانی سے بچنے کا حکم اس وجہ سے دیا ہے کہ فی الحقیقت اکثر بدگمانیاں بے اصل و بے بنیاد ہوتی ہیں۔ اور بے اصل بدگمانی یقیناً معصیت ہے۔ اور خواہ مخواہ کی بدگمانی یقیناً معصیت ہے۔ اور خواہ مخواہ کی بدگمانی اور عیب جوئی کا لازمی نتیجہ بغض وعناد ہے۔ اور بغض وعناد کا نتیجہ باہمی جنگ و پیکار ہے۔ پس ہر سمجھدار انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ محتاط رہے۔ اور اپنے دل کو پاک وصاف رکھے کہ قلب اطہر پر عالم قدس کی تجلیاں پر تو فگن ہوتی ہیں۔ اور جو قلب صاف ہوتا ہے۔ وہ جلد نور معرفت سے معمور ہو جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

"رازِ امروز" آبتاؤں مسلمِ بے حس تجھے

لے سبق افسانۂ ماضی سے کر اس پر عمل
جتنی تیزی سے چلے یہ وقت اُسکے ساتھ چل

بزم عشرت سے نکل آ جلد گھبراتا ہوا
شعلۂ پوشیدہ کو یکلخت بھڑکاتا ہوا

لے کر آ میدان میں تیغ عمل ذوقِ یقیں
جیسے بپھرا یا ہوا اک شیر آ جائے کہیں

ساتھیوں کو ذوقِ خود داری عطا کرتا ہوا
ہر طبیعت کو سکوں نا آشنا کرتا ہوا

مُردہ دل رہنے نہ پائے ساتھیوں میں ایک بھی
اعتراف اغیار بھی کر لیں کہ ہے ہستی تری

بل تری تیوری پہ آ جائیں تو کانپ اُٹھے جہاں
غیظ میں دیکھیں تو تھرانے لگیں ہفت آسماں

تو اگر اسلاف کا بن جائے سچا جانشیں
رہنمائی حق ہے تیرا کوئی لے سکتا نہیں

چھین لے بڑھ کر جہاں سے رہنمائی کا علم
لطف جب ہے سب سے آگے پڑتے ہوں تیرے قدم

ورنہ مانگے سے تو اک ذرہ بھی مل سکتا نہیں
آستانِ غیر پر تا حشر رگڑ اکر جبیں

تذکرۃ الخلفاء

خلفائے بنی امیہ میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی فضیلت و عظمت کو کوئی نہیں پہنچتا۔ آپ صحیح معنی میں پیکر اسلام تھے۔ آپ کے پاکیزہ حالات پڑھکر خلفائے راشدین کے زمانے کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ذیل کا دلچسپ واقعہ پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ آپ تحمل و بردباری کے اعتبار سے کس رتبہ بلند پر فائز تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد حکومت میں بطام نامی ایک شخص بعض اختلافات کی بنا پر باغی ہوگیا۔ آپ نے اسے اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

ہمنے سنا ہے۔ کہ تمہاری بغاوت کی وجہ سنت کا احیاء اور سرکشی کا باعث اسلام کی حمایت ہے۔ ہمارا بھی یہی کام ہے۔ کہ اسلام کی حمایت کریں۔ اور سنت کے خلاف کوئی عمل نہ ہونے دیں۔ لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا۔ کہ ہم تم میں ایک مباحثہ و مناظرہ ہو جائے اگر ہم راستی پر نکلیں۔ تو تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہمارے آگے سر اطاعت خم کرو۔ اور اگر تم سچے ثابت ہو جاؤ تو ہم اس پر مناسب غور کریں۔

اس خط کے جواب میں بطام نے اپنے دو نمائندے روانہ کئے اور خلیفۃ المسلمین اور ان دونوں نمائندوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

خلیفۃ المسلمین۔ تم نے کس وجہ سے علم بغاوت بلند کیا؟

نمائندے۔ آپنے اپنے خاندان والوں کے اعمال کی مخالفت کر کے انہیں مظالم قرار دیا ہے۔ اگر وہ حق پر نہیں۔ تو کیا ان پر لعنت کرنا جائز نہ ہوگا؟

خلیفۃ المسلمین۔ تم راہ اعتدال اور صراط مستقیم سے دور جا پڑے۔ جب میں نے ان لوگوں کے اعمال کو مظالم قرار دیا اور ناجائز طریق سے جمع کیا ہوا مال ان سے چھین کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ تو اب لعنت کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر گناہ کرنے والوں پر لعنت بھیجنا فرض ہے تو بتاؤ فرعون جیسے بدترین مشرک و کافر کے لئے قرآن کریم اور حدیث شریف میں کہاں لعنت کا حکم ہے۔ یا تم نے کبھی اس پر لعنت بھیجی ہے؟

نمائندے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم نے اس پر کبھی لعنت نہیں کی۔ اور نہ ایسا کرنا فرض ہے۔

خلیفۃ المسلمین۔ اب تمہیں انصاف کرو کہ جب تم فرعون جیسے دشمن حق اور خدائی کے دعویدار پر لعنت نہیں کرتے۔ تو میں ایسے لوگوں پر لعنت کرنا کیوں روا رکھوں۔ جو روزہ و نماز کے پابند ہیں۔ کیا ان کیلئے یہی سزا کافی نہیں۔ کہ میں نے اس امر کے باوجود کہ وہ میرے اپنے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا مال اسباب خزانۂ عام میں داخل کر دیا ہے۔ اسلام نے مجرموں کیلئے حد شرعی مقرر کی ہے۔ لعنت و لفرین کے لئے کہیں حکم نہیں دیا۔

نمائندے۔ آپ کا فرمانا بجا ہے۔ لیکن مناسب ہے۔ کہ آپ ان سے علیحدہ ہو جائیں۔

خلیفۃ المسلمین۔ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدوں کو تلوار کے

گھاٹ اُتارا۔

ان کا مال لے کر اسے مال غنیمت میں شامل کیا۔ ان کے مردوں اور عورتوں کو قید کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں ان میں سے اکثر قیدی فدیہ لے کر چھوڑ دیئے کیا تم ان سے علیحدہ ہو گئے ؟

نمائندے۔ نہیں۔

خلیفۃ المسلمین۔ اہل کوفہ نے نہروان والوں پر جو تمہارے بزرگ تھے۔ حملہ کیا اور بصرہ والوں نے حملے کے علاوہ قتل و غارتگری بھی کی۔ کیا تم ان دونوں جماعتوں سے علیحدہ ہو گئے؟

نمائندے۔ نہیں۔

خلیفۃ المسلمین۔ تم نے اختلاف اعمال کے باوجود کسی کو نہ چھوڑا۔ پھر مجھے کس بنا پر مجبور کرتے ہو۔ جو شخص خدا کو ایک اور اس کے نبیؐ کو رسول برحق جانے۔ وہ خدا و رسولؐ کے امن میں تو آجائے۔ لیکن تم لوگ اسے امن دینے سے انکار کرو۔ یہ احیائے سنت ہے۔ یا اس کی ہلاکت کا سامان ہے ؟

نمائندے۔ اچھا اگر کوئی شخص دیدہ و دانستہ اپنے بعد ایسے شخص کو جانشین مقرر کرے۔ جو ظالم ہو اور خلافت کے ناقابل۔ تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

خلیفۃ المسلمین۔ میری رائے میں ایسا شخص خطاکار ہے

نمائندے۔ یزید بن عبدالملک ظالم اور فاسق و فاجر ہے اور آپ ایسے شخص کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے دینی و دنیوی کاموں کا مختار بنانا چاہتے ہیں۔

خلیفۃ المسلمین۔ میں نے اسے ولی عہد مقرر نہیں کیا بلکہ یہ میرے پیش رو خلیفہ کا کام ہے۔ تم بھی اس سے بخوبی آگاہ ہو۔

نمائندے۔ ہاں۔ ہم آگاہ ہیں۔ لیکن اب ہم یہ جاننے کے خواہشمند ہیں۔ کہ کیا آپ کے نزدیک بھی اس کی جانشینی حق بجانب ہے۔

اس پر خلیفۃ المسلمین آبدیدہ ہو گئے اور دیر تک خاموش رہے۔ جس سے مراد یہ تھی۔ کہ وہ دل سے اس کے حامی نہیں تھے مگر فساد و خونریزی کے سبب سے اس کا کھلم کھلا اظہار بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ آخر نمائندوں نے بالاتفاق کہہ دیا۔ ہمارا اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ آپ خلیفہ برحق ہیں۔ اور آپ کا قول و فعل کتاب و سنت کے مطابق ہے۔ ہم اس آزادانہ طریق گفتگو کے لئے معذرت چاہتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ آپ نے بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود ہماری تمام گفتگو تحمل و بردباری سے سُنی۔

یاددہانی

جن معاونین کرام کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ از رو حمیت قومی سال آئندہ کے لئے اپنا زرچندہ بصیغہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور کریں۔ ایک ہفتہ کے انتظار کے بعد ان حضرات کی خدمت میں وی پی ارسال کئے جائیں گے۔ جن کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہو گا۔ الفریش کی اعانت آپ کا قومی فرض ہے

(منیجر)

تذکرۃ العارفین

جلوۂ یزدانی کی دیوانی

سرآمد عارفان حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ رات کو مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ دل ایسا بے چین تھا کہ کسی پہلو اور کسی صورت تسکین پذیر نہیں ہوتا تھا۔ اس اضطراب و قلق کا نتیجہ یہ ہوا کہ نماز تہجد سے بھی محروم ہوا۔ فجر کی نماز پڑھ کر گھر سے نکلا۔ اور باغ و صحرا میں گشت کرنے لگا۔ تاکہ دل کو سکون ہو اور طبیعت کا انقباض دور ہو۔ لیکن کسی جگہ آرام و انبساط میسر نہ ہوا۔ آخر کار شفاخانہ میں پہنچا۔ تاکہ بیماروں کے معائنہ سے دل بیمار کو کچھ تسلی ہو۔ چنانچہ اس خیال میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور میں نے دل میں شگفتگی اور سینہ میں کشادگی محسوس کی۔ میں بیماروں کو دیکھ رہا تھا کہ میری نگاہ ایک حسینہ پر پڑی۔ سبحان اللہ کیا صورت تھی۔

روئے او عکسے از چراغ حرم ۔ قد او گلبنے ز باغ ارم

زلف او دام راہ رہ طلباں ۔ لعل او کام جانِ خشک لباں

چشم او چشمۂ خیز فتنۂ ناز ۔ خال او تخم شوق اہلِ نیاز

لباس فاخرہ اور زیورات بیش بہا نے حسن و جمال میں اور بھی چار چاند لگا دیئے تھے۔ لیکن ان تمام قدرتی عطیوں کے باوجود پھول سے رخسار سے زرد اور نرگسی آنکھیں پر آب تھیں گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں زنجیریں ظاہر کر رہی تھیں کہ حسنِ بے مثال جنونِ محبت میں گرفتار ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت سقطی رح حیران رہ گئے۔ اور آپ نے بیمارستان کے داروغہ سے اس حسینہ کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا۔

یہ ایک کنیز ہے۔ چند روز سے دیوانی ہوگئی ہے۔ اور اس کے مالک نے شفاخانہ میں مقید کیا ہے۔ تاکہ علاج وغیرہ سے اسکی حالت میں تغیر پیدا ہو۔ حضرت سقطی رح اور داروغہ کی گفت گو سن کر مجنونہ بے اختیار رو پڑی۔ اور جب گریہ گلوگیر سے فرصت پائی تو غمگین سروں میں یہ اشعار گانے لگی۔ جس کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

(لوگو! میں دیوانی نہیں ہوں۔ میں تو اس کی سرشار ہوں اور میرا دل فریاد کناں ہے)

(تم نے مجھے ہتھکڑیاں پہنا رکھی ہیں۔ حالانکہ اس کے سوا میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ کہ اس کی محبت میں سرگرم و سرگشتہ ہوں) تم جس بات میں میری بھلائی سمجھ رہے ہو۔ وہ میرے حق میں برائی ہے اور جس بات میں تم برائی سمجھ رہے ہو۔ وہ میرے حق میں بھلائی ہے)

حضرت سقطی رح فرماتے ہیں۔ کہ یہ دردناک اشعار سنکر میرا دل بے تاب ہوگیا۔ اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس حسینہ نے جب میری آنکھوں کو پرآب دیکھا تو کہا۔

حسینہ:- اے سقطی رح یہ رونا اس کی صفت پر ہے۔ کہ اگر کہیں اسکی ذات کو تم پہچانتے تو کیا ہوتا؟

حسینہ اتنا کہکر بیہوش ہوگئی۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئی تو حضرت سقطی رحنے کہا۔

حضرت سقطیؒ۔ لڑکی !

حسینہ۔ "ارشاد"

حضرت سقطیؒ۔ تم مجھے کیونکر جانتی ہو؟

حسینہ۔ میں اس سے واقف ہوئی تو پھر کسی سے ناواقف نہیں رہی۔

حضرت سقطیؒ۔ میں نے سنا ہے کہ تم محبت کا نام لیتی ہو آخر کس سے محبت کرتی ہو؟

حسینہ۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے آگاہ کیا۔ اور اپنی نوازشوں سے شکر گذار بنایا۔ جو دلوں سے قریب ہے اور سوال کرنے والوں کو جواب دیتا ہے۔

حضرت سقطی رح۔ تمہیں یہاں کس نے قید کیا۔

حسینہ۔ سقطی حاسد باہم مل گئے۔

یہ کہکر اس نے ایسا نعرہ مارا کہ دیکھنے والے اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ دیر کے بعد ہوش میں آئی۔ اور اپنے حسب حال اشعار پڑھنے لگی۔

حضرت سقطی رح فرماتے ہیں۔ کہ میں نے شفاخانہ کے داروغہ سے کہا کہ اسے رہا کردو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب طوق وزنجیر کو دور کر دیا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا۔

حضرت سقطیؒ۔ لو اب تم آزاد ہو جہاں چاہو جاؤ۔

حسینہ:۔ اے سقطیؒ میں کہاں جاؤں۔ میرا کہیں ٹھکانا نہیں۔ جو شخص میرا محبوب ہے۔ اس نے مجھے اپنے ایک غلام کا مملوک بنا رکھا ہے۔ اگر میرا مالک رضامند ہو تو جا سکتی ہوں۔ ورنہ صبر کے سوا چارہ کار نہیں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ یکایک کنیز کا مالک شفاخانہ میں آگیا۔ اور اس نے داروغہ سے پوچھا کہ تحفہ (اس حسینہ کا نام) کہاں ہے؟ داروغہ نے کہا کہ شفاخانہ میں موجود ہے۔ اور حضرت سری سقطیؒ کے روبرو حاضر ہے۔ مالک یہ سنکر خوش ہوا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کمال تعظیم و احترام کا اظہار کیا۔ حضرت ممدوحؒ نے فرمایا کہ تم نے میری تسلیم میں اسقدر مبالغہ کیا حالانکہ یہ کنیز مجھ سے بہتر ہے۔ اور مجھ سے زیادہ تعظیم کی مستحق ہے۔ تم نے اسے کیوں مقید کر رکھا ہے۔

مالک۔ جناب عالی یہ دیوانی ہو گئی ہے۔ عجیب عجیب باتیں کہتی ہیں۔ جو عقل میں نہیں آتیں۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ نہ سوتی ہے۔ ہر وقت روتی ہے۔ اور ہم لوگوں کو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ افسوس یہی میرا تمام سرمایہ ہے۔ میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ سب اسکی قیمت میں صرف ہو گیا۔ حضرت میں نے بیس ہزار درہم میں خرید کیا تھا۔ اور امید تھی کہ اس کے اوصاف کی بنا پر کافی منفعت کے ساتھ اسے فروخت کرونگا۔ لیکن اب نظر آرہا ہے۔ کہ منافع تو درکنار اصل رقم سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

حضرت سقطیؒ۔ اس میں اوصاف کیا ہیں؟

مالک۔ جناب عالی یہ اعلیٰ درجے کی گانے والی ہے۔

حضرت سقطیؒ۔ اس کی یہ حالت کب سے ہے؟

مالک۔ ایک سال سے۔

حضرت سقطیؒ۔ اس حالت کی ابتدا کیونکر ہوئی؟

مالک۔ حضرت ایک دن عود اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور اپنے مستانہ انداز میں اشعار گا رہی تھی۔ جب اس شعر پر پہنچی۔

اے وہ شخص جس کے سوا میرا کوئی آقا نہیں میں دیکھتی

ہوں کہ تو نے مجھے دوگنوں میں غلام بنا کر چھوڑ دیا ہے۔

اس شعر کا ختم کرنا تھا۔ کہ اس کا حال متغیر ہو گیا۔ عود توڑ کر پھینک دیا۔ اور زار زار رونے لگی۔ چند روز تک ہم یہ سمجھتے رہے۔ کہ شائد کسی نوجوان پر فریفتہ ہے۔ لیکن یہ بات غلط ثابت ہوئی۔

حضرت سقطیؒ۔ اچھا اس کی قیمت میرے ذمہ ہے۔ اور منافع بھی دونگا۔

مالک۔ (متحیرانہ) آپ درویش ہیں۔ آپ کے پاس روپیہ کہاں سے آیا۔ کہ اس کی قیمت ادا کریں؟

حضرت سقطیؒ۔ تم گھبراؤ نہیں اس جگہ موجود رہو میں اس کی قیمت لے کر آتا ہوں۔

یہ کہکر حضرت سری سقطیؒ شفاخانہ سے واپس چلے آئے حضرت کے پاس ایک بھی درم نہ تھا۔ تمام رات گریہ وزاری اور مناجات اور دعا میں بسر کی۔ ابھی آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا کہ کسی شخص نے دروازہ پر دستک دی۔ حضرتؒ نے دروازہ کھول دیا۔ اور آنے والے سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میرا نام احمد مثنیٰ ہے۔ میں نے غیب سے آواز سُنی کہ پانچ بدرے سری سقطی رحہ کے پاس پہنچاؤ۔ چنانچہ میں رقم مذکور لے کر حاضر ہوا ہوں۔

حضرت سقطیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور روپیہ لے کر شفاخانہ پہنچا۔ داروغہ نے مجھے مرحبا کہا۔ اور کہا کہ میں نے صدائے غیب سنی جس سے تحفہ کی مقبولیت اور عظمت کا حال مجھے معلوم ہوا۔ اسی اثناء میں کنیز کا مالک آ پہنچا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا رواں دیکھ کر حضرت سقطیؒ نے فرمایا۔ کہ تو غمگین نہ ہو۔ میں کنیز کی قیمت ہمراہ لایا ہوں۔ اور ہزار درم قیمت کے علاوہ بطور منافع بھی ہیں۔ لیکن اس شخص نے انکار کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اچھا دس ہزار درم منافع لو۔ لیکن بدستور انکاری رہا۔ آخر حضرت نے کہا۔ کہ اچھا قیمت کے برابر منافع لے لو۔ یہ سنکر مالک کنیز نے کہا کہ اگر ساری دنیا مجھے اس کے معاوضہ میں دی جائے۔ تو میں نہ لونگا۔ میں ہاتف غیب سے اس کا حال سن چکا ہوں۔ میں خالصاً لوجہ اللہ آزاد کرتا ہوں۔ اور خدائے رزاق پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یہ حالت دیکھ کر احمد مثنیٰ نے بھی اپنا تمام مال راہِ خدا میں دے ڈالا اور فقیر ہو گئے۔

الغرض جلوہ یزدانی کی ایک دیوانی نے کئی بندگانِ خدا کو واصل بحق کر دیا۔ تحفہ نے ان واقعات کے بعد لباس فاخرہ اتار دیا۔ اور ٹاٹ کے کپڑے پہنکر شفاخانہ سے باہر چلی گئی۔ اس کے بعد عرصہ تک کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔

ایک دفعہ حضرت سری سقطی رحہ۔ احمد مثنیٰ اور مالک کنیز کے ہمراہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ تو اسے حرم میں مشغول بحق پایا۔ اور اسی دن وہ راہی ملک بقا ہوئی۔ عبرت عبرت۔

این صفتہا و حالہائے شریف   کہ درینہا کتب شدہ تصنیف
ہمہ از بہر عشق بازئ تست   کہ شوی در طریق عشق درست

(الامان)

تذکرہ برادری

ندوۃ القریش کا اجلاس

سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کی مجلس عاملہ کا اجلاس حسب معمول ۱۰ مئی کو بروز اتوار منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد سیکرٹری صاحب نے سیٹھ سر عبداللہ ہارون صدر پراونشل مسلم لیگ سندھ کی ناگہانی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے تحریک کی۔ کہ آپ کیلئے کھڑے ہوکر دعائے مغفرت کی جائے۔ چنانچہ حاضرین جلسہ نے بخلوص دل مرحوم کیلئے مغفرت اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کی۔ ازاں بعد حسب ذیل قرار دادیں باتفاق رائے پاس ہوئیں۔

الف ۱۔ یہ اجلاس سر عبداللہ ہارون رئیس اعظم سندھ۔ رکن مرکزی اسمبلی کی ناگہانی وفات پر انتہائی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہوا بارگاہ رب العزت میں بخلوص قلب دعا کرتا ہے۔ کہ وہ پاک ذات مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

مرحوم ایک مخلص، مخیر، سرگرم قومی کارکن اور قابل اعتماد لیڈر تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک زبردست رکن اور سندھ میں مسلم لیگی علم کے محافظ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کو قومی خدمات کیلئے وقف رکھا۔ اور اپنی دنیوی جاہ و منزلت کو ان خدمات میں کبھی حائل نہ ہونے دیا۔ حجاج کو سہولتیں بہم پہنچانے کیلئے آپ نے جو شاندار خدمات انجام دیں وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مرکزی اسمبلی کے آپ رکن تھے۔ وہاں بھی آپ نے مسلمانوں کے مفاد کو پیش نظر رکھنے میں کبھی کوتاہی کی غرض بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ آپ کی وفات کی وجہ سے جو جگہ خالی ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے پُر ہونے کی صحیح معنوں میں بظاہر کوئی امید نظر نہیں آتی۔ خدائے تبارک وتعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے آمین!

۲۔ یہ اجلاس مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کورٹ کے اس فیصلہ کو جو اس نے قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو ایل ایل ڈی اور مولوی عبدالحق سیکرٹری انجمن ترقی اردو کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگریاں دینے سے متعلق کیا ہے بنظر استحسان دیکھتا ہے۔ اور ممدوحین کو ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے۔

۳۔ یہ اجلاس ملک معظم بالقابہٗ کے اس اعلان پر جو آنریبل خان بہادر سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کو اعزازی لفٹننٹ کرنل بنا دینے کے متعلق بارگاہ جہانبانی سے صادر ہوا ہے۔ تشکر و امتنان کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس اعزاز کیلئے مسٹر موصوف کو مبارکباد دیتا ہے۔

۴۔ یہ اجلاس حکومت پنجاب کے اس قانون کو جو حال ہی میں خانقاہوں، مزدوروں اور مقدس مقامات پر طوائفوں کے گانے بجانے اور ناچ رنگ کی ممانعت سے متعلق ہے۔ اور جسے ہز ایکسیلنسی نے منظور فرمالیا ہے۔ بنظر استحسان دیکھتا ہے چونکہ یہ قانون بہت سی بدعتوں اور خرابیوں کے انسداد کا موجب ہوگا۔ اس لئے یہ اجلاس حکومت کے اس اقدام پر انتہائی مسرت کا اظہار کرتا ہوا حکومت کے ارباب حل وعقد کی خدمت میں

ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

۵۔ بالاتفاق تجویز ہوا۔ کہ قراردادوں کی نقول متعلقہ حضرات کی خدمت میں برائے اطلاع اور جریدہ القریش کے دفتر میں بغرض اشاعت ارسال کی جائیں۔

ب۔ ۱۔ اس کے بعد سیکرٹری صاحب نے ایجنڈہ کے مطابق کارروائی شروع کرتے ہوئے اجلاس گذشتہ کی باقیماندہ درخواست ہائے رکنیت پیش کیں۔ جن میں سے ۹ درخواستیں بسفارش تشخیص سب کمیٹی منظور کی گئیں۔ اور ایک مسترد کر دی گئی۔ اور سیکرٹری صاحب کو ہدایت ہوئی کہ وہ جملہ حضرات کو باقاعدہ اطلاع دیدیں۔

۲۔ صدارت کی تحریک پر وہ مراسلات جو "رشتہ وناطہ میں دقتیں" کے تحت القریش میں شائع ہو چکے ہیں۔ برائے غور اجلاس میں پیش کئے گئے۔ حاضرین نے بغور سنا۔ کافی دیر تک مختلف پہلوؤں پر بحث وتمحیص ہوتی رہی۔ اور تجویز ہوا۔ کہ مسئلہ نہایت اہم ہے۔ لہذا اسے آئندہ اجلاس میں پھر پیش کیا جائے۔

۳۔ سیکرٹری صاحب نے کچھ خطوط و مراسلات اور ملحقہ جماعتوں سے موصولہ رپورٹیں پڑھ کر سنائیں۔ جن پر مناسب کارروائی کرنے اور مناسب جواب دینے کی ہدایت ہوئی۔

قریشی فضل الٰہی صاحب کے وہ مکتوب جن میں اہم قومی ضروریات کے پیش نظر ضلع راولپنڈی میں "ندوۃ القریش" کا اجلاس عام منعقد کرنے کیلئے باصرار تقاضہ کیا گیا تھا۔ پڑھے گئے سیکرٹری صاحب نے بعض مختص امور پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ زمانہ کی سبک رفتاری سے حالات روز افزوں رو بہ تغیر ہیں دنیا کچھ ایسے ہنگاموں سے دوچار ہے۔ کہ ہر شخص بے اطمینانی سی محسوس کر رہا ہے۔ انہی حالات کی وجہ سے دسمبر گذشتہ کے بعد مرکزی جماعت کا کوئی اجلاس منعقد نہیں ہو سکا۔ فرنٹیر قریش کانفرنس کے کارکنان نے اپنی پوری تیاریوں کے باوصف مجوزہ اجلاس ملتوی کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ انعقاد اجلاس کی واقعی اہم ضرورت ہے۔ قریشی صاحب موصوف نے بھی اپنے مکتوبات میں معقول دلائل پیش کئے ہیں۔ لہذا میں عرض کرونگا۔ کہ آج کے اجلاس میں اس مسئلہ پر غور کر لیا جائے۔ پیر غلام فرید صاحب ہاشمی نے فرمایا۔ کہ جلسہ کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں۔ لیکن موجودہ ماحول کا اقتضا یہ ہے کہ اس مسئلہ پر نہایت تدبر کے ساتھ غور کیا جائے۔ حاضرین میں سے دیگر حضرات نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور اخیر پر جناب صدر نے فرمایا۔ کہ اس معاملہ کو آئندہ ایجنڈہ میں درج کیا جائے۔ اور مقامی وغیر مقامی ممبران سے استصواب رائے کیا جائے۔

فلاح القریش فیض باغ

سیکرٹری صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ الحاج پیر شریف حسین صاحب کی تحریک پر انجمن کی طرف سے انسداد رسوم قبیحہ کا اقدام کیا گیا۔ پیر صاحب موصوف نے اپنے صاحبزادہ پیر اعجاز حسین کی شادی کی تقریب پر حاضرین سے استدعا کی۔ کہ وہ اپنے اپنے ہاں کی شادی وغمی کی ہندوانہ رسوم وبدعات کو ترک کرنے پر عملی قدم اٹھائیں۔ آپ کی تحریک پر ایک سب کمیٹی مرتب کیگئی اور ارکان انجمن کا فرض قرار دیا گیا۔ کہ وہ اس کیلئے مناسب کارروائی عمل میں لائیں۔ مختلف مقامات کا دورہ کرنے کے لئے مختص حضرات کا ایک وفد تجویز کریں۔ حاضرین نے اس تجویز کو بطیب خاطر قبول کیا اور جلسہ برخاست ہوا۔

رسوم بد قوم کیلئے بلائے بے درماں بنی ہوئی ہیں یعنی رسوم قبیحہ ہی اسراف بے جا کا موجب ہیں۔ اور نکبت وادبار

اور فلاکت و زوال کا منبع و سرچشمہ، لہذا باقتضائے ضرورت مناسب ہے کہ "ندوۃ القریش" سے ملحقہ تمام جماعتیں اس منبع کو کما حقہٗ بند کرنے کیلئے امکانی مساعی عمل میں لائیں۔ اس تحریک کیلئے پیر شریف حسین صاحب خصوصاً اور ارکین فلاح القریش عموماً قابل مبارکباد ہیں۔ خداوند کریم ان کے عزائم میں برکت دے۔ آمین!

استفسار

ماسٹر غلام نبی صاحب پرشین ٹیچر اینگلو ورنیکلر مڈل سکول چنی گوٹھ ریاست بہاولپور تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے قوم بوہرہ کی نسبی تحقیق کیلئے امور ذیل کا محققانہ و مورخانہ جواب مطلوب ہے۔ ناظرین القریش میں سے کوئی صاحب ان پر روشنی ڈالکر رہین منت فرمائیں۔

"خاکسار کا بزرگ (پردادا) اسمی لعل دین یا لعل محمد جس کو عرصہ تقریباً دوصد سال کا ہوا ہو گا۔ علاقہ ضلع جھنگ پنجاب سے ریاست بہاولپور تحصیل احمد پور شرقیہ علاقہ گوٹھ چنی آکر سکونت پذیر ہوا۔ اور بہت سے املاک حاصل کئے۔ اور ہماری قوم بوہرہ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس کی اصلیت معلوم نہیں ہوئی۔ کہ اس شاخ کا تعلق کس قوم یا ذات سے ہے۔ حسب و نسب کی صحیح تحقیق مطلوب ہے۔"

کتب تاریخ و نسب سے وسیع معلومات رکھنے والے حضرات قوم بوہرہ کے متعلق صحیح وقائع و حقائق تحریر کرکے ماسٹر صاحب کی رہنمائی کرکے تشکر و امتنان کا موجب ہوں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جنوری کی اشاعت میں ترسیل زرچندہ کا ان حضرات سے باصرار مطالبہ کیا گیا تھا۔ جن کا سال خریداری گذشتہ دسمبر میں ختم ہو گیا تھا۔ اور تاکید کی گئی تھی۔ کہ بہ جمیعت قومی اس نازک دور میں جبکہ کاغذ کی گرانی انتہا سے بڑھ گئی ہے۔ اور دس گنا زیادہ قیمت خرچ کرنے پر بھی میسر نہیں آتا۔ رقوم چندہ بصیغہ منی آرڈر ارسال کرکے مشکور کریں۔ لیکن دو چار احباب کے سوا کسی بھائی نے توجہ نہ دی۔ لہذا وی پی کا اجراء لازم ہوا۔ چونکہ اپریل کا رسالہ نکل چکا تھا۔ اور مئی کی اشاعت میں کافی عرصہ باقی تھا۔ اس لئے سنہ ۳۹ء کے باقی ماندہ پرچے اجرائے وی پی کی غرض سے استعمال کئے گئے۔ جس سے بعض حضرات کو کچھ شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ اس بارہ میں دو چار استفساریہ خطوط بھی موصول ہوئے۔ اور کچھ سوالات بھی دریافت کئے گئے۔ چونکہ ہر خط کا علیحدہ علیحدہ جواب دینا دشوار ہے۔ اس لئے گذشتہ پرچوں کے استعمال کا اصل سبب تحریر کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس سے مطمئن ہو جائینگے۔

اظہار تشکر

القریش کی مالی حالت عیاں راچہ بیان، اس پر کاغذ کی گرانی و نایابی بلائے بے درماں۔ مصائب کی ان بوقلمونیوں سے عہدہ برآ ہونا دشوار تر تھا۔ امداد و اعانت کی اپیلیں حسب توقع نتیجہ خیز نہ ہوئیں۔ اس لئے مجبوراً مخلص و مقتدر حضرات کی خدمتیں وی پی ارسال کئے گئے تھے۔ جو حضرات وی پی وصول فرماکر قومی حمیت کا ثبوت دیتے ہوئے ہمیں تشکر و امتنان کا موقعہ دیا۔ باقی حضرات بھی ازراہ کرم وصول کرکے مشکور فرمائیں

اور اپنے قومی جریدہ کو جاری رکھنے کے لئے ہماری اعانت سے عنداللہ ماجور ہوں۔ وباللہ التوفیق!

۱۔ شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی سب اوورسیر
۲۔ پیرزادہ محمد سلیم اسلم صاحب ایم۔ اے وکیل۔
۳۔ حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی
۴۔ چوہدری محمد احمد صاحب پنشنر تحصیلدار
۵۔ قاضی منظور حسین صاحب ہاشمی تحصیلدار
۶۔ سید احمد علی شاہ صاحب ایس۔ ڈی۔ او
۷۔ قریشی عبدالرشید صاحب صدیقی
۸۔ قریشی محبوب عالم صاحب رئیس اعظم آنریری مجسٹریٹ
۹۔ سردار غلام نبی خانصاحب عباسی۔ ایڈیشنل تحصیلدار
۱۰۔ سید اکرام الدین صاحب ترمذی۔
۱۱۔ قریشی جلال الدین صاحب رئیس اعظم بیرسٹرایٹ لاء
۱۲۔ قاضی مظفرالدین صاحب متین سپرنٹنڈنٹ
۱۳۔ پیر شبیر محمد صاحب شوکت (بدولہ) صدیقی۔
۱۴۔ قریشی حبیب الرحمٰن صاحب (طالب علم)

اِسلام کا لطفِ عام

(از ظفر علیخاں)

اسود و احمر کو پہنچا ہے پیام اسلام کا
ساری دُنیا کو ہے شامل لطف عام اسلام کا

بادہ نوشوں کو ہوا حاصل سرورِ سرمدی
رہتی دُنیا تک رہا گردش میں جام اسلام کا

ناتوانوں کو توانا کر دیا اسلام نے
پست کو بالا بنا دینا ہے کام اسلام کا

اپنے مہر و ماہ و انجم پر ہے نازاں آسماں
اس نے دیکھا ہی نہیں شائد نظام اسلام کا

اب بھی ہیں اسلام میں پنہاں ہزاروں ہیبتیں
کفر کانپ اُٹھتا ہے جب آتا ہے نام اسلام کا

موجِ تبسم

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے ساتھ کھجوریں کھا رہے تھے۔ اور اپنی گٹھلیاں حضرت علیؓ کی گٹھلیوں میں رکھتے جاتے تھے۔ جب کھجوریں کھا چکے۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ تم بہت زیادہ کھاتے ہو۔" حضرت علیؓ نے فوراً جواب دیا۔ "زیادہ کھانے والا وہ ہے۔ جو مع گٹھلی کے کھا جائے۔" آنحضرت بہت خوش ہوئے۔

ارسطو سے کسی نے پوچھا۔ "کیا وجہ ہے کہ اقبال کی رفتار تو بہت سست ہے۔ اور ادبار کی بہت تیز" ارسطو نے جواب دیا۔ "اقبال اوپر چڑھتا ہے۔ اور ادبار نیچے گرتا۔"

ابو الاسود ایک بڑا متقی شخص تھا۔ اتفاقاً وہ ایسے گاؤں میں چلا گیا۔ جہاں کے لوگ عقیدہ و مسلک میں اس سے اختلاف رکھتے تھے۔ وہ گاؤں کی ایک گلی میں سے گزر رہا تھا کہ اس پر چاروں طرف سے اینٹ پتھر برسنے لگے۔ وہ کہتا جاتا تھا۔ "بھائیو۔ مجھے اینٹ پتھر کیوں مارتے ہو؟" لوگوں نے کہا۔ "ہم نہیں مارتے بلکہ یہ خدا کی طرف سے تیرے اوپر برس رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "اگر خدا کی طرف سے برستے۔ تو ایک بھی خطا نہ جاتا۔"

کسی دولتمند نے اپنے ایک دوست سے جو طبیب تھا پوچھا۔ "کیا وجہ ہے کہ تمہارے منہ سے بدبو آتی ہے؟" طبیب نے کہا۔ "میں نے تمہارے عیب اپنے سینے میں چھپا رکھے ہیں۔ اور وہ میری سانس میں سرایت کر گئے ہیں۔"

ایک راجہ نے اپنے ملازموں سے پوچھا۔ "وہ کونسی چیز ہے جو پچھلے سال حاصل نہیں ہوئی۔ اور نہ موجودہ آئندہ سال میں اس کے حاصل ہونے کی امید ہی ہے؟" اس پر ایک حاضر جواب ملازم بول اٹھا۔ "حضور کے ملازموں کی تنخواہ" اس کا یہ اثر ہوا۔ کہ آئندہ راجہ ملازموں کی تنخواہ ماہ بماہ دیتا رہا۔

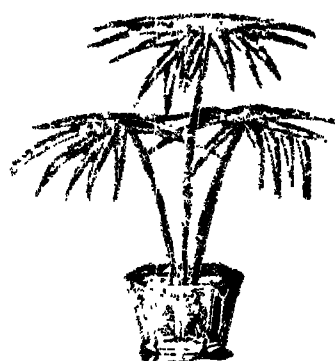
ایک ڈاکو سکندر اعظم کے دربار میں پیش ہوا۔ سکندر نے کہا۔ "تو امن عامہ میں خلل ڈالتا ہے۔ بتا تیری کیا سزا ہونی چاہیئے۔" ڈاکو نے جواب دیا۔ "میں نے تو دو چار دیہات میں خلل ڈالا ہوگا۔ اور جو تمام ملک کو الٹ پلٹ کر دے۔ اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیئے؟" بادشاہ نے سر نیچا کر لیا۔

ایک دفعہ ملّا دو پیازہ اعظم خاں کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو ملازم نے حقہ تازہ کر کے اعظم خاں کے آگے رکھا۔ اس وقت وہ ملا دو پیازہ سے پوچھنے لگے۔ حقے کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔ ملّا دو پیازہ نے کہا۔ یہ فعل عبث ہے۔ اور حقّہ پینا احمقوں کا کام ہے۔ مگر آپ کے لئے کچھ مضائقہ نہیں۔

---

۱۱ بازار امرتسر میں محمد علی توفیق پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا (ایڈیٹر محمد علی روفی)

Regd L. No. 1474.



Printed at the Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication Sharif Gunj, Amritsar.



القريش

Editor —

Mohammad Ali Raunaq

Annual Subscription [illegible] 4

عقیدت کے پھول

(از ماہر القادری)

نبی دوسرے پیشوا بن کے آئے — محمدؐ، مگر مصطفےٰ بن کے آئے
کہیں "قاب قوسین" کا راز کھولا — کہیں معنی "ھَل اَتیٰ" بن کے آئے
کہیں "لی مَعَ اللّٰہ" کا ساز چھیڑا — کہیں شرح "قالوا بلیٰ" بن کے آئے
کبھی عرش کے کنگروں کو سنوارا — کبھی شمع غارِ حرا بن کے آئے
کبھی محفلِ ابتدا کو سجایا — کبھی نقطۂ انتہا بن کے آئے
وہ مکّہ کی سختی وہ طائف کا منظر — محمدؐ خدا کی رضا بن کے آئے
امیروں کو رازِ اخوّت بتایا — غریبوں کے حاجت روا بن کے آئے
کہیں عفو و رحمت کے جلوے دکھائے — کہیں وہ نبرد آزما بن کے آئے
نجاشیؓ بھی خادم، ابوذرؓ بھی خادم — وہ سلطانِ شاہ و گدا بن کے آئے
کہیں بدر و خندق میں فوجیں لڑائیں — کہیں صلح کا سلسلہ بن کے آئے
کبھی دشت میں بکریوں کو چرایا — کبھی دہر کے پیشوا بن کے آئے
زمانہ کی سوکھی ہوئی کھیتیوں پہ — گھٹا بن کے برسے ہوا بن کے آئے

انہیں کی محبّت ہے ایمان ماہرؔ
جو کونین کا مدعا بن کے آئے

دَولتِ عبّاسیہ بہاولپُور

کے

محکمہ تعلیم کی معارف پروری

سرکاری مدارس میں "القریش" کا اجراء

خدائے قادر و توانا عزاسمہٗ و سبحانہٗ کے فضل و کرم اور سلطان ابن سلطان خاقان زمان، والا دودمان سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائینس شہریارِ دکن حرسہا اللہ عن الشر و الفتن کے تلطفات خسروانہ سے "القریش" یوم اجراہی سے متمتع ہو رہا ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں دولتِ عباسیہ بہاولپور کے محکمہ تعلیم نے از رہ معارف پروری اپنے مدارس کے نام القریش کا اجراء منظور فرما کر کارپردازان القریش کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ناظرین القریش و بہی خواہان قوم یہ سنکر مسرور ہونگے۔ کہ اب محکمہ موصوف نے بذریعہ حکم نمبری ۸۹-۴۰ مورخہ ۲۴ رجون سنہ ۱۹۴۲ء اس فہرست میں بیشقدر اضافہ فرما کر اپنی علم نوازی کا ثبوت دے کر ہمیں رہین احسان فرمایا ہے۔ الحمد للہ علی احسانہٖ

اس القریش نوازی کے لئے میں مصدر علوم و فنون عالیجناب میجر شمس الدین صاحب دام اقبالہٗ وزیر تعلیم اور انسپکٹر صاحب مدارس کی خدمت میں بخلوص دل ہدیہ سپاس و تشکر پیش کرنا اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں۔ اور داعی ہوں کہ خدائے برتر و اکبر دولتِ عباسیہ اس کے اولو العزم تاجدار اور قدر شناس وزراء و امراء کو اپنے حفظ امن میں رکھے۔ آمین ثم آمین!

رونق صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جون و جولائی ۱۹۴۲ء
جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۹ ——— نمبر ۵ و ۶

شذرات

مولوی فضل الحق کی پارٹی بازی

مولوی فضل الحق وزیر اعظم بنگال کچھ عرصہ سے ذاتیات کے مخمصوں میں الجھ کر مسلمانوں کے سواد اعظم سے کٹ کر اغیار سے جاملے ہیں۔ اب آپ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا شیرازہ منتشر کرنے اور اسلامیان ہند میں افتراق و تشتت کی وبا پھیلانے کے لئے ایک نیا ڈھونگ رچانے کی فکر میں ہیں۔ آپ نے ایک "پروگریسو مسلم لیگ" (ترقی پسند مسلم لیگ) کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل کا اعلان کیا ہے۔ اسکی ضرورت آپ کے بیان کے مطابق اس لئے لاحق ہوئی۔ کہ

موجودہ مسلم لیگ قطعی غیر اسلامی اور غیر جمہوری ہے اور ایک شخص واحد کی مرضی پر چل رہی ہے۔ جس میں عوام کی آواز کو قطعی دخل نہیں۔ آپ کا فتویٰ ہے کہ مسلم لیگ غنڈہ گردی اور شرارت کی موئدوحامی ہے۔ اور وطنی مفاد سے لاپرواہ ہے۔ (چنانچہ) اسلامی ہند کی سرکردہ جماعتیں اس میں شامل نہیں۔ اور نیز اس لئے کہ

مسلم لیگ کا قائد مصری فرعونوں سے بھی زیادہ سرکش مغرور اور خود پسند واقع ہوا ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ، ایک مولوی اور وزیر اعظم کی شان ملاحظہ کیجئے۔ اپنے رفقائے کار کے خلاف کس قدر غلاظت اچھال رہے ہیں۔ اور اس جماعت کے خلاف جس کے کل تک آپ رکن رکین ہونا فخر و مباہات کا موجب سمجھتے تھے۔ کتنی گندی ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اناللہ

پڑے خاک اس سلیقے پر لگے آگ ان قرینوں میں

آل انڈیا مسلم لیگ آج اس لئے غیر اسلامی اور غیر جمہوری جماعت ہے کہ اس نے شخصیت پرستی کو ایک لعنت خیال کرتے ہوئے فضل الحق صاحب کو ان کی بعض بدعنوانیوں اور بے اصولیوں کی پاداش میں جماعت سے خارج کر دیا۔ اور اصول و آئین کے پیش نظر بنگال کے وزیر اعظم کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی۔

آہ!

رزِ باغباں شد است کہ صیاد آں نکرد

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سنتے ہیں کہ پروگریسو مسلم لیگ کی تشکیل ہو چکی۔ اس کی آڑ میں افتراق بین المسلمین کیلئے تمام حربے آزمانے کیلئے وہ ہاتھ بروئے کار آئیں گے۔ جو اسلامی برادری سے کٹ کر ہندو مہاسبھا کے مشورہ پر نئی وزارتیں قائم کرنے اور کسی شیام پرشاد مکرجی کے ارشاد پر اسلامی جلسوں پر پابندیاں عائد کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

فضل الحق صاحب کو ایسے نازک اور پرآشوب دور میں جبکہ جنگ کی مہیب گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ اور اغیار فرزندان توحید پر طرح طرح کے ستم توڑنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیتے۔ پروگریسو مسلم لیگ کا فتنہ کھڑا نہیں کرنا چاہیئے تھا اگر انہیں کارپردازان لیگ سے وجہ عناد پیدا ہو گئی تھی۔ تو اسلام وقوم کی فلاح کے پیش نظر انہیں خاموشی اور صبر وتحمل سے کام لینا چاہیئے تھا۔

بہر نوع فضل الحق صاحب نے پروگریسو پارٹی کی تشکیل سے اسلامیان ہند کی نمائندہ جماعت پر ایک کاری ضرب لگانے کی صورت پیدا کر دی ہے۔ اور اسلامیان ہند نے اس کا خیرمقدم نفرت وحقارت سے بھی کر دیا ہے۔ فضل حق صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس قسم کی تیزیئے طبع کے نتائج جرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی کے سوا کچھ نہیں ہوا کرتے۔ مسلم لیگ خدا کے فضل سے اب ان مرحلوں کو اپنی احسن کارگذاری، نیک نیتی اور خلوص و ایثار کی وجہ سے طے کر چکی ہے۔ اور اس کی بام اس قسم کی کمند لیا سے بالاتر ہے۔ ویسے مولوی فضل الحق صاحب اپنا شوق پورا کریا اور اپنے مطلب کے آدمی تلاش کر کے انجمن اتحادی سے ذوق قیادت وسیادت پورا کرتے رہیں ؎

خار وخس جمع کرے نام نشیمن رکھدے
جس کو منظور ہو گلشن کا بیاباں کرنا

سرکاری دفاتر میں اُردو

اعلحضرت حضور خسرو دکن خلد اللہ ملکہٗ کی مجلس انتظامیہ نے ایک سرکلر تمام سرکاری اداروں کو ارسال کیا ہے۔ جس میں ہدایت کی گئی ہے۔ کہ برطانی ہند کے ساتھ خط وکتابت کے سوا جو انگریزی میں ہوا کرے۔ باقی تمام داخلی کاروبار اردو زبان میں ہو۔ ریاست کے اندر انگریزی زبان صرف اسی صورت میں استعمال ہوا کرے۔ جب کہ سٹیٹ ریلوے اور ریذیڈنسی کے ساتھ اصطلاحی امور زیر بحث ہوں یا کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں انگریزی زبان کا استعمال ناگزیر ہو۔

اس قسم کی ہدایات پہلے بھی جاری کی گئی تھیں۔ لیکن جن اداروں نے اس پر عمل نہ کیا۔ ان میں عثمانیہ یونیورسٹی بھی ہے۔ اسے اب تنبیہ کی گئی ہے۔

اعلحضرت تاجدار دکن کے جس قدر احسانات زبان اردو پر ہیں۔ وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائینگے۔ یہ تازہ اقدام اردو کی ترویج ترقی کے سلسلہ میں بہت مبارک فعل ہے ہم اس پر حضور نظام کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

مرکزی کونسل میں توسیع

والسرائے کی اگزیکٹو کونسل میں مزید توسیع کر دی گئی ہے جنگ کے آغاز میں یہ کونسل سات ارکان پر مشتمل تھی۔ جس میں چار ارکان آئی سی ایس کے یورپین آفیسر اور تین ہندوستانی ہوا کرتے تھے۔ جولائی ۱۹۴۱ء میں اس کونسل میں توسیع کر کے پانچ مزید ہندوستانی ممبر بھرتی کرلئے گئے۔ موجودہ توسیع میں اس کونسل کے ہندوستانی ارکان میں تین مزید افراد کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح ہندوستانی ارکان کی کونسل میں آئندہ

گیارہ غیر سرکاری ہندوستانی ممبر ہوں گے۔ اور چار یورپین ممبروں میں سے جو پہلے تمام کے تمام سرکاری یعنی آئی۔سی۔ایس کے افسر ہوا کرتے تھے۔ ایک یورپین ممبر غیر سرکاری بنا دیا گیا ہے۔ جسے ہندوستان کی یورپین اقلیت کا نمائندہ سمجھنا چاہیئے۔

گورنمنٹ آف انڈیا کا کام جو جنگ کے آغاز میں سات محکموں پر مشتمل تھا۔ جولائی ۱۹۴۱ء میں بارہ محکموں پر منقسم کر دیا گیا۔ اور محکمہ دفاع کو سر سٹیفورڈ کرپس کے فارمولا کے مطابق دو حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ اس طرح بارہ سے چودہ محکمے بنا کر چودہ ممبروں کو ان کا انچارج بنا دیا گیا ہے۔ اور پندرہ ممبر کو برطانیہ اور بحرالکاہل کی جنگی کونسلوں میں ہندوستان کی نمائندگی کے لئے بھیج دیا گیا ہے۔ جسے اس اعتبار سے کہ ان کونسلوں کا نمائندہ وائسرائے کی انتظامیہ کونسل کا ممبر ہی سمجھا جائیگا۔ حکومت ہند کا پندرھواں محکمہ سمجھنا چاہیئے۔

وائسرائے کی اگزکٹیو کونسل کی اس توسیع پر ملک بھر کے اہم اخبارات نے جو تبصرے شائع کئے ہیں۔ اور مقتدر سیاسی راہنما جو بیانات جاری کر رہے ہیں۔ وہ تمام کے تمام حکومت کے اس اقدام کو غلط اور تدبر کے منافی قرار دے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں بنگال کے سر عبدالحلیم غزنوی کا ایک بیان جو حال ہی میں شائع ہوا ہے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جس میں حکومت کے اس اقدام کو بحالات موجودہ فائدہ بخش ہونے کے بجائے خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ وائسرائے کی کونسل میں اس طرح غیر سرکاری ہندوستانی افراد کی بھرتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس سے تو بہتر یہی تھا۔ کہ حکومت کا کام جیسی بری بھلی شکل میں چل رہا تھا۔ اسی صورت میں چلایا جاتا۔ اور ردو بدل کے لئے کسی اچھے وقت کا انتظار کیا جاتا۔ جب تک کہ ملک کی رائے عامہ کا اعتماد رکھنے والی سیاسی جماعتوں کے ساتھ مفاہمت نہ ہو جاتی۔ سر عبدالحلیم غزنوی نے اس توسیع پر دوسرا بڑا اعتراض یہ کیا ہے۔ کہ اس توسیع کی بدولت کونسل میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب پچیس فی صدی سے گھٹا کر بیس فیصدی کر دیا گیا ہے جس کے باعث مسلمانوں کی رائے عامہ بہت پریشان ہوگی۔

ایک قابل اعتراض کتاب

"ایسٹرن ٹائمز" کے ایڈیٹر کی نظر سے ایک انگریزی کتاب Penguin کے سلسلہ کی گذری ہے۔ جس کا نام ہے۔

"Twelve Against Tng Gods"

صاحب موصوف نے اس کے متعلق ایک شذرہ قلمبند کر کے اس میں بتایا ہے۔ کہ اس کتاب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی کو ایسے رنگ میں پیش کیا ہے۔ کہ اس کو پڑھنے والا مسلمان یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ اگر کتاب کا مصنف سامنے آجائے تو اسے جان سے مار دوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر حملہ کرنے والے اس ملک میں بہت ہولناک نتائج بھگت چکے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مغربی دنیا کے مصنفین اس صورت حالات سے واقف نہیں۔ اور نہیں جانتے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مسلمانوں کے احساسات کیا ہیں۔ اور وہ حضور کی شان میں گستاخی دیکھ کر کس حد تک جا سکتے ہیں۔

ہم حکومت پنجاب اور حکومت ہند سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ اس کتاب کو فوراً ضبط کرے اور ہندوستان

میں اس کا داخلہ ممنوع قرار دے دے۔ نیز حکومت کو ایک
کمیٹی مقرر کرنی چاہیئے۔ جو اس قسم کی دل آزار کتابوں کے
داخلۂ ہندوستان کو روکے۔

آہ! سید توفیق سیدام

اسلامی دنیا نے اس خبر کو بڑے رنج والم کے ساتھ سنا
ہے۔ کہ حکومت جمہوریہ ترکیہ کے وزیر اعظم سید توفیق سیدام
حرکت قلب بند ہونے کے باعث اچانک راہی ملک بقا
ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم نے ۱۹۳۸ء میں
عنان وزارت عظمیٰ سنبھالی تھی۔ اتاترک رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال
پر جب غازی عصمت انونو نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ تو آپ
نے وزیر اعظم کا عہدہ سید مرحوم کے سپرد کیا۔ مرحوم نے جس خوش
اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے۔ وہ محتاج بیان نہیں
آپ ترکیہ کی سیاسی جماعت "خلق فرقہ سی" (جمیعت خلق) کے
جنرل سیکرٹری تھے۔ آپ کی جگہ غازی عصمت پاشا نے غازی
فکری توزر کو عارضی وزیر اعظم مقرر کیا ہے۔ فکری بے بھی "خلق
فرقہ سی" کے سیکرٹری ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ خدائے عزوجل مرحوم کو اعلی العلیین میں
جگہ دے۔ اور ترک قوم کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کا
ایک مخلص خادم دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ مسلمانان ہند کو
مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔

سکندر چانہ سمجھوتہ

شملے میں آنریبل سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب اور
لالہ بہاری لال چانہ صدر پنجاب بیوپار منڈل کے مابین جن
شرائط پر سمجھوتہ ہوا ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ سات لاکھ روپیہ جو جنرل سیلز ٹیکس ایکٹ کے ماتحت
بیوپاریوں سے اب تک وصول کیا جا چکا ہے۔ وہ واپس کر
دیا جائیگا۔ یا اگر کوئی بیوپاری چاہے تو اس کا ادا کردہ ٹیکس
حکومت کے پاس ہی رہے گا۔ اور اسے ۱۹۴۳ء کے ٹیکس
میں وضع کر دیا جائیگا۔

۲۔ ۱۹۴۱-۴۲ء کی باقی ششماہی کا ٹیکس معاف کر دیا جائیگا
(اس کے متعلق وزیر اعظم پہلے ہی اعلان کر چکے ہیں)

۳۔ ۱۹۴۲-۴۳ء کے ٹیکس کی تشخیص اپریل یا مئی ۱۹۴۳ء
سے پہلے نہیں ہو گی۔ لیکن اگر حکومت نے دیکھا۔ کہ یہ تشخیص
۱۹۴۲-۴۳ء کے مالی سال کے ختم کے بعد غیر قانونی ہو گی تو اسے
فروری یا مارچ ۱۹۴۳ء میں عمل میں لایا جائیگا۔

۴۔ جن لوگوں کے اسلحہ یا دیگر اشیاء کے لائسنس منسوخ
کئے گئے تھے۔ ان کے معاملہ پر حکومت نہائت ہمدردانہ غور
کرے گی۔

۵۔ بیوپاری ان رعایات کے معاوضہ میں صوبے کا امن
اور اندرونی تحفظ قائم کرنے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں گے۔

سر سکندر حیات خاں باعزت اور روادارانہ سمجھوتہ
کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے پہلے اکالیوں
کے ساتھ اور اب بیوپاریوں کے ساتھ مفاہمت کر کے اپنی اس
خصوصیت کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ بیوپاری اگر پہلے ہی
یہ راستہ اختیار کرتے تو اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ انہوں نے
ابتدا میں غلطی کھائی اور یہ سمجھ لیا کہ ایجی ٹیشن کر کے وہ حکومت
کا تختہ الٹ سکیں گے۔ یا کم از کم بکری ٹیکس کو بالکل منسوخ
کرا سکیں گے۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ اچھا نہ نکلا۔ اب انہوں نے

صیحح بیوپاریوں کی طرح "سیاسیانہ" کے بجائے تاجرانہ روش اختیار کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ بقول "ٹریبیون" انہوں نے روپے میں سے چودہ آنے حاصل کر لئے۔

مسٹر اچاریہ کا نعرۂ حق

کانگرس اور اس کے اعضائے رئیسہ گاندہی و نہرو وغیرہم ذوق جہانداری میں کچھ اسطرح جہلا گئے ہیں۔ کہ دماغی توازن ہی کھو بیٹھے ہیں۔ ان کے اقوال و افعال پر فکر و تدبر سے غور کرنے پر عیر العقول حرکتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ انہی حرکات و سکنات کی وجہ سے ان کے رفقائے کار ان سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ راجہ راجگوپال اچاریہ نے جب دیکھا کہ کانگرس کی بوقلمونیاں ملکی مفاد کے خلاف ہیں۔ اور پیشوایان کانگرس نے ملکی آزادی کی آڑ میں تفرقہ اندازی کا ڈہونگ رچا رکھا ہے جس کے عواقب و نتائج نہایت تباہ کن ہوں گے۔ تو انہوں نے بلکہ خوف لومۃ لائم صدائے حق بلند کی۔ اور ببانگ دہل کہہ دیا۔ کہ کانگرس غلط راہ پر گامزن ہے۔ آزادئ وطن کا راز اسی بات میں مضمر ہے۔ کہ اسلامیان ہند کے حقوق من حیث القوم جداگانہ تسلیم کر لئے جائیں۔ یعنے آل انڈیا مسلم لیگ کے مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور کہا۔ کہ

"اگر ہمیں کچھ کام کرنا اور آئندہ نسلوں کو غلامی سے بچانا ہے۔ تو آؤ ہم زمین پر اتر آئیں اور ٹھوس حقیقتوں کا سامنا کریں۔ اس وقت کانگرس اور لیگ کے درمیان فوری سمجھوتے سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں۔ آؤ ہم اپنے باہمی شکوک و شبہات کو جو ہمارے شایان شان نہیں خیرباد کہہ دیں۔ ہم کامیاب ہوں یا ناکام۔ یہ کوشش تو کر دیکھیں۔ یہ کوشش یقیناً ہمیں مضبوط بنائے گی۔ مسٹر گاندہی کا سوال خارج از بحث ہے۔ پنڈت نہرو اور مسٹر جناح آپس میں ملکر قوم کو بچائیں۔ محض غصہ اور غیظ و غضب کے مظاہرے بیکار ہیں۔ اس وقت کوئی متبادل پروگرام ہونا چاہیئے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میرا کیا حشر ہوگا۔ اگر پنڈت نہرو اور مسٹر جناح اس نازک موقع پر ملک کی عزت اور آزادی کیلئے مل جانے کا خیال کریں۔ تو میرے لئے یہی کافی ہے۔"

کانگرس کے چند ہوشمند اور صاحب فراست احباب اچاریہ صاحب کے ہم خیال و ہمنوا ہو گئے ہیں۔ جس سے کانگرس ایوان میں تزلزل سا پیدا ہو گیا ہے۔ اور گاندھی و نہرو بغلیں جھانک رہے ہیں۔ اچاریہ جی کو تادیبی کارروائی کی دہمکیاں دے رہے ہیں۔ مگر وہ ہیں کہ ایک چٹان کی طرح اپنے اصول پر قائم و ثابت قدم ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ کہ جب تک ہندو مسلم اتحاد قائم نہ ہو جائے۔ میری تحریک جاری رہے گی۔ امید ہے کہ آپ کی بے لوث مساعی سے گاندہی و نہرو ایسے غلط رو لیڈروں کے اوسان درست ہو جائیں گے۔

کانگرسی علماء کا طرز عمل

۸۔ جولائی کو مظفر گڑھ میں جمعیت العلماء کا نفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت پر

تقریریں ہوئیں۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں نے علماء کی اس روش پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ افسوس ہے کہ جمعیۃ العلماء کانگریس کی کرایہ دار ہے۔ بعض کارکنان نے بھی علماء کے طرز عمل کو بری طرح محسوس کیا۔ جمعیۃ العلماء اور مسلم مفاد سے مخالفت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مولانا ابوالکلام آزاد حروں کی ہڑ بونگ کے متعلق تازہ ترین معلومات حاصل کرنے کیلئے کراچی آئے۔ اور "شاردا مندر" میں فروکش ہوئے۔ مولانا اور مندر کی نسبت ملاحظہ کیجئے

چنیں دو آسماں کم دیدہ باشد — کہ جبریل امیں را دل خراشد
چہ خوش دیرے بنا کردند آنجا — پرستد مومن و کافر تراشد

دعوت اسلام

شیخ عنائت اللہ منیجنگ ایجنٹ "تاج کمپنی لمیٹڈ" لاہور نے ہزرائل ہائی نس ڈیوک آف گلاسٹر کو جو ہندوستان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ گورنر پنجاب کی معرفت کلام پاک کا ایک نسخہ ارسال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اس مقدس کتاب میں آپ کو وہ تمام راہیں ملینگی۔ جن پر چل کر کوئی قوم باطل پر فتح پا سکتی ہے اس کتاب میں عصر حاضر کی بے چینی اور اضطراب کا علاج موجود ہے" اگر آپ اس کتاب کو غور سے پڑھیں۔ اور اللہ کی ہدایتوں پر عمل کریں۔ تو برطانوی قوم پر مشکلات اور پریشانیوں کے جو سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ وہ ایک دم چھٹ جائیں گے۔ لہٰذا میں یور رائل ہائی نس حضور والا کی قوم کو اسلام یعنی اللہ کے راستے کی طرف بلاتا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے۔ کہ حضور اس دعوت کو قبول فرمائیں۔ یہی وہ راستہ ہے جو حضور کو جنگ کے ان ایام میں محفوظ ترین پناہ گاہ تک پہونچائے گا۔ اور ساری فضا کو کلیتہً آپ کے حق میں تبدیل کردیگا۔ اللہ کے فرشتے آپ کی خاطر نبرد آزما ہوں گے۔ اور خدا کے وعدے کے مطابق فتح انہیں کو حاصل ہوگی۔ جو حزب اللہ ہیں۔

شیخ صاحب کی طرف سے قرآن مجید کا نسخہ اور متذکرہ دعوت نامۂ اسلام ہزرائل ہائی نس کی خدمت میں پہنچ چکا ہوگا۔ امید ہے کہ موصوف اس مخلصانہ مشورہ پر توجہ دینگے۔ وباللہ التوفیق!

اردو اور حکومت کشمیر

حکومت کشمیر نے ہندی، اردو، فارسی اور سنسکرت کے علماء پر مشتمل ایک کمیٹی خان بہادر مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی کے زیر صدارت مقرر کی تھی۔ جس کا کام زبان کے مسئلہ پر غور و خوض کرنا تھا۔ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کردی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ اردو زبان مشترکہ زبان بننے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اور اس میں اس وقت بھی اسی فیصدی ایسے الفاظ ہیں جو ہندی الاصل ہیں۔ امید ہے کہ حکومت کمیٹی کی سفارش منظور کرکے اردو کو کشمیر کی قومی زبان قرار دے گی۔

فحش نویسی

پنڈت ٹھاکر دت شرما وید پریزیڈنٹ یوتھ ویلفیر ایسوسی ایشن نے اخبارات میں ایک بیان شائع کرایا ہے جسمیں آپنے لکھا ہے کہ انکی ایسوسی ایشن بداخلاق استادوں اور مخرب اخلاق کتابوں کے خلاف مصروف جہاد ہے۔ آپنے ہر شہری سے اپیل کی ہے کہ وہ خلاف اخلاق بدعنوانیوں کے متعلق سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ گورنمنٹ اور سیکرٹری صاحب یوتھ ویلفیر ایسوسی ایشن کو اطلاع دیں۔ یہ نہائت مفید خلق ہے۔ اور ہر شہری

مصر

تہذیب و تمدن کا گہوارہ قدیم مصر آج کل اتحادی اور محوری نبرد آزمائی کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ مصر سن عیسوی سے قبل تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا مرکز تھا۔ مصری علوم و فنون کی مشعل سے دنیا کے اکثر گوشے معمور و منور ہوئے مصر میں چوالیس سو سال قبل از مسیح کے آثار اور عمارات اب تک موجود ہیں۔ فراعنہ مصر کے مقابر اور اہرام آج بھی دنیا کے عجائبات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ مصر کے فراعنہ جو قبطی نسل سے تھے۔ ساڑھے چار ہزار سال تک مصر پر حکمران رہے ہیں۔ ایران پر یونان کے حملہ کے وقت اسکندر اعظم نے مصر کے ساحلی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اسکندریہ کی بنیاد اسکندر اعظم کے نام پر رکھی گئی۔ سکندریہ علوم و فنون مشرق و مغرب کا مدتوں مرکز رہا ہے۔ اور آج بھی اسکندریہ سیاسی جغرافیائی معاشرتی، تمدنی لحاظ سے بحیرہ روم میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اسکندریہ اور مصر کا اکثر و بیشتر حصہ مدتوں تک دامن شہنشاہیت کا ایک جزو یا نوآبادی بنا رہا ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد جب عربوں کی یلغار شروع ہوئی۔ اور قیصر و کسریٰ کے جاہ و جلال کا آفتاب غروب ہونے لگا۔ تو خلیفہ دوئم حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں اسلامی لشکر نے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ تقریباً ساڑھے چار سو سال بنو امیہ، عباسی اور بنو فاطمی خلفا کا علَم مصر پر لہراتا رہا۔ لیکن سنہ ۱۵۱۷ء میں خلفائے عثمانیہ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ اور مصر جنگ عظیم تک ترکوں کی نوآبادی بنا رہا۔

سنہ ۱۷۹۸ء میں نپولین بوناپارٹ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن سنہ ۱۸۰۱ء میں جرنیل نیلسن کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد فرانسیسیوں کو مصر خالی کرنا پڑا۔ فرانس اور برطانیہ دونوں مصر کی سیاسیات میں بڑی دلچسپی لیتے رہے۔ لفٹنٹ کرنیل واگ ہارن نے ہندوستان پر برطانی اقتدار کو ترقی دینے کیلئے مصر پر قبضہ کرنے کی سکیم پیش کی اور مصر میں برطانی اقتدار بڑھانے کی جدوجہد سنہ ۱۸۳۹ء میں شروع کی گئی سنہ ۱۸۶۹ء میں نہر سویز کا راستہ مکمل گیا۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں برطانیہ نے خدیو مصر سے سویز کمپنی کے حصے خرید لئے۔ اور سنہ ۱۸۷۶ء میں برطانیہ اور فرانس نے مشترکہ طور پر مصر کے بحری راستے اور ساحل کا کنٹرول حاصل کر لیا۔

تل الکبیر کی عربی بغاوت کو دبانے کے بعد برطانوی فوجوں نے سنہ ۱۸۸۲ء میں مصر پر اقتدار قائم کر لیا۔ سنہ ۱۸۸۳ء سے سنہ ۱۹۰۷ء تک لارڈ کرومر مصر میں برطانی ایجنٹ اور قونصل جنرل کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ سوڈان برطانی اقتدار سے نکل گیا۔ اور سولہ سال بعد برطانی فوجوں نے سوڈان پر پھر قبضہ کر لیا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں خدیو مصر کو معزول کر دیا گیا۔ اور خدیو مصر کے چچا کو برطانی اقتدار کے ماتحت سلطان آف مصر بنایا گیا

اس وقت سے مصر برطانیہ کے زیر انتداب ہے۔ مشرقی نوآبادیوں پر قبضہ رکھنے کے لئے برطانیہ کیلئے ضروری ہے کہ نہر سوئز کی بحری شاہراہ پر اپنا اقتدار قائم رکھے۔ اگر نہر سوئز برطانیہ کے قبضہ سے نکل گئی۔ تو اس سے برطانیہ کی مشرقی نوآبادیاں خاص طور پر ہندوستان خطرے میں گھر جائیگا۔ اور انکی حفاظت بہت حد تک برطانیہ کے لئے دشوار ہو جائے گی۔

دوران جنگ عظیم میں ہی سعد زغلول مرحوم نے مصر کی آزادی کی تحریک شروع کر دی تھی۔ لیکن برطانی حکام نے سعد زغلول اور موجودہ وزیر اعظم مصر نحاس پاشا اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو گرفتار کر کے سیلون۔ مالٹا اور سائپرس میں نظر بند کر دیا۔ لیکن چند سال بعد سنہ ۱۹۲۳ء میں برطانیہ کو مصری محبان وطن کے سامنے جھکنا پڑا اور مصر کی آزادی کو ایک حد تک تسلیم کر لیا گیا۔ سنہ ۱۹۲۸ء اور سنہ ۱۹۳۹ء میں شاہ مرحوم کی زندگی میں مصطفےٰ نحاس پاشا وزیر اعظم مصر نے انگریزوں سے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے برطانیہ نے مصر کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔ اور مصر کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ اس کے مقابلہ میں مصر نے ساحلی علاقوں میں برطانیہ کو فوجیں رکھنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ تسلیم کر لیا کہ زمانہ جنگ میں برطانیہ مصر کے مواصلات کو استعمال کرنے کا مجاز ہوگا چنانچہ موجودہ جنگ میں سنہ ۱۹۴۰ء میں جب اٹلی نے جرمنی کا حلیف بن کر اعلان جنگ کر دیا۔ تو برطانی فوجوں نے لیبیا پر حملہ کرنے اور مصر کی حفاظت کے لئے برطانی عساکر کی بہت بڑی تعداد مصر میں پہنچا دی۔ اور تمام ساحلی علاقہ پر فوجوں کا جال بچھا دیا۔ جنرل ویول اور جنرل آکن لک دو دفعہ مصر کی سرحد سے حملہ کر کے محوری فوجوں کو بن غازی کے اس پار تک پہنچا آئے لیکن جون سنہ ۱۹۴۲ء میں جنرل رومیل نے برطانی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ اور یہ حملہ ایک حد تک اس وقت کامیاب رہا ہے۔ اور جنرل رومیل مصری سرحد کو عبور کر کے العالمین تک پہنچ گیا ہے۔ العالمین اسکندریہ سے جو بحیرہ روم میں برطانیہ کا سب سے بڑا بحری اور فوجی اڈہ ہے۔ ساٹھ میل کے قریب ہے۔ تازہ اطلاع یہ ہے۔ العالمین میں محوری فوجیں داخل ہو چکی ہیں۔ اسکندریہ کے لئے محوری خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اگر اسکندریہ پر محوری قبضہ ہو گیا۔ تو ایک طرف نہر سوئز کا راستہ مسدود ہو جائیگا دوسری طرف قاہرہ اور فلسطین پر محوری فوجیں آسانی سے حملہ کر سکینگی۔ اسکندریہ سے قاہرہ صرف ۱۳۰ میل ہے۔ اور اسکندریہ سے پورٹ سعید ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر۔

اسکندریہ:-

آبادی چار لاکھ چالیس ہزار سے زیادہ ہے۔ اور دنیا کی سب سے بڑی بحری بندرگاہ ہے۔ شہر کے گرد فصیل ہے۔ اسکندریہ کی بندرگاہ سے جہاز کوئلہ، پٹرول اور کھانے پینے کی اشیاء حاصل کرتے ہیں۔ اسکندریہ ۳۳۱ قبل از عیسوی کا شہر ہے۔ ترکوں کے عہد میں بھی اسکندریہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اسکندریہ مصر کا سب سے بڑا تجارتی مرکز ہے۔ محمد علی خدیو مصر نے اس کو برطانیہ کے حوالے کیا۔

قاهره:-

آبادی پندرہ لاکھ کے قریب ہے اور افریقہ میں سب سے بڑا شہر ہے۔ قاہرہ دریائے نیل کے دائیں کنارے پر ڈیلٹا کے قریب ہی واقع ہے۔ قاہرہ میں ۱۰۰ مساجد ہیں۔ جن میں سے سلطان حسین کی مسجد خوبصورت ترین ہے۔ الازہر کی یونیورسٹی

ایشیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ قاہرہ کی لائبریری دنیا میں چھٹے درجہ پر ہے۔ جس میں کتب ہائے قدیم کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ قاہرہ میں فراعنہ کے اہرام دیکھنے کی چیز ہیں

پورٹ سعید

نوے ہزار کی آبادی ہے۔ نہر سویز پر اہم ترین بندر گاہ ہے اور ریل کے ذریعہ قاہرہ سے ملا ہوا ہے۔

سویز

پورٹ سعید نہر سویز کا دروازہ ہے اور نہر سویز در اصل برطانیہ کی شاہ رگ ہے۔ برطانیہ کو جسقدر تیل بھیجا جاتا ہے اس کا نصف سے زیادہ حصہ نہر سویز کے راستے گذرتا ہے۔ اور اشیائے خوردنی کا بیس فیصدی نہر سویز کے ذریعہ برطانیہ بھیجا جاتا ہے۔ نہر سویز پر برطانیہ کا ۴ کروڑ پونڈ کے قریب سرمایہ لگا ہوا ہے۔ مگر اس پر دشمن کا قبضہ ہو گیا۔ تو تمام آسانیاں مفقود ہو جائینگی۔ (ماخوذ)

عذر و اپیل

پہلے گرانی کاغذ کا رونا تھا۔ کئی موقت الشیوع جرائد و رسائل اس کی نذر ہو گئے۔ اب عدم دستیابی کاغذ کی مصیبت ہے۔ یہ ایسی ابتلا ہے جس سے عہدہ برآ ہونا ازبس مشکل، دشوار بلکہ ناممکن سا ہو گیا ہے۔ سٹاک موجود ہونے کے باوجود دوکاندار صاف انکار کر دیتے ہیں۔ حکومت ہند نے کنٹرول کیا۔ پرمٹ جاری کر دیئے۔ لیکن دوکاندار لوگ اس کی پروا نہیں کرتے۔ کاغذ نہ ملنے کی وجہ سے لکھی لکھائی کاپیاں دھری رہ جاتی ہیں۔ جون کا رسالہ چند دستوں کی کمی کی وجہ سے شائع نہ ہو سکا۔ وہ اخبارات جو ہر قیمت پر کاغذ مہیا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اس ابتلا کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ لیکن القریش جسے ایک بے حس قوم سے سابقہ ہے۔ اتنی مالی حیثیت نہیں رکھتا۔ کہ وہ روپے کا ایم بیس روپے میں خرید کرکے اور اتنا سٹاک جمع کرے جو سال دو سال کے لئے کافی ہو، اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے متعدد بہی خواہان قوم سے دست سوال دراز کیا گیا تھا۔ اپیلیں شائع کی گئی تھیں۔ لیکن صدائے برنخواست، بایں حالات اگر "القریش" کی اشاعت تواتر و تسلسل کے ساتھ جاری نہ رہ سکے۔ تو احباب ہمیں معذور خیال فرماویں۔ اگر ممکن ہوں تو ذی اثر حضرات اس سلسلہ میں اعانت فرما کر عند القوم مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام

"منیجر"

داعی لَا اِلٰہ اِلّا اللہ کی عظمت

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

دنیا قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے۔ لیکن مظاہر عظمت کا تخیل حد درجہ متباین ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ حکمران اس پر ایمان لائے ہیں حریص اور طامع اس کی عبادت کرتے ہیں۔

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے ساقط اس کی پرستش کرتے ہیں۔

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے۔ اور اس کے پجاری بھی موجود ہیں۔ حسن میں بھی عظمت ہے۔ اور اس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں۔

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے سامنے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے۔

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے۔ اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے لیکن اس پر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے ہر شخص اسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اس کے تسعید و تمجید کرتا ہے۔ اسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا۔ کہ انہیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے۔ اس لئے کہ انبیاء اور رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے ڈھکوسلوں اور مادی بڑائیوں کی ضلالت اندیشیوں کے اس درجہ پست ہو چکی ہیں۔ کہ انسانیت اعلیٰ کی شاہراہ آمد و رفت کیلئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعظم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا۔ کہ تمام انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو اس نے کہہ دیا کہ سب آدمی ہم رتبہ ہیں۔ سب آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اور آدمؑ مٹی کا پتلا تھا۔ اس نے قبول نہیں کیا۔ کہ انسان میں دو قسمیں ہوں۔ عظیم اور غیر عظیم اس کی نظر میں خوشحال اور بدحال فقیر اور بادشاہ سب برابر درجے کے آدمی تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرکت ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی پرستش کیلئے آئے تھے۔

اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کیلئے بھی تسلیم نہ کی۔ اور نہ اپنی ذات ہی کیلئے پسند کی۔ حالانکہ وہ ان کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں ہوکر سامنے آئی۔ ان کے قدموں پر آئی۔ مگر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور اس میں ذرا بھی محبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہو یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر انہوں نے عبدیت پسند کی۔ غربت اختیار کی۔ ان کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی۔ کہ فقیری میں زندہ رہیں۔ فقیری میں دنیا سے جائیں۔ فقیروں ہی کے زمرہ میں اٹھائے جائیں۔

درادولتہ الجبال الشم من ذہب
عن نفسہ فار اہا ایما سہم

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے نہ انہوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ انہیں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دیا جائے۔ تو ان کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسریت کے مقابلہ میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و زر سے تہیدست تھے۔ اور ان کی دولتوں کا خزانہ ان کا فقر و فاقہ تھا۔

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہ ادب و دل عظمت سرا رکھتے ہیں انہیں مایوس ہونا چاہیئے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی۔ جو اس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ ہے۔

جو لوگ دنیا کے فلاسفروں اور موجدین کی عظمتوں کے آشنا اور اُن کی خصلتوں کے پرستار ہیں۔ ان کے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم امّی تھے۔ دنیاوی صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو انہوں نے سیکھا تھا۔ اور نہ کسی نے انہیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو۔ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے ان کی تعریفیں سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی ان کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی ان کے نام پر بنائی گئی؟ سکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی نہیں پکاری گئی۔

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ ان کی تاریخ لکھنے والوں کو ان کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ دنیا انہیں مظاہر پر مٹتی ہے

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہے اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے۔ جو وہ لائے تھے اسی کلمہ میں ان کی پوری عظمت ہے۔ اسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی اور سرمد، انمٹ اور اٹل ہے وہ کلمہ کیا ہے؟ "لا الٰہ الا اللہ" کی عظمت۔ ان میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں بھی مل کر اس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں۔ جو "لا الٰہ الا اللہ" میں پنہاں ہے۔

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ۔ تمام فلاسفر کیا وقعت رکھتے ہیں جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے۔

یہ ایک کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اس کی عظمت کے آگے دنیا کے تمام زخرفات اور تمتعات ہیچ تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں آئے اور یہ کلمہ اس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ دنیا سے ٹکرایا۔ اور اس میں زلزلہ ڈال دیا۔ اس وقت کے انسانی آداب وعادات اس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہٰذا آداب وعادات کے پرستار اس سے لڑنے کیلئے کھڑے ہوگئے۔ اوہام اور خرافات نے اسے قبول نہ کیا۔ لہٰذا اوہام وخرافات کے پجاری اس سے دست بگریباں ہوگئے ظلم واستبداد کی طبیعت نے اس سے کراہت کی۔ لہٰذا ظلم واستبداد کے طاغوت اپنی قوتیں لے کر اس پر دوڑ پڑے۔

صرف یہی ایک کلمہ تھا۔ جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اس کی نوبت سے بادشاہوں کے جتھوں دولتمندوں کے جتھوں، عوام وخواص کے جتھوں، تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے۔ لیکن ان کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا۔ اور دنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا۔ وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گامزن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ جس میں آج تک شکست نہیں ہوئی۔ جسم وآلات کی جنگ نہیں۔ زندگی کی کارفرما جنگ!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے۔ حالانکہ وہ باطل نہیں ہے۔ تو عالم وجود سے اسی طرح محو ہو جائے گا۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اسی طرح غائب ہو جائیگا جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے۔ تو علم وعقل وحق کے انوار اس کے لئے اس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق ومغرب پر قبضہ کرلے کالے گورے عرب وعجم، عالم جاہل، امرا فقرا سب کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔

وہ دن ضرور آنے والا ہے۔ جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہوگی۔ جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام درمیان علم وباطل کے ظنون سب نیست ونابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقل انسانی تمام بندشوں

سے آزاد ہو جائے گی۔ اس کا پُر جلال تخت علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اس دن حق و باطل سے الگ ہو جائیگا۔ طیب و خبیث میں اشتباہ باقی نہیں رہے گا۔ صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کرسکیگی۔ جو کارساز فطرت کی حقیقی اور طیب کی بے میل تعلیم ہوگی۔

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبوں کی تلواریں کرسکیں۔ نہ مجاہدین کی شمشیریں، حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے۔ نہ پیشوایان دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ اعتقادیاں، یہ تمام چیزیں کچھ کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں۔ جو علم حق کے نور کے دیکھتے ہی فنا ہو جائیگا محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی سکون موت میں تبدیل ہو جائیگا۔ اس وقت عقل صادق کا سلطان عظیم نورانی تاج علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اڑاتا جلال کے ساتھ نمودار ہوگا۔ اور جہل و ظلمت کے تمام بُت سرنگوں ہو جائینگے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بندھن ٹوٹیں۔ اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و جبروت کی چٹانیں پاش پاش کرکے پھینکدیں۔

ہاں صرف اتنی دیر باقی ہے کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اس وقت تک جہل و وہم کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

ہاں! وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے۔ کہ جب تنہا علم و عقل کی فرمانروائی ہو جائیگی، علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اس دن صرف اسی دن خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دیگا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ مکر و جہل کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اس دن کلمہ لا الٰہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر بلند چلیگا۔ فتح کا نشان اس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف سے اس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا۔ دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اس دن سارا جہان ہم آہنگ دل شہادت دیگا۔ لا الٰہ الا اللہ۔

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا منبع الوہیت ہے۔ لہذا اسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائیگی۔ آسمان بدل جائیگا۔ نظام کون بدل جائیگا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائینگی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائینگی۔ صرف ایک رب ذوالجلال والاکرام باقی رہجائیگا۔ اس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اس لئے کلمہ لا الٰہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا۔

اس دن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائیگا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔

یاد دہانی

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ اور اس قومی آرگن کا جاری رہنا قومی مفاد کے عین موافق خیال فرماتے ہیں۔ وہ بواپسی ڈاک سال آئندہ کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے مشکور فرمادیں۔ اور کسی وجہ سے معذور ہوں۔ وہ اپنے ارادے سے دفتر کو مطلع کردیں تاکہ انتظار اور اجرائے وی پی کی زحمت و نقصان سے نجات ہو۔ مینجر

مندر جنہیں حضور نظام دکن سے مستقل وظیفہ ملتا ہے

نمبر	نام	ضلع	وظیفہ
(۱)	دیول سری ایکناتھ جی پٹن	اورنگ آباد	تینتیس ہزار پانسو تیس
(۲)	دیول سیتا رام باغ	بلدہ	پچاس ہزار
(۳)	دیول جہام سنگھ	"	آٹھ ہزار چار سو آٹھ
(۴)	مٹھ کھیم	"	بارہ ہزار تین سو چھیاسی
(۵)	دیول کشن بک	"	سولہ ہزار چار سو بیس
(۶)	دیول رام باغ	"	پندرہ ہزار
(۷)	دیول کھمر واقع ماہور	عادل آباد	ساٹھ ہزار
(۸)	دیول بھدرا چلم واقعہ متصل تعلقہ پالونچہ	ورنگل	تیس ہزار دو سو پچاس
(۹)	دیول وینکٹشور سوامی قصبہ کلیان	کریم نگر	چار ہزار
(۱۰)	دیول تلجا بھوانی تلجا پور	عثمان آباد	اٹھارہ ہزار
(۱۱)	گردوارہ گرد گوبند	ناندیڑ	تیس ہزار
(۱۲)	مٹھ بالک داس	بلدہ	پانچ ہزار
(۱۳)	مٹھ دودھاری شاد عنائت گنج	"	ایک ہزار پانسو سات
(۱۴)	سمستان سری راچند رمہاراج موضع جام تعلقہ انبڑ	اورنگ آباد	چار ہزار چار سو آٹھ
(۱۵)	مٹھ جسونت پورہ		نو سو چھیالیس
(۱۶)	سمستان سری مدھونیشر مندر دودھ تعلقہ گنگا پور	اورنگ آباد	چار ہزار چار سو تینتالیس
(۱۷)	دیول تلجا بھوانی واقعہ شنکر باغ کلاں	"	نو سو سات
(۱۸)	گوکل ناتھ سوامی کا رداسا ہون	بلدہ	ایک ہزار نوے۔
(۱۹)	سمستان سیودن کرنی ناتھ مہاراج تعلقہ پٹن	اورنگ آباد	آٹھ ہزار تین سو اٹھاون
(۲۰)	سمستان سری مہاگپتی وچم لبنہ	"	تین ہزار نو سو چوہتر
(۲۱)	" سری بالا صاحب بابر جاگیر	"	ایکہزار چھ سو تائیس
(۲۲)	دیول کاسی ناتھیوا موضع واکو تعلقہ	"	ایکہزار ایکسو تینتالیس
(۲۳)	" وٹھل مندر نگر دیولہ موضع پارنیر تعلقہ انبڑ	"	چار ہزار دو سو تہتر
(۲۴)	سمستان امرت رائے جی مہاراج تلے گاؤں انبڑ	"	ایکہزار نو سو سنتیس
(۲۵)	دیول سری بار صاحب نار انبڑ	"	ایکہزار تین سو چار
(۲۶)	سمستان سری راچند تھ بھا گا	"	پانچ ہزار پچاس
(۲۷)	دیول ناگناتھ موضع ناگا پور تعلقہ	"	سات سو چھبیس
(۲۸)	دیول لنگڑا پور تعلقہ بودھن	نظام آباد	سات سو چوہتر ۱۱ آنے ۲ پائی
(۲۹)	دیول گوپال سوامی دھرمارم عرف نرساپور تعلقہ بودھن	"	چھ سو تینتالیس
(۳۰)	دیول مہادیو نگیلی جاگیر تعلقہ بودھن	"	دو ہزار دو سو ۷۶ پندرہ آنے دس پائی۔
(۳۱)	دیول رام سوامی متعلقہ پور گاؤں	"	۲ ہزار دو سو اکاون ۲ ر ۹ پائی۔
(۳۲)	دیول ملونڈی کاماں پور گاؤں	"	دو ہزار تین سو ۸۲ دس آنہ
(۳۳)	دیول یاد گاری تعلقہ بھونگیر	نلگنڈہ	بیس ہزار

تذکرہ برادری

ندوۃ القریش

مجلس منتظمہ کا معمولی اجلاس ۱۲ر جون سنہ ۱۹۴۲ء کو بعد نماز عشاء منعقد ہوا۔ گذشتہ جلسہ کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد ریاست کپورتھلہ، اضلاع فیروزپور، حصار، رہتک اور امرت سر کے قریشی برادران کے مراسلات دبارہ عدم تصدیق انتقالات پڑھے گئے۔ تجویز ہوا۔ کہ ان میں جو احباب باقاعدہ "ندوۃ القریش" کے ممبر ہو چکے ہیں۔ ان کی امداد کی جائے اور ریونیو افسران کی غلط فہمی رفع کرنے کیلئے انہیں مطبوعہ ریکارڈ ارسال کر دیا جائے۔ اور اس کا خرچ درخواست کنندہ حضرات سے وصول کیا جائے۔

۲۔ "رشتہ و ناطہ میں دقتیں" سے متعلق تجاویز پیش ہونے پر قرار پایا۔ کہ چونکہ ملحقہ جماعتوں کی طرف سے ہنوز تجاویز موصول ہونے کی توقع ہے اور یہ مسئلہ انتہائی تدبر و تفکر کا محتاج ہے لہذا مزید آراء کا انتظار کیا جائے۔ جملہ قریشی جماعتوں اور اہل فکر حضرات کو بذریعہ القریش تاکید کی جائے۔ کہ اس بارہ میں مرکزی جماعت کے ارکان کی اعانت فرمائیں۔ اور جلد از جلد اپنی قیمتی آراء کی ترسیل سے مشکور کریں۔

۳۔ حسابات سے متعلق جانچ پڑتال کے نتائج پیش ہوئے۔ جس پر اکاونٹ برانچ سے متعلقہ کارکنان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ اور انہیں تاکید کی گئی۔ کہ آئندہ وہ اپنے فرائض بیش از بیش انہماک اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دے کر عند القوم مشکور ہوں۔

۴۔ شیخ عبد الخالق، مولانا نجیب اللہ، مولوی غلام احمد، شیخ امتیاز حسین وغیرہم حضرات کا دستخطی مراسلہ جس میں "انجمن قریش صوبہ بہار" کی طویل خاموشی اور قوم کے اصلاحی امور اور انجمن سے متعلقہ کاموں کی طرف سے عدم توجہی کی شکایت کی گئی ہے پڑھا گیا۔ سیکرٹری صاحب نے مراسلہ پیش کرنے کے بعد کہا کہ گذشتہ جنوری میں انجمن مذکور کے جنرل سیکرٹری کی طرف سے گذشتہ سال کی کارگذاری کی تفصیل موصول ہوئی تھی۔ وسط مئی میں بھی سیکرٹری صاحب کا ایک اہم مکتوب موصول ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے تنظیمی پروگرام کی تکمیل میں اپنی جماعتی مساعی کا ذکر کیا تھا۔ یہ مراسلت کسی گذشتہ اجلاس میں پیش بھی ہو چکی ہے۔ لیکن آج اس کی طویل خاموشی اور انجمن کے متعلقہ فرائض سے کوتاہی کی شکایت ہو رہی ہے۔ اس میں کچھ راز ہے۔ صدر صاحب نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ممبران میں اختلافات ہو گئے ہوں۔ اور اس بناء پر مرکزی جماعت کو بدظن کرنے کے لئے یہ حربہ استعمال کیا گیا ہو۔ لہذا سیکرٹری صاحب سے تفصیلی حالات دریافت کئے جائیں۔

۵۔ "انجمن قریش دولال" کے متعلق ایک مراسلہ پڑھا گیا۔ جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء کو سردار نور محمد خاں صاحب پنشنر تحصیلدار کی صدارت میں انجمن کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جس میں سجادی اور کلیان کے جلسوں کی رپورٹیں پڑھی گئی تھیں۔ اور بتایا گیا تھا۔ کہ ضلع بھر کی برادری کی شرکت کے لئے اور تنظیمی ضرورت کے پیش نظر

ایک سب کمیٹی کی تشکیل کی گئی ہے۔ سردار نیاز علی خانصاحب جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے تھے۔ اور سردار مہتاب خاں صاحب رئیس اعظم نے اہم فرائض کی انجام دہی اپنے ذمہ لی تھی۔ لیکن بعد ش نہ کوئی کارروائی ہوئی اور نہ کوئی اجلاس منعقد ہوا۔ تعطل کے اسباب معلوم نہیں ہو سکے۔ بہی خواہان قوم و اکابرین برادری کی اس خاموشی پر متعجب ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ مرکزی جماعت کے ارکان اور ایڈیٹر صاحب جریدہ القریش سے استدعا ہے کہ وہ بابو نیاز علی خاں صاحب اور سردار نور محمد خاں صاحب موصوف کی توجہ برادری کی اہم ضرورتوں کی جانب معطوف کرائیں۔ تاکہ قومی اصلاح و فلاح کیلئے جو قدم اٹھایا گیا تھا۔ ان حضرات کی خاموشی و عدم توجہی کی وجہ سے بے نتیجہ نہ رہے۔" بعد غور تجویز ہوا کہ چونکہ ایک عرصہ سے انجمن مذکور کی کوئی کارروائی موصول نہیں ہوئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کے ارباب بست و کشاد خاموش ہیں۔ لہذا سردار نور محمد خاں صاحب موصوف کی توجہ معطوف کرائی جائے۔ اور استصواب کیا جائے۔ کیا آپ انجمن کے ارکان کو از سر نو حرکت میں لانے کی سعی سے عند القوم مشکور ہونگے؟

۵۔ پیر فصیح الدین صاحب (منشی فاضل) ناظم انجمن فلاح القریش" کا مکتوب دربارہ اس کے کہ انجمن مذکور کے کارکنان و عہدیداران کا انتخاب جدید جلسہ عام میں ۷ رجون ۱۹۴۲ء کو عمل میں آیا۔ مولانا عبدالباری صاحب ہاشمی مولوی فاضل بدستور صدر قرار پائے۔ مجلس منتظمہ کے ممبران میں چار کا اضافہ ہوا یعنی ۱۱ کی بجائے ۱۵ ممبران منتخب ہوئے۔ خزانچی کے فرائض بدستور پیر احمد حسن صاحب انجام دیں گے جیسا کہ ہمیشہ ہوا اور کاغذات متعلقہ سے شامل کیا گیا۔ اس کے بعد حسب ذیل قرار دادیں باتفاق آرا منظور ہوئیں۔

۱۔ یہ اجلاس لاہور کے آریہ سماجی اخبار "پرکاش" کی دریدہ دہنی، ژاژ خائی اور بیہودہ سرائی پر جس نے تعصب مذہبی کی بنا پر ۲۴ رمئی ۱۹۴۲ء کی اشاعت میں ایک نہایت ہی ناپاک اور بدرجۂ غائت دل آزار مضمون شائع کرنے سے کی ہے۔ انتہائی غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور حکومت پنجاب کے اس اقدام کو جو اس نے "پرکاش" کے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کی اس ذلیل ترذہنیت کو درست کرنے کیلئے ضبطی ضمانت اور عدالتی کارروائی کرنے کی صورت میں کیا ہے استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور بزور استدعا کرتا ہے۔ کہ وہ اس قسم کی شرانگیزی و فتنہ پروری کے کماحقہٗ سدباب کیلئے قانون کی پوری قوت سے کام لیکر فرائض جہانداری بطریق احسن انجام دے۔ تاکہ آئندہ اس نوع کی فتنہ سامانیاں سر اٹھانے کی جرات نہ کر سکیں۔

۲۔ یہ اجلاس حاجی سید منظور حسین شاہ پنشنر گرداور قانونگوئے مقیم شریف گنج امرتسر کی وفات پر دلی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدائے غفور و رحیم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

استفسارات

استفسارات ذیل کے صحیح جوابات مطلوب ہیں قارئین القریش میں کوئی صاحب ان امور پر روشنی ڈال کر مستفسر کو سپاس و تشکر کا موقع دیں۔

۱۔ مجھے اپنے جد امجد سید عبد الحمید میراں پوری کے

حالات اور نسب نامہ درکار ہیں۔ معتبر تاریخی حوالوں سے
جواب موصول ہونے پر دس روپے نذر کئے جائیں گے۔ معلومات
بہم پہونچانے والے حضرات کی سہولت کیلئے یہ عرض کر دینا ضروری
سمجھتا ہوں۔ کہ گیارھویں صدی ہجری یا دسویں کے اواخر میں
سید عبدالحمید موصوف نبیرہ سید علی کبیر سرہند کے عہدہ
دیوان پر فائز تھے۔ امید ہے کہ صدہا ناظرین القریش سے تاریخی
معلومات رکھنے والے حضرات توجہ دیکر مشکور کریں گے۔

نیز مجھے مندرجہ ذیل کتب کی ضرورت ہے مطلع فرمائیں
کہ کہاں سے اور کس قیمت پر دستیاب ہونگی۔ سیرۃ الاقطاب۔
باغ سادات۔ منتخب التواریخ۔ اخبار الاخیار۔ اقتباس الانوار
سید اکرام الدین ترمذی۔ یادرماذس۔ درویش۔ ریاست
چترال۔ بذریعہ القریش۔

۲۔ پنجاب کے کسی ضلع میں شیخ انصاری باوجود غیر زراعت
پیشہ ہوتے ہوئے کسی خاص جگہ پر زراعت پیشہ قرار دیئے
گئے ہوں۔

کوئی ایسا شجرہ دستیاب ہوسکتا ہے۔ کہ قریش و انصار
ایک ہی چیز ہیں۔ اور وہ ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکے
کوئی تحریر اس قسم کی ثبوت میں پیش ہوسکتی ہے۔ کہ قریشی
ہونے میں امداد دے سکے۔

کسی ایسے مقدمہ کا فیصلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ انصار
ہوتے ہوئے قریش ثابت ہوسکے۔ یعنی وہ انصار تھے۔
اور کسی عدالت نے ان کو قریش مان لیا ہو۔

قاضی حکیم الدین ہیڈ ماسٹر مڈل سکول جالوسانہ
بذریعہ القریش

۳۔ القریش مطبوعہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۲ کالم ایک میں ایک
استفسار بجانب ماسٹر غلام نبی پرشین ٹیچر اینگلو ورنیکلر
مڈل سکول چنی گوٹھ ریاست بہاولپور شائع ہوا تھا جس
میں قوم بوہرہ (Bohra) کی بجائے بوہرہ شائع ہوگئی
تھی۔ ناظرین اسے بوہرہ پڑھیں اور محققین اس کا بوقت
تحقیق خیال رکھیں۔ استفسار حسب ذیل ہے:۔

" خاکسار کا بزرگ (پردادا) اسمی لعل دین یا لعل محمد
جس کو عرصہ تقریباً دو سال کا ہوا ہوگا۔ علاقہ ضلع جھنگ
پنجاب سے ریاست بہاولپور تحصیل احمد پور شرقیہ علاقہ
گوٹھ چنی آکر سکونت پذیر ہوا۔ اور بہت سے املاک حاصل
کئے۔ اور ہماری قوم بوہرہ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اسکی
اصلیت معلوم نہیں ہوئی۔ کہ اس شاخ کا تعلق کس قوم یا
ذات سے ہے۔ حسب و نسب کی صحیح تصدیق مطلوب ہے۔"

کتب تاریخ و نسب سے وسیع معلومات رکھنے والے
حضرات قوم بوہرہ کے متعلق صحیح وقائع و حقائق تحریر کرکے
ماسٹر صاحب کی رہنمائی کرکے تشکر و امتنان کا موجب ہوں

ندوۃ القریش کا اجلاس

۶ر جون، بروز اتوار بعد نماز عشاء "ندوۃ القریش"
کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کاروائی
تصدیق ہونے کے بعد درخواست ہائے رکنیت پیش ہوئیں
جو باضابطہ کاروائی کیلئے "تشخیص کمیٹی" کے سپرد ہوئیں
اس کے بعد "رشتہ و ناطہ میں دقتیں" سے متعلق دو مراسلات
پیش ہوئے۔ اس کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ تاکہ وہ
بحث و تمحیص کے بعد مسئلہ زیر غور کے جملہ پہلوؤں پر اپنی رپورٹ
کرے۔ سیکرٹری صاحب نے عدم وصولی چندہ ممبری کی

رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا، کہ بعض ممبران کے ذمہ دو دو اور تین تین سال کا چندہ واجب الادا ہے۔ متعدد یاددہانیوں کے باوجود جوابات موصول نہیں ہوئے۔ بقایا کی مجموعی رقم کم و بیش دو صد تک پہنچتی ہے۔ لہذا وصولی کا مناسب انتظام کیا جائے۔ مختلف تجاویز پیش ہوئیں۔ بالآخر فیصلہ ہوا۔ کہ آئیندہ اجلاس میں غور مزید کے لئے پیش ہوا۔ اور ان حضرات کو جو ڈسٹرکٹ کمیٹیوں سے متعلق ہیں سال کے صدر کی توسل سے توجہ دلائی جائے۔ جو جوابات موصول ہوں وہ آئیندہ اجلاس میں پیش کئے جائیں۔ اس کے بعد گذشتہ سہ ماہی کے آمد و خرچ کا گوشوارہ پیش ہو کر تصدیق ہوا۔ اور حسب ذیل رزولیوشن باتفاق رائے منظور ہوا۔

صلوات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس دولت عباسیہ بہاولپور کے محکمہ تعلیم کی اس کرم فرمائی کا جو اس نے "القریش" کو سرکاری مدارس میں خرید کرنے اور سابقہ فہرست میں معتدبہ اضافہ کرنے سے کیا ہے بصدق دل شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور امید کرتا ہے۔ ارکین محکمہ موصوف اپنی علمی نوازشات کو تا دوام جاری رکھ کر بیش از پیش احسانات فرماتے رہیں گے۔

۲۔ تجویز ہوا کہ رزولیشن کی ایک ایک نقل دفتر "القریش" میں برائے اشاعت اور سررشتہ تعلیم بہاولپور بطور اظہار تشکر ارسال کی جائے۔

شادی خانہ آبادی

برادر مکرم پیر محمد عظیم صاحب صدیقی صدر رفاہ نوگوسے جالندھر کے فرزند ارجمند عزیز ایم۔ کے اختر ایم بی بی ایس آئی ایم ایس، لفٹیننٹ کی کتخدائی بفضل اللہ تعالیٰ برادر عزیز پیر ہاشت علی صاحب کی دختر نیک اختر سے ۱۳ر جون گذشتہ کو بخیر انجام ہوئی۔ دعا ہے کہ خدائے برتر و اکبر کا فضل و کرم جانبین کے شامل حال رہے۔ اور عزیز خوشحال و شادکام رہیں۔ اور دین و دنیا کی برکتیں ان کے شامل حال رہیں۔ آمین!

خطوط و مراسلات

۱۔ مکرمی مولانا کشفی شاہ صاحب نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ "کاغذ کی گرانی "القریش" اور دیگر جرائد کی ضخامت سے ظاہر ہے۔ اس وقت یہ شان بھی قائم رکھنی آپ کی ہمت ہے۔ ورنہ کئی جرائد اس کساد بازاری کا شکار ہو گئے ہیں۔ موجودہ حالات میں مجھ کو دلی افسوس ہے۔ کیونکہ ہم سب بزعم سے آنے والوں کی وہی حالت ہے جو ایک مایوس مریض کی ہوتی ہے۔ میں "القریش" کی موجودہ حالت کو زیادہ محسوس کر رہا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اس قابل ہو سکوں گا۔ کہ "القریش" کی امداد کر سکوں"۔

۲۔ مکرمی شیخ کرم الٰہی صاحب اجمیر سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" کے احسانات کے بارے قوم کا سر تا ابد لا باد خم رہے گا۔ اگر اس آڑے وقت میں بھی اعانت کا ہاتھ نہ بڑھایا جائے۔ تو بے مروتی و بے حمیتی کی انتہا ہے۔ قوم میں سرمایہ دار و متمول ہستیاں موجود ہونے کے باوجود "القریش" ایسا قومی آرگن کش مکش حیات میں مبتلا رہے تو افسوس ہے نام لیوایان قریش کو متوجہ ہونا چاہیئے۔ میری طرف سے چار حضرات ذیل کے نام وی پی جاری کر دیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ

وصول کریں گے۔

۳۔ پیر حسام الدین صاحب کیتھل سے تحریر فرماتے ہیں کہ "القریش" کی مالی اعانت اور "رشتہ و ناطہ میں دقتیں" دو اہم مسائل قوم کی قلبی توجہات کے محتاج ہیں۔ صاحب ثروت حضرات اور مقتدرین قوم ان امور کی جانب توجہات معطوف کرکے عنداللہ ماجور و عندالقوم مشکور رہیں۔ میری طرف سے ذیل کے پتہ پر وی پی ارسال کر دیں۔

ہدیہ تشکر

۴۔ ایک معاون خصوصی (اظہار نام کی اجازت نہیں) کی حمایت و اعانت اور حمیت قومی سے القریش کے خریداروں میں بائیس معاونین کا اضافہ ہوا ہے۔ اس دور میں جبکہ کاغذ اور سامان طباعت کی صعب ترین گرانی کی وجہ سے جرائد و رسائل کا جاری رکھنا ازبس دشوار ہو رہا ہے۔ بائیس معاونین کا اضافہ بہت بڑا اضافہ ہے۔ حمیت قومی کی عدیم النظیر مثال ہے۔ جس کیلئے ہم اپنے محسن کے بدل مشکور ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین!

۵۔ غلام حسن طالب علم ففتھ ہائی کلاس ——— نہایت غریب و غیر مستطیع طالب علم ہے۔ علمی و قومی امور میں گہرا شغف رکھتا ہے۔ لیکن ناداری و غربت کی وجہ سے وہ "القریش" کا زرچندہ ادا نہیں کر سکتا۔ اس کی درخواست ہے کہ کوئی صاحب ثروت بزرگ ازرہِ علمی فیاضی ان کے نام "القریش" جاری کرکر اپنی علمی فیاضی سے عنداللہ ماجور ہو، ہیڈ ماسٹر صاحب کی تصدیق درخواست کے ساتھ شامل ہے۔ لہٰذا کوئی اہل دل جو کسی غریب طالب علم مذکور کے نام القریش جاری کرانے کیلئے دو روپے

کا ایثار کریں۔ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت دفتر کی طرف سے کر دی جائے گی۔

۶۔ پیر امان اللہ صاحب فاروقی دریافت کرتے ہیں۔ کہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کی کتابیں "حقیقۃ السیدۃ الہاشمیہ" کہاں سے اور کس قیمت پر دستیاب ہونگی۔ جواباً التماس ہے۔ کہ دونوں کتابیں دفتر "القریش" سے تین تین آنہ میں مل سکتی ہیں۔ چھ آنے قیمت اور دو آنے محصولڈاک کل آٹھ آنے کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھجوا دی جائینگی۔

۷۔ پیر عابد حسین صاحب سمندری سے لکھتے ہیں۔ کہ مجھے نسب نامہ کی مصدقہ کتاب "سبائیک الذہب" مصری چھاپہ کی مطلوب ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس بغرض فروخت موجود ہو تو قیمت سے مطلع فرما کر مشکور فرماویں۔ اگر کوئی صاحب عاریۃً ایک مہینہ کیلئے دے سکتے ہوں۔ تو مین نوازش ہوگی۔ اس برادر نوازی کیلئے میں ان کا بدل مشکور ہونگا۔ بذریعہ القریش مطلع فرماویں۔

اطلاع ۔ ۱۔ قلت کاغذ کی وجہ سے القریش کی کاپیاں ضرورت سے زیادہ نہیں چھپائی جاتیں۔ اس لئے جن احباب کو کسی وجہ سے ۱۵ تاریخ تک رسالہ نہ ملے وہ دفتر کو مطلع کر دیں۔ تاکہ دوبارہ بھجوایا جا سکے۔ اس کے بعد عدم رسی رسالہ کی شکایت نہ کریں۔

۲۔ ۱۴ جولائی کو کسیقدر وی پی جاری کئے گئے تھے۔ چونکہ تازہ پرچے موجود نہ تھے۔ اس لئے محض اجرائے وی پی کی غرض سے پرانے پرچے استعمال کر لئے گئے تھے۔ لہٰذا وی پی وصول کرنے والے حضرات مشکوک نہوں۔ ان کا سال خریداری جولائی ۴۲ء سے یا اس مہینہ سے محسوب ہوگا جس سے فی الحقیقت ان کا حساب شروع ہوتا ہے،

پردہ

از مولانا فیض محمد صاحب فیض لدھیانوی (منشی فاضل)

بزرگی کا نشاں، ناموس کا اظہار ہے پردہ
کسی خاتون کے اخلاق کا معیار ہے پردہ

بہت محفوظ ہے اس کی بدولت مایۂ عصمت
رگِ جانِ شرارت کے لئے تلوار ہے پردہ

بچاتا ہے سراسر غیر مردوں کی نگاہوں سے
دلوں میں شر نہ ہو تو مانع اشرار ہے پردہ

مجالِ چشم بد ہیں کیا کہ معروفِ تماشا ہو
نظر کے تیر کو اک آہنی دیوار ہے پردہ

کبھی اہلِ شرافت حسن کو رسوا نہیں کرتے
جہانِ آبرو میں شیوۂ احرار ہے پردہ

نئی تہذیب پر مرمٹنے والے غور سے سن لیں
ہزاروں خوبیوں کا آج دعویدار ہے پردہ

خزاں کے دور میں بھی فیضؔ جو شاداب رہتا ہے
شریعت کے چمن کا وہ گلِ بے خار ہے پردہ

(۰)

بادۂ شبانہ

علامہ سر اقبالؒ کا اردو کلام

ہو شگفتہ ترے دم سے چمنِ دہر تمام
سیر اس باغ کی کر بادِ سحر کی صورت

نام روشن تو رہے عمر ہو گر برق خرام
زندگی چاہیئے دنیا میں شرر کی صورت

یہ تو بتلا دے موذن تری آنکھوں سے
کیا مروت بھی گئی خواب سحر کی صورت

جوش زن بحرِ محبت تھا مگر دل اپنا
صاف نکلا نگہ دیدۂ تر کی صورت

لطف جب آتا ہے اقبالؔ سخن گوئی کا
شعر نکلے صدفِ دل سے گہر کی صورت

(۰)

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰه

مایوس نہ رحمت سے ہو اندازِ کرم دیکھ
ہاتھوں میں چھلکتا ہوا اک ساغرِ جم دیکھ

آساں نہیں مٹ جائے ترے دین کی دولت
بیتاب نہ ہو جانبِ تعمیرِ حرم دیکھ

یہ خوں کی حرارت ہے نہیں موج کی جنبش
اس نبض کی حرکت کو تجھے رب کی قسم دیکھ

اُتری ہے ترے واسطے بَرْدًا وَّسَلَامًا
یہ کس نے کہا جانبِ اندوہ و الم دیکھ

خاک اُڑ گئی وہ قیصر و کسریٰ کے محل میں
اُٹھ قوتِ باطل کا ذرا اُٹھ کے بھرم دیکھ

عزت ترے قدموں سے ہے وابستہ جہاں کی
تو قوتِ یزداں ہے نہ شیطاں کے الم دیکھ

کس واسطے ہے یورشِ اعدا کا تجھے ڈر
فاروقؓ کی شمشیرِ جہانگیر کا دم دیکھ

جو عزم ہے تیرا وہ اشارہ ہے نبیؐ کا
دنیا کے ہر اک عزم کو اس عزم سے کم دیکھ

ہے فخر تجھے عبدیتِ خاصِ خدا سے
دنیا کے سلاطین کا نہ تو جاہ و حشم دیکھ

دے امتِ مرحوم کو پیغامِ محبت
آزردہ نہ ہو عشرتِ فردوسِ ارم دیکھ

تو غازیٔ ملت ہے، تری شانِ حجازی
تو دوست ہے، باطل کی کمانوں کا نہ خم دیکھ

تو شیر ہے اور زیست کا حق بھی ہے تجھی کو
بزدل سے یہ کہدے کہ بس اب تیغِ عدم دیکھ

سیلاب سے ساحل کو حذر ہو نہیں سکتا
آلودۂ خوں شہداء تیغِ ستم دیکھ

بے نور نہ ہوگا کبھی یہ خانۂ مسلم
اس خانہ میں ضو پاش ہے اک شمعِ حرم دیکھ

کچھ رنگ نہ لائے یہ اثر ہو نہیں سکتا
اس ہاتھ میں ہے نورِ حقیقت کا قلم دیکھ

فردوسِ محمدؐ کے ثمر تیرے لئے ہیں
یہ شمس و قمر لعل و گہر تیرے لئے ہیں

(امجد)

موجِ تبسّم

بایزید یلدرم گرفتار ہو کر امیر تیمور کے سامنے لایا گیا تو امیر تیمور اس کی طرف دیکھ کر ہنس دیا۔ بایزید نے سمجھا۔ کہ امیر اپنی فتحمندی پر اتراتا ہے۔ اس نے کہا۔ عزت اور ذلت منجانب اللہ ہے۔ آپ کو اپنی فتحمندی پر اس قدر اترانا نہیں چاہیئے۔ جس طرح تم آج فتحیاب ہوئے ہو۔ ممکن ہے کہ کل میری طرح پکڑے جاؤ۔ امیر نے کہا۔ میں اس وجہ سے نہیں ہنسا۔ بلکہ مجھے اپنی اور تمہاری بدصورتی کے خیال نے بے اختیار ہنسا دیا ہے۔ تم کانے ہو اور میں لنگڑا ہوں۔ میرے دل میں یہ خیال گذرا۔ کہ تاج سلطنت ایسی کیا چیز ہے۔ جسے پاکر بادشاہ اپنی ہستی کو بھول جاتے ہیں

ایک فقیر کا معمول تھا۔ کہ راہگیروں سے ایک پیسہ مانگا کرتا۔ ایک روز ایک امیر لباس فاخرہ پہنے عراقی گھوڑے پر سوار گذرا۔ فقیر نے صدا کی۔ او دنیا سے گزرنے والے پانچ روپے دلوا۔ سوار نے کہا تیرا معمول تو ایک پیسے کا ہے۔ پانچ روپے کیوں مانگتا ہے۔ اس نے جواب دیا میں ایک پیسہ ان سے مانگتا ہوں۔ جن کی بابت مجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ ملتا رہے گا۔ آپ کی دولت تو زوال پذیر ہے۔ آج نہ گئی۔ کل گئی پھر مجھے ایک پیسے کی بھی امید نہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تمہاری دولت میں جو میرا حصہ ہے۔ اُسے ایک دم وصول کر لوں ◆

حجاج کے پاس باغیوں کی ایک عورت قید کر کے لائی گئی۔ حجاج نے کہا۔ کوئی برمحل آیت پڑھ۔ تاکہ ہم تجھے چھوڑ دیں۔ اس نے یہ آیت پڑھی۔

اذا جاءَ نصر اللہ والفتح و رائت الناس یخرجون من دین اللہ افواجا (جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔ تو دیکھے گا کہ لوگ فوج فوج اللہ کے دین سے نکل رہے ہیں)۔ حجاج نے کہا۔ اے بدنصیب "یخرجون من" کی جگہ "یدخلون فی" پڑھ۔ عورت نے کہا۔ لوگ تو خدا کے دین میں فوج فوج داخل ہو چکے تھے لیکن تو نے اپنی تلوار سے چھانٹ چھانٹ کر سب کو نکال دیا۔ حجاج ہنس پڑا۔ اور دس ہزار درہم دے کر عورت کو رخصت کر دیا ◆

ایک بزدل سپاہی اپنی نئی دلہن "حور" نامی کو چھوڑ کر جہاد کیلئے چلا گیا۔ مگر لڑائی کی سختیاں دیکھ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ لوگوں نے کہا۔ ارے کم بخت بھاگتا کیوں ہے؟ کافروں کو قتل کریگا تو غازی کہلائیگا۔ اور مارا جائیگا تو شہید۔ دنیا میں مال غنیمت ملیگا۔ اور عقبیٰ میں حور عین اور جنت کے سپاہی نے جواب دیا۔ میرے پاس دنیا ہی میں حور موجود ہے۔ محض "عین" کے لئے سر کٹوانا عقلمندی سے بعید سمجھتا ہوں ◆

تذکرۃ الخلفاء

عمر بن عبد العزیز

اسلام کے سب سے پہلے مجدد عمر بن عبد العزیز ہیں۔ شاہی خاندان میں آنکھ کھولی۔ ہوش سنبھالا تو اپنے باپ کو مصر جیسے عظیم الشان صوبے کا گورنر پایا۔ بڑے ہوئے تو خود اموی سلطنت کے ماتحت گورنری پر مامور ہوگئے۔ شاہان بنی امیہ نے جن جاگیروں سے اپنے خاندان کو مالا مال کیا تھا۔ ان میں ان کا ان کے نانے کا بھی بہت بڑا حصہ تھا۔ حتیٰ کہ خاص ان کی ذاتی جائداد کی آمدنی پچاس ہزار اشرفی سالانہ تک پہنچتی تھی۔ رئیسوں کی طرح پوری شان سے رہتے تھے۔ لباس، خوراک، سواری، مکان، عادات و خصائل سب وہی تھے۔ جو شاہی حکومت میں شاہزادوں کے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا ماحول اس کام سے دور کی مناسبت بھی نہ رکھتا تھا۔ جو بعد میں انہوں نے انجام دیا۔ لیکن ان کی ماں حضرت عمرؓ کی پوتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو پچاس ہی برس ہوئے تھے جب وہ پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے میں صحابہ اور تابعین بکثرت موجود تھے۔ ابتدا میں انہوں نے حدیث اور فقہ کی پوری تعلیم پائی تھی۔ یہاں تک کہ محدثین کی صف اول میں شمار ہوتے تھے۔ اور فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے پس علمی حیثیت سے تو ان کے لئے یہ جاننے اور سمجھنے میں کوئی دقت نہ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے عہد میں تمدن کی اساس کن چیزوں پر تھی۔ اور جب خلافت بادشاہی سے بدلی تو ان بنیادوں میں کس نوعیت کا تغیر واقع ہوا۔

البتہ جو چیز عملی حیثیت سے ان کے راستے میں رکاوٹ ہو سکتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ اس جاہلی انقلاب کا بانی خود ان کا اپنا خاندان تھا۔ اس کے تمام فائدے اور بے حد و حساب فائدے ان کے بھائی بندوں اور خود ان کی ذات اور ان کے بال بچوں کو پہنچتے تھے۔ اور ان کی خاندانی عصبیت ذاتی طمع اور اپنی آئندہ نسل کی دنیوی خیر خواہی کا پورا تقاضا یہ تھا۔ کہ وہ بھی تخت شاہی پر فرعون بنکر بیٹھیں اپنے علم اور ضمیر کو ٹھوس مادی فائدوں کے مقابلے میں قربان کریں۔ اور حق و انصاف اخلاق اور اصول کے چکر میں نہ پڑیں۔ مگر جب ۳۷ سال کی عمر میں بالکل اتفاقی طور پر تخت شاہی ان کے حصے میں آیا۔ اور انہوں نے محسوس کیا۔ کہ کسقدر عظیم الشان ذمہ داری ان پر آپڑی ہے۔ تو دفعتہً ان کی زندگی کا رنگ بدل گیا۔ انہوں نے اس طرح ادنےٰ تامل کے بغیر جاہلیت کے مقابلے میں اسلام کے راستے کو اپنے لئے منتخب کیا کہ گویا یہ ان کا پہلے سے سوچا سمجھا ہوا فیصلہ تھا۔

تخت شاہی انہیں خاندانی طریق پر ملا تھا۔ مگر بیعت لیتے وقت مجمع عام میں صاف کہدیا کہ میں اپنی بیعت سے تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ تم لوگ جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ اور جب لوگوں نے برضا و رغبت کہا کہ ہم آپ ہی کو منتخب کرتے ہیں۔ تب انہوں نے خلافت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی۔

پھر شاہانہ کروفر، فرعونی انداز، قیصر و کسریٰ کے درباری طریقے سب رخصت کئے اور پہلے ہی روز لوازم شاہی کو ترک کر کے وہ طرز اختیار کیا۔ جو مسلمانوں کے درمیان اُن کے خلیفہ کا ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد ان امتیازات کی طرف توجہ کی۔ جو شاہی خاندان کے لوگوں کو حاصل تھے۔ اور ان کو تمام حیثیتوں سے عام مسلمانوں کے برابر کر دیا۔ وہ تمام کے قبضے میں تھیں۔ اپنی جاگیر سمیت بیت المال کو واپس کیں۔ جن جن کی زمینوں اور جائدادوں پر ناجائز قبضہ کیا گیا تھا۔ وہ سب ان کو واپس دیں۔ ان کی اپنی ذات کو اس تغیر سے جو نقصان پہنچا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ پچاس ہزار کی جگہ صرف دو سو اشرفی سالانہ کی آمدنی رہ گئی۔ بیت المال کے روپے کو اپنی ذات پر اور اپنے خاندان والوں پر حرام کر دیا۔ حتیٰ کہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تنخواہ تک نہ لی۔ اپنی زندگی کا سارا نقشہ بدل دیا۔ یا تو خلیفہ ہونے سے پہلے شاہانہ شان کے ساتھ رہتے تھے۔ یا خلیفہ ہوتے ہی فقیر بن گئے۔

گھر اور خاندان کی اس اصلاح کے بعد نظام حکومت کی طرف توجہ کی۔ ظالم گورنروں کو الگ کیا۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر صالح آدمی تلاش کئے۔ کہ گورنری کی خدمت انجام دیں۔ ظالمین حکومت جو قانون اور ضابطے سے آزاد ہو کر رعایا کی جان، مال آبرو پر غیر محدود اختیارات کے مالک ہو گئے تھے۔ ان کو پھر ضابطے کا پابند بنایا۔ اور قانون کی حکومت قائم کی۔ ٹیکس عائد کرنے کی پوری پالیسی بدل دی۔ اور وہ تمام ناجائز ٹیکس جو شاہان بنی امیہ نے عائد کر دیئے تھے۔ جن میں آبکاری تک کا محصول شامل تھا۔ یک قلم موقوف کئے۔ زکوٰۃ کی تحصیل کا انتظام از سر نو درست کیا۔ اور بیت المال کی دولت کو پھر سے عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کیلئے وقف کر دیا۔ غیر مسلم رعایا کے ساتھ جتنا انصافیاں کی گئی تھیں۔ ان سب کی تلافی کی ان کے معابد جن پر ناجائز قبضہ کیا گیا تھا۔ انہیں واپس دلائے۔ ان کی زمینیں جو غصب کر لی گئی تھیں۔ پھر واگذار کیں۔ اور ان کے تمام وہ حقوق بحال کئے۔ جو شریعت کی رو سے انہیں حاصل ہیں۔ عدالت کو انتظامی حکومت کے دخل سے آزاد کیا۔ اور حکم بین الناس کے ضابطہ اور اسپرٹ دونوں کو شاہی نظام کے اثرات سے پاک کر کے اسلامی نظام حکومت دوبارہ زندہ کیا۔

پھر انہوں نے سیاسی اقتدار سے کام لے کر لوگوں کی ذہنی اخلاقی اور معاشرتی زندگی سے جاہلیت کے ان اثرات کو نکالنا شروع کیا۔ جو نصف صدی کی جاہلی حکومت کے سبب سے اجتماعی زندگی میں پھیل گئے تھے۔ فاسد عقیدوں کی اشاعت کو روکا۔ عوام کی تعلیم کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا۔ قرآن، حدیث اور فقہ کے علوم کی طرف اہل دماغ طبقوں کی توجہات کو دوبارہ منعطف کیا۔ اور ایک ایسی علمی تحریک پیدا کر دی۔ جس کے اثر سے اسلام کو ابو حنیفہ رح، مالک رح، شافعی رح اور احمد رح بن حنبل رح جیسے مجتہدین میسر آئے۔ اتباع شریعت کی روح کو تازہ کیا۔ شراب نوشی، تصویر کشی اور عیش و تنعم کی بیماریاں جو شاہی نظام کی بدولت پیدا ہو چکی تھیں۔ ان کا انسداد کیا۔ اور فی الجملہ وہ مقصد پورا کیا جس کے لئے اسلام اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

بہت ہی قلیل مدت میں اس انقلاب حکومت کے اثرات عوام کی زندگی پر اور بین الاقوامی حالات پر مترتب ہونے شروع

ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے کہ ولید کے زمانے میں لوگ جب
آپس میں بیٹھتے تو عمارات اور باغوں کے متعلق گفتگو کرتے سلیمان
بن عبدالملک کا زمانہ آیا۔ تو عوام کا مذاق صنفی معاملات کی طرف
متوجہ ہوگیا۔ مگر جب عمر ابن عبدالعزیز حکمران ہوئے۔ تو حالت
یہ تھی۔ کہ جہاں چار آدمی جمع ہوتے۔ نماز اور روزہ اور قرآن
کا ذکر چھڑ جاتا تھا۔ غیر مسلم رعایا پر اس حکومت کا اتنا زبردست
اثر ہوا کہ ہزار در ہزار آدمی اس مختصر سی مدت میں مسلمان ہوگئے
اور جزیہ کی آمدنی دفعتہً اتنی گھٹ گئی کہ سلطنت کے مالیات
اس سے متاثر ہوگئے۔ مملکت اسلامی کے اطراف میں جو غیر مسلم
ریاستیں موجود تھیں حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے ان کو اسلام
کی طرف دعوت دی۔ اور ان میں سے متعدد ریاستوں نے اس
دین کو قبول کر لیا۔ اسلامی حکومت کی سب سے بڑی حریف
سلطنت اس وقت روم کی سلطنت تھی۔ جس کے ساتھ ایک
صدی سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اور اس وقت بھی
سیاسی کشمکش چل رہی تھی۔ مگر عمر ابن عبدالعزیز کا جو اخلاقی
اثر روم پر قائم ہوا۔ اس کا اندازہ ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے
جو ان کے انتقال کی خبر سنکر خود قیصر روم نے کہے تھے۔ اس
نے کہا کہ:۔

"اگر کوئی راہب دنیا کو چھوڑ کر اپنے دروازے
بند کر لے اور عبادت میں مشغول ہو جائے۔ تو مجھے
اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی مگر مجھے حیرت ہے
تو اس شخص پر جس کے قدموں کے نیچے دنیا تھی۔ اور
پھر اسے ٹھکرا کر اس نے فقیرانہ زندگی بسر کی"

اسلام کے اس مجدد اول کو صرف ڈھائی سال کام کرنے کا موقعہ
ملا۔ اور اس مختصر سی مدت میں اس نے یہ انقلاب عظیم برپا کر کے
دکھا دیا۔ بنی امیہ کا پورا خاندان اس بندۂ خدا کا دشمن ہوگیا تھا۔
اسلام کی زندگی میں ان لوگوں کی موت تھی۔ وہ اس تجدید کے
کام کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ آخر کار انہوں نے سازش
کر کے زہر دیدیا۔ اور صرف ۳۹ سال کی عمر میں یہ خادم دین و ملت
دنیا سے رخصت ہوگیا۔

(ابوالاعلیٰ مودودی)

قانون واگذاری اراضی مرہونہ

درخواستوں کے فیصلہ کیلئے افسروں کا تقرر

لاہور ۱۹ جون قانون واگذاری اراضی مرہونہ کے
الفاظ کے بعد گورنمنٹ نے اس کے ماتحت درخواستوں کی
سماعت کے لئے افسر مقرر کئے تھے۔ مگر معاملہ ہائیکورٹ
میں جانے پر گورنمنٹ نے ان درخواستوں کی سماعت بند
کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ اس قانون
کے سلسلہ میں فیڈرل کورٹ میں پنجاب گورنمنٹ کے
حق میں فیصلہ ہو جانے کے بعد گورنمنٹ پھر ان درخواستوں
کی سماعت کے لئے افسر مقرر کرنے والی ہے۔ یہ بھی معلوم
ہوا ہے۔ کہ غیر زراعت پیشہ لوگ فیڈرل کورٹ کے
فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل کریں گے۔ اور
اس مطلب کیلئے انہوں نے درخواست دیدی ہے۔

دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ارسال
کریں۔ ورنہ جواب کا انتظار نہ کریں۔

(منیجر)

بصائر و عبر

گنہگار کا نامۂ اعمال

چاروں طرف خاموشی کا تسلط تھا ——— مہیب خاموشی ——— کوئی دل ایسا نہ تھا جس پر دہشت طاری نہ ہو۔ ہر ذی روح خوف سے کانپ رہا تھا۔ کیونکہ خدائے برتر و جبار اپنے بندوں سے حساب لے رہا تھا۔

ایک سرتاپا عریاں مجرم جو خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ درگاہ ایزدی میں حاضر کیا گیا۔ اعمالنامہ کھولا گیا۔ یکایک ایک سناٹا ہوا۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد یہ آواز آئی۔ "تیری زندگی عیش و عشرت میں بسر ہوئی۔ تُو نے بھولے سے بھی خدا کی مخلوق پر رحم نہ کھایا۔ تیرا دروازہ مصیبت زدوں کے لئے تمام عمر بند رہا گداگر تیرے سامنے دست سوال دراز کرتے۔ تو تُو انہیں کمال بے دردی سے دھتکار دیتا۔ میں نے بارہا تجھے تیرے ضمیر سے ملامت کرائی۔ مگر تیرا دل پتھر بن چکا تھا۔ تیری سماعت پر خدائی آواز کا کچھ اثر نہ تھا۔ تو غریبوں مسکینوں اور یتیموں کے مال پر بے دریغ دست اندازی کر کے شراب و کباب میں محو تھا۔ ہمسائے تیرے ظلم و تعدّی سے نالاں رہے۔ تیرے کتے خوان نعمت سے سیر ہوتے اور نرم بستروں پر آرام کیا کرتے۔ مگر تیرے ستم رسیدہ متعلقین بھوکوں مرتے۔ اور بیچارے فرش خاک پر راتیں کاٹتے۔ تو اپنے گناہوں کے سبب میری زمین کی چھاتی پر ایک بوجھ تھا ——— ناگوار بوجھ ——— تیرے ہاتھ اپنے بھائیوں کے خون سے رنگین تھے۔

یہ سنکر گنہگار کا سر بار ندامت سے جھک گیا۔

خدا نے نامۂ اعمال کا دوسرا ورق الٹا اور غصہ سے کہا ——— "تیری تمام زندگی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ تیری آنکھیں ہمیشہ حسن کی متلاشی رہیں۔ تیرا مشغلہ فسق و فجور رہا۔ تو نے تمام دن حسن پرستی اور راتیں ہوس پرستی میں بسر کیں۔ کمبخت انسان! تیرے دل میں نیکی و پارسائی کا احساس شمہ بھر بھی نہیں تھا۔ تیرے مخصوص کمرے کی زینت عریاں تصاویر تھی۔ عشوہ طرازوں کا ہجوم تیرے خوابگاہ کے گرد مجتمع رہتا۔ شراب کے ساغر تیرے لبوں سے جدا ہوتے تھے۔ سوتے وقت چنگ و رباب کے دلکش نغمے تجھے لوری دیتے۔ فاحشہ عورتوں کی چٹکیاں تجھے بیدار کرتیں۔

اے مغرور سرکش انسان! تو عمر بھر زر و مال کی پرستش کرتا رہا۔ حسن پرستی تیرا شعار رہا۔ تو ان تمام بیہودگیوں کا مرتکب ہوا۔ جو ذات انسانی کے لئے ممنوع ہو سکتی تھیں۔ آفتاب تیرے گناہوں سے منفعل ہو کر بادلوں میں چھپ جاتا اور ماہتاب تیری معصیت سے۔"

مجرم سن رہا تھا ——— اس کی آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔

خدا نے نامۂ اعمال کا تیسرا ورق الٹا۔ اور غضبناک ہو کر فرمایا ——— "تو نے ہمیشہ نیکی کا بدلہ بدی سے دیا۔ جن ہاتھوں نے تجھے پالا پوسا۔ تُو نے انہیں کو مجروح کیا۔ جو سینہ تیری محبت کا گنجینہ تھا۔ تو نے اسی پر مونگ دلے۔ والدین کی نافرمانی تیرا شعار اور اپنے بے ریا احباب سے بے وفائی تیرا

شیدہ رہا ؟"

گنہگار کی نظریں زمین پر کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

خدا نے نامۂ اعمال بند کیا۔ اور فرمایا ——— چونکہ تیری کتاب زندگی کا ہر ورق گناہ کی سیاہی کے چھینٹوں سے ملوث ہے اس لئے دوزخ تیرے لئے موزون تر جگہ رہے گی۔ جس کی آگ میں تو ہمیشہ جلتا بھنتا رہے گا۔

گنہگار کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ نہایت لجاجت بھرے لہجہ میں یوں گویا ہوا ——— "تو میرے حق میں ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا ؟"

"کیوں ؟ میں ایسا کیوں نہیں کر سکتا ؟"

"اس لئے کہ تو رحیم و غفور ہے ؟"

— خدا کی رحمت کے بے پایاں سمندر میں تلاطم برپا ہو گیا ارشاد فرمایا۔ "اچھا۔ جا میں نے تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے تجھے بہشت میں جگہ دی ؟"

گنہگار چلا اٹھا۔ "نہیں ! تو مجھے بہشت میں بھی جگہ نہیں دے سکتا" گنہگار نے روتے ہوئے کہا۔ اس لئے کہ بہشت پر بھی میرا ایمان نہ تھا۔ میں تو تیرے وجود سے بھی منکر تھا۔

فرشتوں نے یہ الفاظ سنے۔ انگشت بدنداں ہو کر خدا کی طرف دیکھنے اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگے ———

(آسکر وائیلڈ مترجمہ ارشد)

(صفحہ ۱۴۴ سے آگے) اس عالی ظرفی اور کشادہ دلی کا مادی ثبوت فراہم ہو جائیگا۔ جس کی بدولت حکومت نے ہندوؤں کی ان پرستش گاہوں کو برباد ہونے سے بچا لیا ہے۔ صرف اس سڑک کی تعمیر پر جس کے ذریعہ ہندو آرٹ اور تمدن کے شیدائی ایلورہ اور ایجنٹا تک پہنچ سکتے ہیں۔ ۸ لاکھ روپے صرف ہوئے ہیں

مزید حقیقتیں

اب مزید حقیقتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے حیدرآباد کے مسلمان حکمرانوں کی رواداری اور وسیع النظری بخوبی نمایاں ہو جاتی ہے ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے حیدرآباد کے مسلمانوں کو کئی سال سے بقرعید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو ان کا مذہبی حق ہے محروم رکھا گیا ہے اسی طرح مسجد کی تعمیر کے لئے کئی درخواستوں کو حکومت نے محض اس لئے مسترد کر دیا۔ کہ اس محلہ کے ہندوؤں کو اعتراض تھا۔ اسی طرح کہ ایک عیدگاہ جو نانڈیڑ کے سکھ گوردوارہ کے بالکل قریب تھی۔ دوسرے مقام پر منتقل کی گئی ہے۔ اور حیدرآباد کے موٹر خانہ عامرہ کے پاس جو مسجد تھی اسے کتب خانہ میں تبدیل کیا گیا کیونکہ یہ مسجد ایک دیول کے بالکل قریب واقع ہے۔

دوسری قابل ذکر خصوصیات

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے رانی صاحبہ نے فرمایا کہ اگر مندروں کو ضرر پہنچے۔ تو خود حکومت اسکی تلافی کرتی ہے۔ چنانچہ شہر لسیا کے مندر یا بخشی گنج کے مندر کو اسطرح معاوضہ دیا گیا۔ پہلے مندر کو مرمت کیلئے (۲۵۰۰۰) روپے عطا ہوئے۔ ہندو عورتوں کو اپنی جاگیرات اور زمینات کا انتظام کرنے کا حق دیا جاتا ہے۔ دیوداسی بنانے کی رسم اور بیگار کا طریقہ جس کے تحت مفت جبری خدمت لی جاتی تھی موقوف کر دیا گیا ہے۔ فقہ اسلامی کی طرح شاستروں کو بھی قانون ملک تسلیم کیا جاتا ہے چلہ ہندو تہواروں کے دن تعطیل دی جاتی ہے اور اگر ملازمین سرکار اپنے مذہبی مقامات کو جانا چاہیں تو انہیں سالم پیشگی تنخواہ کے ..

شاہان آصفیہ کی مذہبی رواداری

رانی صاحبہ بھوم ستان کی نشری تقریر

ہندوؤں کے مذہبی ادارے

رانی صاحبہ بھوم ستان نے نشرگاہ لاسلکی اورنگ آباد سے شاہان آصفیہ کی مذہبی رواداری پر تقریر کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ اس مختصر سی تقریر میں اس موضوع پر اچھی طرح روشنی ڈالنا ممکن نہیں۔ بدقسمتی سے بیرونی افراد اداروں اور ان کے مقامی کارکنوں نے اس موضوع کے متعلق طرح طرح کی بحثیں پیدا کر دی ہیں۔ اس لئے میں صرف بعض نمایاں حقیقتیں اور اعداد و شمار پیش کروں گی جو تمام غلط فہمیوں کو رفع کر دیں گے۔ رانی صاحبہ نے اپنے خیالات ظاہر کرنے سے پہلے اس بات کا دعویٰ کیا۔ کہ شاہان آصفیہ کی سرپرستی میں حیدرآباد کے ہندوؤں کو جو مرفہ الحالی حاصل ہے۔ وہ اگر اس ریاست کے فرمانروا ہندو ہوتے تو بھی انہیں نصیب نہ ہوتی۔ بعد ازاں اس دعویٰ کی تائید میں آپ نے اس ریاست کے ہندوؤں کی مذہبی زندگی پر روشنی ڈالی۔

ہندوؤں کے مذہبی ادارے

رانی صاحبہ نے فرمایا کہ "حیدرآباد میں ہندوؤں کے تقریباً (۲۷،۰۰۰) ادارے ہیں۔ جو تمام ممالک محروسہ میں مختلف مقامات پر واقع ہیں۔ ان میں سے (۲۴،۰۰۰) ہندو ہیں۔ صرف محکمہ امور مذہبی کی جانب سے ان مذہبی اداروں کی دیکھ بھال کیلئے سالانہ تقریباً (۲،۵۴،۰۰۰) ہزار روپے صرف ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ انفرادی حیثیت سے کئی مندروں اور مٹھوں کو بڑی بڑی جاگیریں اور معاشیں دوامی طور پر دی گئی ہیں۔

مندروں کے نام عطیات

جن مندروں اور مٹھوں کے نام معاش جاری ہے۔ ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں سے بارہ مشہور مذہبی اداروں کے نام پیش کرتی ہوں۔

نام		سالانہ مدد معاش	
شری ایکناتھ جی	پٹن	۴،۳،۵۲۰	روپے
مندر سیتا رام باغ	حیدرآباد	۵۰،۰۰۰	"
مندر جہام سنگھ	"	۸،۴۰۸	"
قائم داس کا مٹھ	"	۱۲،۳۶۶	"
مندر کشن باغ	"	۱۶،۴۲۰	"
رام باغ کا مندر	"	۱۵،۰۰۰	"
سکھر دیول	ماہور	۶۰،۰۰۰	"
بہدرا چلم کا دیول		۳۰،۲۵۰	"
مندر ونیکٹیشور سوامی	ایکل واڑہ	۴۰،۰۰۰	"
تلجا بھوانی کا مندر	تلجاپور	۱۸،۰۰۰	"
گورو گوبند کا گردوارہ	ناندیڑ	۳۳،۱۲	"
یادگار رپلی کا مندر	بھونگیر	۲۰،۰۰۰	"

محکمہ امور مذہبی

خود محکمہ امور مذہبی کی ہیئت ترکیبی اس مذہبی رواداری

کی آئینہ دار ہے۔ جو ہندوؤں کے ساتھ برتی جاتی ہے۔ اور اس اعتماد کی مظہر ہے۔ جو اس ریاست کے حکمران اپنی ہندو رعایا پر رکھتے ہیں۔ ہر موضع کا پٹیل اور پٹواری ہر تعلقہ کا تحصیلدار ہر ضلع کا اول تعلقدار اور ہر صوبہ کا صوبہ دار خواہ وہ ہندو مسلمان پارسی یا عیسائی ہو ان اختیارات کی حد تک جو اس کے عہدہ کے لحاظ سے عطا کئے گئے ہوں۔ اپنے اپنے علاقہ کا عہدہ دار امور مذہبی ہے۔

ہندوؤں کا غالب اثر

"اگر ہمیں یہ بات یاد رہے کہ ۵۷ ہزار پٹیل پٹواریوں میں سے جو اس مملکت میں کارگذار ہیں ۵۴ ہزار ہندو ہیں تو ہم ہندوؤں کے اس غالب اثر کو محسوس کر سکتے ہیں۔ جو اس ریاست کے سررشتہ امور مذہبی میں کارفرما ہے۔ یہاں اس امر کی صراحت لازمی ہے کہ سررشتہ امور مذہبی کسی قسم کے تبلیغی کام سے دور کی بھی دلچسپی نہیں رکھتا۔

اعلیحضرت بندگان عالی کا فرمان

ہر فرقہ کے ارکان کو آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی رسوم انجام دینے کے متعلق حکومت کا مسلک ایک فرمان مبارک سے واضح ہو جاتا ہے۔ جس کا مفہوم یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

ایسے ملک میں جہاں مختلف نسلیں آباد ہیں۔ اور جن کے مذاہب مختلف ہیں۔ کوئی حکومت کسی مذہبی کام کو روکنا پسند نہیں کریگی۔ جب تک کہ اس کام کی انجام دہی سے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے جذبات اسقدر مشتعل نہ ہوں جس سے پبلک کے امن و امان اور سلامتی کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے۔ عام امن امان میں خلل واقع ہونے کے اندیشہ ہی کو رفع کرنے کی خاطر میری حکومت نے یہ قاعدہ بنایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کوئی جدید مذہبی عمارت یا احاطہ تعمیر کرنا چاہے مثلاً مسجد گرجا یا کوئی عبادت گاہ یا مدرسہ یا قبرستان وغیرہ تو اسے چاہیئے کہ پہلے ہی سے حکومت کی منظوری حاصل کرے۔

پوجا پاٹ کی پوری پوری آزادی

ایسے اور بھی قوانین کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ باجہ نوازی جلوسوں اور مذہبی تبلیغ کے سلسلہ میں حکومت کے احکام اور گشتیات بھی اسی پالیسی کے تحت نفاذ پاتے ہیں۔ ان تمام امور کی حد تک جملہ فرقوں کو کامل آزادی حاصل ہے۔ بشرطیکہ اس آزادی کا غلط استعمال نہ ہو۔ اور امن و امان میں خلل واقع ہونے کا احتمال نہ ہو۔ اس غرض کے لئے بعض قواعد کی شکل میں ان طریقوں کی صراحت کر دی گئی ہے جن کے ذریعہ اس آزادی کا استعمال ہو سکتا ہے۔ یہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اعلیحضرت اقدس و اعلیٰ کے یہ فرامین جو عوام کے مفاد ہی کے لئے نظم و نسق کے عمدہ اصول پر مبنی ہیں۔ اس قسم کے تمام معاملات کی حد تک آئندہ بھی پالیسی کے سلسلہ میں حکومتِ سرکار عالی کی رہنمائی کرتے رہینگے۔

فوراً کارروائی کرنیکا انتظام

ہندوؤں اور مسلمانوں کی جانب سے حکومت کے پاس اس امر کی نسبت محضر پیش کئے گئے ہیں۔ کہ مذہبی عمارتوں کی تعمیر یا ترمیم کے سلسلہ میں محکمہ امور مذہبی سے اجازت حاصل کرنے میں دیر ہوتی ہے۔ چنانچہ حکومت نے حال ہی میں تعلقداروں اور تحصیلداروں کو ضروری اختیارات دے دیئے ہیں۔ تاکہ اس قسم کی درخواستوں کا بہت جلد تصفیہ ہو جائے۔

آمدنی کا مناسب استعمال

محکمہ امور مذہبی اس بات کی تنقیح کر رہا ہے کہ مذہبی اداروں

کے نام جو جاگیریں اور معاشیں عطا ہوئی ہیں۔ ان کی کثیر آمدنی متعلقہ طبقوں کی اخلاقی و روحانی اصلاح کے لئے صرف کی جا رہی ہے۔ یا نہیں۔ اس سلسلہ میں اس محکمہ کی پالیسی حسب ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔ جو محکمہ امور مذہبی کی رپورٹ نظم و نسق سے لیا گیا ہے۔ اور جسے حکومت کی پوری تائید حاصل ہے۔

ظاہر ہے کہ تذکرہ بالا امور کی حد تک غیر فرقہ داری اساس پر ہی ترقی کرنی چاہیئے۔ اگر بن چکی جاگیر واقع اورنگ آباد کی بچت سے ایسی مسلم اقامت گاہ چلائی جا سکتی ہے۔ جس میں اسلامی ثقافت کا جو ایک بیش بہا ورثہ ہے۔ خاص خیال رکھا جائے۔ تو دوسری طرف مندر سیتا رام باغ اور یادگیر کے ہندو اوقاف کی بچت ضرور ہندو ثقافت کو برقرار رکھنے کی خاطر صرف کی جا سکتی ہے جو زمانہ قدیم کا قیمتی ورثہ ہے۔

شاستروں کی تعلیم

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے رانی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ ویدوں اور شاستروں کی تعلیم دینے اور کتھائیں سنانے کیلئے محکمہ امور مذہبی کی جانب سے جو پنڈت اور شاستری مقرر ہیں۔ انہیں سالانہ (۶۰۰۰) کی معاش ملتی ہے۔ خاص خاص موقعوں پر ہندو مذہبی رسوم اور تقریبیں منانے کیلئے ہر سال بجٹ میں (۷۶۰۰۰) روپے کی متوالی رقم شریک کی جاتی ہے۔

مذہبی معاشیں

مذہبی معاشوں کے تحت ان ۲۲۴ مواضعات کا ذکر ضروری ہے جن کی سالانہ آمدنی تین لاکھ روپے سکہ حالی ہے۔ اور جو دوامی طور پر ۷۰۰ ہندو مہنتوں اور پجاریوں کو عطا کی گئی ہیں۔ تاکہ وہ اپنے زیر نگرانی مذہبی اداروں کی دیکھ بھال کریں۔ علاوہ ازیں معاش کی مد کے طور پر ۱۳۵۵ دیویوں کو سالانہ کل ۳ لاکھ گیارہ ہزار روپے دیئے جاتے ہیں۔

شاہان آصفیہ کی مذہبی رواداری کی ایک اور نمایاں مثال اس حقیقت میں ملتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے (۱۰۶) مذہبی اوقات کی نگرانی دائمی طور پر ہندوؤں کے سر ہے۔ جو اپنے مسلمان نائبوں کے ذریعہ تولیت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

ہندو طبقوں کی آمدنی

ہندو پٹیل پٹواریوں اور دیس مکھوں کی تعداد (۵۴۲۸۸) ہے۔ اور ان کی سالانہ آمدنی تیس لاکھ ہے۔ ہندو منصبداروں کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ ہندو جاگیرداروں کی آمدنی سالانہ ۲۱ لاکھ ہے۔ ہندو سمستانوں کی آمدنی ۳۲ لاکھ اور ہندو امرا کی آمدنی ۲۴ لاکھ ہے۔ ہندو پٹہ داروں۔ اجارہ داروں اور رسوم داروں کی تعداد ۱۸ لاکھ سے زیادہ ہے۔ قلمرو آصفیہ کی زرعی پیداوار کی سالانہ مالیت ۲۷ کروڑ روپے ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اس ریاست میں زراعت پر صرف ہندوؤں ہی کا قبضہ ہے۔ بجا طور پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ ۲۷ کروڑ سالانہ کی یہ رقم دراصل اس ریاست کے ہندو عوام کی آمدنی ہے۔ ملازم سرکار ہندوؤں کی تعداد ۲۹۷۶ ہے۔

آثار قدیمہ

بدھ متی۔ جینی اور برہمنی آثار کے تحفظ کیلئے حکومت نے اس وقت تک ۱۰ لاکھ سے زیادہ رقم صرف کی ہے۔ ایجنٹا۔ ایلورہ پیتل کھورہ۔ بہوکرون۔ عثمان آباد۔ اور عادل آباد کے غاروں کو دیکھنے کے بعد ہر شخص قائل ہو جائیگا۔ کہ خانوادۂ آصفی نے قدیم ہندو تمدن کے آثار کو محفوظ کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ اسی طرح۔ انور ڈچ پلی۔ کھن پور۔ دنگی کو کھنو۔ پانگل۔ رامپا اور حن کھنڈہ کی دیویوں کو دیکھنے کے بعد (باقی صفحہ ۱۳ کے نیچے)

وزیر ہند پریس واقع ال بازار امرتسر میں محمد علی ژوخش پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقع شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر محمد علی شوق)



"AL-QURAISH"

سادات قریش کا واحد اصلاحی جریدہ

الناس تبع لقریش فی خیر والشر

القریش

امرتسر

جریدہ

ایڈیٹر:- "محسن القوم" محمد علی رونق

Editor

"MOHSAN-UL-QAUM." MOHAMMAD ALI RAUNAQ.

Annual Subscription Rs 3/- *Per Copy -/4/-*

زمزمہ حمد و نعت

(از جناب طوطی برار آغا ایلچپوری)

شب معراج ہی میں کھل گیا جوہر شفاعت کا
گنہ بخشا گنہ سے پہلے حق نے اُسکی اُمت کا

سہارا کیوں نہ ڈھونڈیں انبیاؑ تیری شفاعت کا
ہے سر پر تاج تیرے دو جہاں کی بادشاہت کا

ہوا محشر میں قطرہ وجہ جوشِ بحرِ بے پایاں
گرا اشکِ ندامت یا اُٹھا طوفانِ رحمت کا

بہت نازاں درِ خیبر تھا استحکام پر اپنے
نہ جبتک آئینہ دیکھا تھا حیدرؑ کی شجاعت کا

نہیں ہے یہ حنائی خوں سے دستِ کربلا رنگیں
یدِ بیضا ہے یا نقشہ ہے یہ گلزارِ جنت کا

یہی عالم رہا گر دستِ وحشت کا تو غربت میں
اڑیگا دھجیاں ہو ہو کے دامن دشتِ غربت کا

نہیں جنبش درختوں میں یہ سب سرمستِ مدحت ہیں
نہیں یہ نغمۂ بلبل ترانہ ہے یہ قدرت کا

لکیریں یہ نہیں غافل جبینِ عرق آگیں !
اُبھر آیا ہے نقشہ صاف تحریرِ ندامت کا

ہوا ہے خاتمہ سبطِ نبیؐ پر کل فضائل کا
شہادت کا شجاعت کا عبادت کا سخاوت کا

غمِ خورشیدِ محشر کیا. رہیگا سایہ آغا پہ
علیؑ کے علم کا، کبریا کے ابرِ رحمت کا

پڑھی جب حمد آغا نے تو بولے آسماں والے
چہکتا ہے زمیں پر کوئی بلبل باغِ وحدت کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر
اگست ۱۹۴۲ء
رجب المرجب ۱۳۶۱ھ
جلد ۲۹ ——— نمبر ۷

قومی بنیاد کے استحکام کی ایک تدبیر

زکوٰۃ یا خیرات و صدقات

اسلام نے دُنیوی فلاح اور اُخروی نجات کیلئے ایسے جامع و اٹل قوانین وضع کیے ہیں۔ کہ ہر شخص امیر ہو یا غریب، سرمایہ دار ہو یا مفلس، تندرست و توانا ہو یا اپاہج، خردمند ہو یا بے شعور ہر زمانہ ہر عہد اور ہر حالت میں ان سے مستفید و مستفیض ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ آئین اسلام میں زکوٰۃ اور خیرات و صدقات کا ایک قانون ہے جس سے سرمایہ داری اور غیر سرمایہ داری کی حد فاصل بطریق احسن ختم ہو جانے کے ساتھ ہی قومی تعمیر کی بنیادیں مستحکم و استوار ہو جاتی ہیں۔ اس قانون کی رو سے ہر وہ شخص جس کے پاس اس کی واجبی ضروریات سے پچاس روپے زائد کا سرمایہ ہے۔ اور اس پر ایک سال کا عرصہ بھی گذر گیا ہے سے قوم و ملت کے غیر مستطیع، اہل حاجات کی امداد و اعانت کرے۔ ہر صاحب ثروت کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ کہ وہ ہر سال رجب و رمضان کے مہینوں میں اپنے محاصل و مخارج کا گوشوارہ مرتب کرنے کے بعد خدا کی دی ہوئی دولت میں سے ایسے لوگوں کیلئے جو محتاج ہیں یا بوجوہ محتاج و دست نگر ہو گئے ہیں۔ چالیسواں حصہ علیحدہ کرے۔ اور اسے ان ہدایات کے تحت تقسیم کرے۔ جو اس ضمن میں اسلام نے وضع کر دی ہیں۔

زکوٰۃ و خیرات و صدقات کا سرمایہ بیکسوں، یتیموں اور مسکینوں کی امداد کے علاوہ جن مدات پر خرچ کرنے کی اسلام نے اجازت دی اور تاکید فرمائی ہے۔ وہ بھی اہل زکوٰۃ کی توجہ کے محتاج ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:—

۱- **وَفِی الرِّقَابِ** ۔ یعنی قیدیوں کو دشمنوں کی قید سے اور مسلمان کو غیر مسلم مالکوں کی غلامی سے فدیہ دیکر چھوڑانا

کوئی مذہب سوائے اسلام کے ایسا نہیں جس نے غلاموں کی آزادی کے لئے باضابطہ طور پر ایک حصہ رکھا ہو، جس طرح مساکین کا لفظ عام رکھا ہے۔ اسی طرح رقاب کا لفظ بھی عام ہی رہنا چاہیئے۔ یعنے مسلمان غلاموں کو آزاد کرانا اور ان لوگوں کو تکلیف سے چھڑانا جو غلام کے حکم میں ہوں مثلاً مسلمان قیدی جن کو دشمنوں نے قید کر لیا ہو۔ اور وہ مقروض جو قرض خواہوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوں۔ اور ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا ہو۔ فدیہ دے کر رہا کرانا بھی اس میں داخل ہے۔ زکوٰۃ ۔ خیرات و صدقات کا ایک جائز اور صحیح مصرف یہ بھی ہے۔ کہ مسلمانوں کے بچے جن کو جہالت و تاریکی نے اپنا غلام بنا لیا ہو۔ ان کو تعلیم کے ذریعے سے آزاد کراؤ۔ اور یہ پوری آزادی انہیں حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ان کی تعلیم کا انتظام خود مسلمان نہ کریں جب تک اسلامی یونیورسٹی قائم نہ ہو، یہ سب آزادیاں داخل فی الرقاب ہیں۔

چونکہ اس فدیہ میں مصلحت قومی ہے۔ خدا تعالیٰ نے بھی اس کا حکم دیا ہے۔ کہ جو مسلمان دشمنوں کے ہاتھ پڑ جائیں اور وہ انہیں آزاد نہ کریں۔ تو زکوٰۃ کے روپیہ سے زر فدیہ ادا کر کے ان کو چھڑایا جائے۔ اس لئے جو لوگ حمایت قوم کیلئے سربکف ہو کر نکلیں اور مصالح قومی کی حفاظت میں اپنی جان تک سے دریغ نہ کریں۔ اور پھر کسی اتفاق سے دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیں۔ تو کیا ان کا اتنا بھی حق نہیں ہے۔ کہ قوم کے متمول روپیہ جیسی آنے جانے والی چیز سے ان کی مدد کریں۔ قوم کا فرض ہے۔ کہ اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈالے اور ان کو چھڑائے، ان کو چھڑانے میں خود قوم کا ہی فائدہ ہے۔ اور نہ چھڑانے میں اسی کا نقصان۔ اسی طرح قوم کے دل چلوں اور شجاعوں کے حوصلے پست ہو جائینگے۔ اور وہ کہیں گے۔ کہ ایسی بے مروت قوم کیلئے آگ میں کودنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ قوم میں نفسا نفسی پھیل جائیگی اور قومی انحطاط کا دروازہ کھل جائیگا۔

۲- **لِلْغَارِمِیْن** ۔ زکوٰۃ کا ایک مصرف یہ بھی ہے جسے للغارمین قرار دیا ہے۔ یعنے مسلمانوں میں جو لوگ قرضدار ہونے کی وجہ سے پریشان ہوں۔ اور حالت یہ ہو کہ ایک طرف تو بارِ قرض ان کی کمر توڑے ڈالتا ہو اور دوسری طرف نفقہ ضروریہ کا فکر تنگ کرتا ہو، ایسے مقروضوں کی مالی مدد کرنا بھی زکوٰۃ کے بہترین مصارف میں داخل ہے۔ اور اس حد تک کہ مقروض بار قرض سے سبکدوش ہو کر نفقہ ضروریہ ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ للغارمین سے وہ قرضدار مراد نہیں ہیں۔ جنہوں نے قرض کی مصیبت خود اپنے ہاتھوں مول لی ہے۔ اور عیش و عشرت، نام و نمود اور فضول مراسم میں روپیہ اڑا کر قرضدار ہو گئے ہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن پر کوئی ناگہانی مالی مصیبت پڑی ہو۔ یا کسی وجہ سے نفقہ ضروریہ کمانے سے معذور ہو گئے ہوں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مال زکوٰۃ میں سے ان کی مدد کریں۔ تاکہ ان کو قرض کی مصیبت و ذلت سے نجات ملے۔ اور وہ افراد جو نکبت و ادبار اور فلاکت کی وجہ سے ننگ قوم بن گئے ہیں۔ قومی اصلاح و ارتقا میں حصہ

لینے کے اہل ہوسکیں۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ ، للغارمین کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس میں کوئی حد نہیں مقرر کی گئی۔ کہ قرض داروں کی کہاں تک مدد کی جائے۔ زکوٰۃ میں سے کتنا حصہ دیا جائے۔ یہ تعمیم و اطلاق اسی غرض سے ہے کہ جتنی ضرورت ہو اور جہاں تک مدد کرنا قوم کی طاقت میں ہو۔ اور جہاں تک اس کے فوائد قوم کی طرف رجوع کرنے والے ہوں زکوٰۃ سے مدد کرے۔ ایسے ذرا غور سے سوچو کہ غارمین کی اعانت تمدن و فلاح قوم کیلئے کہاں تک ضروری و مفید ہے۔ اور کیسے نگر قومی طاقت اور اس کے تمدن کی حفاظت کرتی ہے۔ قرآن تو ہم کو خوشحالی و فارغ البالی کی بہتر سے بہتر تدبیر بتاتا ہے۔ لیکن ہمیں اس پر عمل کی توفیق بھی ہو۔

۳۔ وَفِي سَبِيلِ اللهِ ۔ دینی کاموں کو جو قوم کی ضروریات اور مصلحت وقت کے مطابق ہوں۔ اور جن سے ملت اور اہل ملت کی تقویت ہو۔ اور اس کی عزت و عظمت بڑھے سبیل اللہ اور جہاد کہتے ہیں۔ اور ان کاموں کو بھی جو اس نقصان و خلل کے دفعیہ کیلئے کئے جائیں۔ جو کسی طرح سے ملت و اہل ملت کو پہنچتا ہو۔ پس مجاہد وہ ہیں۔ جو ایک طرف قوم کی تقویت کے کام کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف رفع اعداء پر کمربستہ اور مستعد ہوں، یہ ظاہر ہے۔ کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہوسکتی۔ جس کو اندرونی و بیرونی دشمنی کا سامنا نہ ہو۔ پس جو لوگ ایسی نازک حالت میں قوم کی عزت رکھنے اور استقبال بلا کرنے میں دل و جان سے کوشاں ہوں۔ قوم کا بھی فرض ہے۔ کہ ان کی مدد کرے۔

جہاد ۔ جس کے معنی محنت تعب مشقت اور کسی کام کیلئے سخت تکلیف برداشت کرنے کے ہیں اسلام کا مقصد اصلی دنیا میں قیام حق و صداقت اور دفع باطل و ضلالت ہے۔ یعنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اور ظاہر ہے کہ یہ کام سب سے زیادہ امداد کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ تمام ضروریات دین بھی اس میں شامل ہوسکتی ہیں قلب و ضمیر کی ان تمام کوششوں کو جو نفس و شیطان کے مقابلہ میں کی جائیں جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے کہ اپنے ہوائے نفس کے مقابلہ میں بھی ویسا ہی جہاد کرو۔ جیسا کہ ظاہری دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیاروں سے جہاد کرتے ہو۔ اور فی الحقیقت یہی جہاد اکبر ہے۔ اور باطل پرستوں کے مقابلہ میں اپنی جان اپنے مال اور اپنی زبان کے ذریعہ جہاد کرو"

علمائے محققین کے نزدیک مجاہدین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جو قوم کیلئے اور اس کی طرف سے دشمنوں سے لڑتے ہیں اور دوسرے وہ کہ جو قوم کو اندرونی کمزوریوں اور لغزشوں سے روک کر ہر وقت اس کی اصلاح اور ترقی کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔ پہلے فرقہ کو سپاہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور دوسرے کو اہل علم، جو قومی و ملی ہر قسم کے امور کا خیال رکھتے ہیں۔ تاکہ ملی اور قومی مصالح سے واقف ہو کر ان کی تکمیل کی راہیں بتائیں۔ اور اپنے اثر سے ان کی تکمیل پر بھی قوم کو آمادہ کر سکیں۔ خود آگے بڑھیں۔ اور قوم کو ساتھ لیں اور یہ ظاہر بات ہے۔ کہ جو قوم دو ارکان اولیہ کو مہمل قرار دے۔ اسکی ہستی نیستی ہے۔ اور وہ دنیا میں ہرگز کسی عزت و حرمت کی مستحق نہیں ہوسکتی۔ اور جب اس کی ہستی ہی معرض زوال و نیستی میں ہے تو پھر اس کا تمدن ہی کیا ہو سکتا ہے۔

پس تعلیم جہاد کی بنیاد ایسے حکیمانہ اصول اور قومی فوائد پر اسلام نے رکھی ہے کہ جس سے بڑھ کر بہتر اور عمدہ تجویز آج تک نہ دنیا کو سوجھی ہے۔ اور نہ آئندہ سوجھنے کی امید ہے۔ وہ قومیں جو اسلامی جہاد پر معترض ہوتی ہیں۔ ان کا طرز عمل خود اس بات کیلئے کافی شہادت ہے۔ کہ جہاد انسانی فطرت میں داخل ہے۔ کوئی قوم جب تک جہاد کی حقیقت نہیں سمجھتی۔ دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور نہ زبردست قومیں اور جماعتیں اس کو زندہ رہنے کا موقع دے سکتی ہیں غرض ہر وہ کوشش جو قوم و ملت کیلئے ہو جس میں اعلائے کلمۃ اللہ مقصود ہو ہر وہ مال جو سچائی اور نیکی کی خاطر خرچ ہو۔ ہر وہ محنت و مشقت جو صداقت کے نام پر ہو۔ ہر وہ تکلیف و مصیبت جو اپنے جسم و جان پر راہ حق میں برداشت کی جائے۔ ہر وہ پریشانی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے پیش آئے۔ اور ہر قربانی جو بذریعہ جان، مال اور زبان و قلم کے سچائی اور حق کی راہ میں کی جائے۔ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور یعنی جہاد میں داخل ہے۔

خدائے تعالیٰ نے فی سبیل اللہ کے مختصر اور جامع الفاظ میں ضروریات جہاد کو اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ ہر زمانہ میں جو مقتضائے وقت ہوں انہی میں زکوٰۃ صرف کی جائے تاکہ مجاہد ملی و قومی عزت کی نگہداشت پر قادر ہو سکیں۔

غرضیکہ قوم و ملت کی حفاظت اور ازدیاد شوکت و عظمت کیلئے جو تدابیر ہو سکتی ہیں۔ ان سب کی تکمیل مصارف زکوٰۃ میں داخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ امور قوم اور اس کے تمدن کے قیام و توسیع کیلئے کیسے کچھ ضروری ہیں۔ یہی ضرورت داعی ہوئی۔ کہ اسلام نے مسلمانوں کو زکوٰۃ سے ان سب کی تکمیل کا حکم دیا۔ اور اس طرح قومی بنیاد کو مستحکم کر دیا۔

اسلام میں قومی بنیاد کو مستحکم اور مضبوط کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ قوم کے لحاظ سے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ قومی تحفظ سے مراد قوم کا قیام و بقا ہے۔ ہر ایک فرد قوم کا فرض ہے۔ کہ قوم کے قیام و بقا کیلئے جو ممکن کوشش ہو سکے۔ اس سے دریغ نہ کرے۔ قوم کی ترقی اور قوم کی فلاح قوم کے قیام اور قوم کی بقا کی تجویز کو سوچنا اور ان کو عمل میں لانا عبادت ہے۔ ہماری ذاتی قابلیتیں اور جوہر صرف اسی صورت میں قابل عزت اور قابل لحاظ ہیں۔ کہ وہ ہر ایک پہلو سے قومی ترقی، قومی قیام، اور قومی نشو و نما میں مددگار ہوں۔ ہر ایک فرد قوم خواہ وہ اپنی یا دنیاوی حیثیت سے کیسا ہی ذی وجاہت کیوں نہ ہو۔ قومی عمارت کی تعمیر میں محض ایک کاریگر یا مزدور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم سب کو اپنی اس حیثیت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

خدائے قادر و توانا عزاسمہٗ و سبحانہٗ نے کلام پاک میں بارہا ادائیگی زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے اور وعدہ فرمایا ہے۔ کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کا مال کبھی اور کسی صورت میں ضائع نہ ہوگا اس کا میں ضامن اور محافظ ہوں۔ سبحان اللہ وبحمدہ،

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات   تو عینِ ذات می نگری در تبسمی

ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب مبارک کو کرۂ ارضی پر بسنے والے لوگ جو ایمان و ایقان کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ اس واقعۂ عظیم کو یاد کرکے جشن مناتے ہیں۔ جب نوع انسانی کو خدا کا آخری پیغام پہنچانے والے رسول (بابا نُنا ہو وا مہاتنا) کو عرفان الٰہی اور ہر دو جہان کی سروری کے اس ارفع ترین منصب سے نوازا گیا جس سے پرے حضرت قادر مطلق عزّ اسمہٗ کی شان الوہیت کا درجہ ہو تو ہو لیکن کسی انسان یا فرشتے کو عرفان و ایقان اور قرب الٰہی کے اس مقام تک رسائی حاصل کرنے کی توفیق ارزانی نہ ہو سکی معراج کی یہ سعادت حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔ کیوں کہ کائنات کے جملہ عوالم کی مخلوقات یعنی انسانوں۔ جنوں۔ فرشتوں اور ما یعلم جنود ربك الا ھو کے تحت میں آنے والی دوسری ذی شعور نوعوں کو خدا کے دین کامل اور پروردگار کی نعمت تام سے مسعود و کامران بنانے کا سہرا انہی کی ذات ستودہ صفات کے سر باندھا جا چکا تھا۔

معراج کے واقعہ طیبہ کی حقیقت و ماہیت پر طرح طرح کی بحثوں میں الجھنا ہم ایسے ناقص علم۔ ناقص عرفان۔ اور ناقص ادراک رکھنے والے لوگوں کو زیب نہیں دیتا ہیں حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ کہ حضرت رب العزت کی قدرت کاملہ نے انہیں ہر اعتبار سے ایک ایسے ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچایا۔ جہاں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے کائنات کی اس مخفی حقیقت یعنی ذات الٰہی کے جلال و جمال کو دیکھا۔ اس حقیقت کبریٰ سے زیادہ سے زیادہ ممکن نزدیکی حاصل کی۔ اسکی بنائی ہوئی کائنات کے جملہ عوالم کی سیر کی۔ ماضی۔ حال اور مستقبل کی ساری کیفیتیں جو خدا کے بنائے ہوئے نظام کائنات میں محفوظ و موجود ہیں۔ مشاہدہ فرمائیں۔ نوع انسانی کو ہدایت کی سیدھی راہ دکھانیوالے اور انسانوں کو نجات کی منزل مقصود کی طرف بلانیوالے جملہ انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات کی۔ بہشتوں اور دوزخوں کی ان وسعتوں کا معائنہ کیا۔ جو یوم الفصل کے بعد جنوں اور انسانوں کے گروہوں کا مسکن بننے والی ہیں۔ یہ معراج کے اسی بلند و ارفع مقام تک رسائی کرنیکا نتیجہ ہے کہ حضور سرور کائنات م (بابانا واماتنا) رحمۃ للعالمین یعنی کائنات خداوندی کے جملہ عالموں اور جہانوں کیلئے رحمت قرار پائے۔ اور کائنات کے ہر گوشہ کے ساکنوں کو یہ خوش خبری ملی۔ کہ ان سب کی نجات اُخروی کی ساعت قریب آگئی ہے۔ اور حضور سرور کائنات م کے نعلین مبارک کے صدقے میں خدا کی گنہگار، مجبور، درماندہ اور عاجز لیکن خدا اور اسکے رسولؐ پر ایمان رکھنے والی مخلوقات اسی فوزِ عظیم تک پہنچنے والی ہے۔ جو مشیت ایزدی میں تخلیق کائنات کے وقت سے مقدر ہو چکا تھا۔

واقعات و حوادث

بابائے کانگرس کے چیلوں کا عدم تشدّد

ہُلّڑ بازی

چند روز سے ہندوستان کے متعدد شہروں میں جو افسوسناک واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ان سب کا ماحصل اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ عامۃ الناس کے بیسیوں بھولے بھالے افراد کے جسم بلا وجہ گولیوں سے چھلنی ہوئے۔ درجنوں مارے گئے۔ سینکڑوں پولیس کے ہاتھوں مضروب اور زخمی ہوئے۔ تھانوں۔ ڈاک خانوں۔ ریلوے اسٹیشنوں اور میونسپلٹیوں کی متعدد عمارتیں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ ٹرام اور ریل کی چند گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ بعض مقامات پر ریل کی پٹڑیاں اکھاڑ دی گئیں۔ اور ٹیلیفون اور ٹیلی گراف کے تار کاٹ دیئے گئے بعض مقامات کے کارخانے بند ہو گئے۔ مزدور بیکار پھرنے لگے۔ طلبہ نے جوش فضول کا اظہار کیا۔ عام شہریوں کو طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہونا پڑا۔ اور فساد زدہ علاقوں میں پولیس اور فوج کی ٹولیاں عوام کے دلوں پر دہشت طاری کرنے کے لئے گشت کرنے لگیں۔ یہ سارا نقصان ہندوستان اور ہندوستانیوں کا ہوا۔ اجنبی حکمرانوں کو اس فتنہ میں اس کے سوا اور کوئی گزند نہ پہنچا۔ کہ ان کی طبعیتیں لمحہ بھر کے لئے ذرا پریشان ہو گئیں۔ اور جب حالات پر قابو حاصل کر لیا گیا۔ تو ان کی پریشانی خوشی میں تبدیل ہو گئی۔

جن لوگوں کا خیال یہ تھا۔ کہ اس قسم کی ہلّڑ بازی ملک کو آزاد کرانے یا کسی سیاسی پارٹی کو برسر اقتدار لانے کا موجب بن سکتی ہے۔ وہ سراسر عقل سے کورے، تدبّر سے عاری اور ذمہ داری کے احساس سے خالی واقع ہوئے ہیں۔ اور اگر مسٹر گاندھی کی وہ تحریک آزادی جس کا ڈھنڈورا اس شدّت سے پیٹا جا رہا تھا۔ یہی تھی تو مسٹر گاندھی اور ان کے کانگرسی چیلوں کی شر انگیزی اور فتنہ پردازی کی جسقدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ہندوستان کے عوام کو اس قسم کے تماشے پہلے بھی بارہا دکھا چکے ہیں۔ جن کا نتیجہ کبھی اچھی صورت میں برآمد نہیں ہوا۔

کانگرسیوں ہی کے ایک معتمد لیڈر مسٹر راج گوپال اچاریہ نے اس فتنے کو جو ہر جگہ رونما ہو رہا ہے۔ غنڈا پن سے تعبیر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ بعض لوگ عوام الناس میں کانگرسی تحریک کے ایک ایک غیر مصدقہ پروگرام کی نقول تقسیم کر رہے ہیں جن پر کسی کے دستخط ثبت نہیں۔ اور اس پروگرام میں لکھا ہے کہ پبلک عمارتیں جلا دی جائیں۔ یا منہدم کر دی جائیں۔ مسٹر اچاریہ کہتے ہیں۔ کہ اس پروگرام کی عبارت کا لب و لہجہ مسٹر گاندھی کے انداز بیان سے ملتا جلتا ہے۔ اور اس میں عام ہُلڑ بونگ مچا کر تباہی پھیلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مسٹر اچاریہ کے اس بیان سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کانگرسی لیڈروں کے سایہ میں پل کر فتنہ پھیلانے والے لوگ اس قسم کی ہُلڑ بازی کو فروغ دینے

کی کوششیں کر رہے ہیں۔

مسٹر اچاریہ اور بعض دیگر مدبرین کا خیال ہے۔ کہ اس قسم کی حرکات سے اہل ہند کو آزادی کا مقصد حاصل نہ ہوگا

انہوں نے لکھا ہے کہ بالفرض یہ ہلڑ بازی حکومت کے نظام کو درہم برہم کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے۔ تو اس کا نتیجہ نہایت ہی ہولناک شکل کے غنڈہ راج قائم ہونے کی صورت میں برآمد ہو کر رہے گا۔ اور حقیقی سوراج کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکیگا

کانگریس کی ہلڑ بازی اور فتنہ گری کو ملک کے مدبرین نے کسی اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ سر تیج بہادر سپرو کے علاوہ دیگر سر برآوردہ ہندو، سکھ اور مسلم زعماء عمائدین نے کانگریس کی اس روش کو ملک کے لئے انتہائی خطرہ اور طوائف الملوکی کا پیش خیمہ بیان کیا ہے۔ ملکی اخبارات کا خیال ہے۔ کہ کانگریس کی یہ روش ملک کے امن و امان کے منافی اور ہندوستان کے ہندوؤں، مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کے مستقبل کو تباہی کے گڑھے میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ اور وہ کانگریس کے رویہ سے مایوس ہو کر مسٹر جناح سے اصلاح حالات کے متوقع ہیں۔ چنانچہ کلکتہ کا اینگلو انڈین اخبار "سٹیٹسمین" جس کے ایڈیٹر سر آرتھر مور ہندی قومیت کے کانگرسی اور مہاسبھائی نظریہ کے زبردست حامی اور علمبردار ہیں۔ اپنے ایک افتتاحی مقالہ میں لکھتے ہیں۔ کہ :-

ہماری رائے میں مسٹر جناح کو اس امر کی توفیق حاصل ہے۔ کہ وہ ہندوستان کو امن و سکون کی نعمت سے مالا مال کر سکیں اس کے داخلی جھگڑوں کو نپٹا دیں اور اس طرح دشمنوں پر فتح پانے کیلئے برطانیہ عظمیٰ اور اس کے اتحادیوں کی امداد کریں۔ اگر مسٹر جناح ہندوستان میں ایک ایسی حکومت بنانے پر آمادہ ہو جائیں۔ جس کا مقصد جنگ میں فتح حاصل کرنا ہو۔ اور جو ملک کے جملہ عناصر شامل ہوں۔ تو وہ ہم سب کو ان تباہی آمیز خطرات سے بچا لیں گے۔ جو ہم سب کا خاتمہ کر دینے پر تلے ہوئے ہیں،

چونکہ بابائے کانگریس اپنے چیلوں کو ابھار کر محض اس غرض سے ملک میں بدامنی پھیلانا چاہتے تھے۔ کہ انگریز سے ہندوستان میں ہندو اکثریت کے راج کا حق منوایا جائے اس لئے مسٹر جناح نے مسلمانوں کو ان تمام انسانیت سوز حرکات سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ دور از دانش کارروائی سے الگ رہے۔ اب اورینٹ پریس کے سیاسی نامہ نگار کو بمبئی کے سیاسی اور دہلی کے نیم سرکاری حلقوں سے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند اور مسلم لیگ میں عارضی قومی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں گفت و شنید ہو رہی ہے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند نے قائد اعظم جناح کو پیشکش کی ہے کہ حکومت پاکستان کو تسلیم کرنے کو تیار ہے۔ بشرطیکہ مسلم لیگ کانگریس کے علاوہ دوسری غیر کانگرسی جماعتوں کو ملا کر حکومت قائم کر سکے معلوم ہوا ہے کہ قائد اعظم نے مستقبل کے وعدوں کی بجائے مطالبہ کیا ہے۔ کہ حکومت برطانیہ فوری اعلان کرے۔ جس میں غیر مبہم الفاظ میں ہندوستان کی آزادی اور پاکستان کو تسلیم کیا جائے چند دنوں تک اہم انکشافات ہونے کی توقع ہے۔

(علامہ) اقبالؒ کا فلسفۂ عمل

(اس مضمون میں بعض حصے بوجہ طوالت حذف کر دیئے گئے ہیں۔ اڈیٹر)

سرچشمۂ اسلام یعنی قرآن و حدیث اور تصوف کے لفظ تک سے ناآشنا ہیں۔ آنحضرتؐ کے وجود مسعود تک صحابہؓ کے سوا اور کوئی لقب ایجاد نہیں ہوا۔ کیونکہ شرف صحبت سے بڑھکر اور کوئی شرف نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا لقب پیدا ہوا جب یہ زمانہ بھی ہو چکا تو جو اہل زہد تارک الدنیا ہو کر عبادت اور ریاضت میں مصروف ہوئے۔ صوفی کے لقب سے پکارے جانے لگے یہ لفظ دوسری صدی ہجری میں جب یونانی کتب کا ترجمہ ہوا۔ تو عربی زبان میں داخل ہوا۔ کیونکہ اہل زہد و ورع میں اشراقی حکماء کا انداز پایا جاتا تھا۔ اس لئے لوگوں نے انہیں صوفی کہنا شروع کیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس میں فلسفۂ اشراق و ثنویت برہمت اور رہبانیت کے خیالات داخل ہونے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ تصوف بہت سی چیزوں کا مجموعہ بن گیا۔ جب تاتاریوں کے حملے شروع ہوئے تو ان تباہ کاریوں نے مسلمانوں کی ذہنی زندگی کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچایا۔ تاتاریوں نے ہر وہ چیز خاک و خون میں ملا دی جس کی تخلیق و تہذیب میں انسان نے صدیوں جانفشانی کی تھی۔ ان ہولناکیوں اور خونریزیوں سے فاتحانہ جذبات مٹ گئے۔ دنیا کی طرف سے دل سرد ہو گئے۔ طبقوں کا جوش اور ولولہ جاتا رہا۔ حوصلے پست اور ہمتیں سست ہو گئیں۔ زوال و فنا کے نقشے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میلان خاطر زہد اور ترک دنیا کی طرف بڑھ گیا۔ بوریائے فقر سریر سلطنت سے زیادہ عزیز سمجھا گیا۔ یہاں سے فلسفۂ تصوف نے زور پکڑا۔ جہد اور جہاد کا نام تک باقی نہ رہا۔ کافروں سے جہاد کرنے کا نام جہاد اصغر رکھا گیا۔ اور جہاد بالنفس کا نام جہاد اکبر مقرر ہوا۔ صوفیا کے اس نئی قسم کے جہاد نے دوسروں پر فتح حاصل کرنے کی بجائے اپنے آپ کو مفتوح و مغلوب و مقہور بنا کر رکھ دیا۔ غرض تصوف توہم پرستی ہو کر رہ گیا۔ بے علم سب سے زیادہ عالم اور اندھا سب سے زیادہ بینا سمجھا گیا۔ اس علمی و عملی انحطاط نے قوم کے رکیک و کثیف پہلو کو نمایاں کر دیا۔ اور یہ رنگ عام ہو کر شعر و ادب پر بھی چھا گیا۔ خاصکر صوفیانہ شاعری میں یہ نقوش زیادہ نمایاں ہیں۔ شعر و ادب میں جہاں رکاکت یا ابتذال نہیں۔ وہاں تصوف یا حزن و یاس ہے۔ طبائع پر فرسودہ سست رنگ اور زندگی کی دشواریوں سے گریز کرنے والی عجمیت غالب آگئی۔ امام غزالیؒ مولانا رومؒ شیخ الاسلام بہاؤالدینؒ زکریاؒ ملتانی اور شیخ احمدؒ سرہندی مجدد الف ثانی نے تصوف کے اس محکر اور اس کی بے اعتدالیوں کو روکنے کی کوشش کی۔ اور اپنی اسلامی تحریکوں سے مسلمانوں کے عروق مردہ ہیں۔ خون زندگی دوڑانا چاہا۔ اور ملت کی تعمیر قیادت میں کوشش کی۔ مگر ملوکیت کے استبداد نے کوئی صحیح اور پختہ نصب العین نہ بنانے دیا۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے آغاز کے ساتھ ہی ایک نئے دور اور ایک علیحدہ رنگ کا آغاز کر دیا۔ اور کہا کہ تصوف نے اسلامی شاعری اور اسلامی زندگی پر جو ہمہ گیر اثر پیدا کر دیا۔ وہ ہماری ابتدائی قومی روایات کے قطعاً منافی ہے۔ اور ہمارے

اخلاق، تمدنی اور سیاسی اغراض و مقاصد کے حق میں سم قاتل ہے۔ علامہ مرحوم کے خیالات میں یہ انقلاب مولانا جلال الدینؒ رومی کے کلام کے مطالعہ نے پیدا کیا۔ علامہ اقبال کی شاعری کو جن اثرات نے اپنے سانچے میں ڈھالا۔ ان میں مولانا مرحوم کا تصرف سب سے زیادہ ہے۔ جس کا جگہ جگہ خود علامہ نے اعتراف کیا ہے ؎

گرہ از کار ایں ناکارہ وا کرد　　غبار رہگزر را کیمیا کرد
نے آں نے نواز پاکبازے　　مرا با عشق و مستی آشنا کرد

صحبت پیر روم سے مجھ پر ہوا راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

مولانا اپنے زمانے کے بے عمل اپاہج مسجد نشینی ملاؤں اور خانقاہ نشین درویشوں سے سخت بیزار تھے۔ انہیں ایسے مردان مجاہد کی تلاش تھی۔ جو سر سے کفن لپیٹ کر میدان جہاد میں نکلیں۔ چنانچہ مولانا کی مشہور غزل پر علامہ مرحوم نے اپنی پہلی مثنوی اسرار خودی کی بنا رکھی ہے۔ ؎

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر
کز دیو و دد ملولم و انسانم آرزوست

زیں ہمرہان سست عناصر دلم گرفت
شیر خدا و رستم دستانم آرزوست

جانم ملول گشت ز فرعون و ظلم او
آں نور روئے موسیٰ عمرانم آرزوست

اقبال بھی یہی رجز پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست
با من میا کہ مسلک شبیرم آرزوست

علامہ نے مولانا روم کی رہنمائی کیوں پسند کی۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے کہ مولانا روم ایسی زبان لکھتے ہیں جو انکی حقیقی روح کو صاف نمایاں کر دیتی ہے۔ اور ان کے اشعار کو مادی تاویل کے جال میں نہیں پھنسنے دیتی۔ اس لئے وہ حافظ کو بصیرت سے زیادہ سکر آور کہتے ہیں۔ گو حافظ مخرب اخلاق نہیں۔ تاہم ان کے اشعار اخلاق خراب کرنے میں ممد و معاون ضرور ہوئے ہیں۔ ان سے بہتوں نے شراب حقیقت کی بجائے شراب مجازی پی لی۔ کیونکہ صوفیا جب اپنے تجربات بیان کرتے ہیں۔ تو انہیں قدرتاً الفاظ ایسے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ جو عوام کے فہم و ادراک کے مطابق ہوں۔ خیالات خواہ آسمانی ہی کیوں نہ ہوں مگر ذریعہ اظہار خیالات زمینی الفاظ ہوں گے ؎

ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر　　(غالب)

علامہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام ایک حقیقی پیغام عمل ہے مسلمانوں میں جو جمود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر بیرونی عنصر مذہبی رنگ میں غالب ہو گیا ہے۔ اور وہ تصوف ہے اسلام کا اساسی اصول توحید ہے۔ اور تصوف کی بنیاد ہمہ اوست پر قائم ہے۔ توحید مثبت ہے۔ اور ہمہ اوست منفی۔ تصوف رہبانیت ہے یہ زندگی کے حقائق کا مقابلہ کرنے سے کتراتا ہے۔ اور اسلام کی تعمیل عمل کو پس پشت ڈالتا ہے۔ اور عمل ہی اصل اسلام ہے اسلام کی حقیقی روحانی تعلیم، اخلاقی قوت، جوش فکر، سرگرمی عمل میں مضمر ہے۔ فلسفۂ عمل علامہ کا بڑا دلپسند موضوع ہے۔ انکی تمام تصانیف میں ہر جگہ نئے انداز سے اس کی تعلیم دی ہے ؎

در عمل پوشیدہ مضمون حیات　　لذت تخلیق قانون حیات
با جہان نامساعد ساختن　　ہست در میداں سپر انداختن
مرد خود دارے کہ باشد پختہ کار　　با مزاج او بسازد روزگار
گر نہ سازد با مزاج او جہاں　　می شود جنگ آزما با آسماں

برکند بنیاد موجودات را — میدہد ترکیب نو ذرات را
میکند از قوت خود آشکار — روزگار نو کہ باشد سازگار
در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست — ہمچو مرداں جاں سپردن زندگیست

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شراب الست

فقیہہ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگ دست بدست

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستی گفتار

شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار

وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستی کردار

پیر حرم کو دیکھا ہے میں نے — کردار بے سوز گفتار واہی

مسئلہ :- نفی خودی کو بنی نوع انسان کی مغلوب قوموں نے ایجاد کیا ہے کہ تعلیم سے مخفی طور پر غالب قوموں کو کمزور بنائیں اور اس کے برعکس اسلام صرف اصلاح نفس کا خواہاں ہے۔ علامہ نے اپنے کلام میں خودی کو بمعنی غرور استعمال نہیں کیا ہے۔ بلکہ اسکا مقصود محض احساس نفس یا تعین ذات ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ مسلمان جب تک فتوحات ملکی میں مصروف رہے۔ اس وقت تک انہیں تصوف و دیگر فلسفی مباحث میں وقت صرف کرنے کی فرصت نہ تھی۔ اور جب یہ قوت عمل فنا ہو گئی۔ اور تو جو عملی ولولہ اور جوش سلف میں تھا۔ وہ خلف میں نہ رہا۔ اور چونکہ اسلام کا دار عمل پر ہے۔ اس لئے پھر اسی وقت عمل کو زندہ کرنے سے ہم ترقی کر سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم کو اپنی ہستی کا بھی احساس ہو ؎

پیکر ہستی ز آثار خودی است — ہر چہ می بینی ز اسرار خودی است
خویشتن را چوں خودی بیدار کرد — آشکارا عالم پندار کرد
صد جہاں پوشیدہ اندر ذات او — غیر او پیداست از اثبات او
میشود از بہر اغراض عمل — عامل و معمول و اسباب و علل
زندگی محکم ز القاط خودی است — کاہ از جذاب خودی پردہ است

ہر چیز ہے محو خود نمائی — ہر ذرہ شہید کبریائی
بے ذوق نمود زندگی موت — تعمیر خودی میں ہے خدائی

انسان کا اخلاقی نصب العین اثبات خودی میں مضمر ہے اور علامہ اس خودی کو اس بلند درجہ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ جہاں خود خدا انسان کو لائق سمجھے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

چنانچہ جس نے اپنی خودی کو پہچان لیا اس پر عالم رنگ و بو کے سارے اسرار و رموز منکشف ہو گئے ؎

خود کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکت صبح و شام سے آگاہ
وہی نگاہ کہ خوب و ناخوب سے محرم
وہی ہے دل کہ حلال و حرام سے آگاہ

اگر نہ ہوں نمازیں - لاکھوں روزے - ضبط نفس اور

زہد و عبادت کے بعد بھی انسان کی خودی کی تشکیل نہ ہو۔
تو یہ نماز روزے بیکار ہیں ؎

یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

خودی کا انکار سب سے بڑا کفر ہے ؎

منکرِ حق نزدِ مُلّا کافر است + منکرِ خود نزدِ من کافر تر است

تصوف کا مسئلہ حکیم افلاطون کے مسئلہ اعیان سے زیادہ عجیب و غریب ہے۔ ہمہ اوست کے عقیدہ نے ایک ہمہ گیر کی بنیاد ڈال کر ہر ذرہ کو آفتاب، خالق و مخلوق اور کفر و اسلام کو متحد کر دیا اسی لئے حکیم افلاطون یونانی جس کے افکار کا تصوف و ادبیات اسلامیہ پر عظیم اثر پڑتا ہے اس کے تخیلات سے احتراز واجب ہے۔ حکیم افلاطون لباس آدم میں گوسفند ہے ؎

راہب دیرینہ افلاطون حکیم + از گروہ گوسفندان قدیم
گوسفندے در لباسِ آدم است + حکم او بر جان صوفی محکم است
عقل خود را بر سرِ گردوں رساند + عالم اسباب را افسانہ خواند
فکر افلاطون زیاں را سود گفت + حکمت او بود را نابود گفت
منکرِ ہنگامۂ موجود گشت + خالق اعیان نا مشہود گشت
قومہا از سکرِ او مسموم گشت + خفت از ذوقِ عمل محروم گشت

اسلام میں خدا تک پہنچنے کا راستہ صرف شریعت کا راستہ ہے۔ ؎

علم غیر از شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

ملت از آئین حق گیرد نظام
از نظام محکمے خیزد دوام

با تو گویم سرِّ اسلام است شرع
شرع آغاز است و انجام است شرع

ہست دین مصطفیٰ دین حیات
شرع او تفسیر آئین حیات

صیقلش آئینہ سازد سنگ را
از دلِ آہن رباید زنگ را

شیخ در عشق بتاں اسلام باخت + رشتۂ تسبیح از زنار ساخت
دل از نقش لا الہ بیگانۂ + از صنمہائے ہوس بتخانۂ
میشود ہر مو دراز خرقہ پوش + آہ ازیں سوداگراں دیں فروش
با مریداں روز و شب اندر سفر + از ضرورتہائے ملت بے خبر
واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست + اعتبار ملت بیضا شکست
چیست یاراں بعد ازیں تدبیر ما + رخ سوئے میخانہ دارد پیر ما

نہ رہا نہیں سود ہے پیران حرم کا + ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد + زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوز مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

از ادیب مشرق

جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔

مصر

مصر کی چھ ہزار سالہ تاریخ پر ایک نظر

پرانے زمانہ سے مصر کے لوگ سرزمین مصر کو ایک مقدس اور پاک خطۂ ارضی خیال کرتے چلے آئے ہیں۔ازمنہ ماضیہ کا خیال تھا۔کہ یہاں ہمیشہ زندہ رہنے والے دیوتا سورج اور نیل موجود ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ طوفان نوح کے بعد دنیا میں سب سے پہلے برآمد ہونے والا خطۂ زمین مصر ہی تھا۔مصر کی تواریخ ۶ ½ ہزار سال قبل از مسیح سے ملتی ہے۔مصر کا سب سے پہلا حکمران رضا فرعون اوّل تھا۔جس کو "مصرایم" بھی کہتے تھے۔اسی بناء پر ملک کا نام مصر پڑ گیا۔ فرعون اول کی اولاد میں سے اٹھائیس بادشاہ مصر پر حکمران رہے۔اور یہ خاندان کمل طور پر ۲۸۷۵ برس یعنی تقریباً تین ہزار سال ملک کی قیمت کا مالک بنا رہا۔

اہل ہنود اور مصری اقوام

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔کہ اہل ہنود ہندوستان کے اصلی باشندے نہیں۔ایرانیوں، یونانیوں مسلمانوں اور انگریزوں کی طرح یہ بھی بہت گزرے زمانہ میں ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔ اصل میں یہ لوگ مصر کے فرعون قبیلہ کی یادگار ہیں۔جب فرعون حضرت موسیٰ سے لڑتا ہوا دریا نیل میں غرق ہو گیا۔تو اس کی نسل کے لوگ بھاگ کر ہندوستان آگئے۔اور ہندوستان کے مالک بن بیٹھے۔ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔کہ آریہ فرعون کے خاندان سے تھے۔(۱) مصری فرعون کی طرح ہندو بھی گائے اور بچھڑے کی پوجا کرتے ہیں قرآن حکیم میں آیا ہے۔کہ سامری نے بنی اسرائیل سے بچھڑے کی پوجا کرائی۔ (۲) فرعون کی قوم ستارہ پرست تھی۔اسی طرح ہندو بھی چاند اور سورج کی پوجا کرتے ہیں۔(۳) فرعون کی قوم میں جادوگری کا رواج تھا۔ ہندو جوگی بھی جادوگری کرتے تھے۔ (۴) مصری قوم دریا نیل کو پوجتی تھی۔اسی طرح بھاگے ہوئے ہندو بھی ہندوستان میں گنگا اور جمنا کو پوجنے لگے۔ (۵) برہمنوں کو آج تک "مصر جی" کہتے ہیں۔جو مصری نسل ہونے کا اشارہ ہے۔ (۶) حضرت موسیٰ نے سامری کو بددعا دی تھی۔اور فرمایا تھا۔" ان تقول مساس " (تو ہمیشہ کہتا رہیگا چھونا مت) یہی وجہ ہے کہ آج تک ہندو اقوام میں چھوت چھات جاری ہے۔

مختلف اقوام کی حکمرانی

فرعون خاندان کے بعد تقریباً ۵۲۵ سنہ ق۔م میں ایرانی خاکنائے سویز کے راستے مصر پر چھا گئے۔انہوں نے بہت پرانی یادگاروں کو مٹا دیا۔اور وہ ۳۳۰ سنہ قبل مسیح تک مصر پر حکمران رہے۔لیکن ۳۳۰ سنہ ق۔م میں سکندر اعظم نے ایرانیوں کو یہاں سے بھگا دیا۔اور وہ خود شمالی مصر پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی اولاد ۳۰۰ سال یعنی ۳۰ سنہ ق م تک مصر پر تخت نشین رہے۔اس کے بعد مصر پر رومنوں نے حملہ کیا۔ اور اسے فتح کر لیا۔ وہ ۴ ½ سو برس مصر پر حکمران

رہے۔ بعد میں ایک پادری سینٹ پیٹر نامی نے ملک میں عیسائیت کا پرچار کیا۔ اور قبطی قبائل عیسائی بن گئے۔ جن کے گرجے قاہرہ اور فسطاط کے قریب ملتے ہیں۔

عربوں کی آمد

عیسائیوں کے بعد ۶۴۰ء میں خلیفہ دوئم حضرت عمر بن خطاب کے حکم سے اسلامی جرنیل عمرو بن العاص نے مصر پر فوج کشی کی۔ لبعض روایات میں کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمان مصر کے شاہ مقوقس کی دعوت پر اسے اہل روما کے تشدد سے بچانے کی غرض سے مصر روانہ ہوئے۔ الغرض مسلمان مصر پر چھا گئے اور مصر کی کل آبادی ۱ کروڑ ۱/۲ ۱ کروڑ کے لگ بھگ مسلمان ہی ہیں۔

فسطاط

یہ شہر حضرت عمرو بن عاص نے آباد کیا۔ جہاں ایک مسجد بھی تیار کی گئی۔ جو آج تک اسلامی شان و شوکت کا ثبوت دے رہی ہے۔ اگرچہ شہر تباہ ہو چکا ہے لیکن مسجد ہنوز باقی ہے۔

قاہرہ

۹۱۰ء میں آباد کیا گیا۔ شہر کے گرد مضبوط فصیل ہے جن میں کئی آہنی دروازے تھے۔ خاص خاص آج بھی موجود ہیں جن کو باب الفتوح باب السفر کہتے ہیں۔ یہ شہر براعظم افریقہ میں سب سے گنجان آباد ہے۔ آبادی پندرہ لاکھ ہے۔ مصر کا سب سے بڑا شہر ہے۔ قاہرہ۔ مصر بلکہ افریقہ کا ایک انمول خزانہ ہے۔ یہاں ہر تہذیب اور ہر حکمت کے نشان پائے جاتے ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی الازہر قاہرہ ہی میں آباد ہے۔ اس دار العلوم کی بنیاد ۹۷۲ء میں سپہ سالار جوہر نے رکھی تھی۔ مصری لوگ ابھی سے اس کی ہزار سالہ برسی منانے کی تجویزیں ہیں۔ یہاں دنیا کے گوشہ گوشہ سے طالب علم حصول علوم کے لئے آتے ہیں۔ ہر سال ۱۴، ۱۵ ہزار طلباء زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر اپنے وطنوں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ اسی جگہ ایک کتب خانہ بھی ہے۔ جس میں ایک لاکھ سے زیادہ کتب موجود ہیں۔

قاہرہ کے بازار صاف ستھرے اور کشادہ ہیں۔ عمارتیں جدید وضع کی ہیں۔ جو اکثر ۱۱۔ ۱۲ منزلہ بھی دکھائی دیتی ہیں شہر بہت وسیع ہے جس کی لمبائی ۲۰ میل کے قریب ہے لوگ صاف اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ یہود نصاریٰ اور مسلمان کی پہچان بہت مشکل ہے۔ یہاں ہر ایک ایک ہی رنگ و لباس میں رنگا ہوا ہے۔ ہر ایک اپنے آپ کو مصری کہلانا پسند کرتا ہے۔ ملکی زبان عربی ہے۔

اہرام مصر

مصر میں فرعون خاندان کی یادگار کئی ایسی مثلث نما عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ جو طوفان نوح سے پہلے کی بتائی جاتی ہیں۔ ان عمارتوں کو موجودہ زمانہ میں بھی عظیم الشان اور عجوبہ روزگار کہا جاتا ہے۔ یہ اہرام قاہرہ سے ۴۵ منٹ کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ ان عجائبات کو دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ یہ اہرام ۲۹۰۰ مقام بنوائے گئے تھے۔ جو ۴۶۰، ۴۰۰، ۴۶۰ فٹ بلند ہیں۔ ابوالہول ایک مشہور پتھر کا بت ہے۔ جس کا سر انسان کی طرح ہے۔ یہ ۱۸۰ فٹ لمبا ۷۰ فٹ بلند ہے۔

قاہرہ کی مساجد

قاہرہ میں مساجد کی تعداد ۵۰۰ کے قریب ہے سب سے

بڑی اور پرانی مسجد جامعہ عمرو بن العاص ہے۔ مسجد کا طول ۳۹۰ فٹ عرض ۳۶۰ فٹ ہے۔

مسجد جمعتہ الوداع

بادشاہ مصر رمضان مبارک کا آخری جمعہ یہاں آن کر ادا کیا کرتے تھے۔ اس لئے اس کا نام مسجد جمعتہ الوداع پڑ گیا ہے۔ مسجد جامعہ احمد بن طولون ۸۷۹ء میں تیار کی گئی۔ جامعہ الرفاعی بہت شاندار مسجد ہے۔ یہاں امراء و رؤساء نماز ادا کرتے ہیں۔ مسجد میں خوبصورت قالین کا فرش ہے۔ جامعہ سیدنا حسنؓ بھی قابل ذکر مسجد ہے۔

نپولین کا مصر پر حملہ

۱۷۹۸ء میں نپولین نے مصر پر فوج کشی کی۔ تاکہ وہ مصر پر قبضہ کرکے ہندوستان پر لشکر کشی کر سکے لیکن قسمت نے یاوری نہ کی۔ وہ نیلسن کے ہاتھوں شکست کھا کر واپس فرانس جا پہنچا۔

انگریزوں کا قبضہ

۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے مصر پر کلی طور پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ ملک ترکوں کے ہاتھوں سے نکل کر برطانیہ کے ہاتھ آیا۔ انگریزوں نے مصر کے بعد سوڈان پر بھی قبضہ کر لیا۔ انہوں نے خدیو مصر کو معزول کرکے اس کے چچا کو سلطان مصر بنا دیا۔ ۱۹۱۴ء میں سعد زاغلول مشہور مصری محب وطن لیڈر نے ملک کی آزادی کی تحریک جاری کی۔ انگریزوں نے اس کے ساتھیوں سمیت پکڑ کر جلا وطن کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد انگریزوں کو ان کے آگے جھکنا پڑا۔ اور مصر کو نیم آزاد قرار دے دیا گیا۔

جرمنوں کا مصر پر حملہ

موجودہ جنگ میں جب اٹلی کے مطلق و منتہا مسولینی نے بیانگ دہل انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ تو اس نے فوراً ہی لیبیا سے مصر پر حملہ کر دیا۔ وہ مصر میں گھس آئیں۔ لیکن انگریزوں کے جرنیل ویول نے اسے کئی بار مار مار کر سیدی بارانی تک بھگا دیا۔ اور اس کی نو آبادی پر کافی تسلط جما لیا۔ اب اٹلی کا استاد جرمن بھی افریقہ کی جنگ میں آدھمکا۔ لیکن وہ ۱½ سال کی کوششوں کے باوجود طبروق کو فتح نہ کر سکا۔ لیکن پچھلے دنوں وہ چابک دستی سے طبروق کو فتح کرکے مصر میں گھس آیا ہے۔ اسکندریہ اور سویز کو براہ راست حملہ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

اسکندریہ

۳۳۲ ق۔م سکندر اعظم نے بحیرہ روم کے کنارے دریائے نیل کے دہانہ پر آباد کیا تھا۔ بعد میں مسلمانوں نے حضرت عمرو بن العاص کی زیر سرکردگی اسے فتح کر لیا۔ اسکندریہ ایک بڑا جنگی مرکز ہے۔ بحیرہ روم میں جبرالٹر مالٹا۔ اور دارومدار تقریباً اسکندریہ پر ہے۔ کیونکہ کا اسٹیشن ہے۔ ریلوے کے ذریعہ جنوبی افریقہ سے ملا ہوا ہے۔

مصر کی قومی فوج

مصر کی قومی فوج اور پولیس تقریباً ۲۰ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ مصری سپاہی کی تنخواہ ۴ پونڈ مصری ہے فوج جدید سامان سے آراستہ ہے۔ مصری سپاہی کی وردی اعلیٰ ہوتی ہے۔

نہر سویز

نہر سویز کی تعمیر کا تخیل تقریباً ۴½ ہزار سال سے چلا آتا ہے۔ پہلے پہل ستی اول فرعون نے بحیرۂ قلزم سے

ایک نہر نکلوا کر دریائے نیل کے دہانہ میں لاکر ڈال دی۔ اس طرح عملی طور پر قلزم و روم کا پانی مل گیا۔ بعد میں اس کے جانشینوں نے اس نہر کی مرمت جاری رکھی۔ لیکن بعد میں یہ نہر ریت اور مٹی سے پر ہو گئی۔

اسلامی تخیل

بعد میں سنہ ۶۴۲ء میں حضرت عمرو بن العاص نے خلیفہ اسلام حضرت فاروق اعظم سے اجازت طلب کی تا کہ قلزم و روم کے سمندر کو ملا کر ایک جدید آبی شاہراہ تیار کی جائے۔ تا کہ خشکی کی صعوبتوں سے بچکر سمندری بیڑے سے کام لیا جائے۔ لیکن خلیفہ اسلام نے سختی کے ساتھ نہر کی تعمیر کا حکم منسوخ کر دیا۔

(ابو اکرم بن کریم)

سلام

سلام اُس پر ہو جس نے تخت اُلٹے بادشاہوں کے
بڑھائے مرتبے بزمِ جہاں میں بے نواؤں کے

سلام اُس پر ہو جس کی ہر ادا رہبر ہماری ہے
نہائت سادگی سے زندگی جس نے گزاری ہے

سلام اس پر ہو دنیا میں اُجالا کر دیا جس نے
خدا کے دینِ حق کا بول بالا کر دیا جس نے

سلام اس پر ہو جس کے دل میں درد نوعِ انساں تھا
سلام اس پر ہو جس کا ہر عمل، ہر قول یکساں تھا

وہ آئینِ جہاں بانی سکھائے جس نے انساں کو
کہ روشن کر دیا جس کی ضیا نے بزمِ امکاں کو

گھٹائیں چھائی تھیں ظلمت کی جب دنیائے ہستی پر
حکومت ہر طرف باطل کی تھی انساں کی بستی پر

زمیں کا چپہ چپہ نور سے معمور کر ڈالا
لگا کر نشترِ توحید پھوڑا کفر کا چھالا

مٹا ڈالا غرور و خود نمائی، خود پرستی کو،
نہ چھوڑا بت پرستی مے پرستی، ذوق مستی کو

جہاں میں عام کر ڈالا نوامیس الہٰی کو،
خدا کے دین فطرت کے اوامر کو نواہی کو

وہ ہستی محفلِ امکاں میں دُنیا سے نرالی تھی
جو خیر النّاس ہو کر بھی فقط اک کملی والی تھی

"ماخوذ"

شہریار دکن کی رواداری

حیدرآباد میں سکھوں کے ساتھ مراعات

سکھوں کا تعلق اس ریاست ابد مدت سے سکھوں کے آخری گورو گوبند سنگھ صاحب مہاراج کلغی دھر جی سے شروع ہوتا ہے۔ گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نانڈیڑ میں ماہ اگست ۱۷۰۸ء میں کچھ پیادہ اور تقریباً دو تین سو سواروں کے ساتھ گوداوری کے کنارے تشریف لائے۔ آپ اس مقام پر تقریباً چودہ ماہ اور دس یوم رہے۔ ماہ ستمبر ۱۷۰۸ء میں بروز پنجشنبہ آپ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا جس مقام پر آپ کا وصال ہوا۔ وہاں ۱۸۳۲ میں شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے حکومت سرکار عالی کی اجازت سے ایک بہت عالیشان عمارت تعمیر کروائی۔ یہ مقام مقدس قوم سکھ کے لئے وہی مرتبہ رکھتا ہے۔ جو ہندوؤں کیلئے کاشی کا ہے اور عیسائیوں کیلئے یروشلم اور اہل اسلام کیلئے مکہ و مدینہ شریف کا ہے۔ چونکہ آج کا مضمون اس موضوع پر نہیں ہے۔ اس لئے میں اس کی مفصل تاریخ کسی اور موقع پر اٹھا رکھتا ہوں اور چونکہ یہ بتلانا ضروری تھا کہ سکھوں کا تعلق یہاں کب سے ہے۔ اس لئے میں نے مختصر سی حقیقت عرض کی ہے۔

گورو گوبند سنگھ مہاراج کے جوتی جوت سمانے کے بعد چند سکھوں نے اپنی اس جان سے زیادہ عزیز امانت کو سنبھالے رکھا۔ مگر گوردوارہ صاحب کی تعمیر کے بعد مہاراجہ چندو لال وزیر اعظم حیدرآباد نے شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ سے کچھ فوج طلب کی۔ مہاراجہ صاحب موصوف نے بارہ ہزار فوج ریاست حیدرآباد کے انتظام کی خاطر روانہ کی۔ جس کو فوج لاہوری کے نام سے موسوم کیا گیا۔ مہاراجہ چندو لال جی نے ان لاہوری فوج کو ریاست کے شمالی حصہ کے گھنے جنگلوں میں متعین کیا اور ان لوگوں کو جو مالگذاری کے دینے میں جھگڑے کرتے تھے اور بغاوت پر آمادہ ہوتے تھے۔ اس فوج کے ذریعے رام کیا۔ جب اس لاہوری فوج نے اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیا۔ تو اس کو صلہ میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی خدمات کو موروثی قرار دیا گیا۔ اور وہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ اس وقت اس فوج کی اولاد میں سے پانچ سو چھ ہتر آدمی پولیس کے محکمہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ وراثت ہشت گانہ قائم ہے۔ اور ان کی تعلیم کا انتظام بھی محکمہ پولیس کی جانب سے سکھ ٹریننگ سکول کے نام سے ایک اسکول حیدرآباد میں قائم کرکے کیا جاتا ہے۔ تمام سکھ فورس کے لڑکے وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ تعلیم پانے والوں کی تعداد اس وقت ساٹھ ہے۔ اور ان کی مذہبی تعلیم کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔

منجانب سرکار عالی گوردوارہ صاحب نانڈیڑ کو پانچ گاؤں دیش پودی۔ باڑی بانسری۔ سودا الکی وغیرہ جاگیر میں دیئے گئے ہیں۔ جن کی سالانہ آمدنی اس وقت ۳۳ ہزار روپیہ ہے علاوہ اس کے گوردوارہ صاحب کے انتظام کے لئے منجانب

سرکار عالی ایک کمیٹی ہے جس کو جنرل منیجنگ کمیٹی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کمیٹی کے صدر نشین صدر اعظم صاحب کوتوالی اضلاع سرکار عالی ہوا کرتے ہیں۔ اور اس میں سکھوں میں سے دو ممبر نامزد کئے جاتے ہیں۔ تعلقدار صاحب ناندیڑ مہتمم صاحب اوقاف بھی اس کے رکن ہوتے ہیں۔ اس وقت میں خود منجانب سکھ قوم اس کمیٹی کا رکن ہوں۔ بہرحال یہ کمیٹی وقتاً فوقتاً اپنے جلسے ناندیڑ اور صدر مقام حیدرآباد میں کر کے گوردوارہ صاحب کا انتظام ذریعہ مہتمم گوردوارہ صاحب جو ہمیشہ سکھ قوم سے ہی ہوا کرتا ہے۔ انجام دیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں جو کچھ چڑھاوا یعنی نذر و نیاز وغیرہ منجانب سکھ زائرین پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی مقدار بھی بہت کافی ہوتی ہے ان تمام امور کا انتظام جنرل منیجنگ کمیٹی کے سپرد ہے۔ اور اپنے صوابدید کے مواقف کمیٹی انتظام کرتی ہے۔ گوردوارہ صاحب میں زائرین کے لئے معقول انتظام ہے۔ یہاں سال میں چار میلے ہوتے ہیں۔ اس موقع پر پنجاب سے سکھ زائرین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔ سب کے کھانے پینے اور آرام و آسائش کا انتظام منجانب مہتمم گوردوارہ صاحب کیا جاتا ہے نذر و نیاز کی صورت میں جو روپیہ جمع ہوتا ہے۔ اس کا انتظام بھی نہایت معقول ہے۔ اس وقت تقریباً چار لاکھ روپیہ از قسم نقد اور شیرز جمع ہے۔ جاگیر کا انتظام بھی مہتمم گوردوارہ صاحب کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ اور اس آمدنی کا جمع و خرچ اچھے پیمانے پر ہے۔ جو زائرین سونے کا پتر وغیرہ عمارت گوردوارہ صاحب کو لگانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے بھی گوردوارہ صاحب کی جانب سے کاریگر فراہم کئے جاتے ہیں۔ سنگ مرمر کے کاریگر بھی وہاں موجود ہیں۔ سنگ مرمر کا کام گوردوارہ صاحب میں بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے۔ یہ سب کام نہایت کفایت شعاری کے ساتھ زائرین کے لئے کیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ تمام انتظامات مہتمم گوردوارہ۔ جناب اول تعلقدار صاحب ضلع ناندیڑ کے زیر اہتمام حسن تدبیر سے انجام دیتے رہے ہیں نیز بڑے بڑے معاملات میں اعلیٰ حاکم سے بھی استمداد کی جاتی ہے۔ جلوس وغیرہ نکالنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔ جلوس ہمیشہ قدیم مقررہ راستوں سے گذرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سرکار عالی کی جانب سے نوبت ولقارخانہ کے لئے ماہانہ پچاس روپیہ کی امداد دی جاتی ہے۔ اور روزانہ نوبت منجانب حکومت سرکار عالی بجا کرتی ہے اور گوردوارہ صاحب کیلئے انگریزی علاقہ سے جو مال لایا جاتا ہے اس کو کروڑ گیری بھی معاف ہے۔ حال میں منجانب سرکار عالی خاص فرقہ سکھوں کے لئے دو تعطیلات بیساکھ اور جنم دن شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ جو سکھوں کے لئے قلبی تسکین کا باعث ہے۔ اور سکھوں کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوئی ہے۔ ماسوا اس کے ایک اہم چیز یہاں قابل ذکر ہے۔ حکومت سرکار عالی کا ہمیشہ یہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔ کہ ہر فرقہ کے ساتھ مساوی طور پر سلوک کیا جائے چنانچہ اس کی یہ بہترین مثال ہے۔ کہ تقریباً دس بارہ سال سے قبل ناندیڑ میں سکھوں اور مسلمانوں میں ایک قضیہ نامرضیہ پیش آگیا۔ سکھوں کے ایک مقدس مقام مال ٹیکری پر ایک لاش دفن کر دی گئی۔ سکھ اس پر سخت معترض ہوئے۔ اور یہاں سے لے کر پنجاب تک ہل چل مچ گئی۔ کیونکہ عام خیال یہ تھا۔ کہ یہ ریاست مسلمانوں کی ہے۔ اور لاش جو دفن کی گئی ہے وہ بھی مسلمانوں کی ہے اس لئے سکھوں کے ساتھ کوئی انصاف نہیں ہو سکیگا۔ مگر حضور پر نور بندگان عالی حضرت خلد اللہ ملکہ

وسلطنتہ جن کی فہم وفراست کا مدلوہا نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم کے ہر گوشہ میں مانا جاتا ہے۔ اپنے فرمان مبارک میں اس گتھی کو عادلانہ اصول کے ساتھ سلجھا کر۔ یہ معاملہ ایک انگریز جج جن کا نام سر ہربرٹ کننگ تھا۔ سپرد کرکے اس جج کے فیصلہ کو قطعی فرمادیا۔ اس مقدمہ کی پیروی سکھوں کی جانب سے دیگر وکلاء کے علاوہ میں نے خود بھی بحیثیت وکیل کی ہے۔ اس کا فیصلہ ۷ دسمبر کو یہ ہوا۔ کہ جس جگہ لاش دفن کی گئی تھی۔ وہ سکھوں کی ہے۔ اور ایک ماہ کے عرصہ میں لاش وہاں سے نکال کر جگہ سکھوں کے حوالہ کردی جائے۔ اس فیصلہ کی تعمیل بھی ایک نہائت مشکل امر تھا۔ مگر حکومت سرکارعالی نے اس فیصلہ کی تعمیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا۔ اور وہ جگہ تاریخ مقررہ پر سکھوں کے حوالے کی۔ بہرحال ایسی انصاف کی صورت دنیا میں شاذ ہی ملتی ہے۔

کچھ دن ہوئے اس ریاست ابد مدت کے خلاف آریہ سماج کی جانب سے ستیہ گرہ کیا گیا تھا۔ مگر مثل دوسرے فرقوں کے سکھ بھی بالکل اس معاملہ سے الگ رہے۔ اور حکومت سرکارعالی کے وفادارانہ اطاعت گذار رہے اور اپنے دامن کو داغدار بنانے کے بجائے پاک وصاف رکھنے میں اپنے کو موجب صد افتخار سمجھتے رہے۔ ملک محروسہ سرکارعالی میں جملہ سکھوں کی تعداد تقریباً سات ہزار ہے۔ اور سکھوں کے آخری گورو کی یہاں آخری آرامگاہ ہے۔ اس لئے گو سکھ یہاں کم تعداد میں ہیں۔ مگر اپنے گورو کی وجہ سے دنیا کے سکھ اپنی روحانی برکات اس ریاست کے مقدس شہر ناندیڑ سے حاصل کرتے ہیں۔ گویا دوسرے معنوں میں وہ جسمانی حیثیت سے یہاں موجود نہ ہوں۔ مگر ان کا قلب اور ان کا جسم ان کی جان ومال سب اس مقدس مقام کے سلئے قربان ہے۔ کیونکہ روحانی تسکین ان کو تاقیام عالم اسی مقام سے مل سکتی ہے۔ دنیا کے سکھ ریاست حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے رہین منت ہیں۔ کہ ان کے حقیقی پتا شری گورو گوبند سنگھ مہاراج نے اپنے آخری آرام کیلئے اس ریاست حیدرآباد خجستہ بنیاد کو منتخب فرمایا۔ اور سکھ دنیا کے ہر گوشہ سے جوق در جوق آکر دنوں نہیں بلکہ مہینوں یہاں بلاکسی مزاحمت کے قیام کرتے ہیں۔ اور درشنوں کا لابھ اُٹھاتے ہیں۔ سکھ یہاں علاوہ ملازمت پولیس کے دوسرے ہر قسم کے کاروبار کرتے ہیں۔ اور یہ کاروبار مثل دوسری اقوام کے بڑی فراخدلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ مالی پستی کے چنگل سے بھی نکلنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اور دن بدن سرکارعالی کے زیر سایہ اپنی حالت کو ٹھیک کررہے ہیں۔ حال ہی میں منجانب سرکارعالی اصلاحات کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس میں سکھوں کی نمائندگی سہواً نظرانداز ہوگئی۔ میں نے خود منجانب سکھ طبقہ اس مسئلہ کو سرکار کے پاس پیش کیا۔ چونکہ یہ سکھوں کا ایک جائز مطالبہ تھا۔ اس لئے سرکارعالی کی جانب سے ہمدردانہ غور کرنے کا وعدہ فرمایا گیا۔ اور جلد از جلد اس کی اصلاح کرنے کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔ بہرحال حکومت سرکارعالی ہر جائز مطالبہ کو ہر وقت سننے کیلئے تیار رہتی ہے۔ اور احکام بھی نہائت ہمدردانہ غور کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ مطالبات نہائت صاف اور نیک نیتی کے ساتھ قانونی شکل میں پیش کئے جائیں۔ چونکہ اصلاحات بوجہ جنگ ملتوی کردی گئی ہیں۔ اس لئے ان کا اعلان نہ ہوسکا۔ آئندہ جس وقت بھی اعلان ہوگا۔ خدا چاہے تو ہمیں بھی کوئی ناامیدی نہ ہوگی۔ اور ضروری نمائندگی کا حق ملے گا۔

ممالک محروسہ سرکار عالی کے سکھ اب اپنی تعلیمی حالت کو بھی محسوس کر رہے ہیں۔ اور دن بدن تعلیم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ سرکار عالی کی جانب سے اضلاع و تعلقات میں مدارس کھلے ہوئے ہیں۔ ان میں سکھ بلا روک ٹوک کے داخلہ حاصل کر کے اپنی مرضی کے مطابق تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ پنجاب کے اخبارات میں کچھ ایسے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ جن کا ضمنی مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔ اور اعتراضات کسی اور موضوع پر ہوتے ہیں۔ اعتراض دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو قانونی شکل میں اور جس کا حقیقی منشا یہ ہوتا ہے۔ کہ واجبی شکایات کو دور کیا جائے۔ دوسرا اعتراض محض طعن و تشنیع کی غرض سے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بغض اور کینہ نکالا جائے۔ اور عیوب کو بیان کر کے لوگوں کی سستی اور مفت کی ہمدردی حاصل کی جائے۔ میں بھی اگر ایک اعتراض پنجاب کے اخبارات پر کروں۔ تو بیجا نہ ہو گی۔ پنجاب میں جھٹکے کے سوال پر ایک طوفان بپا رہتا ہے۔ اور آئے دن یہ جھگڑے رہتے ہیں۔ کہ فلاں گاؤں میں مسلمان زیادہ ہیں۔ اس لئے وہاں جھٹکا نہیں کیا جا سکتا۔ وغیرہ۔ برخلاف اس کے ممالک محروسہ سرکار عالی میں سکھ کھلے بندوں جھٹکہ کرتے ہیں۔ حکومت کی جانب سے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ مگر پنجاب کے اخبارات نے کبھی اس خوبی کو بیان نہیں کیا۔

دوسرا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہاں پرچار کی اجازت نہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ پنجاب سے اکثر غیر ذمہ دار لوگ آ کر اس کام کو ہاتھ میں دیتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے۔ اسلئے اپنے مشن میں فیل ہو جاتے ہیں۔ اور الزام حکومت کے سر تھوپ کر اور لوگوں کو اکسا کر ہمدردی حاصل کرتے ہیں۔ پرچار کا کام معمولی کام نہیں ہے۔ مذہبی پرچار اور سیاسی امور اکثر خلط ملط کر دیئے جاتے ہیں اسلئے حکومت کی جانب سے اس معاملہ میں روک ٹوک ہو تو بالکل بجا ہے اگر کوئی شخص صرف مذہبی پرچار کرنا چاہے تو اسکو کبھی روک ٹوک نہیں ہو سکتی۔

دلچسپ خبریں

ایک اخباری اطلاع مظہر ہے۔ کہ مسٹر گاندھی نے بمبئی کے ایک مسلمان کے مکتوب کے جواب میں لکھا ہے کہ اگر حکومت برطانیہ عنان اقتدار مسلم لیگ کے حوالے کر دے تو کانگرس کو اعتراض نہ ہوگا۔ بلکہ وہ اس کی معاون ہو گی۔ مسلم لیگ جس قسم کی حکومت مرتب کرے گی۔ کانگرس اس میں روڑا نہ اٹکائے گی۔ بلکہ اسمیں حصہ لیگی۔

"شہباز" مطبوعہ ۱۲ جولائی سنہ "ملاحظات" کے تحت لکھا ہے کہ سنا ہے کہ حکومت کشمیر مالیہ میں صرف نقدی لینے کی بجائے جنس بھی وصول کرنے کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ اخبار مذکور نے حکومت پنجاب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ بھی اس مسئلہ پر غور کرے۔ یعنی حکومت ایک اچھی خاصی غلہ منڈی بن جائے۔ ریلوے والے غلہ کے عوض ٹکٹ دیا کریں۔ وکیلوں کی فیس۔ ملزمان کا جرمانہ اور ملازمین کی تنخواہ بھی اسی صورت میں ادا ہوا کرے۔ اچھا مشورہ ہے۔ زمانہ ایک صدی پیچھے لوٹایا جا رہا ہے۔ "آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا"

کانگرسی مسلمان

دشمنی قوم سے، ملّت سے، مسلمانوں سے گویا انکار ہے اسلام کے فرمانوں سے
کیسی نفرت ہوئی یہ قوم کے ایوانوں سے مل گئے جا کے جو مندر کے نگہبانوں سے
شان و شوکت نہ رہی، جرأت غازی نہ رہی
دیکھو آئینہ میں وہ شکل حجازی نہ رہی

جب سمجھتے ہی نہیں رمز کو سمجھانے سے فائدہ کچھ بھی نہیں بات کے دُہرانے سے
زندگی ہیچ ہے بے موت کے مرجانے سے مل گئے غیر سے گاندھی کے جو بہکانے سے
لیگ سے اُنس نہ مُسلم سے تعلق باقی
کانگرس ساغرِ صہبا ہے تو گاندھی ساقی

ہو مسلمان تو پھر لیگ سے انکار ہے کیوں؟ آپ کو غیر جماعت سے سروکار ہے کیوں؟
اپنے بھائی سے تنفر کہیں تکرار ہے کیوں؟ کچھ تو سمجھاؤ یہ بگڑی ہوئی رفتار ہے کیوں؟
ہم نہ ہو اسوۂ اصحابؓ و نبیؐ بھول گئے
بات جو یاد ابھی تھی وہ ابھی بھول گئے

پھوٹ آپس میں نہ ہوتی تو بقا ہو جاتی قوم بیمار کی تنظیم و دوا ہو جاتی
ایک ہو جاتے سبھی شرطِ وفا ہو جاتی مرضِ بغض و تعصب سے شفا ہو جاتی
فرقہ بندی سے نہ بند کیجئے دروازے کو
مجتمع کیجئے بکھرے ہوئے شیرازے کو

بلّٰہ الحمد! مسلمان بھی بیدار ہوئے غیر کی چال سمجھنے لگے ہوشیار ہوئے
سرفروشی کو کمر باندھ کے تیار ہوئے پھر اسی بادۂ توحید سے سرشار ہوئے
ہے وہی سُنّتِ اصحاب نبیؐ پھر جاگی!
شکر صد شکر کہ سوئی ہوئی قسمت جاگی!

(منقول)

تذکرۂ برادری

بحالات موجودہ موقت الشیوع جرائد خصوصاً القریش ایسے مخصوص مقاصد کے رسائل کا جاری رہنا خدائے قادر و توانا کا خاص فضل سمجھنا چاہیئے۔ طباعت و مطبوعات کی گرانی اور کاغذ کی عدم دستیابی اور اس پر اقتصادی بدحالی اور ضروریات زندگی کی ناتسلی بخش حالت ایک عام پریشانی کا موجب ہوئی ہے۔ جولائی کی اشاعت کے بعد اگست کا رسالہ شائع ہونے کی قطعی امید نہ تھی۔ مالی بے بضاعتی اور قحط القرطاس دو مصیبتیں ایسی نہ تھیں کہ ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوئی توقع ہو سکتی۔ بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ مگر اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے۔ کہ وہ انتہائی مایوسی امید سے بدل گئی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ،

"القریش" درد مندانہ اپیلوں سے متاثر ہو کر ہمارے ہی کرمفرما بہی خواہ قوم معاون خصوصی (اظہار نام کی اجازت نہیں) جو بکمال خندہ پیشانی و فراخ دلی قوم کے اصلاحی امور میں قابل صد ستائش و لائق صد تحسین حصہ لینے کے خوگر ہیں۔ اور جنہیں "القریش" کے تا بحد امکان مالی امداد کرنا ودیعت ہو چکا ہے۔ نے ۲۴ جولائی سنہ ۴۲ء کو ایک سو پچاس روپے کے کرنسی نوٹ بذریعہ بیمہ ارسال فرمائے ہیں۔ اور تحریر فرمایا ہے۔ کہ

"القریش" کی اشاعت کا التوا ناقابل تلافی قومی نقصان ہوگا۔ قوم کا فرض ہے کہ اسے جاری رکھنے کیلئے مالی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ اس کی ضروریات کیلئے ڈیڑھ سو روپیہ بذریعہ بیمہ ارسال کر رہا ہوں رسید گی سے مطلع کریں، والسلام"

یہ گرانقدر عطیہ عین اس وقت موصول ہوا۔ جبکہ اشاعت کا تواتر جاری رکھنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ خدائے برتر و اکبر ہمارے محسن، مربی قوم کو جزائے خیر دے۔ اور قوم کے دیگر متمولین اور صاحب ثروت حضرات کو قومی امور میں حصہ لینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین:

یہ عطیہ موصول ہونے پر کاغذ کی تلاش میں بازار چھان مارا لیکن کاغذ فروشوں کو ایک انکار کے سوا کوئی بات ہی نہ آتی تھی۔ بڑی مایوسی ہوئی۔ اور جب کوئی چارہ کار نہ رہا۔ تو ایک نیک دل مقامی افسر سے بہم رسانی کاغذ میں امداد کی استدعا کی گئی۔ آپ فطرتاً خلیق و ہمدرد واقع ہوئے ہیں چنانچہ آپ کی ہمدردانہ کاوش و کوشش سے چند اشاعتوں کا کاغذ مل گیا۔ آپ کی اس مروت کیلئے ہم آپ کے بدل مشکور و مداح ہیں۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

یتیم نوازی

قریشی غلام حسن طالب علم ففتھ ہائی کلاس ——— ایک علم دوست اور ہونہار نوجوان ہے گذشتہ تین سال سے "القریش" کا باقاعدہ زر چندہ ادا کر کے معاون رہا ہے۔ قوم کے اصلاحی امور سے بڑا شغف ہے۔ حوادث ارضی و سماوی میں مبتلا ہونے کے سبب سے اب وہ اس قابل نہیں رہا۔ کہ رسالہ پڑھنے کیلئے زر بدل ادا کر سکے۔ چنانچہ گذشتہ اشاعت میں اس نے اپنی عزبت و ناداری کا بادل ناخواستہ اظہار

کرتے ہوئے قوم کے صاحب ثروت حضرات سے اپیل کی۔ کہ کوئی اہل دل بزرگ اس کے نام رسالہ جاری کرا دے۔ تاکہ وہ علمی ذوق پورا کر سکے۔ غریب طالب علم کی اس درخواست پر ہماری اسی محترم ہی خواہ قوم بھائی نے جس نے القریش کی ڈیڑھ سو روپیہ کی گرانقدر رقم کی ترسیل سے امداد فرمائی ہے دو روپے ارسال فرمائے ہیں۔ تاکہ غلام حسن مذکور کے نام القریش جاری کر دیا جائے۔ محترم موصوف ایثار نفسی، یتیم پروری میں پیش پیش رہنے کے خوگر واقع ہوئے ہیں۔ بیکسوں کی امداد میں راحت و سعادت محسوس کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں اجر عظیم دے۔ آپ نے طالب علم مذکور کی درخواست منظور کرتے ہوئے اس کے نام رسالہ جاری کرانے کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ طالب علم مذکور اگر اپنے حالات دکوائف سے اطلاع دے تو اس کی اور بھی امداد کی جائیگی۔

جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

کاغذ فنڈ

پیر محمد ابراہیم صاحب ہاشمی برہانپوری پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ :-

"اس ماحول میں جبکہ پریشانی کی اندھیاری ہر چار سو چھائی ہوئی ہے۔ وسعت حیات مخلوق پر تنگ ہو رہا ہے القریش کا جاری رکھنا کمال ہمت ہے۔ اور یہ بالخصوص اس لئے کہ آپ کو ایسی قوم کی خدمات تفویض ہوئی ہیں۔ جو عالم ہونے کے باوصف جاہل ہے۔ اور صاحب ثروت ہونے کے باوجود ایثار و قربانی کے نام سے گھبراتی ہے۔ فقدان احساس کی حد ہو گئی۔ القریش کی دردمندانہ اپیلوں کو ٹھکرا دینا اسی کا حوصلہ ہے اس ضمن میں کوئی دوسری قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وی پی وصول کر لیا گیا تھا۔ پانچ روپے کی حقیر رقم صرف کاغذ فنڈ میں ارسال ہے۔ کچھ اور بھی پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔ القریش جاری رکھئے اور تکالیف کا مقابلہ کرتے جائیے۔ خدمات لائقہ سے یاد فرماتے رہا کیجئے۔"

آپ کی توجہ فرمائی اور حمیت قومی قابل صد تبریک ہے خدائے تبارک و تعالیٰ قارئین کرام کو تقلید کی توفیق عطا کرے آمین!

کرم محمد اختر صاحب بی۔ اے (آنرز) پنجاب ایڈوائزری بورڈ لاہور کے گرامی نامہ کے جواب میں نگارش ہے کہ "پنجاب کے چند کشمیری قریشی خاندان" کے نام سے ہمارے ہاں نہ کوئی کتاب مرتب ہوئی اور نہ شائع کی گئی۔ اس قسم کی کتب منشی محمد الدین صاحب فوق مدیر "کشمیری" لاہور نے بھی شائع کی تھیں۔ جن میں سے "اقوام کشمیر" مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ لیکن اس میں "سادات قریش" اور "کشمیری قریشی" کے متعلق کچھ ایسی صراحت نہ تھی۔ جو کسی طالب تفصیلات قریشی کیلئے مفید و کارآمد ہو سکتی۔ کچھ عرصہ ہوا خانصاحب سردار محمد کرم خاں عباسی رئیس چھپائی نے بھی ایک کتاب شائع کی تھی۔ جو صرف عباسی سرداران پونچھ کے خاندانی حالات ونسبی کوائف پر مشتمل تھی اور بس۔ ہمارے خیال میں "پنجاب کے چند کشمیری قریشی خاندان" کے نام سے کوئی کتاب شائع ہی نہیں ہوئی۔

ندوۃ القریش

"ندوۃ القریش" کی مجلس منتظمہ کا اجلاس ۲۱ اگست

کو حسب معمول منعقد کرنے کے لئے ایجنڈہ جاری ہو چکا تھا۔ لیکن ۱۲، تاریخ کو صدر صاحب کے اچانک ہیچش اور بخار میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ اور کوئی کارروائی نہ کی جا سکی۔

سیکرٹری

عذر

اس اشاعت کے جملہ مضامین تیار ہونے کے بعد کتابت بھی ہو چکی تھی۔ صرف ۶ صفحات کا مسودہ باقی تھا۔ کہ میں اچانک ۱۲، تاریخ کو بخار اور ہیچش کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔ اور دفتر میں بیٹھنے کی ہمت نہ رہی۔ اس وجہ سے رسالہ ٹھیک وقت پر پوسٹ کر دینے کا ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ بلکہ چار پانچ یوم کی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ اس توقف کیلئے ناظرین کرام ہمیں معذور خیال فرماویں۔

ذوقی

انتقال پُر ملال

یہ خبر انتہائی رنج و ملال سے سنی گئی۔ کہ منشی حاجی فتح محمد صاحب بٹالوی کا پوتا اور منشی حکیم محمد حسین قریشی کا اکلوتا بیٹا برخوردار نصر اللہ خاں جو دہ سال کی عمر میں چار پانچ ماہ کی علالت کے بعد ۲۸ جولائی ۱۹۴۲ء کو اپنے والدین اور ضعیف دادا کو داغ مفارقت دے گیا۔ اس گھر کا یہی چراغ تھا۔ جو گل ہو گیا۔ اس صدمۂ جانکاہ سے پسماندگان بے تاب ہو رہے ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ انہیں صبر عظیم عطا کرے۔ آمین۔

مرحوم مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کر رہا تھا۔ اس لئے مذہبیات اور مسائل شرعی میں اتنا واقف ہو گیا تھا جتنا کہ اوامر و نواہی کو خوب سمجھتا تھا۔ متین طبع، نیک سیرت اور تابعدار و ہونہار نونہال اور وہ نونہال جس پر والدین کی تمام امیدوں کا انحصار ہو۔ داعی اجل کو لبیک کہکر ابدالآباد کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو جائے ان کی حالت؟ اللہ میاں اپنا فضل کرے۔ دعا ہے۔ کہ خدائے غفور الرحیم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

اظہار مسرت

مکرمی قاضی مظفر الدین صاحب متین سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر بہاولپور کے احباب یہ سنکر مسرور ہوں گے۔ کہ آپ اپنی احسن کارگذاری و دیانتداری کی وجہ سے ترقی کر کے عہدہ تحصیلداری پر فائز ہو گئے ہیں۔ آپ کا ایک خط مظہر ہے کہ آپ نے اپنے نئے عہدہ کا پچھلے دنوں چارج لے لیا ہے۔ قاضی صاحب نے اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے ریاست کے اعلیٰ طبقہ میں رسائی حاصل کرنے کے علاوہ قابل تعریف ہر دلعزیزی و نیک نامی بھی حاصل کی ہے۔ یہ نعمت بہت کم عہدہ داران کو نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے ہم قاضی صاحب بہمہ صورت قابل مبارک سمجھتے ہیں۔ دعا ہے کہ آپ کو بیش از بیش مدارج ترقی طے کرنے کے مواقع نصیب ہوں۔ آمین،

جواب استفسار

پیر عابد حسین صاحب کے استفسار مطبوعہ تذکرۂ برادری، رسالہ القریش بابت جولائی ۱۹۴۲ء مولوی زین العابدین صاحب کراچی سے تحریر فرماتے ہیں۔ میرے پاس "سبائک الذہب" اور بھی چند پرانی اور مستند کتب موجود ہیں جو آپ کی معلومات میں بیشقدر اضافہ کا موجب ہو سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ انہیں نہ ارسال کر سکتا ہوں اور فروخت کرنیکا ارادہ ہے۔ لہذا آپ اگر میرے ہاں تشریف لانیکی زحمت

[illegible] ذوقی پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش [illegible] امرتسر سے شائع کیا۔ [illegible] ذوقی)

Regd. L. No. 1474.





Printed at the Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Gunj, Amritsar.



"AL-QURAISH"

سادات قریش کا واحد اصلاحی جریدہ

امرتسر

القریش

جریدہ

Edit[illegible] ... MOHAMMAD ALI RAUNAQ.

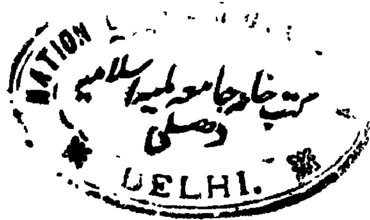
Annual Sub[illegible] Per Copy - 4 -

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴

Regd No. L 1474

سادات قریش کا اصلاحی جریدہ

القریش



ایڈیٹر

محسن القوم محمد علی رونق صدیقی

زرچندہ سالانہ ۳ر

نمونہ کا پرچہ ۴ر

ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

نوائے قمر

قمر نے شیخ سے پوچھا کہ اے زمانہ شناس
ہماری قوم ہے مصروف خواب غفلت میں
رواج علم و ہنر مدرسوں میں کچھ بھی نہیں
دلوں میں جن کے ہے کچھ علم مغربی کی جھلک
یہ سن کے آج بھڑکتا ہے میرا طائرِ روح
نہ کام قوم کو مذہب سے ہے نہ ملت سے
غضب ہے ایک سے دل ایک کا مکدر ہے
فزوں رفیع جو سینہ ہے طور سینا سے
وہ پھول سوکھ گئے جن کی بو تھی گلشن میں
بسانِ مہر نمایاں ہے نور دین مبیں
جہاں میں برق ملیسا تڑپ تڑپ کے رہی
جو بے خبر ہیں نشیب فراز عالم سے
انہی کے ہاتھ میں تسبیح ہے جو دانا ہیں
جواب جوڑ کے ہاتھوں کو یہ دیا میں نے

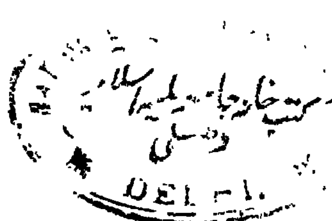
گھٹائیں چھائیں ہیں کیوں آج جہل و غفلت کی
نہ فکر کچھ ہے صنعت کی ہے نہ حرفت کی
جہاں سے حضرت سید نے جب سے رحلت کی
انہیں بھی فکر نہیں دین کی اشاعت کی
کہ مرغ باز ہے اولاد اہلِ دولت کی
نہ اتحاد کی خو ہے نہ ہے مودت کی
ہر اک دماغ میں باتیں بھری ہیں نخوت کی
جگہ ہو اس میں فقط جہل کی کدورت کی
وہ نخل کٹ گئے جن کے لئے ریاضت کی
ہمارے واسطے ہے بند راہ ظلمت کی
شعاع دیکھ لی جب نیّرِ رسالت کی
انہیں کو فکر دنیا میں جاہ و ثروت کی
کہ گردشیں ہیں جہاں میں لیل رفعت کی
درست اور بجا ہے یہ بات حضرت کی

خدا نے جن کو بنایا ہے قوم کا حامی
طمع انہیں کو ہے انعام اور خلعت کی

قمر گیاوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"القریش" امرتسر
ستمبر ۱۹۴۲ء
رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ
جلد ۲۹ ——— نمبر ۸



شذرات

اظہارِ عقیدت

سلطان العلوم، ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کی تقریب سالگرہ ابکے نہایت خاموشی کے ساتھ منائی گئی۔ اس تقریب سعید پر جلوس و دیگر شاہانہ رسوم ادا کی گئیں سو طعام غربا و مساکین کو بھی حسب دستور نوازا گیا۔ اس موقعہ پر عالیجناب نواب صدر اعظم بہادر نے جو پیغام براڈ کاسٹ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

بندگان عالی کی ذات ہمایونی نہ صرف آپ کی وفادار رعایا کے لئے بلکہ ہندوستان کے جملہ مسلمانوں کے لئے مایہ ناز اور باعث صد افتخار ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ایک ادنیٰ سپاس گذاری کی حیثیت سے میرے لئے اس جشن مسعود کے مبارک موقع پر اس طرح حاضر ہونے کا یہ پہلا اتفاق ہے اور میں بجا طور پر اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ مجھے حضرت جہاں پناہی کی خدمت کا شرف حاصل ہے بحکومت سرکار عالی کے صدر اعظم کی حیثیت سے میری آواز سارے حیدر آباد کی آواز ہے۔ اور اس میں ہمارے ملک کے ان بہادر سپاہیوں کی آواز بھی شامل ہے جو حیدر آباد کی قدیم روایات کو زندہ رکھنے کیلئے اپنے وطن سے دور جنگ کے مختلف میدانوں میں داد شجاعت دے رہے ہیں۔ اس اعتماد کے ساتھ آج میں اس نشرگاہ سے اہل حیدر آباد کی عقیدت مندی اور وفا شعاری کا ہدیۂ تبریک و تہنیت لے کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہونے کی عزت اور سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ زمانہ نت نئی کروٹیں بدلتا ہے تو بدلا کرے مگر ہماری جبین نیاز نہ اس آستان عالی سے اٹھی ہے اور نہ اٹھیگی۔ ہم آج پھر اپنی زندگی کے واحد مقصد کو بہ یک آواز دہراتے ہیں کہ جنگ کے اس پر آشوب زمانہ میں حضرت پیر و مرشد خاندان شاہی اور تخت آصفیہ کی حفاظت کے لئے اپنے خون کے آخری قطرے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ خدا ذات ہمایونی اور خاندان شاہی کو دائم قائم رکھے۔ آمین!

یہ الفاظ ہیں جو مسلمان ہند کی قلبی عقیدت و ارادت کے اظہار کے لئے نواب صدر اعظم بالقابہٗ نے بطور ترجمان ادا کئے۔

جہاں پناہ کی معارف نوازی، غریب پروری اور کریم النفسی کی ایک دُنیا مداح ہے۔ اور مسلمانانِ ہند آپ کی ذات ستودہ صفات سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ دولت آصفیہ اور اس کے اولوالعزم تاجدار کو تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

تاجدار بہاولپور کی اولوالعزمی

گزشتہ دنوں دریاؤں کی طغیانی سے اطراف و اکناف ملک میں جو نقصانات ہوئے۔ ان میں صوبہ سندھ اور ریاست بہاولپور کے بعض مقامات پر بہت زیادہ مالی و جانی نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ پانی کے طوفان خیز سیلاب نے جب سمہ سٹہ ریلوے سٹیشن اور خاص بہاولپور کی جانب رُخ کیا۔ اور بستیوں میں داخل ہونے لگا۔ تو اعلیٰحضرت حضور نواب صاحب بہادر والئے دولت عباسیہ بنفس نفیس انتظامی امور میں حصہ لیتے رہے۔ پُر خطر مقامات پر خود پہنچے۔ اور شہر کی آبادی کو سیلاب سے بچانے کے لئے بند باندھنے والوں کی حمایت و اعانت اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اعلیٰحضرت کی اس اولوالعزمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جو طوفان کے خوف سے ہراساں و پریشاں اپنی متاع وہیں چھوڑ چھاڑ بھاگ کر جان بچانے پر آمادہ تھے مطمئن ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اور مناسب تدابیر پر عمل کرنے سے مالی و جانی نقصان سے بچ گئے۔ ریاستی باشندے اپنے تاجدار کی غریب نوازی و ہمدردی کے مداح ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ خدائے برتر و اکبر اعلیٰحضرت کو اپنے حفظ و امن میں رکھے۔ آمین!

نزول باران خدائے تبارک تعالیٰ کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بارش سے زمینیں سیراب ہوتی ہیں۔ سبزے ہوتے ہیں۔ پھل پھول لاتے ہیں۔ طرح طرح کے میوے، گوناگوں خوردنی فصلیں اور خدا کی نعمتیں میسر آتی ہیں۔ نزول باران نہ ہو تو تختۂ زمین کی سرسبزی و شادابی جھلس جائے۔ اور خلق خدا کے لئے ایک وبال، ایک قیامت خیز مصیبت برپا ہو جائے لیکن جب انسان کی بداعمالیاں حد سے تجاوز کرنے لگیں۔ وہ خدا کی ان دی ہوئی نعمتوں کو اپنی تنگ نظری و کوتاہ فہمی کی وجہ سے اپنی حکمت عملیاں اور کارستانیاں سمجھنے لگے۔ نعمتوں پر شاکر نہ ہو تو یہی نعمتیں زحمتیں اور ہزاروں مصیبتیں بن کے نازل ہوتی ہیں۔ یہی نزول باران جو زمان و زمانیاں کی آبادی خوشحالی و فارغ البالی کا موجب ہوتی ہے۔ تباہی بربادی اور غرقابی کا سبب بن جاتی ہے۔ اب کے موسم برسات میں بارشیں اس کثرت سے ہوئیں کہ بحر و بر کے دامن سنبھالنے کی تاب نہ لا سکے۔ دریاؤں کی طغیانیاں، کھلے میدانوں میں بارش کا کثیر پانی خلق خدا کی تباہی کا موجب ہوا۔ بڑے بڑے مستحکم و مضبوط پل، ریلوے سٹیشن، پختہ عمارتیں۔ بڑے بڑے شہر اور آہنی دیوار پانی کی زد میں آ کر پیوند زمین ہو گئیں۔ سینکڑوں آبادیاں پانی میں بہ گئیں۔ ہزاروں انسان و حیوان لقمۂ نہنگ اجل ہوئے اور بے شمار نفوس بے خانماں ہو گئے۔ باپ بیٹے سے، بیٹی ماں سے، بیوی میاں سے اس افراتفری میں ایسے جدا ہوئے کہ پھر مل نہ سکے، (وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنقَذُونَ ۔ پ ۲۳ ۔ س یٰسین ع ۳) اور ان لوگوں کے سمجھنے کے لئے ہماری قدرت کی ایک نشانی یہ ہے۔ کہ ہم ان آدمیوں کی

نسل کو بھری ہوئی کشتیوں میں اٹھائے پھرتے ہیں۔ اور کشتی کی طرح ہم نے ان کے لئے اور چیزیں بھی پیدا کی ہیں۔ جن پر سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ڈبو دیں۔ پھر نہ تو کوئی ان کا فریادرس ہو اور نہ یہ ڈوبنے کی مصیبت سے کسی طرح چھڑائے جا سکیں۔ گویا انسان کی بداعمالیوں کا پیمانہ جب لبریز ہو جاتا ہے۔ تو غیرت خداوندی جوش میں آتی ہے۔ اور اسے ان بدکرداریوں کا مزا چکھانے اور دوسروں کو عبرت کا سبق دینے کے لئے ایک انقلاب آتا ہے۔ اور پیمانہ الٹ دیا جاتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہندوستان کی بساط سیاست

غالباً ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے۔ جس کے باشندے فتنوں اور ہنگاموں کے اس نازک دور میں اپنے لئے کوئی ایسا مسلک معین نہیں کر سکے۔ جن کو ہندوستان کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے جملہ عناصر یک دل اور یک جان ہو کر اختیار کر سکیں۔ اور اپنے حاضر و مستقبل کی حفاظت و تعمیر کے لئے ہم دست ہو کر ساعی ہو سکیں۔ اس وقت جبکہ دنیا بھر کی قومیں اپنے کوائف کی حفاظت کے لئے متحد ہو کر جد و جہد کر رہی ہیں۔ ہندوستان کے لوگ اس امر کی بحثوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ کہ اس ملک کے حکومتی انتظامات کی موجودہ اور آئندہ صورتیں کیا ہوں۔ اس سرزمین کا ہر قابل ذکر عنصر اپنی اپنی خواہشات کے مطابق اپنے اپنے عزائم کا اعلان کر رہا ہے۔ جو ایک دوسرے کے عزائم و مقاصد سے متصادم ہیں۔ اور کسی فریق کی طرف سے دوسروں کے ساتھ عام مفاہمت کی خواہش کا اظہار نہیں ہوتا۔ تاکہ سب متحد ہو کر ان فتنوں اور ہنگاموں کے مقابلہ کی تدبیر کر سکیں۔ جو سب کے حاضر و مستقبل کو درپیش ہیں۔

کانگرس کے فیصلہ اور اس کے عمل کی کیفیت دنیا کے سامنے آچکی۔ اب ہندو مہا سبھا کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد منظور کر کے اس کے نقش قدم پر چلنے کی دھمکی دی ہے۔ اور حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ ہندوستان کی آزاد سیاسی حیثیت کا فوری اعلان کر کے اقتدار کی زمام اس ملک کی نیشنل گورنمنٹ کے حوالے کر دے۔ جو یہاں کی اہم سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ اسی طرح کی قومی حکومتیں صوبوں میں بھی قائم کی جائیں۔ اس کے ساتھ ہی برطانی حکومت کو اس امر کا انتباہ کیا گیا ہے۔ کہ اگر اس نے مرکزی حکومت کا اقتدار مسلم لیگ کو سونپ دیا۔ تو ہندو سخت مخالفت کریں گے۔ ہندوؤں کی اس سیاسی جماعت نے کانگرس کی وارث بن کر ملک کے دوسرے سیاسی عناصر کے ساتھ عام مفاہمت کرنے کی جو آواز بلند کی تھی۔ وہ چنداں غیر موثر ثابت نہیں ہوئی چنانچہ کل اور آج کی اطلاعات ظاہر کر رہی ہیں۔ کہ دہلی میں مختلف طبقوں کے سیاسی لیڈر جمع ہو رہے ہیں۔ اور ان کے درمیان ہندوستان کی بگڑی ہوئی فضا کو درست کرنے کے موضوع پر بات چیت شروع ہونے والی ہے۔ ہندو مہا سبھا کے لیڈر ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی رائے بہادر مہر چند کھنہ۔ سر گوکل چند نارنگ مسٹر چیٹرجی وغیرہم لاہور اور امرتسر میں بعض لوگوں سے تبادلہ خیالات کرنے کے بعد دہلی پہنچ گئے ہیں۔ امرت سر سے مشہور اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ اور شملہ سے سردار بلدیو سنگھ بھی اس بات چیت میں حصہ لینے کے لئے دہلی پہنچ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات خاں اور بنگال کے وزیر اعظم مسٹر اے کے فضل الحق۔ آسام کے وزیر اعظم سر محمد سعد اللہ خاں اور سندھ کے وزیر اعظم خان بہادر اللہ بخش بھی دہلی جا رہے ہیں۔ مسٹر راج گوپال آچاریہ کو مدراس سے روانہ

ہو کر فی الفور دہلی پہنچنے کے لئے تاکیدی برقی پیغام بھیجا جا چکا ہے۔ اور حضرت قائداعظم مسٹر محمد علی جناح بھی ان دنوں دہلی ہی میں تشریف فرما ہیں۔ ہندو مہاسبھا کے قائم مقام صدر ڈاکٹر مکرجی کی دعوت پر ان ذمہ دار لیڈروں کا دہلی میں جمع ہونا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ کانگریس کی تحریک اور برطانی حکومت کی غلط روش نے ہندوستان کو جس قسم کے خطرناک حالات سے دوچار کر دیا ہے۔ ان سے عہدہ برآ ہونے کی ضرورت کا قوی احساس ہر طرف پیدا ہو رہا ہے۔ اور کوئی عجب نہیں۔ کہ یہ احساس لیڈروں کو کسی متفقہ نتیجہ پر پہنچانے والا ثابت ہو۔ اور ہندوستان کے جملہ سیاسی عناصر حکومت برطانیہ سے کوئی ایسا سمجھوتہ کرنے کی راہ نکال لیں۔ جو سب کے بھلے پر منتج ہونے والی ہو۔ کانگریس کی شرانگیزی اور عام ہلڑ بازی اور بدامنی کے مظاہروں کو شروع ہوئے ایک ماہ کی مدت گزر چکی ہے۔ لیکن ہندو اکثریت رکھنے والے صوبوں میں ابھی امن و سکون کی عام کیفیت بحال نہیں ہوئی۔ بہار، اڑیسہ، یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی اور دہلی میں عام ہلڑ بازی کی وارداتیں اور سرکاری جائداد کو نقصان دالی سرگرمیاں بدستور جاری ہیں۔ ہر طرف پکڑ دھکڑ کا بازار گرم ہے۔ بعض مقامات پر حکام خلاف قانون مجمعوں پر گولیاں چلانے اور دوسرے سخت ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کالجوں میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ ریلوے لائنوں کو اکھاڑا جا رہا ہے۔ ٹیلیفون اور ٹیلی گراف کے تار کاٹے جا رہے ہیں۔ غرض ہندوستان کی سرزمین کی ہندو اکثریت کی طرف سے برطانی حکومت کے اقتدار کے خلاف عام ہلڑ بازی کا ایک غیر منظم معرکہ جاری ہے جو بعض مقامات پر حکومت کی فوج اور پولیس کے ساتھ بے قاعدہ جھڑپوں کی صورت بھی اختیار کر چکا ہے۔ حکومت ہند کا ایک سرکاری اعلان اس امر کا سراغ بھی دے چکا ہے۔ کہ اگرچہ اس عام ہڑبونگ کے پیدا ہونے کی ظاہری علت کانگرسی لیڈروں کی گرفتاری نظر آتی ہے۔ لیکن بدامنی کی وارداتوں کا مسلسل ظہور ایک خفیہ نظام کی سرگرمیوں کا شرمندۂ احسان ہے جس نے اپنا نام ہندوستان کے اشتراکیوں کی سرخ فوج قرار دے رکھا ہے۔

مسلم لیگ کے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح نے کانگریس کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر پہلے ایک اعلان میں مسلمانوں کو واضح کر دیا تھا۔ کہ وہ کانگریس اور باپائے کانگریس کی پرفریب چالوں سے بچیں۔ اور اس غداری میں اس کا ساتھ نہ دیں۔ کیونکہ کانگریس ہندوستان میں صرف ہندو راج قائم کرنے کی متمنی ہے۔ وہ مسلمانوں کو علیحدہ قوم تسلیم نہیں کرتی۔ اور لفظی ہیر پھیر میں مسلمانوں کو من حیث القوم اپنے اندر مدغم کر دینا چاہتی ہے۔ مسلم لیگ کا واحد مطالبہ "پاکستان" ہے۔ جب تک کانگریس اسے تسلیم نہیں کر لیتی۔ ہمیں ان کا قطعاً ساتھ نہ دینا چاہیئے۔ مسلمان اپنے قائد کے اس اعلان پر عامل ہیں۔ اور بالکل خاموش اپنے قائد کے اشارہ کا انتظار کھینچ رہے ہیں۔

مسٹر چرچل وزیراعظم برطانیہ اور مسٹر ایمرے وزیر ہند نے اپنے مختلف بیانات میں اس بات کا اظہار کیا ہے۔ کہ کانگریس ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت نہیں۔ اور باغیوں کا ایک گروہ ہے۔ لہذا ہندوستان کی دیگر جماعتوں کو مزید مراعات دینے پر غور کیا جا سکتا ہے۔ ہندو پریس نے ان بیانات پر آپے سے باہر ہو ہو کر لے دے کی ہے۔ اور مختلف بیانات شائع کئے ہیں جنگ ہندوستان کے سر پر پہنچ گئی ہے۔ اور دشمن گھات میں وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ اور ہندوستانی لیڈروں کی دال جوتیوں میں بٹ رہی ہے۔

تاجدار افغانستان کے ارشادات عالیہ

اگست گذشتہ کے آخری عشرہ میں افغانستان کا جشن استقلال اپنی خصوصی شان کے ساتھ منایا گیا۔ اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ خلد اللہ ملکہٗ نے جو خطبہ افتتاحیہ ارشاد فرمایا۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

ہم خالق توانا کے نام سے استقلال وطن کے چوبیسویں سال کے جشن کا افتتاح کرتے ہیں۔ اور اس بزرگ تاریخی دن کی تقریب پر جو ہماری قومی زندگی کی سرگذشت میں ہرگونہ افتخار کا مرجع ہے۔ مسرت بھرے دل سے ہمیں یقین ہے۔ کہ ملت کے چھوٹے بڑے اس افتخار کی حفاظت وحمایت میں ایک باغیرت ملت کی استطاعت کے مطابق ایثار و غمگساری کے لئے ہمہ تن تیار رہیں گے۔ عالم بشر کی بدبختی اور مصیبتیں روز بروز بڑھ رہی ہیں حالات ساعت بہ ساعت بدل رہے ہیں۔ نئے نئے انقلابات آرہے ہیں۔ اس نازک دور میں حقوق وطن کی بجاآوری کے سلسلہ میں ہماری ذمہ داریاں بھی گراں تر ہو گئی ہیں۔ لہذا ہم جس طرح آزادی کی حفاظت اور حیات معنوی کی نگہبانی میں کوشاں ہیں۔ اس طرح رحم مروت اعتماد اور انصاف کے احساسات کو بھی دل و دماغ میں مضبوط و مستحکم بنالیں۔ اس صورت میں اپنے دلوں کو ایک دوسرے سے قریب تر اور ایک دوسرے کیلئے مہربان تر بنالیں۔ ان اخلاقی اور وجدانی وظائف کا مقصد و مدعا یہی ہے کہ جماعت و قوم خدائے مہربان کے مراحم کی سزاوار بن کر حیات باسعادت کی رہبر بن جائے۔ پھر عزیزو استقلال ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کے لئے ہمارے بزرگوں نے ہزاروں زحمتیں برداشت کیں۔ آخیر میں فرزندان وطن کے ایک سرگروہ نے اپنی قیمتی جانیں دے کر اسے حاصل کیا۔ اس کی حفاظت ہمارے اور آئندہ نسلوں کے سپرد کی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ ہماری ملت کے افراد نے پہلے دن سے اپنے شرف و زندگی کو اس کلمۂ مقدس سے وابستہ کیا۔ اور وہ قطعی طور پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ ملت کی نشو و نما اور اور باعزت زندگی صرف آزادی و استقلال کی فضا میں محفوظ رہ سکتی ہے۔ میرے عزیزو ہمارا ارادہ اور عزم یہ ہے کہ صلح کے طرفدار رہیں صلح کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اور اس سرزمین سے جنگ کو دور رکھیں۔ ہماری ملت نے قطعی طور پر اس مسلک کی تائید کی ہے۔ اور اسکی حفاظت کیلئے پوری ملت تیار ہے۔ ہماری حکومت نے اس سیاست کو بہترین صورت میں جامۂ عمل پہنایا۔ اور اس غرض کیلئے اطمینان بخش اقدامات کئے ہمارے ملک کے داخلی امور بھی موجودہ نازک دور میں جس حد تک ممکن ہے۔ بڑے اچھے طریق پر انجام پا رہے ہیں اور حکومت و ملت اور وطن کی پیش بردگی کیلئے خدا کے فضل سے متحد و ہم آہنگ ہیں۔ خاتمہ پر ہم عصر استقلال یعنی اعلیٰحضرت شاہ شہید رحمہ کی روح پاک اور ان تمام شہیدوں کی ارواح کیلئے عفو کی دعا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنا خون بہاکر وطن کے نام اور استقلال کے جھنڈے کو سربلند کیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جس کے دست قدرت میں خیر و شر کی تقدیر ہے۔ اپنے وطن اور ملت عزیز کیلئے التجا کرتے ہیں کہ وہ انہیں زمانے کے ناگوار حوادث سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ..... نیز عالم انسانیت کو اس بحران عمومی سے نجات دے۔ آمین!

بچوں کا صفحہ

بادشاہ جمجاہ کی کھوپڑی

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام کے ایک جنگل میں چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں آپ کو ایک پرانی کھوپڑی ملی۔ آپ نے خدا سے التجا کی۔ کہ اس کھوپڑی کو زبان دے تاکہ میں اس سے اس کا حال سنوں۔

خدا تعالیٰ نے کھوپڑی کو زبان دی۔ اس نے کہا میں ایک بادشاہ تھا۔ ہزاروں ملک میرے قبضہ میں تھے۔ لاکھوں نوکر، چاکر، غلام باندیاں میرے پاس تھیں۔ جب میری سواری نکلتی تھی تو چار ہزار غلام دائیں اور چار ہزار غلام بائیں ہوتے تھے ہزار شکاری کتے اور دس ہزار چیتے میرے ساتھ رہتے تھے۔ اس کھوپڑی نے کہا کہ مشرق سے مغرب تک میری بادشاہی تھی۔ اور کوئی میرے برابر نہ تھا۔ ایک ہزار دینار فقیروں اور محتاجوں کو روز دیا کرتا تھا بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ ننگوں کو کپڑے پہناتا تھا۔ مگر خدا کا قائل نہ تھا۔ اور اسے نہیں مانتا تھا۔

بس اس قصور میں مجھے سو برس سے جہنم کی آگ اور سینکڑوں عذابوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جب موت آئی تو میری بادشاہی مجھے نہ بچا سکی۔ اور میری حشمت وحکومت میرے کچھ کام نہ آ سکی۔ دوزخ کے جتنے عذاب ہیں۔ وہ سب مجھ پر ختم ہو چکے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اب کیا چاہتے ہو۔ اس کھوپڑی نے کہا۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ دوزخ کا عذاب مجھ سے اٹھا لیا جائے۔ اور مجھے دوبارہ دنیا میں زندہ کر کے بھیجا جائے۔ تاکہ میں خدا کی عبادت کروں۔ اور اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ تجھ میں سب قدرت ہے۔ تو سب کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور مارنیوالا ہے۔ مارنا اور جلانا تیرے قبضہ میں ہے۔ بادشاہ جمجاہ کو اپنی قدرت سے زندہ کر دے۔ تاکہ یہ دنیا میں تیری عبادت کرے۔ اور اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ ہم نے روز ازل کے دن سے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ بادشاہ جمجاہ تمہاری دعا سے پھر زندہ ہوگا۔ اس کا عذاب اٹھا لیا جائیگا۔ اور اس کی توبہ قبول ہوگی۔ کیونکہ وہ دنیا میں سخاوت کرتا تھا۔ اور غریبوں اور محتاجوں کی خبر گیری کیا کرتا تھا۔ اس نیکی کا بدلہ اسے دینا ابھی باقی ہے۔

یہ سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور جمجاہ بادشاہ کی ہڈیوں سے کہا۔ کہ اے ہڈیو جہاں جہاں ہو سمٹ کر ایک جگہ ہو جاؤ۔ خدا کے حکم سے جمجاہ کی تمام ہڈیاں، گوشت کھال اور بال سب جمع ہو کر اپنی اصلی حالت پر آ گئے جسم بن گیا۔ اور پھر خدا کے حکم اور اسکی قدرت سے بادشاہ جمجاہ کلمہ پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

اس کے بعد بادشاہ جمجاہ اسی برس تک دنیا میں دوبارہ زندہ رہے مگر انہیں اب وہ بادشاہی دبدبہ نہ تھا۔ دنیا کے کاموں سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ رات دن خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ روزے رکھتے تھے خدا نے ان کے سب گناہ معاف کر دیئے۔ اور جب پھر موت آئی تو جنت میں انہیں بہتر سے بہتر جگہ ملی۔ (فہمی)

تذکرۂ برادری

اظہار تشکر

موقت الشیوع جرائد کے لئے عدم دستیابی کاغذ بہت بڑی معیبت ہے۔ "القریش" نے اس معیبت سے عہدہ برآ ہونے کیلئے دردمندانہ اپیلیں کیں۔ یقین واثق تھا۔ کہ بہی خواہان قوم علیٰ قدر حیثیت مالی امداد سے معاونت و اعانت فرمائینگے لیکن گنتی کے چند احباب کے ماسوا کسی نے توجہ نہیں دی۔ ایک سکوت و صموت کا عالم ہے۔ ادبس،

"القریش" کے ایک قدیم محسن جو ہر سال سو پچاس کی رقم "القریش" کے لئے زر امانت کے طور پر ارسال فرمایا کرتے ہیں۔ موجودہ ضرورت کے پیش نظر ڈیڑھ سو روپیہ کی رقم بیک مشت ارسال فرمائی۔ اور پیر محمد ابراہیم صاحب ہاشمی برہانپوری نے پانچ روپے کی رقم کی ترسیل سے مشکور فرمایا۔ ان رقوم کا ذکر اگست کے "تذکرہ برادری" میں بہ تشکر آچکا ہے۔ اب مکرمی بابو غلام قادر صاحب صدیقی قریشی سب پوسٹماسٹر باغبان پورہ نے پانچ روپے اور مکرمی پیر عبدالرحمٰن صاحب عثمانی رحیم آبادی نے پانچ روپے کی رقم کی ترسیل سے مشکور فرمایا۔ خدائے تبارک و تعالیٰ ان حضرات کو قوم کے اصلاحی امور میں حصہ لینے کے بیش از بیش توفیق عطا کرے اور دیگر حضرات کو تقلید کی ہمت دے۔ آمین!

مگر حضرات کے ذمے چندہ کی رقوم واجب الادا ہیں متعدد یاد دہانیوں کے باوجود وہ خاموش ہیں جو بے التفاتی قومی مفاد کے منافی ہے۔ لہذا ایسے حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے۔ کہ وہ بواپسی ڈاک زر چندہ کی ترسیل سے ممنون القوم مشکور ہوں۔

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ ازرہ حمیت قومی سال آئندہ کے لئے اپنا اپنا زر امانہ بصیغہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور کریں۔ ورنہ وی پی ارسال ہونگے۔ جن کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا۔ جو احباب کسی وجہ سے تا آخر خریداری جاری رکھنے سے معذور رہیں وہ اپنے ارادہ سے دفتر کو مطلع کر دیں۔ تاکہ وی پی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو،

ہدیہ تشکر

منشی غلام حسن طالب علم ففتھ ہائی کلاس جس کی اپیل پر ایک حساس معاون نے اپنی گرہ سے زر چندہ ادا کر کے ایک سال کے لئے القریش جاری کرا دیا ہے۔ اپنے ایک خط میں اپنے محسن کی علمی فیاضی کا بصدق دل شکریہ ادا کرتا ہے۔ طالب علم نے خواہش کی ہے۔ کہ اس کلمہ شکرانہ بذریعہ القریش ہدیہ تشکر کے طور پر اس کے محسن تک پہنچا دیا جائے۔ امید ہے کہ مشار الیہ غریب طالب علم کا یہ ہدیہ سپاس قبول کریں گے۔

علمی فیاضی

منشی غلام حسن طالب علم مذکور کی اپیل سے متاثر ہو کر

ڈاکٹر ایم کے اختر قریشی، ایم بی بی ایس، آئی ایم ایس لفٹیننٹ نے دو روپے کی رقم بدیں غرض ارسال کی۔ کہ سائل کے نام اس رقم میں ایک سال کے لئے القریش جاری کر دیا جائے۔ چونکہ پیشتر ازیں اس غرض کیلئے رقم موصول ہو گئی تھی۔ اس لئے یہ رقم ڈاکٹر صاحب کو واپس کردی گئی بہر حال یہ رقم محفوظ ہے۔ کسی غیر مستطیع کی درخواست موصول ہونے پر ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دیدی جائے گی۔ اور مستحق طالب علم کے نام القریش ایک سال کے لئے جاری کر دیا جائیگا۔ خدائے تبارک وتعالیٰ مخیر حضرات کو بیش از بیش توفیق اور جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین!

ایک درخواست

منشی عبدالقادر ٹانڈہ سے لکھتے ہیں۔ کہ میں یتیم ونادار ہوں۔ کئی سال سے والدین کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو چکا ہوں۔ ایک مولوی صاحب ازرہِ یتیم پروری میری کفالت فرماتے رہے ہیں۔ انہیں کی زیر نگرانی پرائیویٹ طور پر تعلیم پاتا رہا ہوں۔ پچھلے سال منشی عالم کا امتحان پاس کیا ہے۔ اب منشی فاضل کے امتحان کی تیاری کا شوق ہے علمدوست حضرات سے درد مندانہ اپیل ہے۔ کہ وہ کتابوں یا نقدی کی صورت میں میری امداد فرمائیں۔ چند کتابیں مل گئی ہیں۔ کم وبیش دس بارہ روپے مزید درکار ہیں۔ کوئی صاحب فی سبیل اللہ امداد فرمائیں۔ ناظرین القریش میں سے کوئی صاحب ثروت بزرگ سائل کی امداد کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

ندوۃ القریش کا اجلاس

سادات قریش کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کی ایگزیکٹو کونسل کا اجلاس حسب معمول ۲۳ر اگست کو دفتر "القریش" میں بعد نماز ظہر منعقد ہوا۔ کثرت باران کی وجہ سے بمشکل کورم پورا ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد سکرٹری صاحب نے ستر درخواست ہائے ممبری پیش کیں جن میں سے ۱۷ حسب ضابطہ مکمل ہو جانے کی وجہ سے منظور کیگئیں اس کے بعد "رشتہ وناطہ میں دقتیں" سے متعلقہ مسودہ پیش ہوا۔ تجویز ہوا کہ چونکہ آج حاضری بہت کم ہے۔ مسئلہ کی اہمیت دائمی ہے۔ کہ اسے کسی بڑے اجلاس میں پیش کیا جائے تاکہ ممبرین کو ردوکد کا موقع مل سکے۔ اور مناسب ترمیم وتنسیخ اور ایزادی کے بعد فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچایا جائے۔ بعدہٗ ڈسٹرکٹ قریش کمیٹی بنگلور اور انجمن قریش شاہ گنج کے جلسوں کی کارروائیاں پڑھ کر سنائی گئیں۔ حاضرین نے کارپردازان انجمن ہائے مذکور کے کارہائے نمایاں کی داد دی اور ان کے فہم وتدبر پر صدائے تحسین بلند کی، اول الذکر انجمن کی دور اندیشی کی تعریف کی گئی۔ کہ اس نے اپنی برادری کے مراسم قبیحہ کے انسداد کی جانب عملی قدم اٹھایا ہے۔ اور ثانی الذکر انجمن کی اس دانشورانہ تجویز پر جو اس نے غریب بھائیوں کی امداد واعانت اور انہیں قرض کی وبا سے بچانے کے لئے پانچہزار روپے کے سرمایہ سے بنک کھولنے کیلئے معرض عمل میں لانے کے لئے کی ہے۔ مسرت کا اظہار کیا۔ دونوں جماعتوں کی کارروائیاں بلا اختصار اپنی صفحات میں کسی دوسری جگہ درج ہیں۔ اراکین ندوہ دیگر ملحقہ جماعتوں سے متوقع ہیں کہ وہ بھی قومی فلاح وبہبود کے پیش نظر مستند کی جماعتوں ...

تتبع میں مفید تجاویز پر عمل کرنے کی سعی کریں گی۔ اس کے بعد چند مراسلات پیش ہوئے۔ جن کا مناسب جواب دینے کے لئے سکرٹری کو ہدایت ہوئی۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

ندوۃ القریش ڈسٹرکٹ کمیٹی بنگلور

جوائنٹ سیکرٹری صاحب ڈسٹرکٹ قریش کمیٹی بنگلور نے اپنی انجمن کے اجلاس منعقدہ ۶ ستمبر کی حسب ذیل کارروائی برائے اشاعت ارسال فرمائی ہے۔

ندوۃ القریش کمیٹی بنگلور کی مجلس عاملہ کا اجلاس بعد نماز ظہر جناب صدر کے دولت خانہ پر منعقد ہوا۔ یہ اجلاس چونکہ رسوم مروّجہ پر غور کے لئے خاص اہمیت رکھتا تھا۔ اس لئے بیرونجات کی برادری کے معتدد منتخب حضرات کو مدعو کیا گیا تھا مشمولین شیخ حسام الدین صاحب رئیس، مولوی قمر الدین واعظ، مولوی صدر الدین صاحب ہاشمی، شیخ قدرت اللہ صاحب ہاشمی رئیس، میاں امیر علی صاحب گورنمنٹ پنشنر کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ حضرات قوم کے اصلاحی امور میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور بیرونجات سے تشریف لاکر شریک اجلاس ہوئے۔ مقامی حضرات میں سے جناب صدر کے علاوہ میاں حبیب الرحمٰن صاحب رئیس ریٹائرڈ پرنسپل، قاضی غلام مرتضیٰ صاحب مولوی فاضل، میاں محمد فاضل صاحب منشی فاضل، شیخ الطاف الرحمٰن صاحب جنرل مرچنٹ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ۳۰ حضرات کی موجودگی میں جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے جناب صدر کی تحریک پر جملہ حاضرین نے فارم ممبری پُر کر کے ایک ایک سال کا چندہ ادا کیا۔ کچھ رقوم عطیات میں وصول ہوئیں۔ جس کی مجموعی تعداد ما بہ [illegible] ہوئی۔ اس کے بعد مراسم مروجہ تیجہ کا مسئلہ پیش ہوا۔ سکرٹری صاحب نے ایک طویل تقریر میں مروجہ رسوم کے نقائص و عیوب اور نقصانات بیان کئے۔ اور ایک نقشہ پیش کر کے تجویز پیش کی کہ اپنے ہاں کی رسوم کو نقشہ مجوزہ کے مطابق یکسر تبدیل کر دیا جائے۔ شادی غمی کی تقاریب پر بعض امور پر ناحق روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ اور تاریخ کے طور پر وہ خرچ جو محض ناجائز فخر و تعلّی کے لئے کیا جاتا ہے نزاع کا موجب ثابت ہوتا ہے۔ گویا دینی و دنیوی دونوں مفاد ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس موضوع پر دو گھنٹہ تک مختلف تقریریں ہوئیں اور بالاتفاق رائے ایک سب کمیٹی تجویز کی گئی جس کے صدر مولوی قاضی غلام مرتضیٰ صاحب منتخب ہوئے۔ اور تجویز ہوا کہ کمیٹی اپنی مفصل رپورٹ اواخر ستمبر تک پیش کر دے۔ اس کے بعد چند اہم امور متعلقہ دفتر طے پائے۔ اور قرار پایا کہ پانچ سب کمیٹیاں مختلف مقامات پر کھولی جائیں۔ اس کے بعد صدر صاحب نے حاضرین کی چائے اور شیرینی سے تواضع و مدارات کی اور جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا۔

انجمن قریش شاہ گنج

سکرٹری صاحب انجمن لکھتے ہیں کہ ۳۰ اگست کو دس بجے دن کے انجمن کا حسب معمول اجلاس منعقد ہوا۔ گزشتہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد مولوی غلام فرید صاحب قریشی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے ایک فصیح و بلیغ تقریر میں قوم کو اصلاحی امور کی جانب جوش از بیش توجہ دینے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ سعی و جہد کے اس دور میں وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے جو متحد و متفق مساعی بروئے کار لائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس علاقہ کے قریشیوں کی اصلاح و فلاح اور تنظیم و شیرازہ بندی کیلئے

گذشتہ دو سال سے یہ انجمن کام کر رہی ہے۔ کارپردازان انجمن
اس اثنا میں متعدد دورے کر چکے ہیں۔ اور برادری کو قومی ضروریات
سے آگاہ کرنے کیلئے مختلف مقامات پر کئی جلسے بھی منعقد کر چکے
ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہاں ہنوز روز اول
کا معاملہ ہے۔ اور بہت کم حضرات ہیں جو انجمن کی اہمیت و ضرورت
کو سمجھتے ہوئے اشتراک عمل کی جانب متوجہ ہوئے ہیں۔ ان کی
زمیندارہ حیثیت نہائت معمولی رہ گئی ہے۔ اکثر قرض کی ابتلا میں
مبتلا ہو کر اپنا وقار کھو بیٹھے ہیں۔ وہ اپنے ہاں کی تقاریب پر
ضرورت سے زیادہ اخراجات کر کے گناہ کے مرتکب ہونے کے
علاوہ مقروض و نادار ہو رہے ہیں۔ اراکین انجمن اور مقتدرین
قوم کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ قوم کو ایک سٹیج پر لانے اور ان
کو زمانہ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار کریں۔ میاں کریم الدین صاحب
نے تائیدی تقریر میں فرمایا۔ کہ قرض کا مسئلہ اس وقت طے نہیں
ہو سکتا۔ جب تک کہ خود قوم کے مقتدر اور متمول حضرات ایثار سے
کام نہ لیں۔ ضرورت ہے۔ کہ صاحب ثروت حضرات اپنے غریب
بھائیوں کی امداد و اعانت کے لئے کوئی موثر چارہ کار تلاش کریں
شیخ فضل حق صاحب عباسی نے فرمایا۔ کہ مجھے بارہا ان امور پر
غور کرنے کا موقعہ ہوا ہے۔ میں اس اجلاس میں واقعات اور
کھلے کھلے حقائق پیش کرنے سے اجتناب کرتا ہوا آپکے سامنے
یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات مشترک سرمایہ سے
ایک فنڈ قائم کریں۔ رقم کا ایک حصہ مناسب طریق پر تجارتی
طور پر صرف کیا جائے۔ تاکہ منافع کی صورت قائم ہو جائے۔
اور ایک جزو بالکل وقف رکھا جائے۔ جو ضرورتمند حضرات
کو قرض حسنہ کے طور پر امداد ا دیا جائے۔ جس کی وصولی کا
بالاقساط فصل وار انتظام ہو۔ اس طریق سے نہ صرف حاجتمند
حضرات مستفید ہونگے۔ سودی قرض سے نجات ہوگی۔ بلکہ
انجمن کو فروغ ہوگا۔ جمیع برادران شریک کار ہوں گے۔ اور
ایک کشش ہوگی۔ جو ہر شخص کو انجمن میں شریک ہونے کیلئے
مجبور کرے گی۔ حاضرین نے آپ کی اس تجویز کو نہائت غور سے
سنا۔ پسند کیا۔ اور چار حضرات کی ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔
اور اسے اختیار دیا گیا کہ وہ اس تجویز کے جملہ پہلوؤں پر تنقیدی
نگاہ ڈال کر اپنی رپورٹ اور لائحہ عمل پیش کرے۔ اس کے بعد
دفتر کے حساب و کتاب کا گوشوارہ پیش ہو کر تصدیق ہوا۔
اور جلسہ برخاست ہوا۔

دعائے مغفرت

حافظ نسب رسولؐ مخدومی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی
ریٹائرڈ متوفی آف گوجرانوالہ پیہم صدمات کی وجہ سے اسقدر
زخم خوردہ ہیں۔ کہ وہ طبیعت نہیں رہی وہ عادت نہیں رہی
کے مصداق ہیں۔ حال ہی میں آپ کو ایک اور صدمہ ہوا ہے
جس سے آپ کے قلب حزیں پر ایک اور چرکا لگا ہے۔ آپ
تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"مصائب زمانہ جھیلنے کے لئے اب تک بقید حیات ہوں
میرے مرحوم منجھلے بھائی عزیز قاضی فتح حسین صاحب
قریشی انسپکٹر پولیس کوئٹہ کی بیگم صاحبہ تخمیناً
اکسٹھ سال کی عمر میں ۱۵ر اگست ۱۹۴۲ء کو آٹھ
بجے شام اس عالم فانی سے جاودانی کو رحلت فرما ہو
گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عزیز قاضی صاحب
مرحوم کے بہادرانہ کارناموں کے اعتراف میں گورنمنٹ
ہند نے فروری ۱۹۱۰ء میں ان کو "کنگز پولیس میڈل"

میڈل عطا کیا۔ جس کی بنا پر ان کی بیگم صاحبہ موصوفہ کے نام یکم جنوری ۱۹۳۰ء سے تاحین حیات پندرہ روپیہ ماہوار پنشن مقرر تھی۔ مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، تہجد گذار اور بے شمار محاسن کی مالک تھیں۔ مرحومہ ایک مدت سے گوجرانوالہ میں ہی اپنے مکان پر اقامت گزیں تھیں۔ اور یہیں انکی آخری آرامگاہ بنی۔ ان کے انتقال سے خاندان بھر کو ناقابل برداشت صدمہ ہوا ہے۔ ناظرین القریش دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔"

دعا ہے کہ خدائے غفور الرحیم مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

اعتذار

۱- ہرچند تلاش کرنے کے باوجود سرورق کا کاغذ بازار سے دستیاب نہیں ہوا۔ اس لئے اسی حالت میں رسالہ شائع کر دیا گیا ہے۔

۲- میری علالت موسم کی خرابی کی وجہ سے اتنی طوالت کر گئی۔ کہ ہنوز کامل صحت نہیں ہوئی۔ اسی سبب سے رسالہ کی ترتیب خصوصاً شذرات وغیرہ کی تحریر حسب دلخواہ نہیں ہوئی قارئین کرام معذور سمجھیں۔

(ایڈیٹر)

لَیلَۃُ القَدرِ خَیرٌ مِّن اَلفِ شَہرٍ

(از مولوی ضیاء الدین صاحب ضیاء پنچھی والا ر دلاہور)

شبے پر نور آمد لیلۃ القدر	ہمہ برکات دے تابندہ چوں بدر
بدر بار یکہ آں بس ذی وقار است	فزوں بادا نصیبش قدر بر قدر
صفاتش از خدا آمد بہ قرآں	سلام ہی حتیٰ مطلع الفجر
فروزاں اسم او چوں مہر انور	بماند قدر او درشش جہت صدر
دعائے نیک از مال حقش باد	بہر دم بے گماں چوں دانۂ مدر

ضیاء از حق طفیل لیلۃ القدر
پے او از دل و جاں طالب قدر

بصائر و عبر

زمانہ ماضی کی عورت اور عہد حاضر کا مرد

بنی ہاشم کی حکومت پر بنی امیہ کا قبضہ ہو چکا تھا۔ امیر معاویہ کا نیّر اقبال درخشاں تھا۔ کسی کی کیا طاقت تھی جو معاویہ کے سامنے اپنی زبان کو جنبش دے سکے۔ پرستاران آلِ رسول ؐ کو عیاریوں کے ساتھ قتل کیا جا رہا تھا۔ آلِ رسول کی حمایت اتنا بڑا گناہ تھا جسے کبھی بنی امیہ نظر انداز کرنے کے لئے تیار نہ تھا لیکن اس کے باوجود حق و حریت سے لبریز کچھ ایسے قلب تھے جو بادشاہ وقت کے روبرو بھی اپنے جذبات کے اظہار سے باز نہ رہ سکتے تھے۔

جب عرب میں یہ افسوسناک انقلاب ہو چکا تھا اس وقت اُسی زمانہ میں بنی ہلال کے قبیلہ کی ایک عورت بکارہ نامی تھی یہ آل رسول کی سچی پرستار تھی۔ ہمیشہ آل رسول کی شان میں قصائد لکھتی تھی۔ اور آزادانہ بنی اُمیہ اور امیر معاویہ کے خلاف اشعار کہتی تھی۔ ایک روز یہ شاعرہ امیر معاویہ کے دربار میں آئی اتنی بوڑھی تھی۔ کہ کمر بھی خمیدہ ہو چکی تھی۔ بینائی میں فرق آ گیا تھا بدن میں رعشہ تھا لیکن ایمانی قوت آج بھی جوان تھی امیر معاویہ نے بکارہ کو دیکھا تو کہا۔ افسوس تمہاری حالت نہایت افسوسناک ہے۔ بکارہ نے جواب دیا زمانہ کے ان تغیرات کو دیکھتے ہوئے بھی تو دنیا کے نشہ میں سرشار رہنے والوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ امیر معاویہ جیسے حکمران کے سامنے ان الفاظ کا کہنا کچھ آسان نہ تھا۔ لیکن وہ نسوانی جرأت جو آل رسول کی محبت میں سرشار تھی عالم بیخودی میں وہ سب کچھ کہہ رہی تھی جسے زمانہ کا جری سے جری انسان بھی کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ مروان نے اس کی آزادانہ گفتگو سنکر امیر معاویہ سے کہا۔ آپ نے اس کا کلام بھی سنا ہے۔ اس کے بعد اس شاعرہ کا ایک قطعہ پڑھکر سنایا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ:۔

کیا ہم ابن ہند کو خلافت کا مالک سمجھیں۔ یہ دور از قیاس ہے۔ اور اگر وہ ایسا ہے تو اس کے مرتبے بالاتر ہے۔ اے معاویہ تیرے نفس نے گمراہی سے یہ آرزو تیرے دل میں ڈالی ہے۔ اور عمر عاص نے تجھے بدبختی کے لئے ورغلایا ہے۔

مروان کے بعد سعید ابن العاص نے تین شعر بکارہ کے اور معاویہ کو سنائے جن کا مطلب یہ تھا۔ کہ:۔

"میری آرزو تھی کہ میں مر جاؤں۔ اور بنی امیہ میں سے کسی کو منبر پر خطبہ پڑھتے نہ دیکھوں مگر خدا نے میری رسی دراز کر دی۔ یہاں تک کہ زمانہ کے عجیب عجیب کرشمے میری نظر سے گزرے۔ اور میں (بدبخت آج) برابر ان کے خطبوں میں علی الاعلان آل رسول کی برائیاں سنتی رہی"

امیر معاویہ نے اپنے خلاف یہ اشعار سنے تو اسکی آنکھوں میں غصہ کی سرخی جھلکنے لگی۔ بکارہ نے امیر معاویہ کی اس حالت

کو دیکھتے ہوئے کہا۔ معاویہ مکرنے سے کچھ حاصل نہیں جھوٹ سے کچھ حاصل نہیں۔ مجھے جھوٹی خوشامد کی عادت نہیں ان دونوں نے جو کچھ پڑھا وہ میرا ہی کلام ہے۔ اور میرے ہی قلبی جذبات ہیں۔ میں آل رسول کی سچی پرستار ہوں۔ مجھے تجھ سے یا تیری حکومت سے کوئی خوف نہیں ہے۔ تونے جو کلام سُنا ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو میرا کلام ان کو یاد نہیں ہے وہ تیرے خلاف سخت نفرت انگیز ہے۔ معاویہ نے حکومت کی پالیسی کو سامنے رکھتے ہوئے اور اپنے جذبات کو دباتے ہوئے کہا۔ تمہاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ میں اسے پورا کرونگا غیرت مند شاعرہ نے کہا تجھ سے دشمن رسول سے اپنی حاجت بیان کروں۔ اور یہ کہکر اٹھ کر چلی گئی۔

معاویہ کا دل نادم تھا۔ اور دیکھ رہا تھا حکومت اور سلطنت کے باوجود ایک ادنیٰ عورت اس کو نشانہ ملامت بنا کر چلی گئی۔ بڈھی شاعرہ کا دل مطمئن تھا۔ کیونکہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ایمان کے سچے جذبات اور آل رسول کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مصلحت کہتی تھی کہ اس جرأت کا نتیجہ موت ہے۔ لیکن نسوانی جرات نے کہا۔ کہ ایمان اور صداقت پر سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے۔

سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں کوچ بلوچ کرمان کے پہاڑی جرگوں کے قزاقوں نے رباط اور دیر گچین و صفاہان میں ڈاکہ ڈالا۔ ایک بڑھیا کا مال و اسباب بھی لٹ گیا۔ اس نے سلطان سے فریاد کی۔ تو خدا کی طرف سے ہمارا محافظ اور نگہبان ہے۔ یا میرا مال دلا یا اس کا معاوضہ عطا کر۔ سلطان نے کہا۔ مجھے خبر نہیں ہے کہ دیر گچین کہاں ہے۔ بڑھیا بولی۔ اے سلطان اسقدر ملک فتح کر کہ ان کے جغرافیہ سے تو واقف ہو سکے۔ اور ان کا انتظام کر سکے۔ سلطان نے اس جواب کو تسلیم کر کے پھر کہا۔ یہ لوگ کہاں سے آئے تھے اور کون تھے۔ بڑھیا نے کہا۔ کوچ بلوچ کے ڈاکو تھے۔ جو کرمان کے قریب ہے۔ سلطان نے کہا۔ وہ میری سرحد سے باہر ہے۔ اس کا میں کیا انتظام کر سکتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا اسی عدل وانصاف پر شہنشاہی کا دعوی ہے۔ وہ بادشاہ کیا جو اپنی سلطنت کا انتظام نہ کر سکے۔ اور وہ چرواہا کیسا جو اپنی بکریوں کو بھیڑیئے سے نہ بچا سکے۔ اس حالت میں میرا تنہا اور ضعیف ہونا اور تیرا فوج اور لشکر رکھنا دونوں برابر ہیں۔ سلطان محمود نے جب بڑھیا کے یہ جوانمردانہ کپکپا دینے والے کلمات سُنے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس کو بہت کچھ دے دلا کر رخصت کیا۔ اور بو علی الیاس امیر کرمان کو لکھا کہ مفسدوں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں بھیجدو یا مال ڈکیتی برآمد کر کے قزاقوں کو پھانسی دیدو تاکہ وہ آئندہ میرے ملک میں لوٹ مار نہ کر سکیں۔ ورنہ یاد رکھو کرمان بمقابلہ سومنات بہت قریب ہے۔ امیر کرمان سلطان کے خوف سے ایک جرار فوج لے کر گیا۔ دس ہزار بلوچی قتل ہوئے اور بے انتہا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ امیر بو علی نے سب مال غزنی بھجوا دیا۔ اور سلطان نے منادی کرا دی۔ تمام ملک سے لوگ آتے تھے۔ اور اپنا مال پہچان کر لے جاتے تھے۔ سلطان نے ایک اور کام یہ کیا۔ کہ ملک سے ہر قسم کی خبریں منگوانے کے لئے پرچہ نویس مقرر کر دیئے تاکہ حاکموں کے ظلم و ستم اور تغافل اور ملک کے حالات کی خبر ملتی رہے۔ ایک بڑھیا کی آزادی اور جرأت نے ملک کو کسقدر فائدہ پہنچایا۔ کہ ڈاکوؤں سے ہمیشہ کے لئے

تجارت مل گئی - اور چھینا ہوا مال بھی واپس آگیا۔

عہد حاضر کے ان نوجوانوں کو جو شجاعت و بہادری جرأت و جسارت اور دلیری و حق گوئی کے مردانہ جواہر سے نفور ہو کر نسوانی ادائیں پیدا کرنے کے خوگر ہوتے جاتے ہیں۔ اور مرد میدان بننے کی بجائے شیشہ و کنگھی کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ ماضی کی حق پسند و راست باز عورتوں کے حالات اور کردار و گفتار سے سبق لینا چاہیئے۔ جو حق و صداقت کے اظہار میں شاہان کجکلاہ کے شاہانہ رعب و جلال سے بھی خائف نہ ہوا کرتی تھیں۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ آج نوجوان شجاعت و مردانگی کے بہترین نقوش چھوڑنے کی بجائے مغربی فیشن پرستی میں عورتوں سے بھی زیادہ بزدل، کمزور اور خوشامدی ہو گیا ہے۔ اور قوم و ملت کے کسی مصرف کا نہ رہنے کے سبب سے اسکا وجود عدم سے بھی بدتر ہو گیا ہے۔ مولانا اکبر مرحوم نے انہیں نوجوانوں کیلیئے تو کہا ہے کہ ؎

نزاکت لڑکیوں سے بھی زیادہ آئی لڑکوں میں۔ اشارہ بام پر تھیں اب تو یہ ہیں سر کوں میں
لگا کر سیٹ باہیں وہ پوڈر منہ پہ ملتے ہیں۔ بوقت شام قتل عام کرنے کو نکلتے ہیں

فاعتبروا یا اولی الابصار

ماہِ صیام

(از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل)

کتنے بگڑے ہوئے ان روزوں سنور جاتے ہیں
خاصہ ہے یہ اسی ماہِ مبارک کا جلیل
مرد میدان ہے جو روزے کا۔ بہادر ہے وہی
یعنی اللہ و پیمبر کو جو خوش کرتا ہے
تارکِ صوم مسلماں ہیں جو نادانی سے
دن کو پانی جو پیئے، اُسکا ہے لازم انجام
یا خدا صوم کی توفیق عطا کر ہم کو

سینکڑوں ڈوبے ہوئے پار اُتر جاتے ہیں
سیدھے جنت کو وہ جاتے ہیں جدھر جاتے ہیں
رُوحِ ہمت ہے وہی اجانِ تہوّر ہے وہی
مایۂ نازش و شایانِ تفاخر ہے وہی
منہ چھپاتے ہیں وہ دامانِ پشیمانی سے
عرق شرم ٹپکتا رہے پیشانی سے
پائے بندِ رہِ تسلیم و رضا کر ہم کو

فرض و واجب کی ادا میں نہ کمی ہو کوئی
تابعِ سنّتِ شاہِ دوسرا کر ہم کو

جہاد بالنفس

رمضان المبارک

ہندوستان کے کفرستان میں شرک کے ہاتھوں تباہ ہونے والے فرزندانِ اس مقدس غارِ حرا کو یاد کر جہاں مدنی آقا نے دنیا کی کشاکش سے علیحدہ ہوکر کفار سے پناہ لی تھی۔ اور جہاں بیٹھ کر سب سے پہلے انسانیت کے دشمن کے فنا کرنے کیلئے نقشہ تیار کیا تھا۔ جب مدنی سوار گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ تو کیا تجھے یاد ہے کہ اس وقت ایک آسمانی فرشتہ زمین پر اترا تھا۔ اور اس نے کفر کی دُنیا میں وحدانیت کا نور پھیلانے کے لئے آپ سے گذارش کی تھی۔ اس غیبی پیغامبر سے معانقہ کرنے کے بعد کیا آپ نے اِقرا باسم ربک الذی خلق کا دنیا کو پیام نہیں دیا تھا۔ یہ پہلا پیام تھا جو دنیا نے سُنا۔ اور غارِ حرا سے نکلنے کے بعد اس پیام کو سناتا ہوا جب ایک کالی زلفوں والا بڑھ رہا تھا۔ تو نفسانیت کی تاریکیاں تجلیوں میں بدل رہی تھیں۔

غارِ حرا کی یاد کو تازہ کر۔ ریاضت نبوی سے سبق لے اپنے سب سے بڑے دشمن کو پہچان اور اس دشمن کو پہچان جسے نہ توپ کی لرزہ براندام قوتیں فنا کر سکتی ہیں۔ اور نہ بندوق کی خون آشام طاقتیں اس پر غالب آسکتی ہیں۔ ہمت سے کام لے اور اس جابر کو مٹادے جسے سائنس کی جدید ترین قوتیں بھی مٹانے میں ناکام رہی ہیں۔ آگے بڑھ اور اپنے سب سے بڑے دشمن کو فنا کردے۔ اور اسی طرح فنا کردے جس طرح غارِ حرا کے ایک خاک نشین شہنشاہ نے فنا کیا تھا۔

مشرق و مغرب کو آج انسانیت کے اس سب سے بڑے دشمن نے تباہ کر رکھا ہے۔ بادشاہ سے لیکر مزدور تک آج اسکی ستم آرائیوں کا شکار ہے۔ یہ دشمن تجھ میں ہے۔ اور تو اس میں ہے اور یہ تیرا وہ "ناپاک نفس" ہے جس نے تیری زندگی کے سکون پر ڈاکہ زنی کی ہے۔ یہ کفر کی ظلمتوں کا مسکن ہے اسے مٹادے اسے فنا کردے۔

رمضان کے مہینے سے کہہ کہ وہ تجھے نفس کشی سکھائے اور وہ نفس کشی سکھائے جس کی ایک اعلیٰ مثال مدنی سردار نے قائم کی تھی۔ مغرب والے اگر کہتے ہیں۔ کہ نفس کشی کی ضرورت نہیں تو ان کو کہنے دے تو مشرق کا نونہال ہے۔ اور ہندوستان کی اس سرزمین کا فرزند ہے۔ جہاں ایثار اور نفس کشی کو حکومت رانی سے زیادہ اہم اور جنگ عظیم سے زیادہ کٹھن سمجھا جاتا ہے۔

یہ آزمائش کا مہینہ ہے۔ یہ روح کو تازگی بخشنے کا زمانہ ہے۔ یہ اس نفس کے خلاف جہاد کرنے کا وقت ہے۔ جس کے خلاف جہاد کرنا بڑی سے بڑی حکومت کو فتح کرنے سے زیادہ دشوار اور فضا اور سمندر پر حکمرانی کرنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔

اے ایثار پسند اور نفس کش اسلام کے فرزند آگے بڑھ کفر کی ظلمتوں پر غالب آ۔ نفس کو مٹادے اور اپنے سب سے بڑے دشمن کو فنا کردے۔ رمضان کی نورانی راتوں سے روح کو تازگی بخش۔ اور اس مقدس مہینے کے پرانوار دنوں سے دل کو منور کرلے۔ اگر تو نے صحیح معنوں میں نفس کشی کرلی تو دنیا کی بڑی سے بڑی قوت کو بھی تو زیر کر سکتا ہے۔ آسمان کی

بلندیوں سے ایک نورانی آنکھ تیرے ایثار اور قربانی کا نظارہ کرنا چاہتی ہے۔ آگے بڑھ اور نفس کے خلاف جہاد کر اور ابدی حکومت حاصل کرلے۔ کیونکہ ابدی حکومت کے وہی حقدار ہیں جنکی روح نفس کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزادی حاصل کرلیتی ہے۔

تذکرۃ السلاطین

حضرت شہنشاہ عالمگیر اعظم کا ایک فرمان

(مولانا محمد الدین صاحب فوق مالک و مدیر "کشمیری" لاہور)

اکتوبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹنٹ کرنل ڈی سی فلٹ کو بنارس جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں انہیں اورنگ زیب کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ آئی۔ یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا۔ کرنل فلٹ نے یہ سن رکھا تھا۔ کہ اورنگ زیب کے متعلق ہندوؤں کی رائے اچھی نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ اس نے ہمارے بُت توڑے۔ ہمارے مندر ڈھائے اور ان کے کھنڈروں پر مسجدیں تعمیر کیں۔

یہ کہانی بھی انہیں سنائی گئی تھی۔ کہ جب تک وہ سوا من زنّار ہر روز جلا نہیں لیتا تھا۔ اسے کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اسلئے کرنل فلٹ کو فرمان کی عکسی نقل پر اعتبار نہ آیا۔ چنانچہ بہت کوشش کے بعد انہوں نے خان بہادر شیخ محمد طیب کوتوال شہر کی امداد سے اصل فرمان بھی دیکھ لیا جس کی پشت پر شہزادہ محمد سلطان کی مہر بھی ثبت تھی۔ یہ فرمان کرنل فلٹ نے انگلستان کے اخبارات میں چھپوا دیا۔ جہاں فرمان کی اصل عبارت معہ ترجمہ درج کی جاتی ہے۔

فرمان عالمگیر!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منشور لامع النور محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی ابن صاحبقران ثانی۔

لائق العنایۃ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضائے مراحم ذاتی و مکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت و تمامی نیت حق طویت ما بر رفاہیت جمہور انام و انتظام احوال طبقات خواص و عوام مصروف است و از روئے شرع شریف ملت حنیف مقرر چنیں است کہ دیرہائے دیریں برانداخت نہ شود و بت کدہ ہا تازہ بنا نیابد و دریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع و اعلیٰ رسید کہ بعض مردم از راہ عنف و تعدی بہ ہنود سکنہ قصبہ بنارس و برخے امکنہ دیگر کہ نواحی آں واقع است و جماعت برہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بت خانہ ہائے قدیم کہ آنجا باآنہا تعلق دارد مزاحم و معترض مے شوند و مے خواہند کہ ایناں را از سدانت بت خانہ ہائے قدیم کہ آنجا باآنہا تعلق دارد مزاحم و معترض مے شوند و مے خواہند کہ ایناں

را از سرداشت آں کہ از مدت مدید بایں امتعلق است باز دارند وایں معنی باعث پریشانی وتفرقہ حال ایں گردمے گردد ولہذا حکم والا صادر شود کہ بعد از درود ایں منشور لامع النور مقرر کند کہ من بعد احدے بوجوہ بے حساب تعرض وتشویس باحوال برہماں ودیگر ہنود متوطنہ آں محال نہ رساند تاآنہا بدستور پیشیں بجا ومقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعاد بقائے دولت قداد او ابد مدت وازل بنیاد قیام نمائند دریں باب تاکید دانند۔ بتاریخ ۱۵ رجادی الثانیہ سنہ ۱۰۲۹ھ نوشتہ شد۔

خلاصۂ فرمان

شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق گوشتے مندر نہیں بنائے جاسکتے۔ مگر پرانے مندروں کو توڑا ابھی نہیں جاسکتا ہمارے گوشگذار یہ خبر ہوئی ہے۔ کہ بعض عمال از راہ جبر وتعدی

افغانستان

جشن استقلال

ان دنوں افغانوں کی ملت اپنی کوہستانی سرزمین میں جو سربفلک پہاڑوں شاداب وادیوں ناکستانوں میدانوں اور ریگستانوں کی حامل ہے۔ اپنے وطن کے استقلال نام کا جشن منا رہی ہے۔ جو اس سرزمین کے بہادر فرزندوں نے ۱۹۱۹ء میں برطانیہ کے استعماری اثر ونفوذ سے لڑ کر حاصل کیا۔ اور جیسے اس ملک کے بیدار مغز لیڈروں اور غیور باشندوں نے طرح طرح کے حادثوں میں فنا ہونے سے برابر بچائے رکھا۔ افغانوں کی شجاع وغیور ملت زمانۂ قبل از تاریخ سے آزاد وخودمختار چلی آتی ہے اور تاریخ میں بہت کم ایسے عارضی اور مختصر سے دور آئے ہیں۔ جب اس ملت کو اغیار کے حاکمانہ اقتدار کے سامنے سر جھکانا پڑا ہو جب کبھی ایسے ناساعد حالات پیدا ہوئے تو ان کی عمر ہمیشہ بہت مختصر اور قلیل ثابت ہوئی۔ اور ملت افغان خدا کے فضل وکرم اور اپنی ہمت وشجاعت سے اغیار کے اثر واقتدار کو برطرف کر کے آزادی کا سر بلند کرنے میں کامیاب ہوتی رہی۔ اس قسم کا ایک دور ۱۸۸۰ء سے لے کر ۱۹۱۹ء تک افغانستان کے سر پر مسلط رہا۔ جب اس ملک کے حکمران برطانی استعمار کی برتری کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اور افغانستان کی مملکت برطانیہ کے زیر حمایت متصور ہوتی رہی۔

۱۹۱۹ء میں جب اس مملکت کے فرمانروا اعلیٰ امان اللہ خان غازی اور سپہ سالار محمد نادر خاں غازی تھے۔ ملت افغان نے اپنے ان جوان ہمت زعما کے زیر قیادت اپنے وطن کے لئے استقلال نام کا درجہ بزور شمشیر حاصل کیا۔ اس ساعت سعید کی یادگار میں جب افغانوں نے حکومت برطانیہ سے اپنے ملک کی کامل آزادی کا حق منوایا۔ افغانستان میں ہر سال ہفتہ بھر کے لئے جشن منائے جاتے ہیں۔ آجکل کابل اور افغانستان کے دوسرے شہروں اور قصبوں میں استقلال کا جو جشن منایا جا رہا ہے۔ وہ بفضل خداوندی تیئسواں جشن ہے جس کی سرپرستی افغانستان کے بیدار مغز اور جوان ہمت

اور محبوب بادشاہ اعلیحضرت محمد ظاہر شاہ خلد اللہ ملکہٗ و سلطانہٗ فرما رہے ہیں۔

اس ۲۲ سال کے عرصہ میں افغانستان اور ملت افغان کو متعدد ناگوار قصے پیش آئے جن کے باعث یہ اندیشہ لاحق ہوتا رہا۔ کہ کہیں افغانستان کے استقلال کا آفتاب پھر سے گرہن میں نہ آجائے۔ لیکن ملتِ افغان کی فطری شجاعت اور عزت نفس کے احساس نیز اس کے بیدار مغز بادشاہوں، جرنیلوں، مدبروں، لیڈروں اور جوانوں کے حسن تدبر نے نازک سے نازک اوقات میں بھی اپنے ملک کے استقلال کی حفاظت کی۔ اور افغانستان کے اندرونی اختلال اور افغانوں کی باہمی خانہ جنگی کے ناگوار قصوں کے باوجود ملت افغان اپنے استقلال کو محفوظ رکھنے میں کامیاب رہی۔ اور اعلیحضرت شہید غازی محمد نادر شاہ اور ان کے باتدبیر اور اولوالعزم بھائیوں والاحضرت محمد ہاشم خاں والاحضرت شاہ ولی خاں غازی اور والاحضرت شاہ محمود خاں غازی نے ۱۹۳۱ء میں افغانستان کے داخلی اختلال کو دور کر کے اس کے استقلال کو ان خطروں سے بچایا جو اس وقت اسے مختلف اطراف سے لاحق ہونے لگے تھے۔

خدائے لایزال کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ وسط ایشیا کی اس اسلامی سرزمین کو جسے ایشیا کے قلب کی حیثیت حاصل ہے۔ اپنی آزادی خود مختاری کا علم بلند رکھنے کی توفیق حاصل ہے اور موجودہ دور میں جبکہ کرۂ ارضی پر قوموں کی آزادی کو سلب کرنے والی اور ملکوں کے استقلال کو پامال کرنے والی نہایت ہی ہولناک جنگیں جاری ہیں۔ ملت افغان اپنی ہمت و شجاعت اور اپنے بیدار مغز مدبروں کے حسن تدبر سے اپنے اس منصب کی حفاظت کرنے میں کامیاب و کامران ہے۔ جو اس کے سرباز فرزندوں نے آج سے تیئس سال پہلے قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا۔ گذشتہ تین سال میں کتنے ملک اور کتنی قومیں آزادی و استقلال کی زندگی سے محروم ہو چکی ہیں اور کتنی قومیں ہیں جن کی آزادی خطرے میں ہے۔ اور کتنے ملک ہیں جو آزادی و استقلال کیلئے نہ صرف ترس رہے ہیں۔ بلکہ تڑپ رہے ہیں۔ پولینڈ۔ زیکوسلاویکیہ۔ فرانس۔ ہنگری۔ رومانیہ۔ بلغاریہ۔ یوگوسلاویہ۔ یونان۔ ناروے۔ ڈنمارک۔ بلجیم۔ ہالینڈ کی سرزمینیں نعمت استقلال سے محروم ہو چکی ہیں۔ مصر۔ عراق۔ ایران اور تھائی لینڈ کا استقلال مجروح ہو چکا ہے۔ فلپائن۔ بورنیو جاوا۔ سماٹرا۔ جزائر شرق الہند۔ ملایا اور برما کے ممالک ایک آقا کے ہاتھ سے دوسرے آقا کے ہاتھ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ چین اپنے استقلال کی حفاظت کے لئے جانیں لڑا رہا ہے۔ روس کا بہت سا حصہ آزادی کی نعمت سے محروم ہو چکا ہے۔ ہندوستان کے ہندو آزادی اور استقلال حاصل کرنے کیلئے مضطرب ہیں۔ اور اس سرزمین کے مسلمان آزاد ملت بننے کے لئے لطیفۂ غیبی کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ خدائے کریم و رب قدیر کا فضل مخصوص ہے۔ کہ ترکی و افغانستان کے اسلامی ممالک کو اپنے استقلال کی حفاظت کی توفیق نصیب ہے۔ اور دونوں ملکوں کا حال یہ ہے۔ کہ وہ چاروں طرف سے متحارب قوتوں کی سرگرمیوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ افغانستان کی اقتصادی تجارتی اور دوسری مشکلات تو ترکی سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔ یہ حال دیکھ کر ہماری گردنیں خدائے قدیر کی بارگاہ عزت میں کیوں سجدہ ریز نہ ہوں

جس کی قدرت کاملہ نے دو اسلامی ملکوں کو اس دور کی آفات سے اپنی رحمت خاص کا ہاتھ رکھ کر بچائے رکھا ہے

ہم اس جشن مسرت پر اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ اور ان کے عم ہائے محترم والاحضرتان سردار محمد ہاشم خاں۔ سردار شاہ ولی خاں اور سردار شاہ محمود خاں حکومت افغانستان کے جملہ وزرائے باتدبیر مجلس اعیان کے ارکان اور مجلس شوریٰ ملی کے وکیل صاحبان۔ افغانستان کے عسکری اور ملکی افسروں اور سر بازوں نیز ملت افغانیہ کے جملہ جواں ہمت اور اولوالعزم فرزندوں کی خدمت میں صمیمیت کے ساتھ ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور بارگاہ رب ذوالجلال میں ملت افغان اور جملہ ملل اسلامی کی عزت و سربلندی کیلئے دست بدعا ہیں۔ کہ خدائے کریم اس دور فتن میں مسلمانان عالم کو ہر گونہ آفات سے بچائے۔ اور دنیا و آخرت میں سربلند رکھے۔ آمین یارب العلمین

قلمرو دکن میں شاہانہ مراعات

مزید آئینی اصلاحات

سلطان العلوم، ہزاگزالٹڈ ہائی نس، اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ فرمانفرمائے دکن و برار کی شاہانہ توجہات سے ممالک محروسہ سرکار عالی میں شاندار ترقی و توسیع ہو رہی ہے۔ اور رعایا برایا گوناگوں فوائد سے مستفید و مستفیض ہو رہی ہے۔ ملکی خوشحالی و فارغ البالی کے لئے ارتقائی مدارج طے کرنے کیلئے مزید آئینی اصلاحات پر غور ہو رہا ہے۔ قانونی مشاورتی کمیٹیاں معرض وجود میں آرہی ہیں۔ جن کے فرائض و اختیارات کے تفصیلی قواعد و ضوابط چند روز تک سرکاری طور پر مشتہر ہو جائیں گے۔ ارکان حکومت کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ ان امور کے متعلقات پر غور کریں۔

اس سلسلہ میں محکمہ مالیات اور محکمہ تعمیرات کی رپورٹیں شائع ہو گئی ہیں۔ مالیات کا کام زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ چلانے کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی مقرر ہو گی۔ جس کے ارکان کم از کم دس اور زیادہ سے زیادہ بیس ہوں گے۔ نصف ممبر سرکاری ہوں گے۔ جن میں اکاؤنٹنٹ جنرل بھی جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے شامل ہوگا۔ اور نصف غیر سرکاری لیکن سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کے ممبروں کو حکومت ہی نامزد کریگی۔ فائنس ممبر کیلئے کمیٹی کے سامنے بجٹ پیش کرنا لازمی ہوگا۔ اور ریاست کے سود و بہبود کے لئے جو تجاویز بھی ہوں۔ وہ سب کمیٹی کے سامنے پیش ہونگی۔ کمیٹی کے سالانہ چار اجلاس ہونگے۔ اور چیئرمین کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ دیگر معاملات بھی اپنے حسب منشا کمیٹی کے سامنے رکھے۔

یہ اقدام بہت قابل تعریف ہے۔ اس سے ریاست کے مالی معاملات بغیر کسی الجھن کے طے ہو سکیں گے۔ اور ریاستوں سے مالی پہلو پر جو اعتراضات عام طور پر کئے جاتے ہیں۔ وہ ریاست حیدرآباد پر نہیں ہو سکیں گے۔

تعمیرات

مطبوعہ اعداد و شمار سے عیاں ہے کہ محکمہ تعمیرات نے ۱۳۴۰ف میں بہت وسیع پیمانہ پر کام کیا ہے۔ سڑکوں، پلوں، اہم ترین

عمارتوں، آبپاشی کے تالابوں، فوجی بارکوں اور رفاہ عام سے متعلقہ ضرورتوں پر کروڑوں روپے خرچ کیئے ہیں۔ پلاٹ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

۱۳۴۹ف (۴۰ - ۱۹۳۹ء) میں محکمہ تعمیرات عامہ نے جو کام انجام دیئے ہیں۔ ان میں چند بڑی عمارتوں کی تعمیر اہم مقامات کے درمیان جدید شارعی نقل وحمل کا قیام موزوم کی سڑکوں کی پختہ سڑکوں میں تبدیلی: دریاؤں پر پل سازی اور زراعت کے لئے ذخائر آبپاشی کی فراہمی کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ اس سال کے دوران میں جن عمارتوں کی تعمیر مکمل ہوئی۔ ان میں جامعہ عثمانیہ کا کلیہ فنون اور دو اہم فوجی عمارتیں یعنی حیدرآباد کا فوجی صدر شفاخانہ اور مومن آباد کی سوادہ بارکیں قابل ذکر ہیں۔

آبپاشی کے ضمن میں اس سال جو اہم ترین کام انجام پایا وہ ضلع نلگنڈہ میں ایسے اکثر تالابوں کی مرمت ہے جن کو بارش کی کثرت یا بے وقت بارش کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا۔

رائچور اور گلبرگہ کی بڑی سڑکوں اور شیر آباد سے سکندرآباد تک کی سڑک کو مانع گرد بنانے کا کام بدوران سال مکمل ہوا اور عالم اللہ اور اورنگ آباد کی سڑکوں اور بیگم پیٹ سے سکندرآباد تک کی سڑک کو مانع گرد بنانے کا کام بھی شروع کیا گیا۔ اختتام ۱۳۴۹ف پر جو سڑکیں محکمہ تعمیرات عامہ کے زیر نگرانی تھیں ان کا مجموعی طول ۵۰۳۰ میل تھا۔ جس میں ۳۵۵۶ میل مجموعی طول کی پختہ سڑکیں بھی شامل ہیں۔ اس کے برعکس ۱۳۴۸ف میں ان سڑکوں کا مجموعی طول ۴۸۵۵ میل تھا۔ بدوران سال زیر تبصرہ وسائل نقل وحمل اور عمارات پر ۱۰۰۲۲۶۱۰ روپے صرف ہوئے۔

زیر تعمیر پلوں میں سب سے اہم دریائے کرشنا کا وہ پل ہے، جو ضلع رائچور میں دیوساگر کے قریب ۱۳ لاکھ ۴۸ ہزار روپے کی لاگت سے تعمیر ہو رہا ہے۔ تھوڑا کے زیر اثر علاقوں میں آبپاشی کے جو پروجیکٹ شروع کئے گئے۔ ان میں ضلع بیڑ کا دوٹی پروا اور ضلع محبوب نگر کا ڈنڈی پراجکٹ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اردٹی پروجکٹ تو اس سال مکمل ہو گیا۔ لیکن ڈنڈی پروجکٹ جس کے مصارف کا تخمینہ ۳۵ لاکھ ۳۰ ہزار روپے ہے تکمیل تھا۔ ان کے مختلف اضلاع میں کثیر تعداد میں شکستہ تالابوں کی مرمت بھی کی گئی۔

بلدہ حیدرآباد میں آب رسانی اور ڈرینج کے ضمن میں بھی نمایاں کام بھی انجام دیا گیا۔ چنانچہ حمائت ساگر سسٹم کے لئے چار لاکھ ۸۰ ہزار روپے کے مصارف سے میر عالم کے تالاب پر آرجی فلٹرس نصب کئے گئے۔ اور ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے کے صرفہ سے عنبر پیٹ میں دو عفونتی تالاب زیر تکمیل تھے۔ بدوران تقریباً پانچ میل مجموعی طول کی ذیلی موریاں اور صفائی کرنے کے ۱۸۴ سوراخ تعمیر کئے گئے۔ اور اس طرح موریوں کا مجموعی طول ۱۵۵ میل ہو گیا۔ اور صفائی کرنیکے سوراخوں کی مجموعی تعداد ۵۷۲۹ ہو گی۔ موریوں کے اس انتظام سے جو مکان مربوط ہیں۔ ان کی تعداد اختتام سال پر (۱۸۰۱۴) تھی۔

رپورٹ میں اس امر کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ بلدہ حیدرآباد میں گذشتہ سال جو آٹومیٹک ٹیلیفون سسٹم قائم کیا گیا تھا وہ اطمینان بخش طور پر کام کرتا رہا۔ اختتام سال پر بلدہ میں ۱۱۴۰ ایکسچینج لائنیں اور ۲۴۳ اسٹیشن لائنیں تھیں گذشتہ سال انکی تعداد علی الترتیب ۱۰۵۷ اور ۲۹۲ تھی۔ جنگ کی پیدا کردہ صورت حال کی وجہ سے گرچہ کہ ملک محروسہ میں نظام ٹیلیفون کو وسعت دینے کی تجاویز آگے نہ بڑھائی جا سکیں تاہم حیدرآباد کو حکومت ہند کے نظام ٹیلیفون سے عنقریب مربوط کر دیا جائیگا۔

خطاب بہ مسلم

(از جناب شیخ ابراھیم صاحب فرہاد)

جو قول خلافِ پیمبر ہو اس قول کو تو تسلیم نہ کر
خود مان نہ اوروں سے منوا تعمیل نہ کر تعلیم نہ کر

اغیار کے در پر سر نہ جھکا اسلام کی عزت کو نہ گنوا
توہینِ جبینِ نیاز نہ کر تحقیرِ سرِ تسلیم نہ کر

نیکی تو اسی میں مضمر ہے اپنوں سے برائی مول نہ لے
سرمایۂ جنسِ محبت کو اغیار پہ تو تقسیم نہ کر

ملنا ہے تو مِل غیروں سے مگر انصاف کو رکھ تو مدِ نظر
آئینِ حقوقِ مسلم میں تنسیخ نہ کر ترمیم نہ کر

خُدّامِ حرم کے قدموں پر آنکھیں تو بچھا لے اے مُسلِم
مندر کے پجاری کی ہرگز تعظیم نہ کر تکریم نہ کر

حُورانِ جناں سے اے زاہد دیدار خدا کا افضل ہے
گرویدۂ باغِ بہشت نہ ہو پروائے قصورِ نعیم نہ کر

جو بات سمجھ میں نہ آئے تری اسمیں ہرگز دخل نہ دے
تخصیصِ حقوقِ ملی کو برباد پئے تعمیم نہ کر

جو حلقہ بگوشِ ہندو ہیں کیا انکا بگڑتا ہے اسمیں
کہتے ہیں جو مسلم سے چپ رہ تحریک پئے تنظیم نہ کر

ایمان سے سب کچھ ملتا ہے ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
ایمان کے آگے اے مسلم پروائے طلا و سیم نہ کر

از مکافاتِ عمل غافل مشو

توازنِ عمل

عربی یتیم کے دیس میں بستی "منا" جو قلب صحرا واقع ہے۔ اس میں دو شخصیتیں ایسی سانس لیتی تھیں۔ کہ ایک کو دنیا حسنِ عمل کے لحاظ سے "زاہد" اور دوسرے کو افعال قبیحہ کے باعث "گنہگار" کہتی تھی۔

"زاہد" کی نظروں میں تقدس تھا۔ دنیا اس سے محبت کرتی تھی۔ "گنہگار" کی زندگی تاریک تھی۔ لوگوں کو اس سے نفرت تھا۔

لیلۂ شب کے سر پر چاند اپنی کرنوں کا تاج رکھ چکا۔ تو وہ دونوں وفورِ شوق سے بیخود ہو کر ملے۔ اُن کی پہلی نظر کا ایک دوسرے کی نگاہوں سے ملنا تھا۔ کہ ان کی کایا پلٹ گئی۔ ایک شکر ادیا۔ اور دوسرا رو دیا۔ دیکھتے دیکھتے "گنہگار" نے وہ کیا۔ جو اس نے عمر بھر نہ کیا تھا۔ اور "زاہد" نے وہ کیا۔ جو اُسے نہ کرنا تھا۔

صبح لوگوں کی زبان پر یہ تھا "کمبخت! تو نے کیا کیا؟" "گنہگار" کے عمل کو دنیا نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ قبولیت کے کانوں نے سنا۔ اور تحسین کی زبان کو حرکت دی۔ یہ لفظ گونجنے لگے۔ "تیری پُراسرار شخصیت کا ہمیں غلط اندازہ تھا۔ ہائے ہم کو کس ہستی کی پرستش کرنی تھی۔ اور کس کی کرتے رہے۔ اُف!" "زاہد" خائب و خاسر ہو کر ٹھوکریں کھاتا ہوا بھاگا۔ تکان سے چور ہو کر دم لینے کی کوشش کی۔ انفعال و تاسف کے آنسو جو عقیق اور رنگِ حنا کی طرح سُرخ تھے۔ ابھی آنکھوں سے گر ہی رہے تھے۔ کہ فرشتۂ رحمت نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر یوں صدائے خروش بلند کی۔ "نادان یہ رونے کا مقام نہیں۔ اٹھ اور سبق لے۔ بُرے عمل کا ایک قطرہ حسنِ عمل کے دریا میں ملکر نفرت اور ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔ اور بُرے عمل کے دریا میں حسن عمل کا ایک اور محض ایک قطرہ تقدس اور ترحم پیدا کرتا ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پانی میں بال تو جلد ڈھونڈھ لیا جاتا ہے۔ لیکن سیاہی میں کلنگ نظر نہیں آتا۔" نعلائے عام

صبح سے شام تک ہم سے بہت سے ایسے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ جن کا ارتکاب تو اگرچہ ہم ایک ہی دفعہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کا اندراج ہمارے نامۂ اعمال میں کئی دفعہ ہوتا ہے۔ مثلاً ہم نے حامد کے سامنے محمود کی برائی بیان کی۔ اور حامد نے اس گفتگو کا ذکر محمود سے کیا۔ اب ظاہر ہے کہ حامد محض ہماری وجہ سے غیبت کا مرتکب ہوا۔ اور محمود کی زہرافشانی بھی ہماری ہی تحریک سے عمل میں آئی۔ اگر ہم اپنی زبان کو قابو میں رکھتے اور قوتِ گویائی سے کوئی مفید کام لیتے۔ تو نامۂ اعمال میں گناہوں کا اضافہ نہ ہوتا بلکہ اجر و ثواب حاصل ہوتا۔ پس انسان کو چاہیئے۔ کہ حتی الامکان کوئی ایسا کام نہ کرے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی گناہوں کا مرتکب ہونا پڑے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

(مینجر)

[illegible] نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش [illegible]

Regd L. No. 1474.

"Al Quraish"



Printed at the Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar

Place of Publication Sharif Ganj Amritsar.

سادات قریش کا واحد اصلاحی صحیفہ



الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش

امرتسر

21-11





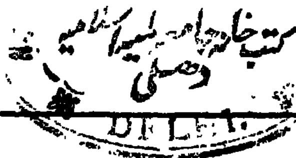
ایڈیٹر: محسن القوم محمد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التریش امرت سر

نومبر ۱۹۴۲ء
ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۹ — نمبر ۱۱



شذرات

خسرو دکن کی معارف نوازی

اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی معارف نوازی و علم پروری تعریف و ستائش کی حدود سے بلند و بالاتر ہے۔ جہاں پناہ کا ابر کرم کشتِ امید پر برستا اور سرسبز و شاداب کر جاتا ہے۔ یہی ایک بارگاہ ہے۔ جسے دامن امید کو گوہر مقصود سے پُر کرنے میں توفیق معنوی حاصل ہے۔ کوئٹہ کے کھنڈرات میں اسلامی درسگاہ کی تعمیر از بس دشوار تھی۔ لیکن اعلیٰحضرت کی شاہانہ توجہ سے اب نہایت آسان ہو گئی ہے۔

کارپردازان اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ کی مایوسیاں مسرت خیزیوں سے بدل گئی ہیں۔ حضور نظام نے بہ تلطفات خسروانہ اس سکول کی تعمیری ضرورتوں کے لئے بیس ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم قاضی محمد عیسیٰ خاں بیرسٹر ایٹ لاء جنرل سیکرٹری انجمن اسلامیہ بلوچستان کوئٹہ کو عطا فرمائی ہے۔ اور ایک لاکھ روپیہ کا بیش قدر شاہانہ عطیہ دینے کا مزید وعدہ فرمایا ہے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

مزارعین کی حوصلہ افزائی

اورینٹ پریس کو معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ سرکار آصفیہ نے تقاوی کے لئے تین لاکھ ستاسٹھ ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔ یہ روپیہ خشک زمینوں کو بارانی بنانے کیلئے صرف ہوگا۔ ڈنڈی سکیم کے سلسلے میں بھی اس رقم کا ایک حصہ صرف ہوگا۔ سترہ ہزار روپیہ مزارعین کو زمین میں پانی کے لئے نالیاں کھودنے کیلئے دیا جاویگا۔ باقی روپیہ اوزار اور بیج خریدنے پر خرچ کیا جائیگا۔ یہ قرضے دس قسطوں میں واپس لئے جائیں گے۔ جو بہت معمولی ہونگی۔ کسانوں کو اور بھی کئی مراعات دی گئی ہیں۔ ان کا تعلق بارانی اور خشک فصلوں کے مالیات کی کمی سے ہے۔

قلمروئے آصفیہ کا بجٹ

قلمروئے آصفیہ کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے۔ کہ اخبار نویسوں کی مجلس میں بجٹ کی وضاحت کی گئی۔ یہ پریس کانفرنس مسٹر غلام محمد مدار المہام فنانس نے منعقد کی۔ اپنے نئے بجٹ پر روشنی ڈالی۔ اور

فرمایا کہ پچھلے تین سالوں میں ایک خطیر رقم جنگی سرگرمیوں پر صرف ہو چکی ہے۔ مگر اس کے باوجود ان شعبوں پر جن کا تعلق قوم کی تعمیر سے ہے۔ حسب معمول روپیہ خرچ کیا جائیگا۔ اور اس میں کوئی تخفیف نہ ہوگی

حج سے محرومی

ہندوستان کے مسلمان اس امر کو فراموش نہیں کر سکیں گے۔ کہ ۱۹۴۲ء میں ان کے ملک کی حکومت ان کے ایک اہم دینی فریضہ کی ادائی کا بندوبست کرنے سے قاصر رہ گئی تھی۔ عید الفطر کے چند روز بعد حکومت ہند کی طرف سے اس مضمون کا اعلان شائع ہوا۔ کہ امسال چونکہ بحری راستہ پرخطر ہے۔ اس لئے حاجیوں کے جہاز بمبئی اور کراچی سے عدن اور جدہ کی طرف نہیں جاسکیں گے۔ یہ اعلان ایسے وقت میں ہوا۔ جبکہ عازمین حج سفر کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس کے چند دن بعد یہ خبر نکلی۔ کہ حج کے لئے جانے والے اشخاص کراچی سے بصرہ تک جہازوں پر بصرہ سے بغداد تک ریل پر اور بغداد سے آگے موٹر لاریوں پر جانا چاہیں۔ تو ان کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالی جائیگی۔ اس اعلان پر کچھ لوگ کراچی جا پہنچے تو اس امر کا انکشاف ہوا۔ کہ جہازران کمپنیاں کراچی سے بصرہ تک کے سفر کیلئے کوئی انتظام کرنے سے قاصر ہیں۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ امسال ہندوستان کا کوئی مسلمان حج کے لئے نہیں جاسکیگا۔ اور عازمین حج بیت اللہ کی اس محرومی کی ذمہ داری تمام تر حکومت ہند کی غفلت اور لاپرواہی اور حج کمیٹیوں کے ارکان کی فرض ناشناسی پر عائد ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ بحیرہ عرب کا راستہ کسی قدر پرخطر ہے۔ اور یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ جہازوں کی بہت بڑی تعداد جنگی ضروریات مہیا کرنے کیلئے استعمال ہو رہی ہے۔ لیکن حکومت اور حج کمیٹیوں کے ارکان اگر اپنے فرض کو پہچانتے اور انہیں مسلمانوں کے اس دینی فریضہ کی اہمیت کا احساس ہوتا۔ تو انہیں آج سے چھ ماہ پہلے ان مشکلات کا سوچ لینا چاہیئے تھا۔ حج کا فریضہ ہندوستان اور اطراف واکناف عالم کے مسلمان ان زمانوں میں بھی ادا کرتے تھے۔ جب حمل ونقل کے موجودہ ذرائع یعنی ریلیں۔ جہاز۔ لاریاں وغیرہ مفقود تھے۔ اور لوگ پاپیادہ کارواں بنا کر جایا کرتے تھے۔ یا گھوڑوں۔ اونٹوں۔ یا ٹٹوؤں وغیرہ کی سواری پر اکتفا کر لیتے تھے۔ اس مبارک سفر میں بعض لوگوں کو سال سال بھر کی مدت صرف ہو جاتی تھی۔ اگر حکومت پہلے سے ان مشکلات کو بھانپ کر آج سے چھ ماہ قبل اس مضمون کا اعلان کر دیتی کہ اس سال حج کے لئے جہاز نہیں جائیں گے۔ تو عازمین حج پرانے وقتوں کی طرح خشکی کے راستے پاپیادہ یا چوپاؤں کی پشت پر جانے کا عزم باندھ لیتے اور انتظام کر لیتے۔ اب بھی متمول اور باثروت اشخاص کے لئے ہوائی جہازوں پر سفر کرنے کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ لیکن حکومت ہند اور حج کمیٹیاں غالباً مسلمانوں کے اس دینی فرض کی اہمیت کو نہیں پہچانتیں ورنہ ایسی صورت کبھی پیش نہ آتی۔ کہ حج کیلئے عازمین حج کا حجاز پہنچنا ناممکن ہو جاتا۔

مسلمانوں کی خود اعتمادی

قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سٹریچی ہال میں طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے ہندوؤں اور اس ملک کے مسلمانوں کی سیاست کے ایک بنیادی فرق کا تذکرہ کیا۔ جو دونوں قوموں کے رجحانات کو ایک دوسرے سے ممتاز کر کے دکھا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

ہندو رہنما کبھی امریکہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ کبھی چین کی طرف کبھی سٹالین سے اپیلیں کرتے ہیں۔ اور کبھی چیانگ کائی شیک سے کہ وہ ہندوستان کے آئینی مسئلہ کو حل کریں۔۔۔ لیکن مسلمانوں

کو اپنے پروردگار اور اپنی تنظیم پر بھروسا ہے۔ وہ کسی کا سہارا نہیں ڈھونڈتے۔

خاکسار اور حکومت

آنریبل سرسکندر حیات خاں نے پنجاب اسمبلی میں خاکسار تحریک کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔ کہ اگر اس تحریک کا لیڈر یہ یقین دلائے۔ کہ خاکسار خاتمۂ جنگ تک اپنی سوشل خدمت صرف انفرادی حیثیت میں بجالاتے رہیں گے۔ ڈرل کرنا چھوڑ دیں گے۔ بیلچہ وغیرہ نہیں اٹھائیں گے۔ اور کوئی مخصوص وردی یا امتیازی نشان نہیں لگائیں گے۔ تو حکومت پنجاب ان پر سے پابندیاں ہٹالے گی۔ اس کے جواب میں علامہ مشرقی نے پریس کو ایک بیان دیا ہے۔ جس میں آپ نے سرسکندر کی شرائط کو مان لیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اگر کچھ مزید اختلافات باقی رہ جائیں گے۔ تو انہیں پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے پابندیاں ہٹا دینے کے ایک ماہ بعد تک دور کر دیا جائے۔ نیز یہ کہ پابندیاں اٹھ جانے کے بعد خاکسار ایسی سوشل خدمت میں حصّہ لینے سے انکار کر دیں گے۔ جس کیلئے ایک خاکسار سے زیادہ کی موجودگی ضروری ہوگی۔

یہ صورت حال بہت خوشگوار ہے۔ علامہ مشرقی سرسکندر کے مطالبہ کو ماننے کیلئے تیار ہیں۔ اب حکومت اور خاکساروں کا معاملہ رسمی گفت وشنید کے بعد طے ہو جانا چاہیئے۔

کاغذ کے کنٹرول کا حکم نامہ

کاغذ کے کنٹرول کے سلسلہ میں حکومت ہند کے حکم کی صراحت ۱۰ر نومبر کو شائع ہوئی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ کوئی شخص مرکزی حکومت سے تحریری حکم حاصل کئے بغیر کوئی اخبار بلٹین رسالہ یا میگزین طبع یا شائع نہیں کر سکتا۔ الّا وہ اخبار رسالہ وغیرہ حکم کے اجراء سے پہلے جاری ہو۔

کوئی شخص مرکزی حکومت سے تحریری حکم حاصل کئے بغیر کوئی ڈائری۔ شہر و قصبہ کی گائڈ بک۔ کوئی اشتہار جس کا رقبہ مربع انچہ سے زیادہ ہو۔ شائع اور نمایاں نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے کاغذ کی گرانی و عدم دستیابی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

حیدرآباد سے برآمد کاغذ کی ممانعت

حیدرآباد دکن ۲۸ر اکتوبر حکومت سرکار عالی نے بصیغہ مالگزاری ایک حکم جاری کیا ہے۔ جس کی رو سے کوئی شخص کسی قسم کا کوئی کاغذ بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی برآمد کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ البتہ صرف سرو۔ پیپر کا غذ حیدرآباد دکن کی ضروریات پورا کرنے کے بعد بچ رہے۔ اسے وہ فیکٹری سے براہ راست برآمد کرے۔

جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا۔ وہ سزائے قید کا مستوجب ہوگا۔ جس کی میعاد تین سال تک ہو سکے گی۔ اور اس پر جرمانہ بھی کیا جا سکیگا۔

اعتذار

عدم دستیابی کاغذ کی وجہ سے اس اشاعت میں آٹھ صفحہ کی مزید کمی واقع ہوگئی۔ قارئین کرام اس مجبوری کو معذوری پر محمول کریں۔ حصول کاغذ کیلئے امکانی کوششیں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔

(منیجر)

تذکرۂ برادری

گرانقدر عطیہ

قحط القرطاس نے موقت الشیوع جرائد و رسائل کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ یہ مصیبت روزناموں سے ہفتہ روزہ و ماہانہ جرائد کے لئے بہت زیادہ ہے۔ اور القریش کیلئے یہ اس لئے جان لیوا ہے کہ اسے سرتاج اقوام عالم قریش کی نمائندگی کا فخر حاصل ہے۔ وہ شاندار خدمات جن کا اعتراف کئے بغیر مخالفین بھی رہ نہ سکے۔ اگر کسی دوسری قوم کا کوئی آرگن انجام دیتا۔ تو اس کی قوم اسے سر آنکھوں پر جگہ دیتی۔ لیکن یہاں تیس سالہ گرانقدر خدمات کے بعد بھی ہنوز روز اول کی کیفیت ہے ہندوستان کے تقریباً تیس لاکھ سادات قریش میں سے صرف تین اور پھر ان میں سے صرف ایک شخصیت ایسی ہے۔ جسے "القریش" کی خدمات کے عملی اعتراف کی توفیق ودیعت ہوئی ہے۔ اور جن کے خیال میں "القریش" کا جاری رہنا قومی مفاد کیلئے ضروری ہے۔ اور یہ ہمارے وہ کرم فرما ہیں جنہوں نے گذشتہ ستمبر میں ڈیڑھ سو روپیہ کی رقم کاغذ فنڈ میں بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر اپنے قومی آرگن کی بروقت امداد فرمائی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جسقدر فارغ البالی عطا فرمائی ہے اسیقدر فراخ دلی و ایثار نفسی بھی عطا کی ہے۔ طباعت و مطبوعات کی دقتوں کے پیش نظر حال ہی میں آپ نے پچاس روپے کی مزید رقم ارسال فرما کر حوصلہ افزائی کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ

"بذریعہ منی آرڈر پچاس روپے ارسال ہیں۔ کاغذ کی گرانی واقعی سخت تکلیف دہ آزمائش ہے۔ خداوند کریم کارساز ہے رسالہ جاری رہنا چاہیئے۔"

رقم مرسلہ بذریعہ منی آرڈر بشکریہ موصول ہو گئی ہے خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین۔ دیگر معاونین کرام اگر دور حاضر کی صحافتی پریشانیوں کے پیش نظر پانچ پانچ روپے کی رقم ارسال فرمائیں تو سال آئندہ کیلئے کاغذ کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اور رسالہ اطمینان کے ساتھ بروقت ناظرین تک پہنچانے کی تدبیر ہو سکتی ہے کیا ہی خواہان قوم توجہ دیں گے۔

خطوط و مراسلات

۱۔ پیر رکن الدین صاحب ہاشمی مولوی غلام الثقلین صاحب نائب صدر انجمن اصلاح القریش صوبہ بہار کے اعلان "ضرورت" مندرجہ القریش ۱۵ اکتوبر کے سلسلہ میں مالیر کوٹلہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ فارسی و عربی زبان کی قلمی کتابوں کا ایک ذخیرہ میرے پاس موجود ہے۔ جو بیشقدر علمی، تاریخی، طبی اور مذہبی مواد کا حامل ہے۔ اگر مولانا غلام الثقلین صاحب کو مطلوب ہو تو تشریف لا کر ملاحظہ کر لیں۔

۲۔ سید غلام غوث صاحب گیلانی نوشہرہ سے رقمطراز ہیں کہ "القریش" اور "ندوۃ القریش" کی قومی خدمات ہر نوع قابل صد تعریف ہیں۔ آج برادری کے ایک مجمع میں سید غلام حسین صاحب رئیس نے اپنی ایک جامع تقریر میں ان خدمات پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے مقامی ضروریات کیلئے نئی انجمن کے قیام کی تحریک کی اور فرمایا۔ کہ دور حاضر کی سبک رفتاری اگرچہ مانع ہے۔ تاہم ایک جماعت کی تشکیل ہو جانی چاہیئے۔ محترم سید نوازش علی شاہ صاحب نے آپ کی پرزور تائید کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اس ضرورت کے لئے ایک جداگانہ جلسہ طلب کیا جائے۔ تاکہ وہ حضرات جو اس تقریب میں شامل نہیں تشریف لا کر اپنے قیمتی خیالات

سے مستفید کر سکیں۔ موخرالذکر دو حضرات نے القریش کی خریداری منظور فرمائی، وی پی جاری کر کے قیمت وصول کر لیں۔ آنے والے اجلاس کی کارروائی ارسال خدمت ہو گی۔

۴۔ قریشی سلطان علی صاحب پنشنر انسپکٹر خیالا بلند (ہوشیار پور) سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی انتظامیہ کمیٹی نے سنہ ۱۹۴۱ء میں مجھے اعزازی ممبر منتخب کیا تھا۔ چونکہ میں ناقابل برداشت صدمات کی وجہ کوئی خدمت انجام نہ دے سکا اس لئے ممکن ہے کہ میرا نام خارج کر دیا گیا ہو۔ لہٰذا التماس ہے کہ میرا نام اپنے ممبران میں درج فرمالیں اور القریش بھی جاری کر دیں۔ چندہ بذریعہ وی پی وصول فرمالیں۔

جواباً التماس ہے کہ جون سنہ ۱۹۴۳ء سے قوانین ممبری ترمیم ہو چکے ہیں۔ جدید ممبر بننے کے لئے فارم ممبری پر کر کے مصدقہ نسب نامہ شامل کرنا ضروری ہے۔ آپ کا مراسلہ قومی جماعت "ندوۃ القریش" کے سیکرٹری کو مجلس منتظمہ میں پیش کرنے کیلئے دیدیا گیا ہے۔ القریش کا چندہ بشکریہ وصول ہو چکا ہے۔

ندوۃ القریش

سیکرٹری صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۸۔ نومبر سنہ ۱۹۴۲ء کو بعد نماز عشاء مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد قاضی منظور حسین صاحب ہاشمی تحصیلدار کا گرامی نامہ، مکتوب دہلی اور "اتحاد القریش" پیلی بھیت کی کارروائی یکے بعد دیگرے پڑھی گئی۔ قاضی منظور حسین صاحب کی اس کوشش کا جو انہوں نے "انجمن قریشیاں پنجاب" گوجرانوالہ کے احیاء کے متعلق فرمائی ہے۔ بصدق دل شکریہ ادا کیا گیا۔ اور امید کی گئی کہ آپ کی توجہ بہترین نتائج مترتب کرنے کا موجب ہو گی۔ موخرالذکر مراسلات کیلئے مناسب کارروائی کرنے کی سیکرٹری صاحب کو ہدایت ہوئی۔ آج کے اجلاس میں صرف دس درخواستہائے ممبری پیش ہوئیں۔ جو منظور کی گئیں۔ اور دعائے خیر کے ساتھ اجلاس برخاست ہوا۔

اطلاع

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے وہ بحیثیت قومی سال آئندہ کا زر چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔ اور جن احباب کے ذمے پرانے مطالبات واجب الادا چلے آتے ہیں۔ وہ زیادہ تاخیر نہ فرمائیں۔ اور جلد از جلد منی آرڈر ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔

قریشیان پونچھ کی جنگی حمایت

سردار خان محمد خاں عباسی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء کو سردار جہانداد خاں جاگیردار رجیباٹی کی صدارت میں گورنمنٹ کی جنگی امداد کے سلسلہ میں ایک عام اجلاس منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد مختلف حضرات نے تقریریں کیں۔ سردار محمد یونس خاں نے تحریک کی کہ اس آڑے وقت میں حفاظت خود اختیاری کے پیش نظر یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ حکومت کی جانی و مالی امداد کر کے جنگ جیتنے کی کوشش کی جائے۔ سردار محمد نسیم خاں آنریری ریکروٹنگ افسر نے ایک پر زور تقریر میں بھرتی میں سہولتیں بیان کر کے زیادہ سے زیادہ بھرتی ہونے کی تلقین کی۔ جناب صدر نے قرارداد کی تائید کی اور سردار محمد اسحاق خاں نمبردار۔ فرید خاں نمبردار۔ سردار محمد انور خاں۔ سردار سلطان محمد خاں۔ سردار سجاول خاں کی تائید مزید سے منظور ہوئی۔ اس کے بعد گورنمنٹ انگریزی کا اس انتخاب کیلئے جو اس نے سردار محمد اکبر خاں صاحب کی خدمات کے صلہ میں آنریری ٹیکنیکل ریکروٹنگ افسر منتخب کرنے میں کیا ہے۔ دلی شکریہ ادا کیا گیا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

بچوں کیلئے کہانی

نیک طینت اور بد طینت

ایک بادشاہ کے پاس دو آدمی نوکر تھے۔ ایک نیک طینت تھا دوسرا بد طینت۔ نیک طینت آدمی بادشاہ کے لڑکے کو کھلایا کرتا تھا چونکہ بادشاہ اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ اس لئے بد طینت آدمی اس سے جلتا اور حسد رکھتا تھا۔ وہ ہر وقت سوچتا رہتا تھا کہ اس کو کسی نہ کسی طرح زک دینی چاہیئے۔

ایک دن شام کے وقت نیک طینت بادشاہ کے لڑکے کو چھوٹی سی گاڑی میں بٹھائے کھیتوں میں ہوا خوری کر رہا تھا۔ کہ بدنیت نے اُسے دیکھا۔ اور اس کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اس طرف جھاڑی میں سانپ اور نیولے کی لڑائی ہو رہی ہے۔ نیک طینت نے یہ لڑائی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس لئے اس نے لڑکے کی گاڑی وہیں چھوڑی اور بھاگتا ہوا اُس جھاڑی کی طرف چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی بدنیت نے بادشاہ کے لڑکے کو اُٹھایا اُس کے زیور اُتار کر زمین میں دفن کر دیئے۔ پھر لڑکے کو اُپلوں کی کھاپچی میں زندہ دفن کر دیا۔ اور آپ بادشاہ کے محل کی طرف چلا گیا۔

نیک طینت نے وہاں جا کر دیکھا تو اسے کسی نیولے اور سانپ کی صورت نہ دکھائی دی۔ دیر تک اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ جب کوئی تماشہ نظر نہ آیا۔ تو واپس لوٹا آ کر کیا دیکھتا ہے کہ گاڑی خالی پڑی ہے اور لڑکا غائب ہے۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ بہتیرا ڈھونڈا۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا۔ کوئی سوجھ تو ملے۔ لڑکا تو اُپلوں کی کھاپچی میں دبا ہوا سسک رہا تھا۔ وہ بہت دیر تک تلاش کرتا اور روتا رہا۔ رات ہو گئی۔ چاند نکل آیا۔ بد طینت آدمی لڑکے کو دفن کر کے بادشاہ کے محل میں آیا۔ جب شام ہو گئی تو بادشاہ اور بیگم کو لڑکے کی یاد آئی۔ محل میں نیک طینت کی تلاش شروع ہوئی۔ جب کہیں نہ ملا تو بادشاہ نے کچھ سپاہی دے کر بد طینت کو بھیجا کہ جاؤ شہزادے اور اسکے کھلاوے کو ڈھونڈ لاؤ۔ بد طینت سپاہیوں کو ساتھ لے کر اسی کھیت کی طرف آیا۔ دیکھا کہ نیک طینت دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے خالی گاڑی کے پاس بیٹھا رو رہا ہے۔ بدنیت نے اسے فوراً پکڑ لیا۔ اور پوچھا کہ لڑکا کہاں ہے؟ نیک نیت نے کہا۔ میں تمہارے کہنے سے نیولے اور سانپ کی لڑائی دیکھنے گیا تھا۔ آ کر دیکھا تو لڑکا گم ہے۔ بدنیت نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں تو یہاں آیا ہی نہیں تو نے ضرور بادشاہ کے لڑکے کو ضرور مار ڈالا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اِدہر اُدھر پھرا۔ وہ سپاہیوں کو اُپلوں کی کھاپچی کے پاس لے گیا۔ اور کہا اس میں سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ دیکھو کہیں لڑکا اس میں نہ چھپا دیا گیا ہو سپاہیوں نے کھاپچی کے اُپلے ہٹائے تو لڑکا سسک رہا تھا اسی وقت نکالا اور اس کے منہ میں پانی ڈالا۔ پھر بد طینت نے زمین سے سارے زیور بھی نکال لئے۔ سب کو ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس آیا۔ اور سارا حال کہہ سنایا۔ بادشاہ کو نیک طینت کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا۔ چونکہ لڑکا زندہ تھا۔ اس لئے اور تو کچھ نہ کیا۔ صرف نیک طینت کے کپڑے

اتروا لئے اور ننگا کر کے اسے ٹھنڈی رات میں گھر سے باہر نکال دیا
نیک نیت بیچارہ بڑی بے آبروئی کے ساتھ رات کے وقت محل سے نکل کر اور اسی سردی میں کئی کوس چلتا رہا۔ آخر اس کا بدن سردی کے مارے ٹھٹھرنے لگا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ تو اُسے زمین میں ایک غار نظر آیا۔ اس نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ جھٹ غار میں گھس کر بیٹھ گیا۔ تاکہ ٹھنڈی ہوا سے تو آرام رہے۔

یہ غار ایک بھیڑیئے کا بھٹ تھا۔ بھیڑیا جنگل میں شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ اس نے آدھی رات تک شکار کھیلا۔ ایک بکری پکڑ کر کھائی۔ جب پیٹ بھر گیا تو واپس لوٹا۔ اور اپنے بھٹ کے باہر بیٹھ گیا۔ اس بھٹ کے پاس ہی پیپل کے درخت پر ایک کوا رہتا تھا۔ کوّے اور بھیڑیئے میں بڑی دوستی تھی۔ اس وقت بھیڑیئے نے چاہا کہ کوّے کو جگا کر کچھ باتیں ہی کر لوں۔ اس لئے اس نے کوّے کو آواز دی۔ کوّا اپنے آشیانے سے نکل آیا۔ اور دونوں دوست باتیں کرنے اور اِدھر اُدھر کی خبریں سنانے لگے۔ باتوں باتوں میں بھیڑیئے نے کہا۔ آجکل فلاں بادشاہ کی بیٹی بیمار ہے۔ بہتیرے علاج کئے مگر آرام نہیں آیا۔ اس کا علاج صرف میں جانتا ہوں اسی شہر کے ایک ریوڑ میں ایک ہی لال بکری ہے اگر اسکا دودھ بادشاہ کی بیٹی کو تین دن پلایا جائے تو آرام آجائے۔ مگر کوئی اس بات کو نہیں جانتا۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ لوگوں کو بتاتا پھروں میں تو کسی نہ کسی دن اُس بکری کو پکڑ کر کھا جاؤں گا۔

کوّا ہنسا اور بولا۔ بھیڑیئے بھائی ہم تو بڑے مزے سے زندگی گذار رہے ہیں۔ فلاں کھنڈر میں سات بادشاہوں کا خزانہ دفن ہے وہاں چلے جاتے ہیں۔ وہیں ہر روز گھی کی چوری ملجاتی ہے۔

نیک طینت بھٹ میں بیٹھا ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ جب صبح ہوئی اور کسان ہل کندھوں پر رکھے ہوئے گذرنے لگے تو بھیڑیا بھاگ گیا اور کوّا بھی اُڑ کر اپنے کائیں کائیں میں مصروف ہوا۔ اس وقت نیک طینت بھٹ سے نکلا گھوڑوں پر سے چیتھڑے اٹھا کر ستر ڈھانکا اور اس بادشاہ کے شہر کی طرف چلا۔ جس کا بھیڑیئے نے پتہ دیا تھا۔ چلتے چلتے وہ دوسرے دن اس شہر میں پہنچا۔ اور سیدھا بادشاہ کے محل کے دروازے پر جا کر ہانک لگائی کہ میں بادشاہ کی بیٹی کا علاج کرنے آیا ہوں۔

بادشاہ کے نوکر پہلے تو اسے دیکھ کر گھبرائے۔ لیکن پھر سمجھے کہ شاید یہ سچ کہتا ہو۔ اس لئے انہوں نے اس کو اُجلے کپڑے پہنائے اور بادشاہ کے سامنے لے گئے۔ بادشاہ نے اُس سے کہا اگر تم علاج نہ کر سکے تو میں تم کو قتل کر ڈالونگا۔ اور اگر تم نے میری بیٹی کو اچھا کر دیا۔ تو تمہاری شادی اس کے ساتھ کر دی جائیگی۔

نیک نیت نے یہ بات منظور کی۔ اور بادشاہ سے کہا کہ فلاں ریوڑ میں سے ایک لال بکری منگوائی جائے۔ چنانچہ بکری اسی وقت حاضر کر دی گئی۔ نیک نیت نے بادشاہ کی بیٹی کو تین دن تک اس بکری کا دودھ پلایا۔ اور وہ بالکل اچھی ہوگئی۔ بادشاہ خوش ہوا اور نیک نیت کی شادی اپنی بیٹی کے ساتھ کر کے ایک بھاری محل ان کے رہنے کو دے دیا۔

اب بدنیت کا حال سنئے۔ کہ کچھ دنوں بعد اس کے بادشاہ نے اسے بھی کسی بات پر ناراض ہو کر محل سے نکال دیا۔ اور وہ بُرے حالوں اُسی شہر میں پہنچا۔ جہاں نیک طینت مزے کی زندگی گذار رہا تھا اتفاق سے دونوں کی ملاقات ہوگئی۔ اگرچہ نیک نیت جانتا تھا کہ میں صرف بدنیت ہی کی وجہ سے نکالا گیا تھا۔ مگر اس نے کسی بات کا خیال نہ کیا۔ اور اپنے پرانے واقفکار کو گھر میں لے آیا۔ بڑی خاطر تواضع کی۔ پوشاکیں پہنائیں۔ اور کئی دن مہمان رکھا۔

بدنیت بہت حیران تھا۔ کہ اس کو یہ شوکت کہاں سے ملی۔

اب اُس نے سوچا۔ کہ اس کو کسی طرح یہاں سے بھی نکلوانا چاہیئے یہ سوچ کر اس نے چپکے سے نیک طینت کی بیوی یعنی بادشاہ کی بیٹی کے کان میں کہا۔ کہ تمہارا شوہر تو بالکل کمینہ ذات کا آدمی ہے تم نے اس سے شادی کیوں کر لی۔ غرض چپکے چپکے یہ آگ لگا کر وہ رخصت ہو کر بدنیت چلا گیا۔

اب بادشاہ کی بیٹی کو بہت رنج ہوا۔ اس نے فوراً اپنے باپ سے کہا۔ کہ آپ نے مجھے ایک کم ذات کے ساتھ بیاہ دیا ہے۔ بادشاہ نے نیک طینت کو بلایا۔ اور پوچھا کہ تمہاری ذات کیا ہے۔ نیک نیت نے کہا۔ میں شاہی خاندان سے تعلق [illegible] ہوں۔ اگر آپ اس بات کا ثبوت چاہتے ہیں۔ تو فلاں کھنڈر کو کھدوایئے۔ اس میں سے ہمارا خزانہ ملیگا۔

بادشاہ نے اسی وقت بہت سے نوکر بھجوا کر کھنڈر کو کھدوایا تو سات بادشاہیوں کا خزانہ نکل آیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور نیک نیت کو اپنا ولیعہد بنالیا۔

کچھ مدت بعد بدنیت پھر اُس شہر میں آیا۔ نیک نیت نے پھر اس کی خاطر تواضع کی۔ اب کے بدنیت نہ رہ سکا۔ اور اس نے پوچھ ہی لیا کہ بھئی آخر تمہاری اس شان و شوکت کا سبب کیا ہے۔ نیک طینت دل کا صاف آدمی تھا۔ اس نے بھیڑیئے اور کوّے کا سارا حال بتا دیا۔

بدنیت نے یہ حال سنا تو جی میں سوچا۔ کہ آؤ ہم بھی چلیں اور اسی بھٹ میں جا کر اُن دونوں کی باتیں سُنیں۔

یہ سوچ کر وہ نیک نیت سے رخصت ہوا اور سیدھا اس جگہ پہنچا۔ جہاں پیپل کے درخت کے پاس والے بھیڑیئے کے بھٹ پر جا پہنچا۔ اُس نے اپنے کپڑے اُتار کر ایک جگہ چھپا دیئے اور بھٹ میں گھس کر بیٹھ گیا۔

جب آدھی رات ہوئی تو بھیڑیا جنگل سے واپس آیا۔ اُس دن اُسے شکار نہ ملا تھا۔ اُس نے آتے ہی کوّے کو آواز دی۔ کوّا بھی باہر نکلا۔ اور وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ بھیڑیئے نے کہا یار نہ جانے اُس دن کس نے ہماری باتیں سُن لیں۔ اب وہ لال بکری ریوڑ میں سے غائب ہے۔

کوّے نے کہا بھیڑیئے بھیّا تم کیا کہتے ہو۔ مجھ پر تو پہلے ہی مصیبت کا آسماں ٹوٹ پڑا ہے۔ اس کھنڈر کو کھدوا کر بادشاہ نے تمام خزانے نکلوا لئے ہیں۔ اور مجھے چوری تو کیا خاک بھی نہیں ملتی۔ ضرور کوئی نہ کوئی چھپ کر ہماری باتیں سنا کرتا ہے تم ذرا اپنے بھٹ میں جا کر دیکھو تو سہی۔

بھیڑیا بہت اچھا کہہ کر اپنے بھٹ میں گھسا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ واقعی ایک ننگ دھڑنگ آدمی بیٹھا ہماری باتیں سن رہا ہے۔ غضبناک تو ہو ہی رہا تھا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ بدطینت پر پل پڑا۔ اور اس کو چیر پھاڑ کر تکہ بوٹی کر ڈالا۔

نیک نیت کو اپنی نیک نیتی کا۔ اور بدنیت کو اپنی بدنیتی کا بدلا ملا۔ بہت اچھا ہوا۔ (حمایت اسلام)

مسلم لیگ کا عظیم الشان اجلاس

کل سے جالندھر میں مسلم لیگ کا شاندار اجلاس شروع ہے قائداعظم کے جلوس میں ساٹھ ہزار فرزندان توحید نے شرکت کی قائداعظم نے فرمایا کہ مجھے خوشی ہے کہ آج پنجاب کے ۹۹ فیصدی مسلمان مسلم لیگ کے حامی ہیں۔ پاکستان کے متعلق مخالفوں کے نظریات تبدیل ہو رہے ہیں۔

سیرۃ الاولیاء

از مولینا سید ظہور احمد صاحب ایڈیٹر تجلی دہلی

حضرت معروف کرخی رحمۃ رفقا کے ساتھ دجلہ کے کنارے بیٹھے تھے۔ ایک بجرے میں کچھ نوجوان گاتے بجاتے نکلے۔ رفقا نے حضور کو توجہ دلائی اور بددعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ کہ خداوندا جس طرح تو نے انہیں دنیا میں خوش باش بنایا ہے عقبیٰ میں بھی خوشباش رکھنا۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت یہ کیا؟ ہم نے تو بددعا کیلئے عرض کیا تھا حضرت نے فرمایا کہ اگر خدا انہیں عاقبت میں خوشی دے گا تو پہلے دنیا میں توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ اور یہی میری دعا کا حاصل ہے۔ کہ خدا ان کو توبہ کی توفیق دے۔

حضرت محمد واسع رحمۃ کے پاؤں میں ایک زخم تھا۔ اسے دیکھ کر ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ حضرت مجھے آپ کے اس زخم کو دیکھ کر بڑی ہمدردی پیدا ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ زخم جب سے ہوا ہے میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ کیا کم ہے۔ کہ یہ زخم آنکھ میں نہیں ہے پاؤں میں ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ نے ایک دن حضرت رابعہ رحمۃ کے سامنے کہا "الٰہی تو ہم سے راضی ہو"۔ سن کر حضرت رابعہ رحمۃ نے فرمایا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ خود تو اس سے راضی نہیں ہو اور اس کی رضا چاہتے ہو۔ جعفر بن سلیمان نے حضرت رابعہ رحمۃ سے پوچھا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے راضی کب سمجھنا چاہیئے؟ فرمایا کہ جب مصیبت پر اتنا خوش ہو جتنا نعمت پر خوش ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت ربیع رحمۃ حضرت ابن مسعود رضؓ کے ساتھ لوہاروں میں گئے جب بھٹیوں میں آگ کو مشتعل دیکھا تو دوزخ کے تصور سے چیخ مار کر بیہوش ہو گئے۔ ایک دن ایک رات اسی حالت میں رہے

حضرت معاذ بن جبل رضؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے پوچھا کہ تم شب بیداری میں کیا کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تمام رات جاگتا ہوں۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کلام مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔ حضرت معاذ رضؓ نے فرمایا کہ میں اوّل تو سوتا ہوں۔ اور پھر جاگتا ہوں۔ اور اپنے سونے میں بھی عبادت ہی کی نیت رکھتا ہوں۔ پھر دونوں نے یہ باتیں سرورِ عالم کے حضور میں عرض کیں۔ آپ نے حضرت ابو موسیٰ سے فرمایا۔ کہ معاذ تم سے زیادہ فقیہ ہے۔

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المال میں روپیہ تقسیم کر رہے تھے۔ حضرت کی ایک صاحبزادی آئی اور مال میں سے ایک درہم اٹھا لیا۔ آپ اس کے پکڑنے کو اس طرح اٹھے۔ کہ چادر شانہ مبارک سے اتر گئی۔ صاحبزادی روتی ہوئی گھر میں چلی گئی۔ اور درہم کو منہ میں رکھ لیا۔ آپ نے انگلی منہ میں ڈال درہم نکال لیا اور بیت المال کے روپے میں شامل کر دیا۔ فرمایا کہ لوگو! عمر اور اس کی اولاد کا حق اس سے زیادہ نہیں ہے۔ جس قدر نزدیک اور دور کے مسلمانوں کا حق ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے بیت المال میں جھاڑو دی۔ ایک درہم آپ کو ملا۔ آپ نے وہ درہم

حضرت عمرؓ کے چھوٹے صاحبزادے کو دیدیا۔ حضرت نے صاحبزادے کے پاس وہ درم دیکھ کر حال دریافت کیا۔ اور جب اصل واقعہ معلوم ہوا۔ تو حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے فرمایا کہ کیا تمام مدینہ میں کوئی گھر عمر کے گھر سے زیادہ ذلیل تمہاری دانست میں نہ تھا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ مسلمانوں میں کوئی شخص ایسا نہ رہے۔ جو مجھ سے اپنے حق کا مطالبہ نہ کرے۔ یہ کہکر وہ درم بیت المال میں داخل کر دیا۔

حضرت ابوعلی رباطیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک سفر میں حضرت عبداللہ رازی رح کی ہمراہی کا ارادہ کیا۔ جب میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس سفر میں حاکم تم ہوگے یا میں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ حاکم ہونگے۔ فرمایا کہ پھر تم کو میرا کہنا ماننا ہوگا۔ میں نے کہا کہ بسروچشم جب چلنے لگے۔ تو آپ نے ایک تھیلے میں سامان سفر بھر کر پیٹھ پر لاد لیا۔ جب میں کہتا کہ یہ بوجھ مجھے دیدیجئے۔ تو فرماتے کہ نہیں۔ میرے اصرار پر کہتے کہ میں حاکم ہوں یا نہیں۔ تم کو میرا کہنا ماننا چاہیئے۔ ایک رات کو خوب بارش ہوئی۔ آپ کے پاس ایک چادر تھی آپ نے مجھے بٹھایا اور تمام رات مجھ پر چادر تانے کھڑے رہے۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کاش میں مرجاتا۔ لیکن یہ نہ کہتا کہ آپ حاکم ہونگے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب حضرت زبیرؓ نے مجھ سے شادی کی تو اُن کے پاس کچھ نہ تھا۔ نہ روپیہ تھا۔ نہ لونڈی نہ غلام۔ البتہ ایک گھوڑا اور پانی لانے کا ایک اونٹ تھا۔ اس گھوڑے کو میں ہی دانہ گھاس دیتی تھی۔ میں ہی حتی دلتی تھی۔ میں ہی خرمے کی گٹھلیاں کوٹ کر اونٹ کیلئے چارہ بناتی تھی۔ پانی لاتی تھی۔ ڈول سیتی تھی۔ آٹا گوندھتی تھی۔ اور دو کوس کے فاصلہ سے گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لاتی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت اسماءؓ کے پاس ایک لونڈی بھیجدی جس نے ان کو بہت سی مشقتوں سے بچالیا۔

حضرت شبلی رحؒ ایک دن بازار گئے اور ڈیڑھ دانگ میں ایک پرانی گدڑی خرید کی اور نصف دانگ میں ایک ٹوپی خرید کی۔ دونوں کو زیب تن فرمایا۔ اس کے بعد حضرت پر ایک عالم طاری ہوا۔ اور بآواز بلند بازار میں کہتے پھرتے تھے کہ دو دانگ میں صوفی کو کون خریدے گا۔ یعنی اگر ظاہری حالت سے کوئی صوفی بن سکے۔ تو دو دانگ میں بن سکتا ہے۔

حضرت جنید رحؒ کا ایک مرید بصرہ میں رہتا تھا۔ ایک دن اس کے دل میں گناہ کا خیال پیدا ہوا۔ اب آئینہ دیکھتا ہے تو سارا چہرہ سیاہ ہے۔ بہت گھبرایا۔ ہر چند منہ دھویا اور تدبیریں کیں۔ لیکن چہرہ کی سیاہی کم نہ ہوئی۔ وہ شرم سے کبھی منہ نہیں دکھاتا تھا۔ خدا خدا کرکے تین دن کے عرصہ میں رفتہ رفتہ سیاہی دور ہوئی۔ دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ اس نے پوچھا کون ہے۔ آنے والے نے کہا۔ حضرت جنید رح کے پاس سے خط لایا ہوں۔ مرید نے پڑھا۔ لکھا تھا۔ کہ تم خدا کے حضور میں ادب سے کیوں نہیں رہتے۔ آج تین شبانہ روز سے مجھے دھوبی کا کام کرنا پڑا ہے۔ تاکہ تمہارے چہرے کی سیاہی سفیدی سے بدلے۔

حضرت رابعہ بصریؒ جس روز پیدا ہوئیں۔ تو گھر میں نہ تو تیل تھا کہ آپ کے بدن کو لگایا جاتا اور نہ چراغ تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار کا عہد تھا۔ کہ مخلوق سے کچھ نہ مانگونگا۔ چنانچہ تمام رات اندھیرے میں بسر ہوئی۔

رسولؐ کا توشہ خانہ

(از خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر ڈپٹی کمشنر)

وہ رسول (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی چالیس کروڑ امت دنیا کے ہر کونہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ رسولؐ جس کی امت میں ایسے ہزاروں شہنشاہ بادشاہ اور امیر گذرے ہیں۔ جن کی دولت و ثروت و حکومت وسیاست اور شوکت وصولت کا ڈنکا تمام زمانہ میں بجتا رہا۔

وہ رسولؐ جس کے نام لیواؤں میں ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی خاص دل ودماغ کے گذر چکے ہیں۔ جن کی فیاضی داد ودہش اور جود وسخا کے افسانے ابتک زبان زد خاص وعام ہیں۔

وہ رسولؐ جس کی بارگاہ معلّیٰ میں بڑے بڑے بادشاہ اور سلاطین ادب کی نگاہیں نیچی کئے ہوئے ارادت اور عقیدت کی نذر گذراننے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔

وہ رسولؐ جس کا مقدس اور پیارا نام سنتے ہی ادنےٰ واعلیٰ ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور صل علیٰ کے ذکر رطب اللسان ہوتے ہیں۔

وہ رسولؐ جس کے چالیس کروڑ نام لیوا حبیب خدا کے ذکر سے اپنے دلوں میں مسرت اور شادمانی کی ایک برقی رو محسوس کرتے ہیں۔

وہ رسولؐ جس کی اُمت کے ہزاروں فلسفی فضلا اور مشاہیر اسلام کی نورانی تعلیم کے صدقے میں غیر فانی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

وہ رسولؐ جس کی مقدس تعلیم کی بدولت ہزاروں پاک روحیں دولت عرفان سے مستفید ہو کر ولی قطب اور ابدال وغیرہ کے اعلےٰ مدارج تک پہنچ چکی ہیں۔

وہ رسولؐ جس کا پیارا نام خالق اکبر کے نام کے ساتھ دُنیا کے ہر حصہ میں پانچوں وقت لیا جاتا ہے۔

وہ رسولؐ جس نے اپنے عرفان اور اپنے محبوب نام کی بدولت دنیا کی قوموں اور مختلف انسانی ذریات میں بمصداق انما المومنون اخوۃ ایک عالمگیر اخوت اور محبت کی بنیاد ڈالی۔

وہ رسولؐ جس نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں مساوات کی روح پیدا کر کے حریت اور انسانیت کی تکمیل کر دی۔

وہ رسولؐ جس کی زندگی کی نورانی شمع پر اصحاب کبار اور دیگر مسلمان پروانوں کی طرح فدا ہونا اپنا ایمان سمجھتے تھے۔

وہ رسولؐ جس کی محبت جان دے کر خریدی جاتی تھی۔

وہ رسولؐ جس کی آمد پر قرعہ اندازی سے اس بات کا فیصلہ ہوتا تھا۔ کہ کس خاندان میں اس آفتاب برکات کا طلوع ہوگا اور کونسا گھرانہ اس ماہ کامل کی ضیا گستری سے منور ہوگا۔

وہ رسولؐ جس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ زر وجواہر سے بھی زیادہ قیمتی اور گرانبہا تھا۔

وہ رسولؐ جس کی شان میں خود خالق ارض وسما یہ کہتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور اس کے ساتھ ہی یہ ارشاد ہوتا ہے۔" وقل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ " کیا اس کی نسبت یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ حکومت۔ دولت وجاہت اور شہرت کے اعتبار سے وہ ایک فوق العادت انسانی ہستی ہوگا۔ جو لوگ حضور انور کی مبارک زندگی کے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ وہ یقیناً یہی سمجھتے ہوں گے کہ جو انسان

خدائی چاہیں کروڑ مخلوق کی ارادت اور عقیدت کا مرجع وہ بادشاہ جو شہنشاہوں سے بھی زیادہ مالدار اور طاقتور ہوگا۔ اور اس کے خزانہ میں بیقیاس دولت جمع ہوگی۔ آؤ ہم تمہیں دین و دنیا کے اُس شہنشاہ کے محل اور توشہ خانہ کی حقیقت سے آگاہ کریں۔

آنحضرتؐ ابھی کمسن ہی تھے۔ کہ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ حضورؐ کی یتیمی اور تہیدستی کا زمانہ اپنے دادا اور چچا کے گھروں میں گذرا۔ یتیمی اور تہیدستی کا اندازہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو خود اس کٹھن منزل سے گذر چکا ہو۔ جب پچیس سال کی عمر ہوئی۔ تو حضرت خدیجہ رضؓ سے جو عرب کی ایک متمول بیوہ تھیں۔ آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے بعد قدرتی طور پر ہر شخص کو یہ تمنا ہوتی ہے۔ کہ اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق ایک خوبصورت اور آرام دہ مکان میں اپنی زندگی کا نیا دور شروع کرے۔ لیکن رسول کریمؐ اس راحت و آرائش سے محروم رہے۔ مکہؐ میں جو پدری مکان موجود تھا۔ اس پر عقیل نے جو آنحضرت صلعم کے چچا زاد اور حضرت علی رضؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ اور اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے قبضہ کرلیا۔ مگر وجود وارث اور حقدار ہونے کے آپ محض اس لئے اپنے حق سے دست بردار ہوگئے۔ کہ مکان کیلئے جھگڑا یا مقدمہ کرنا آپ کی فطرت کے خلاف تھا۔ معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر حضور بارسوخ اور صاحب اقتدار ہوتے تو آپ کبھی اپنی ملکیت سے دستبردار نہ ہوتے۔ لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں جب حضورؐ فتح مکہؐ کے موقعہ پر مکہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی حیثیت ایک اولوالعزم فاتح کی تھی جس کے سامنے قریش کے تمام قبائل کی گردنیں بطور اظہار اطاعت خم ہو چکی تھیں۔ اگر کوئی اور فاتح ہوتا تو وہ غصہ اور انتقام کے جوش میں اس شرمناک اور خلاف انسانیت سلوک کے عوض جو آپ اور آپ کے رفیقوں سے روا رکھا گیا تھا۔ مکہ کے اندر خون کی ندیاں بہا دیتا۔ مگر حضورؐ نے اپنی رحمۃ اللعالمینی کے صدقہ میں اپنے دشمنوں کے مظالم پر عفو کا پردہ ڈال دیا۔ اور اس طور پر تسخیر قلوب کی وہ شان دکھائی جو اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ جب لوگوں نے دنیا کے اس سب سے بڑے فاتح سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ کیا اپنے مکان پر ٹھیریں گے؟ تو آپ نے طاقت اور حکومت کے تمام وسائل رکھنے کے باوجود یہ فرمایا۔ کہ عقیل نے ہمارے لئے گھر کہاں چھوڑا؟ حضورؐ اگر چاہتے تو اپنے لبوں کی ایک خفیف جنبش سے اپنے قیام کیلئے مکہ کے عالیشان مکانات خالی کرا سکتے تھے۔ لیکن دوسروں کے مکانات پر قبضہ جمانا تو کہیں رہا خود اپنے آبائی مکان پر قبضہ کرنا گوارا نہ فرمایا۔ کیا دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شہنشاہ قناعت اور بے نیازی کا یہ کرشمہ دکھا سکتا ہے؟

آج اسلام کے نام لیواؤں کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ چند گز زمین حاصل کرنے کیلئے اپنے حقیقی بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں پر عدالتوں میں مقدمات دائر کرتے ہیں۔ اور اسی طرح دولت کو ضائع کرکے اپنی تباہی اور بربادی کا سامان اپنے ہاتھوں سے بہم پہنچاتے ہیں

مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد چھ مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرما رہے۔ اس اثنا میں آپ تنہا تھے۔ اہل و عیال مکہ ہی میں تھے۔ جب آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو اسی کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے حجرے تیار فرمائے اور اس وقت اپنے آدمی بھیجکر مکہ سے اہل و عیال کو بلوا لیا۔ اور انہیں حجروں میں اتارا۔ آخر ایام میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلمؐ) کی نو بیویاں تھیں۔ اور الگ الگ حجروں میں رہتی تھیں۔ جن میں نہ صحن تھا نہ دالان تھے۔ نہ ضرورت کے الگ الگ کمرے تھے۔ ہر حجرہ کی وسعت عموماً چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں۔ جو اسقدر کمزور تھیں کہ ان میں شگاف پڑ گیا تھا اور ان

سے اندر دھوپ آتی تھی۔ چھت کھجور کی شاخوں اور پتوں سے چھائی تھی۔ بارش سے بچنے کے لئے بال کے کمبل بیٹ دیئے جاتے تھے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازوں پر پردہ یا ایک پٹ کا کواڑ ہوتا تھا۔

ان حجروں کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا جس کو احادیث میں "مشربہ" کہا گیا ہے۔ اس بالاخانہ پر سامان آرائش کیا تھا۔ ایک چٹائی کا بستر چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اور ادھر ادھر چند کھالیں لٹکی ہوتی تھیں۔ کاشانہ نبوت گو انوار الٰہی کا مظہر تھا۔ تاہم اس میں رات کو چراغ تک نہیں ہوتا تھا۔ گھر کی دنیاوی اور ظاہری آرائش پسند خاطر نہ تھی۔ ایک بار حضرت عائشہ رض نے دیواروں پر دھاری دار رنگین کپڑے منڈھے تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہم کو اینٹ اور پتھر کو لباس پہنانے کیلئے مال نہیں دیا گیا ہے

حضرت عمر رض کے عہد تک یہ تمام حجرے اپنے حال پر قائم رہے حضرت عثمان رض کے زمانہ میں بعض حجرے توڑ کر مسجد نبوی میں داخل کر لئے گئے۔ تاہم ولید بن عبدالملک کے زمانہ تک بہت سے حجرے باقی تھے۔ ۸۸ھ میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے والی تھے۔ تمام حجرے بجز حجرہ عائشہ رض کے کہ وہ مدفن نبوی ہے توڑ کر مسجد نبوی میں ملا دیئے گئے جس دن یہ حجرے ٹوٹے ہیں تمام دنیا میں کہرام مچا ہوا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور یادگار مٹ گئی"

یہ ہے کیفیت اس ہادی برحق کی قیام گاہ اور جائے رہائش کی جس کا مقدس نام لیتے ہی دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان اپنی گردنیں فرط عقیدت سے جھکا دیتے ہیں۔ اور جس کے نقش قدم پر چلنا وہ اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔

اب ذرا خواجہ دوجہان کا توشہ خانہ ملاحظہ ہو۔ جہاد کی ضرورت سے توشہ خانہ مبارک میں حسب ذیل سامان تھا۔ تلواریں جن کے یہ نام ہیں۔ ماثور۔ عضب۔ ذوالفقار۔ قلعی۔ بتار۔ حتف۔ مخذم۔ قضیب۔ ماثور والد ماجد سے میراث میں ملی تھی۔ ذوالفقار بدر میں ہاتھ آئی تھی۔ تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔ فتح مکہ میں جو تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی اس کا قبضہ زریں تھا۔

سات زرہیں تھیں۔ ذات الفضول۔ ذات الوشاح۔ ذات الحواشی۔ سعدیہ۔ فضہ۔ بتراء۔ خرنق۔ ذات الفضول وہی زرہ تھی۔ جو تیس صاع پر ایک یہودی کے ہاں سال بھر کے لئے آپ نے رہن رکھی تھی زرہیں سب لوہے کی تھیں اگرچہ عرب میں چمڑے کی زرہیں بھی ہوتی تھیں۔

چھ کمانیں تھیں۔ زوراء۔ روحا۔ صفرا۔ بیضا۔ کتوم۔ شداد۔ کتوم وہ کمان تھی۔ جو غزوہ احد میں ٹوٹ گئی تھی۔ ایک ترکش تھا۔ جس کو کافور کہتے تھے۔ چمڑے کی ایک پیٹی تھی۔ جس میں چاندی کے تین حلقے تھے۔ لیکن ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔ کہ کسی حدیث سے مجھے یہ پتہ نہیں لگا۔ کہ آپ نے کبھی پیٹی لگائی بھی تھی۔ ایک ڈھال تھی جس کا نام زلوق تھا۔ پانچ برچھیاں تھیں۔ لوہے کا ایک مغفر تھا جس کا نام موشح تھا۔ ایک اور مغفر تھا جسے سبوغ کہتے تھے۔

"تین جبّے تھے جن کو آپ لڑائی میں پہنتے تھے۔ کہتے ہیں کمان میں سے ایک دیبائے سبز کا تھا۔ ایک سیاہ علم تھا جس کا نام عقاب تھا۔ اور بھی سبز و سفید علم تھے"

جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقال فرمایا۔ تو سوائے چند کپڑوں چند سیر غلہ اور آٹے کے کاشانہ نبوت سے اور کچھ نہ نکلا۔ حضرت انس کے پاس دو چیزیں تھیں۔ ایک حضور کی نعلین مبارک اور ایک لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑ دیا گیا تھا۔ رسول کریم خود اپنی زندگی میں یہ اعلان فرما چکے تھے۔

کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو چھوڑا وہ عام مسلمانوں کا حق ہے۔ عمرو بن الحارث سے جو ام المومنین جویریہؓ کے بھائی تھے۔ بخاری میں روایت ہے۔

"آنحضرت صلعم نے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا نہ درہم نہ دینار۔ نہ غلام نہ لونڈی نہ کچھ اور صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔"

یہ ہے حقیقت فاتح مکہ کے توشہ خانہ کی۔ جو اگر چاہتا تو سیم و زر کے انبار لگا سکتا تھا۔ کیا اس کی قوم نے اس کے سامنے یہ تین باتیں پیش نہیں کی تھیں؟

"اگر تم دولت چاہتے تو ہم تمہیں دولت سے مالا مال کر سکتے ہیں۔ اگر عزت اور حکومت کے خواہاں ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار یا بادشاہ بنانے پر بھی تیار ہیں۔ اگر تم حسن کے دلدادہ ہو تو ہم تمہارے لئے خوبصورت سے خوبصورت عورت مہیا کر سکتے ہیں۔ مگر ہمارے بتوں کی توہین نہ کرو۔ آپ نے وفد کو یہ جواب دیا کہ مجھے دولت عزت۔ عورت کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ میں اپنے خالق کی طرف سے توحید کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تمہیں یہ منظور ہے تو اس میں تمہاری بہتری ہے۔ اگر تم نے اس پیغام کی پرواہ نہ کی۔ تو خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ کرے گا۔

جو لوگ دولت عزت اور حکومت کے حصول کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد قرار دیتے ہیں۔ اور روحانی مسرتوں پر جسمانی خوشیوں کو ترجیح دیتے۔ ان کے نزدیک آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا توشہ خانہ ایک حقیر شئے ہے۔ لیکن جو حضرات چشم بصیرت رکھتے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس توشہ خانہ میں کس قسم کے خزائن موجود ہیں۔ مگر ان خزائن کے دیکھنے کے لئے آنکھ اور ان سے بہرہ اندوز ہونے کیلئے دل چاہیئے۔ ایسی آنکھ جس کی بصارت اور دُوربینی پر دنیا کی مادی اور ٹھوس چیزوں کا کوئی اثر نہ پڑے۔ اور جس کے سامنے آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزیں صاف اور کھلی نظر آئیں۔ ایسا دل جو اپنی تڑپ سے ہزاروں دلوں کو تڑپا سکے۔ اور نفسانی خواہشوں کی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو۔

جو لوگ ایسی آنکھ اور ایسا دل نہیں رکھتے۔ ان سے زیادہ کور باطن اور سنگدل کون ہو سکتا ہے۔ خداوند کریم تمام دُنیا کے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توشہ خانہ سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

——o——

تاکید مزید

تذکرہ برادری میں اطلاع کے عنوان سے ایک نوٹ درج ہے۔ تاکید مزید کے طور پر ان حضرات سے جن کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ اپیل کی جاتی ہے۔ کہ وہ القریش کو جاری رکھنے کیلئے ہماری حمایت و اعانت کریں۔ اور اپنا اپنا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر بواپسی ڈاک ارسال کر کے مشکور کریں۔ اگر بار خاطر نہ ہو۔ تو کاغذ فنڈ میں علیٰ قدر حیثیت عطیہ بھی ارسال کر کے عنداللہ القوم مشکور رہوں۔

"مینجر"

تاجداری انکساری کے سوا ملتی نہیں

(نتیجہ طبع حضرت مولانا حکیم مصطفےٰ حسین خاں صاحب ندوی ملیح آبادی)

ہمنفس ہم سے مسلمانوں کی حیرانی نہ پوچھ
داستان بے کسی حالِ پریشانی نہ پوچھ
رنج و غم اندوہ و حرماں کی فراوانی نہ پوچھ
معصیت کی قلزم ہستی میں طغیانی نہ پوچھ
حالت تذلیل و تحقیر و پشیمانی نہ پوچھ
کوڑیوں کے مول ہیں لعل بدخشانی نہ پوچھ

اب سروں پر جلوہ گر تاجِ سلیمانی نہیں
بازوؤں میں طاقت و زورِ نریمانی نہیں
بت شکن کفار کش تیغِ صفاہانی نہیں
وہ جہانگیری جہانداری جہانبانی نہیں
مشعل علم و ہنر سے بزمِ نورانی نہیں
اب وہ پہلا سا دلوں میں جوشِ ایمانی نہیں

گردنیں جھکتی نہیں ان کی اطاعت کے لئے
سر بسجدہ یہ نہیں ہوتے عبادت کے لئے
کوششیں کرتے نہیں دیں کی اشاعت کیلئے
متحد ہوتے نہیں تنظیمِ ملّت کے لئے
دل میں ان کے عظمتِ احکام قرآنی نہیں
نام کے خالی مسلماں ہیں مسلمانی نہیں

دل سے وہ صبر و رضا کا قافلہ جاتا رہا
جوش وہ جاتا رہا وہ ولولہ جاتا رہا
اکتسابِ علم و فن کا مشغلہ جاتا رہا
عزم و استقلال و ہمّت حوصلہ جاتا رہا
اب نہ وہ پہلی سی عزت ہے، نہ اب وہ مال ہے
نامرادی بے کسی ان کی شریک حال ہے

غیرتِ قومی کجا احساسِ خود داری نہیں
غمگساری وہ نہیں پہلی سی غمخواری نہیں
الفت و مہر و وفا کی گرم بازاری نہیں
اتحاد باہمی خالی از عیّاری نہیں
اب محبت کا کہاں وہ ساز و ساماں ان میں ہے
آتش بغض و حسد لیکن فروزاں دل میں ہے

صنعت و حرفت کا ان کے پاس کچھ ساماں نہیں
دولت و ثروت نہیں الفت نہیں احساس نہیں

عزت و عظمت کرامت صحبتِ پاکاں نہیں   ظاہر اصورت ہیں انساں کی مگر انساں نہیں

جہل میں ادبار میں ان کا کوئی ثانی نہیں

نیرِ اقبال و ثروت میں درخشانی نہیں

اب کہاں وہ بحرِ الفت موجزن احباب میں   جوش زن خون اخوت اب کہاں اعصاب میں

اب کہاں وہ درد کی بجلی دلِ بے تاب میں   کشتیٔ مسلم پھنسی ہے کفر کے گرداب میں

کچھ تو تدبیرِ دفاعِ سیل و طغیانی کرو

خواب غفلت سے اٹھو اپنی نگہبانی کرو

مہرِ عالمتاب بن کر نور افشانی کرو   صیقلِ آئینۂ تعلیم روحانی کرو

دور اس ظلمت کدہ سے فتنہ سامانی کرو   شوق سے تعمیل ارشاداتِ قرآنی کرو

ایک کو اب دوسرے کی دردمندی چاہیئے

منتشر اوراق میں شیرازہ بندی چاہیئے

نفس سرکش کا نہ یوں محکوم بننا چاہیئے   یوں نہ بزم دہر میں مذموم بننا چاہیئے

خدمتِ اسلام سے مخدوم بننا چاہیئے   پیروِ راہِ شہ مظلوم بننا چاہیئے

تاجداری انکساری کے سوا ملتی نہیں

شہریاری خاکساری کے سوا ملتی نہیں

جمع کر لو آج کچھ روزِ جزا کے واسطے   دولت و حشمت لٹا دو کبریا کے واسطے

خود فنا ہو جاؤ عزت کی بقا کے واسطے   ہوش میں آؤ مسلمانو خدا کے واسطے

دل کو پھر اسلام کے احکام پر شیدا کرو

روح میں اک جذب مقناطیس پھر پیدا کرو

چھوڑ دو اب فرقہ بندی کے خیالِ خام کو   کام کے کرنے سے پہلے سوچ لو انجام کو

متحد ہو کر کرو اسلام کے ہر کام کو   دو ترقی علم کو دولت کی [illegible] کو نام کو

ملتِ بیضا کی وہ تنظیم لاثانی کرو

نیرِ تبلیغ سے عالم کو نورانی کرو

ہستیٔ موہوم ہے اپنا حبابِ زندگی   غافلو پہنچا لبِ بام آفتابِ زندگی

پاک کر ڈالو گناہوں سے کتابِ زندگی   مصطفےٰ دینا پڑے گا سب حسابِ زندگی

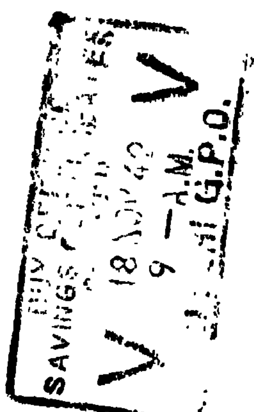
آج ایسے کام کر لو کل پشیمانی نہ ہو

زندگی کے بعد پھر کوئی پریشانی نہ ہو

مفید ہند پریس واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد علی رونق پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر محمد علی رونق)

Regd. L No. 1474

"Al Quraish"

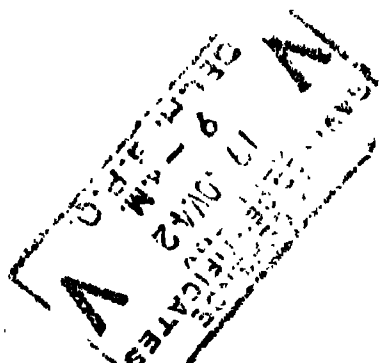


الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

امرتسر

القریش

جریدہ



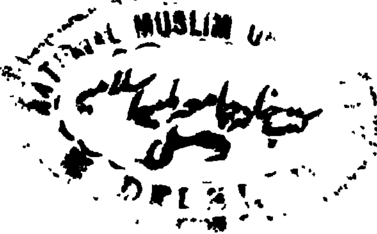
Printed at The Wazir-i-Hind Press, Hall Bazar, Amritsar.
Place of Publication, Sharif Ganj, Amritsar.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء
ذوالحجہ سنہ ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۹ — نمبر ۹



خاتمہ جلد بست و نہم (۲۹)

قارئین کرام سے مخلصانہ اپیل

اس اشاعت کے ساتھ "القریش" کی انتیسویں (۲۹) جلد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور کاغذ کی گرانی، قلت اور نایابی کی وجہ سے یہ جلد ۹ اشاعتوں اور تقریباً سوا دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اوسط صفحات ۴۰ کی بجائے ۲۵ سے زیادہ نہیں ہو سکی۔ یہ کمی اگرچہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ لیکن قحط القرطاس کے اس نازک زمانہ اور فقدان جہاں کے پریشان کن دور میں اسقدر بھی غنیمت ہے کہ عالم صحافت میں "القریش" کا نام زندہ ہے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ سلطان العلوم معارف نواز ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اعلیحضرت حضور نظام تاجدار دکن و برار خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کا لطف و کرم شاہانہ شامل حال ہے۔ معاونین کرام میں بھی ایک دو ایسے زندہ دل، مخیر اور ایثار نفس حضرات موجود ہیں۔ جن کے دل میں قومی درد کا دریا موجزن ہے۔ وہ اصلاحی امور میں گہرا شغف رکھتے ہیں۔ قوم کی ارتقائی ضرورتوں پر زر نقد قربان کرنا جانتے ہیں۔ محترم معاون نمبر ۲۴۴ (اظہار نام کی اجازت نہیں) اگر حسب دستور دست تعاون نہ بڑھاتے تو وسط سال ہی میں رسالہ کی اشاعت کا تواتر ٹوٹ جاتا۔ معاون محترم نے عین اس وقت جبکہ ضرورت لاحق تھی۔ بلا مطالبہ دو صد روپیہ کی گرانقدر رقم کا فنڈ میں بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر حمیت قومی کا ثبوت دیا۔ اور اپنے قومی جریدہ کو مرض الموت سے بچا لیا۔ جزاک اللہ فی الدارین خیراً،

"القریش" نے اپنی ۲۹ سالہ زندگی میں قومی مفاد کے لئے ناقابل عبور جبال و تراکم کو طے کرنے میں جو اہم ترین خدمات انجام دی ہیں۔ وہ کسی صراحت و وضاحت کی محتاج نہیں۔

۱۔ قومی مرکز "ندوۃ القریش" کا قیام،
۲۔ نواح ہند میں قوم کی اصلاح و تنظیم کی غرض سے کم و بیش ۴۰ اصلاحی جماعتوں کی تشکیل،
۳۔ مراثیت و قصابیت کی زد سے نسب و ناموس قومی کا تحفظ۔

۴۔ صوبہ پنجاب کے باقی ماندہ چھ اضلاع میں قریشیوں کے لئے حصول حقوق زراعت۔

ان تمام مقاصد عظمی کی تکمیل "القریش" ہی کی مخلصانہ مساعی کی رہین احسان ہیں۔ اگر برادران قریش پوری توجہ کے ساتھ ان سرگرمیوں میں کماحقہٗ ہاتھ بٹاتے دیتے، اور "القریش" کی اشاعت اسقدر ہو جاتی کہ اس کی آواز ہر فرد قوم تک پہنچائے جانے کی صورتیں پیدا کی جاتیں تو آپ دیکھتے کہ سادات قریش برادری جو کم و بیش بیس لاکھ کی تعداد میں ہندوستان میں آباد ہے۔ آج ایک سٹیج پر مجتمع ہوتی۔ اور قوم کا ترقی پذیر فتہ اقوام میں شمار ہوتا لیکن متقدرین قوم کی عدم توجہی و لاپرواہی سے وہ زریں مواقع ہاتھ سے نکل گئے۔ اب نہائت نازک دور ہے۔ جنگ کی مصیبت نے عام کاروباری حالت پر اتنا بُرا اثر ڈالا ہے۔ کہ ہر شخص بجائے خود ہراساں و ترساں نظر آتا ہے۔ صحافتِ حاضرہ نزع کی حالت میں ہے۔ عدم دستیابی کاغذ کی وجہ سے جرائد و رسائل اور پریس بند ہو رہے ہیں۔ حکومت کے جدید اور تازہ ترین اعلانات سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ مستقبل قریب میں حالت اور بھی نازک ہو جائیگی۔ خدا جانے وہ وقت کیسا ہوگا۔ لیکن اپنا مطمح نظر یہ ہے۔ کہ "القریش" جاری رہے۔ حجم کی کمی اپنے بس کا روگ نہیں رہا۔ تاہم عزم یہ ہے کہ قومی خدمات کا تواتر و تسلسل ضرور قائم رہے۔ آج آٹھ صفحہ کا رسالہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ اگر حالات کی نزاکت کے پیش نظر آئندہ بھی آٹھ ہی صفحات پر شائع ہو تو ناظرین کرام اس کے لئے ہمیں معذور خیال فرمائیں۔ بلکہ اپنی ہمدردیاں بیش از پیش وابستہ رکھنے سے دریغ نہ کریں۔ کیونکہ ہماری تمام مساعی کا انحصار آپ ہی کی حمائت و اعانت پر موقوف ہے۔ وباللہ التوفیق!

کفار قریش کی کمیٹی

آنحضرتؐ پر معقول الزام لگانے سے معذوری

کفار قریش نے رسول اللہ اور مسلمانوں کی مخالفت اور انہیں اذیت پہنچانے کی غرض سے ایک کمیٹی کی پہلے یہ سوال پیش ہوا۔ کہ جو لوگ مکہ کے باہر سے آتے ہیں۔ ان لوگوں سے محمد کی بابت کیا کہا جائے؟ کہ وہ پھندے میں نہ پھنسیں۔

ایک شخص ہم باہر سے آنے والے لوگوں سے یہ کہیں گے کہ محمد صلعم کاہن ہے

بوڑھا ولید بن مغیرہ۔ میں نے اکثر کاہن دیکھے ہیں۔ مگر قرآن کو کاہنوں کی تک بندیوں سے کوئی نسبت نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں کوئی بات ایسی منہ سے نہ نکالنی چاہیئے۔ کہ اعراب پر ہمارا جھوٹ ثابت ہو جائے

ایک اور شخص۔ اچھا ہم یہ کہیں گے کہ وہ دیوانہ ہے۔

ولید۔ دیوانگی کو محمدؐ سے کیا تعلق؟

ایک قریش۔ ہم اسے شاعر بتائیں گے۔

ولید۔ میں جانتا ہوں کہ شعر کسے کہتے ہیں۔ اور اسکا کیا اثر ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور محمد کے وعظ کو شاعری سے کچھ شابہت نہیں

ایک اور۔ ہم لوگوں سے کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔

ولید۔ تم دیکھتے ہو کہ وہ (محمد صلعم) کیسی پاکیزگی اور صفائی سے رہتا ہے وہ عابد ہے۔ شب بیدار ہے اسکا چہرہ کیسا نورانی اور صورت کیسی دلکش ہے کیا تم لوگوں نے جادوگروں کی منحوس صورتیں اور انکی گندگی اور بعادات بد نہیں دیکھیں؟ پھر تمہاری بات پر کون یقین کریگا کہ وہ جادوگر ہے۔ مجبور ہو کر آخر سب نے گھبرا کر ولید ہی سے کہا کہ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ آپ ہی کوئی مفید تجویز نکالئے

تذکرہ برادری

قحط القرطاس

عدم دستیابی کاغذ کی مصیبت کی وجہ سے گذشتہ اشاعت صرف ۱۲ صفحوں پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد کاغذ کو اور بھی آگ لگ گئی پچاس روپے میں چار روپے کا کاغذ نہیں ملتا۔ اخبارات کا ناطقہ بند ہو رہا ہے۔ پریس دم توڑ رہے ہیں صحافت ختم ہو رہی ہے اور طباعت و مطبوعات پر قیامت برپا ہے۔ ان مجبوریوں نے مرض لاعلاج کی صورت اختیار کر لی ہے۔ غنیمت سمجھئے کہ آٹھ صفحہ کا القریش آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ اور ایسے نازک دور میں صحافت حاضرہ میں اس کا نام موجود ہے۔ دعا کریں کہ خدائے برتر واکبر ان ہولناکیوں سے نجات دے اور "القریش" کو جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

قارئین کرام یہ سنکر انتہائی افسوس کریں گے کہ انجمن فلاح القریش فیروز پور جھرکا کے روح رواں مولانا قاضی امان الحق صاحب بی۔ اے بی ٹی، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ نارمل سکول نجف گڑھ عین عالم شباب میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم قوم کے اصلاحی امور میں گہرا شغف رکھتے تھے۔ قومی ضروریات کے پیش نظر انہوں نے فیروز پور جھرکا ضلع گوڑگاؤں میں "فلاح القریش" کے نام سے ایک انجمن کی تشکیل کی۔ اور اپنی برادری کی تعلیم و ترقی کیلئے قابل صد ستائش کوشش کی، انجمن کی ابتدائی ضروریات پر جیب خاص سے ایک معقول رقم صرف کی۔ افراد برادری میں قومی امور میں حصہ لینے کی صلاحیت پیدا کی۔ اور اب جبکہ انجمن کے پھلنے پھولنے کا وقت آیا۔ تو آپ انتقال کر گئے جس سے قومی جماعت کو ناقابل تلافی نقصان ہوا دعا ہے کہ خدائے غفور رحیم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور اراکین انجمن کو مرحوم کی یادگار انجمن کو فروغ دینے کی بیش از بیش توفیق دے۔ آمین!

اصلاح القریش نوشہرہ

کرمی پیر غلام غوث صاحب نوشہرہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ حسب قرارداد مقتدرین برادری کا ۲۹ ر نومبر کو پیر سید غلام حسین صاحب رئیس کے مکان پر اجتماع ہوا صاحب موصوف کی صدارت میں اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ حاضرین نے قومی ضروریات پر تقریریں فرمائیں۔ اور باتفاق قرار پایا کہ "اصلاح القریش" نوشہرہ کے نام سے قومی جماعت قائم کی جائے جس کا "ندوۃ القریش" امرتسر سے الحاق ہو۔ سید فضل حسین صاحب بی۔ اے عارضی جنرل سیکرٹری اور سید غلام حسین صاحب موصوف صدر قرار پائے۔ اور تجویز ہوا کہ مرکزی جماعت کے زیر ہدایت کام شروع کیا جائے (کارروائی کی تفصیل بوجہ عدم گنجائش نظر انداز کی گئی۔ ایڈیٹر)

"ندوۃ القریش"

مجلس منتظمہ کا اجلاس ۸ ر دسمبر کو منعقد ہوا۔ سابقہ کارروائی کنفرم ہونے کے بعد میاں خدا بخش و مولا بخش قلعہ بھنگیاں امرتسر کی درخواست ہائے ممبری منظور ہوئیں۔

اس کے بعد قاضی امان الحق صاحب صدیقی بی، اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر نارمل سکول نجف گڑھ۔ مولانا عبد القادر صاحب قصوری۔ شہزادہ محمد اکبر خاں ولی عہد دولت مستقلہ افغانستان کی وفات پر قرار داد ہائے تعزیت منظور ہوئیں۔ اور مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

شکریہ و شکایت

جن حضرات نے القریش کی خدمات کے پیش نظر فنڈ میں امداد فرمائی، اپنا زرچندہ ارسال کرنے کے علاوہ دوسرے حضرات کو اعانت کی ترغیب دیکر امدادی رقوم بھجوا کر حمایت کی۔ ان کے ہم بدل مشکور ہیں۔ لیکن ان احباب کا ضرور گلہ ہے۔ جن کے ذمے موجودہ رقوم اور واجب الادا چندہ متعدد یاد دہانیوں کے باوجود بھی ارسال نہیں فرمایا۔ بقایا دار حضرات جلد از جلد توجہ فرمائیں۔ اگر اس موقعہ پر بھی انہوں نے ہماری تکلیف کا احساس نہ کیا۔ تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ پابندی عہد ان کے اصول میں داخل نہیں۔ اور وہ قومی جریدہ کی امداد عمداً نہیں کرنا چاہتے۔

اتحاد القریش دہلی بمبئی

مکرمی مولوی حکیم الدین صاحب علوی تحریر فرماتے ہیں کہ تشکیل انجمن کی پیشتر ازیں اطلاع دی جا چکی۔ اس بات کا شکریہ ہے۔ کہ آپ نے اسے بالاختصار شائع بھی کر دیا ہے۔ آپ یہ سنکر مسرور ہوں گے۔ کہ کارکنان انجمن پوری توجہ اور شوق کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا۔ کہ انتخاب کارکنان کا مسئلہ کسر نفسی کے غاروں میں الجھا ہوا ہے۔ اب میں یہ اطلاع دینے کے قابل ہوا ہوں۔ کہ یہ مسئلہ باحسن وجوہ طے پاگیا ہے۔ صدر، سیکرٹری، فنانشل سیکرٹری کے عہدوں اور مجلس منتظمہ کے ممبروں کا انتخاب معرض عمل میں آگیا ہے۔ چندہ کی رقوم جمع ہو رہی ہیں۔ جو اصلاحی کاموں پر صرف کی جائینگی۔ جماعت کے تین چار اجلاس ابتدائی ضرورتوں کیلئے منعقد ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ جماعت اپنے بہترین مقاصد کی تکمیل میں تا بحد امکان ساعی رہیگی۔ کارروائی شائع کرکے کارکنان کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں۔ والسلام۔

انسداد رسوم قبیحہ

پیر محمد ابراہیم صاحب ہاشمی برہانپوری تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت پیر رکن عالم صاحب ہاشمی رئیس کے فرزند اکبر پیر شجاعت علی صاحب بی اے ہاشمی کی شادی گذشتہ ہفتہ نہایت شان و شوکت سے سر انجام ہوئی۔ اس تقریب کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان باتوں سے جو رسوم قبیحہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اجتناب قطعی اور اختصار و کفایت شعاری کا تا بحد امکان خیال رکھا گیا۔ دعوت ولیمہ پر تکلف تھی۔ مہمان نوازی کے تمام لوازم نہایت خوبی کے ساتھ انجام دینے کے باوجود احتیاط ملحوظ رہی۔ اور کسی قسم کا اسراف نہیں ہونے پایا۔ پانچصد روپیہ کی رقم دو یتیم خانوں کو عطا کی گئی۔ غربا و مساکین کو نوازا گیا۔ قومی جریدہ القریش کی قابل ستائش خدمات کے پیش نظر دس روپے کی رقم کاغذ فنڈ میں ارسال کی گئی۔ پیر صاحب موصوف کی اس فیاضی و دور اندیشی اور خصوصاً مراسم قبیحہ کے انسداد پر عملی اقدام پر مولوی قربان علی صاحب نے ایک جامع تقریر فرمائی اور حاضرین کو تقلید و تتبع کی تلقین کی۔ اور دعا کی کہ خدائے قادر و توانا مسلمانوں کو رسوم بد کی تباہ کاریوں سے بچائے۔

آمین!

مسلمانوں کا بیڑا - اور - اُنکی بحری جنگ

(از مولانا محمد اسحاق ندی - پشاور)

مولانا محمد فرید وجدی صاحب مصر کے ایک محقق عالم ہیں۔ ان کا ایک مقالہ جریدۂ "نورالاسلام" مصر میں اساطیل المسلمین وحروبہم البحریہ کے نام سے شائع ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے ان واقعات کا اعادہ ہے۔ جبکہ جہانبانی ان کے ہاتھوں میں تھی اور اپنی کم بضاعتی کے باوجود کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔ مولانا محمد اسحاق صاحب ندوی نے ہندی مسلمانوں کے استفادہ کے خیال سے مضمون مذکور کو اردو کا جامہ پہنا دیا ہے ——— (مدیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ابھی چند ہی سال گذرے تھے کہ عربوں کے بیڑے بحر ہند اور جزائر ہند پر پیشقدمی کر رہے تھے یہ حیرت انگیز ترقی درحقیقت ان مسلمانوں کی خدمات کا نتیجہ ہے جن کی پوری زندگی بیابانوں میں بسر ہوئی تھی۔ اور ساحلی زندگی سے بالکل نا آشنا تھے لیکن یہی عرب اسلام کے بعد ایک طرف شوق سیاحت اور دوسری طرف اللہ کے نام کی سربلندی کیلئے دنیا کو دعوت دینے کیلئے اٹھے۔ تو مشرق و مغرب ان کے سامنے تھے۔ تاکہ خدا کا پیام جو رسول اکرم علیہ السلام بندوں تک لے کر آئے تھے۔ عالم انسانی کو پہنچا دیں۔

سب سے پہلے عمان کے گورنر نے تین بیڑے تیار کئے تھے۔ پہلا بیڑا ان مجاہدین کا تھا۔ جو بمبئی کے قریب جزیرہ طناح پہنچ کر اس پر قابض ہوگیا تھا۔ دوسرا بیڑہ بحرین سے ہوتا ہوا جزیرہ کابی جو شہر اردوا کے کنارے واقع ہے۔ اسے فتح کر لیا تھا۔ اور تیسرا بیڑا سندھ کے کنارے آکر رکا۔ یہاں کے لوگوں نے بھی مخالفت کا سپر ڈال کر اطاعت قبول کر لی تھی۔ پھر ۲۳ھ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں عبد اللہ ابن عامر کی ماتحتی میں ایک بیڑا روانہ فرمایا۔ جس نے شمالی ہندوستان میں کرمان و سجستان کی فوجوں پر دھاوا بول دیا۔ مدت تک دونوں طرف سے کشمکش جاری رہی۔

اسی عرصہ میں کرمان اور سندھ کی حکومت میں ناچاقی پیدا ہو گئی عبد اللہ ابن عامر نے موقع پاکر داور کے قریب کے شہروں پر قبضہ جمالیا جس کے نتیجہ میں دشمن کو مغلوب ہونا پڑا۔

حضرت معاویہ ابن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ۴۴ھ میں مہلب ابن صفرہ کی زیر قیادت افغانستان کی مہم کیلئے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ افغان مقابلہ کی تاب نہ لاکر جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ ۸۹ھ میں حجاج ابن یوسف ثقفی نے محمد ابن قاسم کو ایک جنگی بیڑا دے کر ہندوستان روانہ کیا۔ یہ ٹڈی دل لشکر سندھ پہنچ کر دیبل۔ بیرون۔ بہمن آباد، اور کو فتح کرتا ہوا ہمالیہ کی گھاٹیوں میں پھیل گیا۔ پھر حجاج ابن یوسف نے دوسرا بیڑا قتیبہ ابن مسلم کو وسط ایشیا کو فتح کرنے کیلئے روانہ کیا۔ قتیبہ کا یہاں پہنچنا تھا کہ ترکمانوں نے سر اطاعت خم کر دیا۔ قتیبہ کی فوجوں نے خوارزم اور ماوراء النہر و بڑے شہروں کو زیر لیا۔ اس کے بعد مجاہدین آگے بڑھے تو فرغانہ۔ نخشب۔ بخارا۔ سمرقند۔ کاشغر۔ اقصو۔ خطان جیسے بڑے بڑے شہر ان کے زیر نگین تھے۔ قتیبہ نے یہاں سے فراغت پاکر چینی سرحد کا رخ کیا۔ تو قتیبہ نے بارہ آدمیوں کا ایک وفد بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ جس نے بادشاہ سے

مکافاتِ عمل

(از جناب محمد سعید صاحب عثمانی ہوشیار پوری)

بدل ڈالی جو حالت اپنی ہم نے اپنے ہاتھوں سے
خدا نے چھین لیں عزّ و شرف کی ہم سے اکسیریں

زباں سے معترف ہونا ہے معیارِ مسلمانی
معطل ہیں حدیثیں اور ہیں بیکار تفسیریں

وجاہت میں کمی کچھ ہو نہ عزّت ہاتھ سے جائے
کریں احکام قرآنی کی جتنی چاہیں تحقیریں

تردد کیا پڑوسی پر گذر جائے اگر فاقہ
ہم اپنے گھر مزے سے کھا رہے ہیں بیٹھے انجیریں

حکومت ہے نہ صنعت ہے نہ حرفت اور تجارت ہے
یہ فطرت کی ہیں تہدیدیں یہ قدرت کی ہیں تعزیریں

یہ حالت ناتوانی سے ہے اب ہم فاقہ مستوں کی
نہ ٹپکے خون کا اک قطرہ بھی دل کو اگر چیریں

ہے روحانیتوں کا حال اس سے بھی گیا گذرا
اجابت ہے دعاؤں میں نہ فریادوں میں تاثیریں

جو دن تھے کام کرنے کے وہ سو کر کھوئے ہم نے
یہ ادبار و نحوست ہیں انہی خوابوں کی تعبیریں

یہ استہزاء و استخفافِ مذہب کا نتیجہ ہے
سروں پر خاکِ ذلت پاؤں میں نکبت کی زنجیریں

اُڑایا ہم نے خاکہ امویوں کی شان و شوکت کا
ملائیں خاک میں عباسیوں کی ہم نے توقیریں

عمل اور قول میں ہے فرق کیا تم نے نہیں دیکھا
کہ یکسر ہو گئیں رسوا ہماری گرم تقریریں

خیال آتا ہے جب بدر و اُحد کے جاں فروشوں کا
تو آنکھوں میں مری پھرتی ہیں انسانوں کی تصویریں

جدھر جاتے تھے تل جاتے تھے دریا اُن کے رستے سے
وہ جب تیور بدلتے تھے پلٹ جاتی تھیں تقدیریں

یہی دیں ہے یہی مفہوم توحید و رسالت ہے
کہ ہاتھوں میں ہوں شمشیریں زبانوں پر ہوں تکبیریں

وزیر ہند پریس واقعہ ہال بازار امرتسر میں محمد علی توفیق پرنٹر و پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔ ایڈیٹر محمد علی توفیق